أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں (حدیث نبویؐ)

أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

میں آخری نبی ہوں، اور تم آخری امت (حدیث نبویؐ)

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ

تعزیت

موت کا ایک وقت معین ہے لیکن ؏ حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بِن کھلے مُرجھا گئے

راقم ناظم جامعہ و مُدیر "الرشید" کا قبل از تقسیم چنیوٹ اسلامیہ ہائی سکول میں سات سالہ قیام اور اسلامیانِ چنیوٹ سے تعلیمی و قلبی تعلق ہے۔ چنیوٹ شیخ برادری کے معزز خاندانوں میں الحاج شیخ عبدالرؤف صاحب (کریسنٹ ٹیکسٹائل ملز کراچی) جامعہ کے معاونین اور ہمارے خاص محسنین ہیں۔

۱۸ رستمبر کو کراچی (ہاکس بے رحم) (ساحلِ سمندر) پر جو جانسوز حادثہ پیش آیا۔ اس میں شیخ عبدالرؤف صاحب کا صاحبزادہ آصف مرحوم اور آصف کی بیگم مرحومہ دونوں ہی سمندر کی لہروں کی نذر ہو گئے اور مرحومین کی لاشوں کو سمندر کی لہروں نے واپس کر دیا لیکن آصف مرحوم کی بیگم کی نعش دستیاب نہ ہو سکی جس کی حسرت باقی ہے۔

پانچ چھ اموات کا حادثہ کئی خاندانوں کا سانحہ ہے جیسا کہ طیارے کا حادثہ متعدد خاندانوں کو متاثر کر گیا موت و حیات کا مالک صرف اللہ ہی ہے وہی اسرار و رموز جانتا ہے۔ ایسے مواقع پر بعض متاثرین بے اختیار ہو کر کہہ بیٹھتے ہیں کہ ؏ ہائے او موت، تجھے موت آئی ہوتی

لیکن ایسے دلگداز حادثات پر سوائے صبر و استقامت کے اور کچھ نہ کہنا اور کرنا چاہیئے۔ اس واسطے مسلمانوں کو تو شہداء کی شہادتوں پر بھی نوحۂ غم وگریہ و ماتم کی اجازت نہیں۔

ادارہ ھٰذا جملہ متاثرین خصوصاً شیخ حاجی میاں محمد ایوب، شیخ عبدالرؤف، حاجی محمد سلیم، حاجی محمد فاروق شیخ ارشد شیخ خورشید سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور مرحومین کے لئے قرآن خوانی، ایصالِ ثواب، ادعیہ مغفرت کرتے ہوئے ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دُعا گو کہ اللہ کریم و رحیم مرحومین کی مغفرت فرماتے ہوئے ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے....

ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فاضل رشیدی

مؤتمر ابناء دارالعلوم و اخوان دیوبند پاکستان کا ترجمان

بیادگار: حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ رائپوری

ماہنامہ

الرشید

جلد ۱۲ — نومبر ۱۹۸۳ء

شمارہ ۱ — محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

مدیر اعلیٰ: فاضل حبیب اللہ

مدیر مسؤل و ناشر: عبدالرشید ارشد

مدیر معاون: زاہد الحق قریشی

خطاط: حزب اللہ خالد

بنظامت: (پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

پرنٹر: مشارق الدین اصلاحی، شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

مقام اشاعت: ۳۲/اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

سالانہ چندہ : -/۲۰ روپے
فی شمارہ : -/۲ روپیہ

آئینہ مضامین

راشدات

۷، ۸، ۹ ستمبر ۱۹۸۲ء (یکم دو ذی حجہ) یوم جہاد، یوم اقلیتِ مرزائیہ کی تقریبات پر جامعہ رشیدیہ کے تعلیمی و تبلیغی اجلاس منعقد ہوئے۔ جامعہ کے اجتماعات میں مہمانِ خصوصی جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا صوفی محمد یار صاحب مدظلہ مجددی (جھنگ) نے تشریف لاکر درس قرآن دیا اور تعلق مع اللہ، اصلاحِ نفس، اصلاحِ ذات البین پر زور دیا.....

جامعہ رشیدیہ کی مؤتمر حضرۃ علامہ خالد محمود صاحب (پی. ایچ. ڈی)، ڈائریکٹر اسلامک سنٹر انگلینڈ و صدر جمعیۃ علماء برطانیہ کی سرپرستی میں ہوئی۔ علامہ صاحب نے اسلام اور بین الاسلامیات و عالمی مسائل پر خطاب فرماتے ہوئے مؤتمر رشیدیہ کے ضابطۂ اخلاق و معاہدہ اتحاد پر خطابِ خاص اور خطابِ عام فرمائے اور ایک علمی نشست میں تعلیمیافتہ اصحاب کے سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے۔

مندرجہ ذیل علماء و خطباء نے خصوصی خطابات و بیانات ارشاد فرمائے

○ جانشینِ امیرِ شریعت قائدِ احرار حضرت سید ابوذر ابو معاویہ بخاری نے خطبۂ جمعہ پڑھاتے ہوئے عصر تک خطاب فرمایا۔ آپ نے مدارس عربیہ کی تاریخ اور مدارس کے کارنامے بیان فرماتے ہوئے جامعات دار العلوم کی خصوصیات بیان فرمائیں اور آخر میں آپ نے فارسی زبان میں لکھی ہوئی نظم در منقبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھ کر سنائی جو دوسری جگہ نقل ہے۔ آپ کا خطاب نہایت جامع اور مفصل ہوا۔ اور پسند کیا گیا۔

○ حضرت مولانا قاری عبدالحیٔ عابد خطیب لاہور نے مسئلہ توحید بیان فرماتے ہوئے تردید شرک و ردِّ بدعات پر خطاب فرمایا۔

○ مولانا محمد سلیمان طارق رشیدی جہانیاں خطیب اوقاف نے اصلاحِ معاشرہ پر تقریر فرمائی اور سامعین کو محظوظ فرماتے ہوئے خوب داد حاصل کی۔

○ مولانا عبیدالرحمٰن ضیا خطیب کمالیہ نے ردِّ بدعات و مبتدعین پر اظہار خیالات فرماتے ہوئے اصلاح الرسوم پر تقریر کی۔

○ مولانا اختر صدیقی مدیر جامعہ نعمانیہ کمالیہ نے دار العلوم دیوبند پر تاریخی علمی و عملی بیان دیا اور تحریک علومی تحریک ریشمی رومال پر اشارات کئے۔

○ مولانا منظور احمد حجازی ملتان مبلغ ختم نبوت نے مسئلہ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت پر تقریر فرمائی۔

○ مولانا قاری محمد طیب رشیدی بوریوالہ نے مدارس عربیہ اور جامعہ رشیدیہ پر خطاب فرمایا۔

○ مولانا محمد یوسف رشیدی خطیب جامع بہاولپور نے عصر حاضر کے فتنوں پر خطاب فرمایا۔

○ قاری عبد السلام رشیدی خطیب اوقاف حاصلپور نے فضائل صحابہؓ پر تقریر فرمائی۔

○ مولانا محمد رفیق جامی خطیب فیصل آباد نے اسلامی تعلیمات پر خطاب فرمایا۔

○ مولانا محمد حنیف جالندھری مدیر جامعہ خیر المدارس نے حضرت قاری محمد طیب مرحوم و علامہ افغانی مغفور کی تعزیت کرتے ہوئے ان کی خدمات جلیلہ پر تقریر فرمائی۔

○ مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی مدیر خدام الدین لاہور نے اتفاق و اتحاد المسلمین پر زور دیتے ہوئے زبردست تقریر فرمائی۔

○ مولانا زاہد الراشدی ناظم نظام العلماء خطیب جامع گوجرانوالہ نے اسلامی نظام پاکستان اور حالات حاضرہ پر خطاب فرمایا۔

○ مولانا کرم الٰہی فاروقی رشیدی مبلغ تنظیم اہلسنت نے خلافت راشدہ پر مفصل بیان فرمایا۔

○ جناب میاں محمد اجمل قادری مدیر اعلیٰ خدام الدین لاہور نے ذکر اللہ اور حضرات علماء و مشائخ کے معمولات کا تذکرہ کیا۔

تبلیغی جماعت کا اجتماع عظیم

دار العلوم دیوبند کے عالم باعمل، رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ اور ان کے خلف الرشید یوسف الصدیقؒ نے ہندوستان میں تبلیغ کے کام کو چودہ سو سالہ روایات کے مطابق جس انداز سے شروع کیا اس سے قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی اور تبلیغ کی نشاۃِ ثانیہ ایشیاء کے برصغیر ہندوستان سے شروع کرکے تبلیغ کے کام کو عالم اسلام اور عالمی دنیا میں پھیلا دیا یہ حضرات مبلغین کے خلوص کی دلیل ہے۔ بحمد اللہ بفضلہ حج کے اجتماع کے بعد اغلباً دار العلوم دیوبند کا اجتماع اور پھر تبلیغی جماعت کے اجتماعات ہیں جو ساری دنیا کے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہیں اور سب کو دین کی تبلیغ و دعوت دیتے ہیں اور جملہ مسلمانوں کی بھلائی کا کام کرتے ہیں اور خوبی کی بات یہ کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو جوڑنے کا کام سرانجام دیتے ہیں اور یہ کام آج ساری دنیا میں پھیلتا جارہا ہے اور اس سیلاب کو روکنا بہت مشکل ہے اس لئے کہ یہ حضرات انتہائی مخلص اور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔

۳، ۴، ۵، ۶، نومبر ۱۹۸۳ء کو رائیونڈ میں حسب سابق تبلیغی اجتماع ہو رہا ہے جس کے انتظامات شروع ہو چکے ہیں اور ابھی سے جماعتوں کی نقل و حرکت ہونے لگی نیز کمال کی بات یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی اشتہارات

اعلانات، نشر و اشاعت نہیں کی جاتی۔ یہ سطور خود ہم اپنی ذمہ داری پر لکھ رہے ہیں کہ ہم لوگوں کو تبلیغ والے اصحاب سے نہ صرف اتفاق بلکہ عقیدت ہے تبلیغ والوں کی طرف سے اشارہ بھی نہیں۔ یہ تبلیغ والوں کے خلوص للّٰہیت اور مقبولیت کے دلائل ہیں اسی واسطے ہمارے ادارہ کے اکابر و اصاغر، اساتذہ و طلبہ و عملہ دل و جان سے ان کی نصرۃ اور ان سے عملی تعاون کرتے ہیں اس لئے جملہ مسلمانوں کو ایسی جماعت سے ضرور نصرت کرنا چاہیئے اور مخالفت کی ضرورت نہ ادارہ اور نہ کوئی جواز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تبلیغ دین کی توفیق انیق فرمائے۔

لتکون کلمة الله هی العلیا و الله عزیز حکیم ۰

اِدارہ "الرّشید" و جامعہ رشیدیہ

بفضلہ تعالیٰ جامعہ رشیدیہ کو قائم ہوئے ۴۰ سال ہوئے اور پاکستان میں ۳۶ سال سے جامعہ جاری ساری ہے مؤسس اوّل حضرت [illegible] حاجی محمد صالح رائپوری رحمہ اللہ سے لیکر بانی نشأۃ ثانیہ حضرۃ مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ تک ادارہ ہذا تعلیمی خدمات سرانجام دیتا چلا آرہا ہے۔

آج بھی جامعہ ھذا حضرت الاستاذ مولانا الحاج عبد العزیز رائپوری مدظلہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ مدظلہ رائپوری کی قیادت و امارت میں خوب تر تدریسی کام اور حضرت مولانا پیر جی عبد العلیم رائپوری اور فاضل رشیدی رائپوری، مولانا مطیع اللہ رشیدی کی نظامت میں خوب سے خوب تر انتظامات چل رہے ہیں۔ اور تحدیثِ نعمت کے طور پر کہا اور لکھا جا سکتا ہے کہ جامعہ کا اقدام ترقی پذیر ہے۔ رائپوری بزرگوں نے جو شجرۂ طیبہ لگایا تھا اس کی آبیاری جاری ہے اور ان شاء اللہ ہم عہد کرتے ہیں کہ پہلے سے زیادہ اسلام، قرآن، حدیث دین محمدی، علوم نبوی، توحید و ختم نبوّت کے علمبردار اور وفادار رضاکار رہیں گے۔

بحمد اللہ "الرشید" کے گیارہ سال بخیر و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچے "الرشید" کا مقصد بھی وہی ہے جو جامعہ کی غرض ہے یعنی تبلیغِ دین اسلام بذریعہ تعلیم اور تقریر و تحریر کے واسطہ سے نشر و اشاعت!

الرشید کا اپنا خصوصی معیار ہے، الرشید تبلیغی مجلّہ ہے تجارتی جریدہ نہیں۔ زرمبادلہ بھی ہماری نیت نہیں۔ اس واسطے محسنین و معاونین کی خدمت میں تبلیغ کی غرض سے بھجوایا جاتا ہے اور خریدار حضرات سے معمولی ھدیہ صرف ۲۰ روپے لئے جاتے ہیں جو ملک میں کسی ایسے رسالہ کا مبادلہ نہیں۔ اس لئے اُمید کہ ناظرین کرام توجہ سامی فرماتے ہوئے پورا التعاون فرمائیں گے۔ باوجود پوری مساعی کے ہم سے غلطیاں ہوئیں اور قصور سرزد ہوئے ہم کوئی حق ادا نہ کر سکے۔ ہم اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ رب العزّت سے دست بدعا ہیں کہ اللہ کریم

ورحیم ہماری خطاؤں اور گناہوں کو معاف فرماکر ہمیں دین اسلام کی خدمت کی مزید توفیق انیق عطا فرمائے اور ناظرین سے مستدعی ہیں کہ وہ ادارہ، اساتذہ وطلبہ، عملہ وکارکنانِ انجمن کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ ہم خود دعاگو اور دعاجو ہیں

فقط ھھنا تم منا الکلام ــــ علی مصطفنا الوف السلام

○●○●○●○

قافلۂ رشیدی حجّاج کی واپسی

جامعہ رشیدیہ کے اساتذہ وکارکنان کا عملہ حج وزیارات وعمرات سے بخیر وعافیت واپس پہنچا۔ جس میں خصوصیت سے

○ مولانا حافظ حکیم حاجی غلام رسول صاحب رینالوی استاذ ○ الحاج قاری حافظ محمود احمد صاحب معلم التجوید
○ حافظ قاری الحاج محمد عبداللہ صاحب مدرس درجہ علیا ○ مولانا عبدالستار صاحب رشیدی خطیب عیدگاہ

اور دیگر فضلاءِ رشیدیہ قابل ذکر ہیں۔ حجاج کرام کا بیان ہے کہ حرمین شریفین میں بہت سے علماء فضلاءِ رشیدیہ، حفاظ وقراء مقیم ہیں اور جامعہ کا اچھا خاصا تعارف ہے"!
ہم جملہ حجاج کرام کی تشریف آوری کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں! (ادارہ)

تقبل اللہ منا و منہم حجا مبرورا و سعیا مشکورا و ذنبا مغفورا۔

حضرت شیخ الاسلام پاکستان علامہ عثمانی صاحبؒ کا پہلی پاکستانی پارلیمنٹ سے خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ پاک کی اس کرم گستری اور نعمت بخشی کا کس زبان سے شکر ادا کیا جائے کہ اس نے ہمیں صدیوں کی محکومی سے نجات دی اور طرح طرح کی خامیوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر فرما کر محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں ایک خطۂ زمین پر اقتدار بخشا اور موقع دیا کہ ہم اپنی وہ دیرینہ آرزوئیں پوری کر سکیں جو اسلام کی سربلندی اور زندگی کے ہر شعبہ میں کارفرما دیکھنے اور دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لئے ہمارے دلوں میں موجزن رہی ہیں کہ اسلام اور حاملینِ اسلام کا غلبہ واقتدار عالمِ انسانی کے لئے کن کن فیوض وبرکات اور کیسی کیسی کامرانیوں اور خوشحالیوں کا حامل ہوتا ہے۔

شمسی نظام ماہ وسال کے اعتبار سے آج پورے بارہ مہینے ہوئے کہ ہم اغیار کے تسلط سے آزاد ہو گئے اور دنیا کی سب سے بڑی مسلم مملکت کے مختار وکارفرما قرار پائے اس حصول آزادی نے وہ تمام بیرونی رکاوٹیں دور کر دیں جو زندگی کے کم از کم اجتماعی شعبوں میں ہماری اس راہ میں حائل تھیں جس پر چل کر ہم نہ صرف دنیائے اسلام کے سامنے بلکہ سارے عالم کے سامنے ایک ایسے معاشرہ اور ایسی مثالی مملکت کا نمونہ پیش کر سکتے جس میں دجل وفریب کی جگہ صدق وصفا، بدعہدی وخیانت کی جگہ پاسِ عہد وامانت، ہوا پرستی کی جگہ حق کوشی، ظن وتخمین کی جگہ ایمان وایقان کی کارفرمائی ہو۔ جہاں اخلاقی انتشار وہوس رانی کی جگہ معاشی توازن ہو۔ جہاں زبردست بالادستیوں کے ظلم وعدوان کے خوف سے مامون ہوں۔ جہاں مخلوق کی گردنیں مخلوق کی غلامی سے آزاد ہوں جہاں نیکی کی قوتوں کو ابھرنے پنپنے اور فروغ پانے کے لئے سازگار فضا میسر آ سکے۔ جہاں بدی کے سرچشمے بے آب ہو کر خشک ہو جائیں جہاں کا ہر وفادار باشندہ بلا لحاظ مذہب وملت اور بلا تفریق نسل ورنگ یہ محسوس کرے کہ امن وآشتی، عدل وانصاف، آزادیٔ ضمیر، احترامِ انسانیت، تحفظ جان ومال اور بقائے ننگ وناموس

کے لئے صفحۂ ہستی پر اس سے بہتر خطہ میسر نہیں۔ غرضیکہ پاکستان کی شکل میں ہمیں ایک خطۂ زمین اس جنت ارضی کی تعمیر و تشکیل اور ان فرائض منصبی کی انجام دہی کے لئے مل گیا جو ہم پر خیر الامم ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتے ہیں کہ ہم اچھائیوں کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ ۔

اگر اس نعمت کی سچی قدر شناسی اور اس عطاء پر سچی شکر گذاری میں ہم کوتاہی کریں تو یہ ایسا کفران نعمت ہوگا کہ اللہ پاک ہمیں اس کے وبال سے محفوظ رکھے اور اگر ہم نے اس قدرت و تمکنت کے لبقاء و استحکام یا اس کے صحیح استعمال سے غفلت برتی تو یہ ہماری کھلی ہوئی بدبختی ہوگی۔ بارگاہِ صمدیت میں جہاں سے ہمیں نعمت ملی ہے سچی شکر گذاری کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ جس مالک الملک اور حاکم حقیقی نے ہمیں اپنے نائب امین سے یہ امانت سپرد کی اسی کی منشاء و مرضی کے مطابق ہم اس پر تصرف کریں اور اس کے پیش کئے ہوئے معیار پر پورے اترنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں۔

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم اگر انکو زمین میں اقتدار عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اچھی باتوں کا حکم کریں اور بری باتوں سے روکیں

اگر ہم نے ادائے شکر کی سچی کوشش کی تو حسب وعدۂ الٰہی لئن شکرتم لازیدنکم۔ یعنی تم شکر کرو تو ہم تم پر اپنا انعام بڑھائیں گے۔ انشاء اللہ ہم پر مزید فضل و انعام کی وہ بارش ہوگی کہ دنیا ششدر رہ جائے گی۔ ہمارے مادی وسائل میں جن کی فراہمی کا ہمیں اس بارگاہ رب العزت سے حکم ملا ہے اور جن کی فراہمی کی جدوجہد سے غفلت برتنا بھی ایسا ہی جرم ہے جیسے دوسرے فرائض شرعیہ کا ترک کرنا ہے۔ ہماری اس شکر گذاری سے وہ برکتیں حاصل ہونگی اور صبر و تقویٰ کی مدد سے وہ حیرت انگیز نتائج پیدا ہوں گے کہ اعداء کی کثرت ان کی فراوانی وسائل اور ان کی دسیسہ کاریاں ہیچ و بے اثر ہوکر رہ جائیں گی۔ اگر آج ہم کھلے دل سے اس کا جائزہ لینے بیٹھیں کہ پچھلے بارہ مہینوں کی مدت میں ہم نے اپنی اصل منزل کی جانب کتنی مسافت طے کی تو ہمیں ضرور ندامت ہوگی۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اس عرصہ میں ہمارے قدیم فرمانرواؤں اور ہمسایہ قوم کی ناپاک سازشوں نے ہمیں ایسے ابتلاء عظیم میں ڈال دیا اور مکر و فریب دجل و دسائس ہلاکت خونباری، سفاکی و بہیمیت کا وہ طوفان ہمارے گرد و پیش برپا کر دیا جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ کے اوراق قاصر ہیں اور جس کے باعث ہم کو اپنی توجہات ان کی مدافعت ہی پر مذکور کرنی پڑیں۔

تاہم اپنی غفلت کا اعتراف نہ کرنا خود فریبی ہوگی۔ اسوقت بھی ہمارے بلکہ سارے عالم اسلام کے گرد کفر و طاغوت کی قوتوں نے جو گھیرا ڈال رکھا ہے اس سے نجات حاصل کرنے کی سبیل اگر ہم تلاش کریں تو قرآن و حدیث کی صاف و صریح

نصوص اور تاریخ اسلام کے اوراق اس پر گواہی دیں گے کہ دنیائے کفر اور اس کے تمام طاغوتی طاقتوں کے مقابلے پر ہر زمانے میں مسلمانوں کے لئے جو ہتھیار سب سے زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہوا ہے وہ صبر و تقویٰ ہے اس کی آمیزش مسلمانوں کے قلیل مادی وسائل و اسباب ہیں وہ اثر و قوت پیدا کرتی رہی ہے کہ چشم فلک نے صدہا بار کو من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کے ایمان افروز نظارے دیکھے ہیں۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کثرت تعداد اور فراوانی وسائل کے اعتبار سے ہمارے اعداء ہم پر کہیں فائق ہیں۔ اب اگر قلت تعداد اور اسباب کے باوجود ہمارے لئے فتح و کامرانی کی صورت ہے اور ان شاء اللہ یقیناً ہے تو اس کا مدار قادر مطلق کی نصرت پر ہے اور یہ نصرت و امداد مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔

وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئاً

"اور اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو گے تو ان کا فریب تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا"

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور۔

"یقیناً تمہاری آزمائش ہوگی مالوں میں اور جانوں میں البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو گے تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے"

صبر و تقویٰ ہی وہ چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر آسمان سے فرشتوں کی مدد پہنچی ہے۔

بلیٰ ان تصبروا وتتقوا ویأتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملئکۃ مسومین

قید و بند کے سارے شدائد برداشت کرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام خزائن ارض پر قابض و متصرف ہوتے ہیں تو اس کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے الفاظ میں یہ بتایا جاتا ہے۔

قد من اللہ علینا انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ساری دھمکیوں کے جواب میں اپنی قوم سے فرمایا

استعینوا باللہ واصبروا ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

غرضیکہ جس چیز کا قرآن پاک نے صاف صاف اور بار بار اعلان کیا اور تاریخ اسلام صدیوں سے اس کا مشاہدہ کراتی رہی اس پر عمل پیرا ہونے سے تغافل و تساہل برتنا ہمارے لئے سخت مجرمانہ فعل ہوگا۔ اسے اختیار کئے بغیر ہمارے لئے فوز و فلاح کی راہ کھلنی محال ہے۔ اس حقیقت کو ہم جس قدر جلد سمجھ لیں اتنا ہی بہتر ہے۔

آج فلسطین، کشمیر، حیدرآباد، انڈیا، انڈونیشیا اور دیگر اسلامی ممالک پر کفر و طاغوت کے لشکروں کا ہجوم ہے اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس بجز اس کے کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس مالک الملک کے بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہو جائیں جس کی شان یہ ہے:

تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء

نہ بین الاقوامی انجمنوں کے کمیشن ہماری مسیحائی کر سکتے ہیں نہ محض ان قوموں کے معاہدات موجب اطمینان ہو سکتے ہیں جنہیں معاہدہ کی سیاہی خشک ہونے سے پہلے ہی اسے پارہ پارہ کرنے میں باک نہیں ہوتا۔ ہماری فلاح و کامرانی کا تو ایک ہی راستہ ہے یعنی یہ کہ ہم ایک اللہ اور اس کے رسول سے اپنا تعلق صحیح کرلیں۔ فرمان الٰہی کی تعمیل اور اسوہ حسنہ کا اتباع اپنا شعار بنالیں اپنی شیرازہ بندی کریں تمام عالم اسلام کو ایک جسم واحد بنیانٌ مرصوصٌ بنانے کی جدوجہد کریں اپنی استطاعت کی آخری حد تک مدافعانہ قوت اور مادی وسائل بڑھانے کی فکر کریں کیونکہ یہ بھی اسی قادر مطلق کا حکم ہے۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واٰخرین من دونھم۔

صبر و استقامت اور تقویٰ و طہارت کا دامن مضبوطی سے پکڑیں ادھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے اپنے آپ کو زندگی کے ہر شعبہ اور اپنی جدوجہد کے ہر گوشے میں صحیح معنوں میں مومن و مسلم بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے

وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ تمہیں غالب رہو گے اگر تم مومن ہو گئے۔

اور اللہ سے زیادہ سچی بات کون کہے گا۔ ومن اصدق من اللہ حدیثاً۔

اللہ پاک نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے؛

یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔

ہمیں بھی اسی پر ایمان رکھنا چاہیئے کہ ہماری اپنی قوت عمل اتحاد ملت اور نصرت الٰہی کے علاوہ ہمارے لئے کوئی اور چیز قابل اعتماد نہیں ہو سکتی۔

بڑی سنگدلی ہو گی اگر اس جشن استقلال کے موقع پر ان لاکھوں بھائیوں اور بہنوں اور معصوم بچوں کی یاد ہمارے دلوں کو بے قرار نہ کردے جو لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہونے کے جرم میں عدیم المثال سفاکی، خبیثانہ درندگی اور حیاسوز بہیمیت کا شکار ہو گئے۔ اللہ پاک ان کی روحوں کو سکون سرمدی نصیب فرمائے۔

لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتاھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون۔

ان بیشمار خاندانوں کی خانہ ویرانی بھی جو اپنے صدیوں کے وطن سے صرف اس لئے نکلنے پر مجبور ہوئے کہ وہ اسلام کے نام لیوا تھے۔ ایک ایسی دردناک حقیقت ہے جس سے اغماض نہیں برتا جا سکتا۔ ان کے مصائب کا احساس سیل اشک سے زیادہ عملی ہمدردی اور مخلصانہ برادر نوازی کا تقاضا کرتا ہے۔ کاش جشنِ استقلال کا یہ مبارک موقع اربابِ اختیار کے قلوب میں ان بے خانماں بھائیوں اور بہنوں کو آباد کرنے اور ان کے مصائب دور کرنے کی جدوجہد کو تیز تر اور مؤثر بنانے کا عزم پیدا کرائے۔

اپنے چودہ کروڑ بچھڑے ہوئے بھائیوں کی یاد جو انڈین یونین میں اکثریت کے ظلم و ستم کا ہدف بنے ہوئے ہیں وہ کسک ہے جو پاکستان میں رہنے والے ہر غیرت مند مسلمان کے دل کو محروم سکون کئے ہوئے ہے۔

کشمیر و حیدرآباد کے مسلمانوں پر انڈین یونین کے نشۂ قوت نے ظلم و عدوان کی جو شکل اختیار کر رکھی ہے۔ ہمارے قبلۂ اوّل کی سرزمین میں صیہونی چیرہ دستیوں نے جو قیامت بپا کر دی ہے۔ انڈونیشیاء اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کیساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے یہ سب ایک طوفانِ ابتلاء ہے جس کی لپیٹ میں عالم اسلامی کا بیشتر حصہ آ گیا ہے اور حالت یہ ہے کہ ؎ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

لیکن بددلی اور مایوسی کا کوئی موقع نہیں۔ انشاءاللہ وہ وقت دور نہیں کہ یہ سیاہ بادل چھٹ جائیں گے اور اگر ہم نے ساری طاقتوں کے منبع اصلی کی طرف انابت و تضرع کیساتھ رجوع کیا اور اتحادِ باہمی عزمِ صمیم اور صبر و استقامت سے کام لیکر اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی راہِ عمل پر گامزن ہو گئے تو انجام کار ہمیں بامراد کامران ہوں گے۔

(والعاقبة للمتقين)

اب میں اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو اپنی رضا جوئی اپنے رسول برحق کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے یک جہتی و اولوالعزمی کی توفیق عطا فرمائے ان کے دلوں سے ماسوا اللہ کا خوف دور کر کے انہیں اپنا سچا اور مخلص بندہ بنالے۔ ہماری حقیر کوششوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان سے وہ نتائج پیدا کرے جو ہماری فوز و فلاح کے موجب ہوں جس طرح اس نے ہماری کوتاہیوں اور بداعمالیوں سے چشم پوشی فرمائے اور ہماری شیرازہ بندی کی جدوجہد کو شرف قبول عطا فرمائے اس لئے کہ ہمارے اپنے نامہ اعمال میں اختلاف و اتحاد کی ایک جھلک کے علاوہ کوئی اور روشن نقطۂ نظر ہی نہیں آتا کیونکہ اس نے محض اپنے فضل و رحمت سے ہمیں خطۂ ارض مرحمت فرمایا ہے۔

وہی ہماری اس نوزائیدہ مملکت کو اغیار کی دسیسہ کاریوں سے مامون و محفوظ رکھے اس کے استحکام و ترقی کے سامان پیدا فرمائے اور ہمیں یہ توفیق عطا کرے کہ ہم اس خطۂ زمین اور اس اقتدار کو اپنی جاہ طلبی، عیش کوشی زر اندوزی خواہش پرستی کی جولانگاہ اور ذریعہ نہ بنائیں بلکہ اس بخشندۂ حقیقی اور مالک اصلی کا منشا پورا کرنے اسکا

کلمہ بلند کرنے اور اسی کے بتائے ہوئے آئین حکومت اور نظام حیات کا نمونہ پیش کرنے کے لئے استعمال کریں وہ نظام حیات جو عالم انسانی کے لئے فوز و فلاح و خوشحالی اور سعادت دارین کا ضامن ہے اور جس میں مصیبت کی ماری ہوئی دُنیا اپنی ہر بیماری کا علاج اور اپنے ہر درد کا مداوا پا سکتی ہے اللہ پاک ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے آپ کو اس کی دی ہوئی امانت کا سچا امین ثابت کریں اور اس محسن حقیقی کے سامنے شرمسار نہ ہوں جس نے ہمیں تمکن اس لئے عطا کیا ہے کہ وہ ہماری کارکردگی کا جائزہ لے۔

وجعلناکم خلٰئف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہٗ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہٖ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

نوٹ: میری اس تقریر میں صبر و تقویٰ کے الفاظ متعدد بار آئے ہیں ممکن ہے بعض حضرات ان کی صحیح تعبیر سے واقف نہ ہوں اس لئے مختصراً عرض ہے کہ صبر سے مُراد یہ ہے کہ نہ تو شدائد و مصائب کا طوفان ہمارے عزم صمیم میں تزلزل اور پائے استقلال میں جنبش پیدا کر سکے نہ کوئی ترغیب و تحریص ہمیں جادۂ حق سے منحرف کر سکے اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ جلالِ خداوندی کا خوف ہمارے قدم کو ان حدود سے آگے نہ بڑھنے دے جو اللہ اور اس کے رسُول نے ہماری انفرادی اور اجتماعی فلاح اور دینوی اور اخروی کامرانی کے لئے مقرر فرمائے۔

(تعمیر انسانیت)

خصوصی استدعا

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہٗ عرصہ سے صاحب فراش اور آجکل بہت ضعیف ہو چکے ہیں۔ باوجود انتہائی ضعف کے دورۂ حدیث کے اسباق پڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ ناظرین کرام مولانا کی صحت و عافیت کے لئے ادعیہ فرماتے رہیں۔ اللہ رحیم و کریم مولانا کا سایۂ عاطفت قائم دائم رکھے!

حین تمسون و حین تصبحون

ذکر اللہ اور اسکی اہمیت

از محمد سعید الانصاری متعلم جامعۃ الامام محمد سعود الاسلامیہ الریاض سعودیہ عربیہ مقیم صادق آباد

یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً و سبحوہ بکرۃً و اصیلاً ○

اللہ کا ذکر ایک ایسی نعمت جلیلہ ہے کہ جس کو حاصل ہو جاتی ہے اسکو دنیا و آخرت میں لقا حاصل ہو جاتی ہے۔
ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جس چیز کا تقاضا کیا وہ اس کی یاد و عبادت ہے اس بات سے ذکر کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کو ذکر کرنے کی تاکید فرما رہے ہیں اور ذکر بھی کثرت سے صبح و مساء اور بکثرت ذکر کرنے کو ایمان کی صفت قرار دیا۔ ذکر کرنے والوں کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت و نوید سنائی چنانچہ حق تعالیٰ سبحانہٗ ارشاد فرماتے ہیں :

الذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃً و اجراً عظیماہ

صبح ہو یا شام کھڑے ہوں یا بیٹھے یا پہلو پر لیٹے کسی بھی حال میں ہوں خدائے بزرگ و برتر کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم میں "اولوا الالباب" سے پکارا گیا ہے کہ ایسے ہی لوگ ہیں کمال عقل والے۔
یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی عبادات میں نہ معاملات میں اللہ کو کسی حال میں نہیں بھولتے۔

عبادت میں اللہ کو بھولنا ایسا ہے کہ انسان عبادت تو اپنے رب کی کرے اور اس کا دل کہیں اور لگا ہوا ہو۔ عبادت رب کی کرے اس میں ریا کرے۔ چنانچہ ریاء جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

ان یسیر الریاء شرک ۔ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے۔

معاملات میں اللہ سبحانہٗ کو بھولنا کیا ہے کہ انسان خیانت، بد عہدی غیبت اور بے تحقیق بات جس سے کسی انسان کی عزت مجروح ہوتی ہو کا ارتکاب کرے۔

معاملات میں خرابی کرنیوالے سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے کوئی نہیں دیکھتا۔ یہ صحیح ہے لوگ ان کے عمل سے ناواقف ہیں لیکن رب تعالیٰ تو تمام ہمارے امور سری ہوں یا علانیہ سب سے واقف ہے "و اللہ معکم اینما کنتم" وہ تو ہر جگہ ہے جہاں تم موجود ہو تمہارا رب تمہارے ساتھ موجود ہے۔ پھر ان کے اعمال رب تعالیٰ سے کیسے چھپا سکتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں :

یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم ۔
اور ذکر کی اہمیت کا اندازہ اس آیت کریمہ سے بھی کیا جاسکتا ہے جس میں رب سبحانہٗ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتے ہیں کہ؛

واعبد ربک حتی یأتیک الیقین ۔
اپنے رب کی یاد و عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔
ایک حدیث جو حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں؛

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہٖ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر لمحہ اپنے رب کی یاد و عبادت میں گذارتے تھے۔ اگر بغور ملاحظہ فرمائیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ذکر الٰہی سے خالی نہ پائیں گے۔
حیوانات ہوں یا جمادات و نباتات کونسی چیز ہے جو اپنے آپ کو اپنے خالق حقیقی کی یاد میں نہ لگائے ہوئے ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرمایا کرتے تھے کہ ہم کھانوں سے اللہ کی تسبیح و تحمید کے زمزمے سنتے تھے اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں یوں بیان فرمایا :

وان من شیئٍ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔
ہر چیز اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو۔
گویا کہ ہر چیز نے اپنے آپ کو مالک حقیقی کی یاد میں مشغول کر رکھا ہے لیکن غافل ہے تو یہ انسان جسکو اپنے ایک ایک سانس کا حساب دینا ہے جو بھی یہ یہاں خیر و شر کرتا ہے اسکو وہاں پالے گا

ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ
اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؛

وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرًا و اعظم اجرًا واستغفر اللہ ان اللہ غفور رحیم ۔
جو بھی تم اپنے لئے خیر بھیجو گے اسکو اللہ کے یہاں پاؤ گے وہ ثواب اور اجر کے اعتبار سے بہت بڑی ہوگی۔ اللہ سے گناہوں کی معافی چاہتے رہو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔
دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؛

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولٰئک ھم الفاسقون۔
اس آیۃ کریمہ کی تفسیر علامہ محمد علی الصابونی اپنی تفسیر صفوۃ التفاسیر میں لکھتے ہیں کہ تم اے ایمان والو

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کے ذکر اور اس کے مراقبہ اور اسکی اطاعت کو چھوڑ دیا۔ پس اللہ نے ان کے حقوق بھلا دیئے اور ان کے مفادات سے نظر ہٹالی۔ یہی لوگ فاجر ہیں جو اللہ کی اطاعت سے منحرف ہیں۔

یہ تمام ارض و سما کی چیزیں اللہ کا ذکر کرتی ہیں حتیٰ کہ پہاڑوں کے پتھر بھی اللہ کے خوف و خشیت سے گر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ثم قست قلوبکم من بعد ذلك فهي كالحجارة او اشد قسوة وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار وان منها لما يشقق فيخرج منها الماء وان منها لما يهبط من خشية الله ۔ (الآیۃ)

تم اللہ کی یاد سے اس طرح غافل ہوئے کہ تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ سخت۔ حالانکہ پتھروں میں سے تو ایسے ہیں کہ ان میں سے چشمے بہتے ہیں وہ پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے ان میں وہ بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں اللہ کا خوف اور ذکر دونوں لازم و ملزوم چیزیں ہیں جن کا ایک دوسرے سے گہرا رابطہ ہے جس دل میں خوف و خشیت ہوگا لازمی بات ہے کہ وہ دل ذکر سے خالی نہ ہوگا خوف خدا اللہ کی یاد پیدا کرتا ہے اور اللہ کی یاد خوفِ خدا۔ دل کو زنگ ظلمات کدورات وساوس نفسانی و شیطانی سے دُور کرنے کا واحد علاج جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا وہ اس دل کو اللہ کی یاد میں لگانا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک پالش ہوتی ہے دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔

ایک اور حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"سنو! ان دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی جلا کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا ذکر کرنا اور تلاوت قرآن کریم کرنا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو ذکر کی تلقین کیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے:

"تم جب جنت کے باغیچوں سبزہ زاروں سے گزرا کرو تو وہاں چر لیا کرو صحابہؓ نے پوچھا جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے۔ اللہ ذکر کرنے والوں کیساتھ اور ہمنوا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

انا جلیس من ذکرنی۔

ایک اور جگہ فرمایا کہ تم مجھے آسودگی میں یاد کرو میں تمہیں پریشانی میں یاد کروں گا۔

دراصل اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یاد و عبادت ہی چاہتا ہے لیے ہمارے مال و متاع کی ہرگز ضرورت نہیں وہ تو الصمد ہے سب سے بے نیاز اور سب اسی کے محتاج ہیں۔

انسان کی تخلیق کا سبب بھی یادِ عبادت ہی ہے :

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون ان اللّٰه هو الرزاق ذوا لقوۃ المتین ۔

میں نے جن و انسان کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا میں ان سے نہ تو رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ تو بہت دینے والا اپنے بندوں کی حاجات پوری کرنیوالا اور شدید قوت والا ہے ۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے :

یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املا صدرك غنی والا تفعل ملأت صدرك شغلا ولم أسد فقرك ۔ (الترمذی واحمد)

"اے آدم کے بیٹے اپنے آپ کو میری عبادت کے لئے فارغ کرلے بس تیرے سینے کو غنیٰ سے بھردونگا ورنہ میں تجھے مختلف پریشانیوں میں لگا دوں گا اور تجھ سے تنگی کو نہیں روکوں گا"

(من افادات : حضرت مولانا محمد ادریس صاحب انصاری مدظلہ)

بقیہ : امام الہند مولانا آزادؒ

پھوٹ گئے ۔ میں کیا کروں کہاں جاؤں اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اُتر جاؤں، یہ کس طرح ہو کہ تمہاری نظریں پلٹ آئیں اور تمہاری غفلت مرجائے۔ یہ کیا ہوگیا ہے کہ پاگلوں سے بھی بدتر ہو گئے ہو اور کیوں تمہاری عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھ سنتے ہو اور سمجھتے ہو پھر نہ تو راستی کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے اور نہ گمراہیوں کے نقش قدم چھوڑتے ہو ! (ترجمانِ اسلام)

استغناء

مولانا سید سلیمان ندوی رح

بندے کو اللہ کے سوا کسی کی حاجت نہیں

استغنا کے معنی بے نیازی کے ہیں اور ہر چیز سے بے نیازی ایک ایسا وصف ہے جو صرف خداوندِ قدوس ہی کو حاصل ہے۔ "اور جو (مقدور رکھے پیچھے نعمت کی) ناشکری کرے (اور حج کو نہ جائے) تو اللہ تعالیٰ دنیا جہان سے بے نیاز ہے"۔ اور اس بے نیازی میں خدا کا کوئی شریک نہیں، وہی ایک بے نیاز ہے اور ساری دنیا اس کی محتاج ہے۔

"اور اللہ بے نیاز ہے اور تم ہی محتاج ہو"۔

انسان کی بے نیازی یہ ہے کہ اس ذاتِ بے نیاز کے سوا دوسروں سے بے نیاز ہو اور یہی چیز اسلامی بے نیازی کے سبق کو بے نیازی کے دوسرے اسباق سے ممتاز کرتی ہے۔ اسلام کے آئین اخلاق میں اس استغناء اور بے نیازی کی تعلیم دو اصولوں پر قائم ہے اول یہ کہ جو کچھ ملتا ہے اس کا دینے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے اس کے سوا کسی اور کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا جائے۔

قرآن مجید کی وہ سورۃ جس کو ہم ہر نماز اور ہر رکعت میں دہراتے ہیں اس کی ایک درمیانی آیت یہ ہے،

"اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں"۔

خدا نے جابجا اپنے بندہ کا اصل کارساز اور کارفرما بنا کر ان کے مضطرب دلوں کو تسکین دی ہے۔ فرمایا،

"اور کیا اچھا کارساز اور تیرا رب کارساز بس ہے میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ اور اللہ کارساز بس ہے"۔

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے پوچھا ہے:

"کیا اللہ اپنے بندہ کو بس نہیں، اس لئے کسی شاہ امیر اور دولت مند کے دروازہ کو جھانکنے کی ضرورت نہیں"۔

دوسرا اصول جس پر اسلامی استغناء کی بنیاد ہے وہ قناعت ہے یعنی یہ کہ کم سے کم جو ملا ہے اس پر طمانیت حاصل کی جائے اور زیادہ کی حرص اور لالچ نہ کیا جائے۔

"اور جس چیز میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی اس کی ہوس مت کرو اور اپنی آنکھیں نہ پسار اس کی طرف

جو ہم نے ان میں سے طرح طرح کے لوگوں کو سامان دیا ہے۔"

بعض لوگ باوجود دولت مند ہونے کے نہایت حریص ہوتے ہیں۔ دولت و مال سے ان کی نیت نہیں بھرتی اور اسکو ہر جائز و ناجائز طریقے سے حاصل کرتے ہیں اس لئے وہ باوجود دولتمند ہونے کے محتاج ہوتے ہیں۔ لیکن ایک شخص بہت دولتمند نہیں ہوتا اسپر قانع رہتا ہے اور اس سے زیادہ کی حرص نہیں کرتا اس لئے وہ باوجود مال کی کمی کے مستغنی اور بے نیاز ہے اس بناء پر استغناء و بے نیازی کا تعلق دولت کی کمی اور بیشی سے نہیں ہے بلکہ روح اور قلب سے ہے اور اسی نکتہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"دولتمندی مال و اسباب کی کثرت کا نام نہیں بلکہ اصل دولتمندی دل کی بے نیازی ہے"

اسی حدیث کا ترجمہ شیخ سعدیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"تونگری بدل است نہ بمال"

ایک اور حدیث میں اس نکتہ کو آپ نے اور بھی زیادہ واضح طور پر بیان فرمایا؛ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اے ابو ذرؓ تمہارے خیال میں مال کی کثرت کا نام بے نیازی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو تمہارے خیال میں مال کی قلت کا نام محتاجی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا بے نیازی دل کی بے نیازی ہے اور محتاجی دل کی محتاجی اس بناء پر بے نیازی درحقیقت رضائے تسلیم سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی خدا انسان کو جو کچھ دیدے اگر وہ اسپر دل سے راضی ہو جائے تو اسی کا نام بے نیازی ہے یا کم از کم اس سے بے نیازی کا جوہر نفس میں پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہی تعلیم دی اور ان سے فرمایا کہ جو کچھ تمہاری قسمت میں ہے اگر تم اسپر راضی ہو جاؤ تو تم سب سے زیادہ بے نیاز ہو جاؤ گے۔

ایک بار چند انصاریوں نے آپ سے مال کا سوال کیا اور آپ نے ان کا سوال پورا کیا لیکن وہ اسپر راضی نہ ہوئے اور پھر سوال کیا اور پھر آپ نے ان کا سوال پورا کر دیا جب دیتے دیتے تمام مال ختم ہو چکا تو فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ مال ہوگا میں تم سے بچا کر جمع نہ کروں گا جو شخص خودداری چاہتا ہے خدا اسکو بے نیاز کر دیتا ہے۔

اسی طرح ایک دن حکیم بن حزامؓ نے آپ سے بار بار مال کا سوال کیا اور آپ نے ہر بار ان کا سوال پورا کیا لیکن اخیر میں فرمایا اے حکیم یہ مال نہایت مرغوب چیز ہے جو شخص اسکو کھلے دل سے لیتا ہے خدا اس میں برکت دیتا ہے اور جو شخص اسکو حرص کیساتھ لیتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی اور اس شخص کے مثل ہوتا ہے جو کھاتا ہے لیکن اسکا پیٹ نہیں بھرتا ان پر اس تعلیم کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انہوں نے اسکے بعد کسی کا عطیہ نہیں قبول کیا۔

فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہو اسکو جس کو اسلام کی ہدایت ملی اور اسکی روزی ضرورت کے مطابق ہے اور اللہ نے اسکو اسپر قانع بنا دیا۔

(نقیب)

خلافتِ راشدہ فاروقیہ

غیرتِ حق کی للکار

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

وہ بھی کیسا جانواز وقت رہا ہوگا جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درد بھری دعا کی صدائے بازگشت بنے ہوئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کفر کی تاریک وادی سے اسلام کے نور کی طرف پیشقدمی کر رہے تھے مگر خود انہیں بھی اس کی خبر نہ تھی کہ آج دارارقم کی دیواریں ان کے نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھنے کے لئے کیسی بیقرار و منتظر ہیں۔ انہیں کیا گمان ہو سکتا تھا کہ پیغمبر اسلام کے خلاف جو تلوار انہوں نے انتہائی خوفناک ارادے سے بے نیام کی ہے وہ خود ان کے اپنے کفر پر برق بن کر گرنے والی ہے وہ نہ جانتے تھے کہ ان کے صاحبِ ایمان بہنوئی اور بہن کے چہرے جب عمرؓ کے وحشیانہ تھپڑوں سے خون چکاں ہو جائیں گے تو ان کے اس مقدس خون کے چند چھینٹے ان کے دل کی ایک ایک دھڑکن پر یہ عظیم اعلان ثبت کر دیں گے:

"خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا سے کفر کی جتھہ بندی توڑ دینے کے لئے یہ دعا مانگی تھی کہ اے خدا، قادرِ مطلق! عمر بن ہشام اور عمر بن الخطاب میں سے کسی ایک کو ہمیں دیدے۔ خطاب کے بیٹے کی خوش قسمتی کہ یہ دعا کا تیر ان کے سینہ میں پیوست ہوگیا۔ اور جب وہ دربارِ رسول میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہو عمر کس ارادے سے آئے ہو؟

غلامانہ عجز و انکساری کیساتھ حضرت عمرؓ نے عرض کیا ایمان لانے کے لئے۔ حق کی اس عظیم الشان فتح پر بے اختیار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے منہ سے نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کا یہ نعرۂ فلک شگاف وادی وادی پربت پربت گونجتا لہراتا چلا گیا۔ یہ نعرۂ ظفر و کامیابی وہ انقلابی موڑ تھا جہاں سے حضرت عمرؓ اسلام کی صفوں میں داخل ہوئے اس نعرے کو سن کر شیاطین میں صفِ ماتم بچھ گئی کفر و شرک کے گھروں میں کہرام برپا ہوگیا اور ٹھیک اسی وقت جبکہ کفر و شرک کی طاقت نے اس بات کی قسم کھائی تھی کہ اہل ایمان کو ان کے گھروں میں بھی خدا کا نام نہ لینے دیں گے حضرت عمر فاروقؓ نے تین سو ساٹھ بتوں پر اس طرح ٹھوکر ماری کہ اہل ایمان کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھی۔

ظلم و ستم درندگی و بربریت کے جنگل میں پانچ چھ سال کا طویل عرصہ گذارنے کے بعد جب انہوں نے خدا کی راہ میں

وطن قربان کر کے ہجرت کا قصد کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی اجازت دیدی تو انہوں نے اعلان کیا:

"میں اس کفر و شرک کی دنیا سے دُور جا رہا ہوں جس کا جی چاہے وہ میرا تعاقب کرے اور میری تلوار کا ذائقہ چکھ لے"۔

لیکن پھر بستی میں سے کوئی مقابلہ پر نہیں آسکا۔ کیسے آسکتا تھا جبکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا تھا کہ اے عمر تم سے شیطان بھی ڈرتا ہے۔

ہاں تاریخ اس انسان کو کبھی نہیں بھول سکتی جس سے شیطان خوف کھاتا تھا۔ تاریخ جانتی ہے کہ یہ وہ ہستی تھی جس کے سینے میں پیغمبر خدا کی دعا سے خدا نے ایمان کی جوت جلائی تھی۔ وفات رسولؐ کے جانکاہ اور ہوشربا حادثے پر حضرت عمرؓ کی عجیب حالت تھی زندگی بھر وہ جس انسانِ کامل کو دنیا جہان کی ہر شے اور خود اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتے تھے اسی ہستی کا اس دنیا سے اٹھ جانا کتنی بڑی چوٹ تھی۔ عشق رسولؐ سے جو دل بھرپور تھا یکایک چکنا چور ہو گیا اور ہوش و حواس نہ جانے کہاں گم ہو گئے تھے۔

لاکھوں ٹوٹے ہوئے دلوں سسکتے ہوئے سینوں، اشکبار آنکھوں اور لرزتے ہوئے خشک ہونٹوں کے درمیان سے خدا کے رسولؐ اپنے خدا کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ یہ ایک ایسا حادثہ تھا جس کو سہنا تو دُور کی بات اس کو سننے کی تاب بھی حضرت عمر فاروقؓ کھو چکے تھے وہ دیوانوں کی طرح مسجد نبوی میں ادھر اُدھر ٹہل رہے تھے ننگی تلوار کے دستہ پر ہاتھوں کی فولادی گرفت میں تشنج کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور جذب و جنوں کی یہ للکار ان کے ہونٹوں پر تھی:

"خدا کی قسم! میں اس شخص کا سر قلم کر دوں گا جس نے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے کوچ کر گئے خدا کی قسم......

توحید و رسالت پر جی جان سے فدا ہو نیوالا کیسا قابلِ رشک بندۂ مومن تھا یہ شخص۔۔ یہ کہاں سے چلا تھا اور کہاں جا پہنچا۔ حق سے بے خبری کے دَور میں ایک دن ایسا بھی آیا تھا جب یہی انسان تلوار سونتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے کی قسم کھاتا ہوا نکلا تھا۔ لیکن جونہی قرآن کے اُفق سے اُبھرتے ہوئے نُور کو دیکھ کر اس نے رُوح و دل کی محرابوں پر ایمان و عرفان کا چراغاں کیا بس اسی لمحہ اس نے اپنی اسلام سے پہلے کی ساری زندگی پر وہی تلوار بے دریغ چلا دی۔

پھر جنگِ بدر کے صبر آزما محاذ پر ان کی تلوار بجلی بن کر چمکی اور ایمان کے مقابلے میں نسل و خون کے تمام رشتوں کو زہرگداز للکار سناتی چلی گئی۔ ان کا اپنا ماموں عاص بن ہشام بھی خدا اور رسولؐ کے خلاف ہتھیار اٹھا کر سامنے آیا تو ان کی غیرت حق کی ننگی تلوار کے آگے اپنی جان سلامت نہ لے جا سکا۔ جن ہاتھوں نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہاتھ اس نے قلم کر دیئے اور جس سر نے خدائے ذوالجلال کی عظمت کے آگے جھکنے سے انکار کیا تھا اس کو خاک و خون میں ہمیشہ کے لئے سرنگوں کر دیا۔

پھر غزوۂ اُحد میں یہی تلوار چمکی آہن و فولاد کا جگر چیرتی ہوئی تلوار، باطل کی سنگلاخ چٹانوں کو ریزہ ریزہ کرتی ہوئی تلوار۔ ..... لیکن جیسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی خبر میدان کارزار میں عمرؓ کو سنائی دی اس کے بازو شل ہو گئے اور

اس کی کوہ افگن ہمت موم کی طرح پگھلنے لگی۔ لیکن یہ سنتے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان زندہ وسلامت ہیں فاروق شیر نر کی طرح اٹھے اور غیرت حق کی گرج بن کر باطل کا سینہ دھلا دیا۔

جب پہاڑ کی چوٹی پر زخموں سے چور چور مومن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس چہرے کو خون سے تر بتر دیکھ کر تڑپ رہے تھے اور اپنے گھائل ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم دھو رہے تھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھی شیر کی طرح ابوسفیان کے نعرۂ کفر کے خلاف یوں گرج رہے تھے اللّٰہ۔ اللہ سب سے عظیم ہے، اللہ کی بڑائی کی کوئی حد نہیں اور اللہ ہمارا ہے تمہارا نہیں، سن لے او دشمن خدا کہ ہم سب زندہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ ہیں، ابوبکرؓ بھی عمرؓ بھی، تاکہ کفر کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیں۔

خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر بے جھجک چلتے گئے انہوں نے جزیرہ عرب کے چٹیل ریگستان میں کھڑے ہو کر باغات اور کھیتوں سے لدی ہوئی سرسبز زمینوں کو للکارا، قیصر و کسریٰ کی طاقت کو خدا کے اقتدار اعلیٰ کا جلال انگیز پیام بھیجا، قیصر کی سطوت و شکوہ کو نعرۂ تکبیر سے پاش پاش کر ڈالا اور فرعون مصر کی سرزمین پر آسمانی قانون کا نفاذ کیا۔

حق کے دفاع میں ایک اٹل چٹان بن جانا اور حق کی پذیرائی میں موم سے زیادہ نرم ہو جانا انہوں نے اپنے آقا سے سیکھا تھا اسوۂ رسولؐ کی ان کو کیسی چاہت تھی اس کا کچھ اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے جو مسلم و نسائی میں حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ میں آئی ہوئی ایک دیبا کی حسین قبا زیب تن فرمائی لیکن اس پیکر عبودیت نے اسکو دیر تک برداشت گوارا نہ کیا۔ بہت جلد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتار دیا اور حضرت عمرؓ کو یہ تحفہ بھجوا دیا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ یہ بیش قیمت تحفہ لئے ہوئے حضرت عمرؓ بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دوڑتے ہوئے آئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آواز گلوگیر تھی عرض کیا حضورؐ میں اس چیز کو آخر کیا کروں جس کو آپ نے ناپسند فرمایا ہے۔۔۔؟

سنتِ رسول کے پروانے کو اسوقت قرار آیا جب یہ پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قبا پہننے کے لئے نہیں بھیجی تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ اس کو فروخت کر کے اس کی رقم کو بہترین مصرف میں لایا جائے۔

ٹھیک اسوقت جبکہ فقر و فاقہ کی طویل آزمائش میں پورا اترنے کے بعد اللہ کے بندوں پر دنیا کشادہ ہو رہی تھی سونے چاندی کا ایک سیلاب تھا جو قیصر و کسریٰ کے مفتوح خزانوں سے بہا چلا آ رہا تھا۔ غریب محتاج خوشحال و مالا مال ہو رہے تھے ٹھیک اسی وقت حضرت عمرؓ دولتِ دنیا سے دامن سمیٹ کر موتوا قبل ان تموتوا کی زندہ تصویر بنتے جا رہے تھے خدا سے ملاقات کی آرزو میں گم ہو کر انہوں نے خود کو جیتے جی کفن پہنا لیا تھا۔ جنت میں خدائے غفور الرحیم کی میزبانی کے تصور میں غرق وہ تختِ خلافت پر بیٹھے ہوئے چھوٹے موٹے کھانے کھاتے تھے اور بھوکوں کا پیٹ بھرنے کے لئے ایک مزدور کی طرح غلے کی بوریاں ڈھو ڈھو کر بھوکوں کے گھر پہنچاتے تھے۔۔۔۔

ایسی ہی ایک رات تھی جب ایک دور افتادہ جھونپڑی میں چولہا ٹھنڈا پا کر وہ بیت المال میں ہانپتے کانپتے آئے تھے اور پھر وہاں سے کھانے کا بھاری سامان اپنی کمر پر لادے ہوئے لرزاں و ترساں اسی دور افتادہ مسکن کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ غلام التجائیں کرتا ہوا پیچھے پیچھے دوڑا کہ آپ تھکان سے چور ہیں خدارا یہ بوجھ میری کمر پر لاد دیجئے۔ ورنہ ہمارے وجود کا آخر مقصد ہی کیا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کو یہ کہاں ہوش تھا کہ ان غلاموں کے وجود کا مقصد کیا ہے انہیں تو خود اپنا مقصد حیات تڑپائے ہوئے تھا وہ تو خدا کے بندے تھے اور انہیں اپنی رعایا کے دکھ درد کا پورا احساب خدا کو دینا تھا۔

جب غلام نے بہت اصرار کیا تو ان الفاظ میں انھوں نے دل و جگر کا لہو نچوڑا:

"بتا کیا اس دن بھی جب خدا کی عدالت میں میرے لئے پکار لگ رہی ہوگی تو میرا بوجھ اٹھا سکے گا....؟"

حضرت امام حسنؒ کا بیان ہے کہ امیر المومنینؓ کی عظیم الشان حیثیت سے حضرت عمرؓ امت اسلامیہ کے سامنے خطبۂ جمعہ پیش فرما رہے تھے اور ٹھیک اسوقت جبکہ وہ اللہ کے بندوں کو آخرت کی گھاٹیاں یاد دلا کر اللہ کے جلال سے لرزا رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ یہ اللہ کا بندۂ عاجز پورے بارہ پیوند کا تہہ بند باندھے ہوئے ہے....

خدا کی قسم۔ یہ لباس گواہی دے رہا ہے کہ عمر بن الخطابؓ سچے دل سے خدا کے خریدار تھے اور خدا کے خریدار کو دولت دنیا کے خزانے کبھی نہیں خرید سکتے....

ہائے یہ اللہ کا بندہ جب خلافت کے خزانوں کی کنجیاں جیب میں ڈالے ہوئے سرکاری اسفار کے مواقع پر بے تکلف درختوں کے سایہ میں اور فرش خاک پر لیٹ جاتا تھا تو دیکھنے والوں کو اس حقیقت کا کیسا کیسا یقین آتا ہوگا کہ مومن کا گھر تو بس خدا کی جنت ہے اس جہانِ فانی میں تو اس کی حیثیت ایک مسافر بلکہ محض ایک راہگیر کی ہے اور بس۔

کچھ ایسی ہی تھی اس ہستی کی زندگی جسے اس دنیا میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دس خوش نصیبوں کے ساتھ جنت کی خوشخبری سنائی تھی۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا ایک ایک سانس دنیا طلبی میں گذر رہا ہے جن کا پورا وجود دنیائے دنی کے قدموں میں پڑا ہے مگر پھر بھی وہ خدائے رحیم و کریم کا وعدۂ رحمت اپنے لئے ہی خاص سمجھتے ہیں خدا کے لئے دوزخ کے خطرے کی آتشیں باڑھ کو چند طفل تسلیوں سے روکنے کی بجائے حضرت عمرؓ کی زندگی میں خدا کے وعدہ جنت کی یقینی راہیں تلاش کریں یہ حق کی پکار ہے یہ ضمیر کا مطالبہ ہے یہی عقل و خرد کا مشورہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اہلحدیث ہند)

بقیہ: منفی چیف جسٹس

نے بھی حضورؐ کی خاموشی کی سنت پر عمل کیا۔ ہارون نے پورا جواب سن کر کہا جائیے آپ اپنا قضا کا کام کیجئے! بھلا جو شخص میری چھینک کے ساتھ رو رعایت پر آمادہ نہ ہو سکا وہ کسی دوسرے کی پاسداری اپنے فیصلے میں کیا کرے گا۔ پھر جھوٹی شکایت کرنیوالے کو سرزنش کی۔ (ماخود مقدمہ انوار الباری شرح صحیح بخاری) (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۰۹)

مرتب: سید سہیل بخاریؒ ——— (بشکریہ تعلیم القرآن)

سید الاحرار جانشینِ امیرِ شریعت

نہ صرف معلم و متکلم، مقرر، اہلِ علم و قلم ہیں بلکہ السنۂ شرقیہ کے عالم اور شاعر بھی ہیں۔ جامعہ رشیدیہ کی سالانہ "مؤتمر رشیدیہ" میں خطبہ و جمعہ کے بعد خطاب تا عصر ایسے بخاریانہ انداز میں فرمایا جیسے ع۔ بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں۔ سید بخاری نے ایک رباعی کی غلط فہمی رفع کرتے ہوئے عثمانی نظم پڑھکر سامعین سے خوب داد لی۔ ادارہ بشکریہ اس نظم کو شائع کرتے ہوئے دعاگو ہے ——— اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

فاضل رشیدی

شہیدِ تیغِ ابنِ سبا سیدنا ذوالنورین عثمانِ غنی سلام اللہ و رضوانہ علیہ

اثرِ خامہ سید ابو معاویہ ابوذر بخاری

سر داد نہ داد دست در دستِ یہود

برفلکِ عدل — چو مہر و ماہ ست — "غنی"

"شاہ" است "غنی" و — شہنشاہ ست — "غنی"

چوں جامعِ "مصحفِ" — اِلٰہ ست — "غنی"

"دین" — ست — "غنی" و — دین پناہ ست — "حسنین"

ہم زلفِ "علی" و — خالوئے — "غنی"

فردوسِ دل و "جنتِ" نگاہ ست — "سقف" و "عماد"

"صدیق" و "عمر" — شہیدِ دین — شہ پناہ ست — "غنی"

چوں "باب" — "علی" ست — در دست — "یہود"

سر داد نہ داد — دست — لا الٰہ ست — "غنی"

حقا! کہ بنائے "شان"

مولانا احمد رضا بجنوری

دور بنی اُمیہ میں محکمہ عدلیہ (قضا) پر ایسا وقت گذر چکا تھا کہ قاضی کے لئے معمولی لکھا پڑھا ہونا بھی ضروری نہ تھا مشائخ وقت عدالت میں جاکر شریعت کی رُو سے شہادت دیا کرتے تھے کہ خلفاء و سلاطین کی ذات قانونی دار و گیر سے بالاتر ہے۔

پھر دورِ عباسی میں بھی ابتداء میں حالات بہتر نہ تھے۔ قاضی شریک نے جب عہدۂ قضا منظور کیا تو انہوں نے شرائط میں ایک شرط یہ بھی رکھی تھی کہ فیصلہ مقدمات میں رو رعایت نہ کریں گے مگر عمل کا حال یہ کہ خلیفہ کی ڈیوڑھی کی ایک لونڈی کی شکایت پر قاضی صاحب برطرف کر دیئے گئے۔

امام صاحب نے تمام حالات کا جائزہ لیکر یہ منصوبہ بنایا کہ تدوین فقہ کیساتھ ہی ایسے قضاۃ تیار کریں جو ہر حالت میں قانونِ اسلام کی برتری کو برقرار رکھ سکیں اور وہ اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت، جرأت ایمانی اور معاملہ فہمی میں خصوصی کردار کے حامل ہوں۔ چنانچہ امام صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے اصحاب میں نہ صرف محدثین، فقہاء و قضاۃ ہیں بلکہ ایسے بھی کچھ ہیں کہ وہ محکمہ افتاء و عدلیہ کی سرپرستی کے بھی اہل ہیں اور ایسے ہی اصحاب کو دیکھ کر آپ خوش ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ "تم میرے دل کا سُرور اور میرے غم و فکر کا مداوا ہو۔" گویا امام صاحب نے اپنے ان تلامذہ و اصحاب سے بڑی اچھی اچھی امیدیں وابستہ کیں اور خدا کا فضل ہے کہ وہ امیدیں حسبِ مراد پوری ہوئیں۔

ایک طرف تو امام صاحب کے درس و تدریس کے مشغلہ نے دُور دراز ملکوں تک صحیح علم و عمل کے محکم استوار نے پھیلا دیئے دوسری طرف فصلِ خصومات کے لئے ایسے بلند کردار کے قضاۃ و چیف جسٹس پیدا ہو گئے تھے کہ قانونِ اسلام کی سربلندی کے امکانات پوری طرح روشن ہو گئے تھے اور اسی مقصد کو پورا ہوتے دیکھ کر امام عالی مقام مندرجہ بالا فقرے فرماتے تھے۔

پھر امام صاحب کو اپنے اس پاکیزہ مقصد میں کتنی کامیابی ہوئی اور آپ کے تلامذہ نے قاضی ہونے کے بعد کس قسم کے تجربات خلفاء کو دیئے اور ان کے دلوں میں کسقدر احترام شریعت پیدا کرایا اور اسکی چند مثالیں بھی ملاحظہ کیجئے:

(۱) ابو جعفر منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا۔ بخارا میں قاضی ابو یوسف کے شاگرد مجاہد بن عمرو قاضی تھے مہدی نے

اپنا ایک قاصد کسی خاص غرض سے بھیجا قاضی صاحب نے اس کا جواب خلیفہ کی منشاء کے خلاف دیا۔ قاصد نے اپنی طرف سے کوئی جھوٹی بات بنا کر خلیفہ سے بیان کر دی۔ وہ قاصد بنا ہوا گواہی ساکن تھا۔ واپس آیا تو قاضی صاحب نے اسپر افتراء کا مقدمہ کر کے اسی کوڑے لگوا دیئے۔ مجاهد کے شاگردوں کو تشویش ہوئی کہ مہدی کو اسکے خاص قاصد کو تازیانے لگانے کی خبر ہوگی تو شاید کوئی ناگوار صورت پیش آئے لیکن خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے قاضی صاحب کے اس فعل کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور خوش ہو کر انعام واکرام سے نوازا۔

قاضی صاحب مذکورہ وہ انعام واکرام لیکر اپنی مسجد میں پہنچے۔ کچھ اس کی ضروریات پر صرف کیا باقی شہر کے فقراء کو تقسیم کر دیا اور خلعت بھی فروخت کر کے مساکین اور قیدیوں پر صرف کر دیا۔

یہ قاضی صاحب بہت عابد وزاہد تھے عہد قضاۃ بہت مجبور ہو کر حبس وقید اور ایذائیں اٹھا کر قبول کیا پھر وہ کس سے بھی ڈرنے والے تھے۔ (مناقب کردری ج۲ ص ۲۳۹)

(۲) مہدی کے بعد ہادی خلیفہ ہوا۔ اسوقت بغداد کے قاضی ابو یوسف تھے ایک باغ کی ملکیت کے بارے میں رعیت کے ایک آدمی نے خود خلیفہ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا اور گواہ بھی خلیفہ کی طرف سے ثبوت کے گزر گئے۔ مگر قاضی صاحب نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ حق اسی غریب کا ہے اس لئے فیصلۂ مقدمہ کو ملتوی کیا اور تدبیر کی کہ جب خلیفہ سے ملے اور اس نے دریافت کیا کہ ہمارے مقدمہ میں آپ نے کیا کیا؟ تو کہا فریق ثانی کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ عدالت میں اس امر پر حلف اٹھائیں کہ آپ کے گواہوں نے جو بیان دیا ہے وہ صحیح ہے۔ خلیفہ نے کہا کیا اسکو ایسے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے۔ کہا قاضی ابن ابی لیلیٰ کے سابقہ فیصلوں کی رو سے اسکو اس مطالبہ کا حق ہے۔ یہ سنتے ہی خلیفہ نے کہا اگر ایسا ہے تو وہ باغ اس کو دیدو۔

(۳) ہادی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔ امام اعظم کے شاگرد حفص بن غیاث بغداد کے قاضی تھے۔ ہارون الرشید کی شاہ بیگم زبیدہ خاتون کا ایک کارندہ پارسی تھا اور اسپر ایک خراسانی نے تیس ہزار درہم اونٹوں کی قیمت کا دعویٰ دائر کر دیا۔ پارسی نے رقم کا اقرار کر لیا مگر ادائیگی نہ کی۔ قاضی صاحب نے مدعی کے مطالبہ پر پارسی کو قید کر دیا۔

شاہ بیگم کو معلوم ہوا تو بہت غضب ناک ہوئیں کہ میرا آدمی جانتے ہوئے بھی اسکو جیل بھیجدیا اپنے غلام کو کہا کہ میرے آدمی کو فوراً جیل سے چھڑا کر لاؤ۔ شاہی محل کا غلام گیا تو جیل والوں نے فوراً پارسی کو چھوڑ دیا۔ قاضی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ اسکو کس طرح برداشت کر سکتے تھے امام صاحب کے تربیت یافتہ تھے بولے یا تو زبیدہ کا وکیل پارسی جیل آئے ورنہ میں عہدۂ قضا سے مستعفی ہوتا ہوں۔

اس پارسی غلام کو خبر ہوئی تو وہ روتا ہوا زبیدہ کے پاس گیا کہ یہ قاضی حفص کا معاملہ ہے اگر خلیفہ نے مجھ سے باز پرس کی کہ قاضی کے جیل بھیجے ہوئے آدمی کو چھوڑنے کا کیا حق تھا تو میں کیا جواب دوں گا اور کہا کہ اسوقت

اس پارسی کو جیل واپس کرنے کی اجازت دے دیجئے پھر میں قاضی صاحب کو راضی کر کے رہا کرا دوں گا۔ زبیدہ نے غلام پر رحم کھا کر اجازت دیدی اور وہ پھر جیل پہنچ گیا۔ کچھ دیر بعد خلیفہ محل میں آئے تو زبیدہ نے شکایت کی کہ قاضی صاحب نے میرے آدمی کیساتھ یہ معاملہ کیا ہے جس سے میری سخت توہین ہوئی ہے ایسے قاضی کو معزول کرنا چاہیئے۔

ہارون الرشید بہت متفکر ہوا کہ کیا کرے کیونکہ زبیدہ کی کبیدگی خاطر بھی اسے بڑی شاق تھی۔ آخر اس نے سوچ کر قاضی صاحب کو حکم لکھا کہ اس پارسی کے معاملہ کو رفع دفع کر دو۔

ادھر خلیفہ یہ لکھوا رہا تھا ادھر قاضی صاحب کے لوگوں نے ان کو اسکی خبر پہنچائی کہ ایسا حکم آنیوالا ہے قاضی صاحب نے فوراً خراسانی کے گواہوں کو بلا کر ان کے بیانات قلمبند کرائے اور تحریری فیصلہ مرتب کر کے عدالت کی مہر لگانے کا حکم دیا تاکہ خلیفہ کے حکم سے پہلے تمام کاروائی مکمل ہو جائے۔ اتفاق سے اس کام میں دیر لگی اور اس کاروائی کے دوران ہی خلیفہ کا حکم آگیا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ میں پہلے اپنے ہاتھ کا کام پورا کر لوں پھر فرمان پڑھوں گا خلیفہ کے آدمی نے بار بار حکم دینا چاہا اور کہا کہ امیر المؤمنین کا فرمان ہے مگر قاضی صاحب نے نہ لیا۔ حتیٰ کہ تمام کاروائی باضابطہ پوری کر دی۔

اس کے بعد فرمان پڑھا اور جواب دے دیا کہ فرمان پڑھنے سے پہلے میں فیصلہ کر چکا ہوں فرمان لانیوالے نے کہا کہ آپ نے جان بوجھ کر فرمان نہیں لیا اور میرے سامنے سب کاروائی کی ہے میں یہ بات بھی خلیفہ سے کہوں گا قاضی صاحب نے کہا تم ضرور کہہ دینا مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے۔

اس نے سب حال خلیفہ سے جا کر کہا مگر خلیفہ بجائے اسپر ناراض ہونے کے قاضی صاحب کی جرأت اور مرانع حق فیصلہ سے خوش ہوئے اور حاجب سے کہا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں ۲۰ ہزار درہم روانہ کرو۔

اس صورتحال کی زبیدہ کو خبر دی گئی تو وہ اور بھی مشتعل ہو گئی اور خلیفہ سے کہا کہ جب تک تم قاضی حفص کو برطرف نہیں کرتے ہو میرا تم سے کوئی علاقہ نہیں۔

ہارون نے یہ سب کچھ دیکھا مگر چونکہ وہ حق کو سمجھنے پر مجبور تھے اس لئے انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جس طرح اسی قسم کے ایک واقعہ میں جہانگیر نے نور جہاں سے کہہ دیا تھا کہ لے جان جہاں میں نے تجھ کو اپنی جان کا مالک بنایا ہے ایمان کا نہیں۔ ہارون نے بھی ایسی ہی بات زبیدہ خاتون کو صفائی سے کہدی جس سے زبیدہ کا سارا نشہ ہرن ہو گیا اور اس نے اپنی خفت مٹانے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی نیازمندانہ خوشامد درآمد کر کے ہارون کو اسپر راضی کر لیا کہ قاضی صاحب کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کر دیا جائے چنانچہ خلیفہ نے ان کا تبادلہ ان کے وطن کوفہ کی طرف کر دیا　　(خطیب ج ۸ ص ۱۹۲)

④ اسی ہارون الرشید کے دور خلافت میں ایک بار قاضی ابو یوسف نے جواب قاضی القضاۃ بھی ہو گئے تھے

خلیفہ کے ایک وزیر علی بن عیسیٰ کی شہادت رد کر دی تھی اس کی سخت ذلت ہوئی۔ خلیفہ سے جاکر کہا۔ خلیفہ نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ اس بیچارے کو آپ نے کیوں مردود الشہادۃ قرار دے دیا؟

قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے انکو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ "میں خلیفہ کا غلام ہوں" غلام کی شہادت مقبول نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ شخص نماز جماعت کا تارک ہے۔ خلیفہ یہ سُنکر خاموش ہو گیا۔ اور یہ بھی نقل ہے کہ پھر اس وزیر نے اپنے محل کے صحن میں مسجد تعمیر کرائی اور جماعت کی نماز کا التزام کیا۔

(موفق ج۲ ص۲۴۰)

یہ بھی موفق ہی میں ہے کہ قاضی ابویوسف نے اسی طرح ایک فوجی افسر کی شہادت بھی اس کے عبد الخلیفہ کہنے کی وجہ سے مسترد کر دی تھی۔ (مناقب موفق ج۲ ص۲۴۰)

⑤ ایک باغ پر ہارون الرشید کا قبضہ تھا اسپر ایک بوڑھے کسان نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور خلیفہ کا قبضہ غاصبانہ ہے۔ قاضی ابویوسف نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔ اس نے کہا کہ امیرالمومنین سے حلف لیا جائے۔ قاضی صاحب نے خلیفہ سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا چاہیئے۔ ہارون نے بحلف کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھ کو عطا کیا تھا اور میں اس کا مالک ہوں اور اس لئے قابض ہوں۔ قاضی صاحب نے فیصلہ کر دیا مگر اپنی اس کوتاہی پر رنج و افسوس کیا کرتے تھے کہ عدالت کے وقت خلیفہ کرسی پر بیٹھے تھے اور میں اتنا نہ کہہ سکا کہ جیسے آپ کا فریق زمین پر کھڑا ہے آپ بھی کرسی سے اتر کر زمین پر کھڑے ہو جائیے یا اس کے لئے بھی کرسی منگوائیے۔

(موفق ج۲ ص۲۴۴)

⑥ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید اور ایک یہودی کا مقدمہ امام ابویوسف کی عدالت میں پیش ہوا تو یہودی خلیفہ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھا۔ آپ نے یہودی سے کہا کہ خلیفہ کے برابر بیٹھو۔ عدالت میں کسی کو تقدم نہیں یہاں امیر و غریب سب برابر ہیں۔ (سیرالاحناف ص۵۹)

⑦ قاضی عافیہ اودی (امام صاحب کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین) بغداد کے قاضی تھے ایک مرتبہ کسی حاسد نے خلیفہ کے یہاں ان کی نفس مقدمات میں بے جا پاسداری کی شکایت پہنچائی خلیفہ کو یہ امر ناگوار ہوا اور عافیہ کو طلب کیا ابھی اصل معاملہ کے متعلق کوئی بات نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ کو چھینک آئی اور ہر طرف سے یرحمك الله کہا لیکن آپ خاموش رہے۔ ہارون نے پوچھا کہ سب نے مجھے موافق سُنّت یرحمك الله کہا لیکن آپ خاموش رہے اس کی کیا وجہ ہے؟ عافیہ نے جواب دیا سُنّت اسی طرح ہے جس طرح میں نے کیا۔ حدیث میں ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دو شخصوں کو چھینک آئی ایک نے الحمدللہ کہا اسپر آپ نے یرحمك الله فرمایا، دوسرا خاموش رہا تو آپ بھی خاموش رہے اسی طرح تم نے بھی خود الحمدللہ نہیں کہا اس لئے میں

باقی صفحہ ۲۱ پر

محمد نعیم ترین ـــــ کوئٹہ

امام الہند
ابوالکلام آزاد

امام الہند

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ ستمبر ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ پیدا ہوئے۔ امام الہند کا تاریخی نام فیروز بخت رکھا گیا اور مصرع ذیل سے ہجری سال استخراج لیا گیا۔

جواں بخت۔ جواں طالع۔ جواں یار۔ (بیس بڑے مسلمان)

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے زندگی بھر کسی شخصیت کے خلاف زبان نہیں کھولی۔ کبھی ان کی زبان یا قلم سے ایسا فقرہ نہیں نکلا جو ذاتیات سے آلودہ ہو۔ ایک زمانہ میں جب "الہلال" کا دور ثانی تھا۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا آزاد نے حدیث الغاشیہ کے زیرعنوان بعض سیاسی کانفرنسوں کے پس منظر میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ سے چھیڑ چھاڑ ضرور کی لیکن انتہائی ثقہ جواب آں غزل کے طور پر تمام تحریروں میں ایک شوشہ بھی ناگوار نہ تھا جو کچھ لکھا خوشگوار ہی تھا۔ اس کے برعکس مولانا محمد علیؒ سخت سے سخت چوٹ کرنے سے بھی نہ چوکتے تھے۔ حدیث الغاشیہ کے بعد مولانا کا معاملہ ہی مختلف ہو گیا۔ جتنی تیزی کیا تو وہ اپنے سیاسی مسلک کی طرف قدم اٹھاتے گئے اتنے ہی وہ سیاسیات کے روزمرہ رہنمایانہ تکارم سے دور نکلتے گئے۔ یہاں کوئی سا شخص بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی تلخ سے تلخ دور میں بھی آپ نے کوئی ایسا لفظ کہا ہو جس سے شخصی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو یا کبھی اپنے کسی حریف کے خلاف ایسی زبان استعمال کی ہو جو ان کے خلاف بکثرت استعمال کی گئی۔ ان کا دامن عمر بھر ایسی تمام آلائشوں سے یکسر خالی رہا فرماتے تھے،

"میرے بھائی فرض کیجئے ایک شخص بدترین خائن ہے۔ اب اگر آپ کا نفس مضطرب ہے اور زیادہ قابو میں نہیں تو شوق سے اسے گالی دے لو۔ اسطرح آپ اپنے غصے کی تسکین تو کر لو گے لیکن آپ کی عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ آج تک کسی شخص نے بھی دوسرے کو گالی دے کر اپنی عزت میں اضافہ نہیں کیا۔"

یہ ایک عجیب بات ہے کہ برصغیر میں بڑے رہنماؤں میں جس شخص نے سب سے پہلے مولانا پر سیاسی غصہ میں ذاتی حملہ کیا وہ بابو سبھاش چندر بوس تھے جو تری پورہ کانگریس میں گاندھی جی سے ٹکر لے کر اس لئے صدارت سے دستکش ہو گئے تھے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو سردار ولبھ بھائی پٹیل، راجندر بابو اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ان کی مجلس عاملہ میں شامل ہونے سے انکار کیا تھا۔ گاندھی جی نے راجکوٹ کا برت رکھ کر کانگریس کے سالانہ اجلاس کی رونق شادی جب سبھاش بابو چاروں طرف سے گھر گئے تو انہوں نے ہائی کمانڈ کے خلاف سخت قسم کے بیانات جاری کئے ان بیانوں میں ان کا سب سے بڑا ہدف مولانا ابوالکلام آزادؒ تھے جنہیں سبھاش بابو نے پہلی دفعہ مغل اعظم کا خطاب دے کر بزعم خویش ہدف مطاعن بنایا تھا۔ انہی بیانوں میں مولانا کو بالواسطہ یہ خراج ادا کیا کہ وہ کانگریس پر کس طرح چھائے ہوئے ہیں۔ اور ان کی منشا اور مرضی کانگریس کے فیصلوں کو کیونکر حاوی ہوتی ہے۔

مغل اعظم کی　رفتہ رفتہ ان کی شخصیت کا اثباتی پرتو　گئی چنانچہ مہادیو ڈیسائی نے اپنی تصنیف ابوالکلام آزاد میں انہیں مغل شہنشاہوں کی سطوت کے مجسمہ سے تعبیر کیا ہے۔ اکثر لوگ انہیں اس گئی عظمت کی تصویر کہتے۔ ایسے تمام ہندو کانگریسی جن کے ارادوں کو ان کے فیصلے جھنجھوڑتے اور جھوڑتے تھے انہیں ازراہ تعریض مغل اعظم کہتے۔

عزیمت و استقامت مولانا کے آئینہ طبع کے درخشاں ترین جوہر تھے۔ انہوں نے جن اصول و مقاصد کی دعوت کے لئے زندگی وقف فرمائی اس پر کاربندی اور عمل پیرائی میں ہمیشہ چٹان کی طرح جمے رہے۔ اس سلسلے میں ان کو سخت نقصان پہنچا، کاروبار تباہ ہوا۔ ان کی نہایت قیمتی تصانیف کے مسودے تباہ ہو گئے۔ انہوں نے علمی یادداشتوں کے جو مجموعے مرتب کئے تھے اور انہیں اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے وہ سب تلاشیوں میں تلف ہو گئے لیکن ان کی شان عزیمت ان تمام نقصانات سے بالکل غیر متأثر رہی۔ ذاتی تعلقات کے سلسلے میں ایک نہایت دشوار گذار مرحلۂ امتحان اس وقت پیش آیا جب احمد نگر کی اسیری کے زمانہ میں ان کی اہلیہ محترمہ سخت بیمار ہوئیں اس موقع پر سپرنٹنڈنٹ ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ اگر حکومت سے کچھ کہنا ہے تو میں اسے فوراً بمبئی پہنچا دوں گا مطلب غالباً یہ تھا کہ اگر رفیقۂ حیات کی شدید علالت کی وجہ پر مشروط رہائی کی درخواست کریں تو وہ حکومت کے ملاحظہ کے لئے پیش کر دی جائے گی لیکن مولانا نے صاف کہہ دیا کہ میں حکومت سے کوئی درخواست نہیں کرنا چاہتا۔ سپرنٹنڈنٹ نے جواہر لال نہرو کی وساطت سے بھی مولانا کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ اس اثناء میں اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ لیکن مولانا نے ان سب کو دل اور دماغی جدوجہد کر کے برداشت کیا لیکن حکومت سے درخواست نہیں کی۔

مولانا ابوالکلام آزاد امیر شریعت کی نظر میں

ایک مرتبہ نومبر ۴۲ء میں امرتسر میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ آپ نے اختلاف رائے

کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کرتے ہوئے نہایت دلسوزی کیساتھ مولانا ابوالکلام آزاد کی اہلیہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح کلکتہ کے مسلمانوں نے اس مرحومہ کے جنازے سے تغافل برتا۔ اس حالت میں کہ مولانا احمد نگر کے قلعہ میں محبوس تھے لوگوں کی آنکھیں اس بیان سے اشکبار ہوگئیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اب میرا جی سید پور کے بعد ٹوپی پہننے کو نہیں چاہتا۔ ۱۹۱۹ء میں قید ہوا تھا تو پگڑی جیل میں اتار دی تھی صرف اتنا واقعہ پیش آیا تھا کہ جیل خانہ کے ہیڈ وارڈن نے پگڑی پر ہاتھ ڈالا اور چاہا کہ قیدیوں کا لباس پہن لو۔ میں نے دوسرے کے ہاتھ سے پگڑی اتروانا مناسب نہ سمجھا جلدی سے خود ہی اتار کر اس کے حوالے کر دی اور ساتھ کہدیا " یہ میری عزت تمہارے ہاتھ ہے "۔

اسپر وہ بیساختہ رو دیا۔ وہ ہندو تھا برہمن سید پور کا مسلمان نہ تھا۔

تقریر کو جاری رکھتے ہوئے امیر شریعت نے درد انگیز لہجہ میں کہا کہ میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ آخر یہ کیا تماشا ہے کہ مولانا آزاد کو کافر کہا جا رہا ہے، یہ تو بتاؤ کہ وہ کافر کب سے بنا ہے کیا مکہ میں پیدا ہونے والا آلِ رسولؐ یکتائے روزگار عالم قرآن کی تفسیر کرنے والا عالم دین محدث اور ایک ایسا بلند پایہ مسلمان جس کی ٹکر کا دوسرا عالم ہندوستان تو کیا پوری دنیا میں چراغ لیکر ڈھونڈھنے سے نہیں ملتا۔ تم اسے کافر کہہ کر اپنے آپ کو جہنمی بنا رہے ہو اور پھر یہ بدسلوکی ابوالکلام تک ہی محدود نہیں، ان کی اہلیہ محترمہ جس کو کسی نے ساری عمر بانقاب یا بے نقاب نہیں دیکھا اس کی موت کے بعد بے حرمتی اسی مسلمان قوم نے کلکتہ میں کی۔ مولانا جیل میں پڑے تھے ان کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا لیگی رضا کار لٹھ لیکر کھڑے ہوگئے اور مسلمانوں کو روکتے رہے کہ بیگم آزاد کے جنازے میں شرکت نہ کرو وہ کافرتھی، مرگئی، اسے جہنم رسید ہونے دو۔

میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ تمہارا اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ یگانۂ روزگار کی دیندار پردہ دار اور اسلامی تمدن کے گہوارہ میں پلی ہوئی بیگم آزاد کے ساتھ اس کی موت کے بعد یہ سلوک کرو۔ تم نے ایک ایسی عفیفہ کا جنازہ نہیں پڑھنے دیا۔ تمہاری ہزاروں بے کفن لاشوں کو کتے نوچتے اور کوے نوچ رہے ہیں۔

اسی پر بس نہیں اس عہد کے جدید ہندوستانی نے اپنے اخلاق کو یوپی کے ریلوے اسٹیشن بازاروں گلی کوچوں سڑکوں اور میدانوں میں اس حد تک رسوا کیا کہ مولانا مدنی جیسے عالم دین کی بے حرمتی کرنے میں کالجوں کی روحانی اولاد یہاں تک چلی گئی کہ ان کی ٹوپی جلا دی گئی ان کی نورانی ڈاڑھی میں شراب کی بوتلیں انڈیل کر اپنے اخلاق کی انتہائی پستی کا ثبوت مہیا کیا۔ جانتے ہو علی گڑھ کے نوجوانوں اور یوپی کے مسلمانوں نے یہ سلوک کس شخص سے کیا؟ اس متبرک ہستی کیساتھ جو آلِ رسولؐ ہے جو پندرہ برس تک روضۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے بیٹھ کر ہزاروں تشنگان دین کو درس قرآن و حدیث دیتا رہا جس کے دریائے علم میں نہاتے ہوئے آج پانچ ہزار محدث مدینہ منورہ سے

لیکر ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں یہ سلوک حسین احمد سے کیا گیا جسے مدنی کہتے ہیں یہ سلوک اس عالم دین سے کیا گیا جس نے مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لئے ۱۹۲۰ء کے انتخابات میں دن رات ایک کردیا تھا۔ اب سننے والے ہی بتائیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا سید حسین احمد مدنی سے اس قسم کی بدسلوکی کرنیوالے عہد حاضر کے مسلمانوں کی طرف سے میں جو ایسے شخص پر (جو ان علماء کی خاک پا بھی نہیں) یہ الزام لگایا جائے کہ یہ کانگریس کے ہاتھ بک چکا ہے تو میں گلہ کیوں کروں۔ مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن اور دیگر علماء سے بدسلوکی کرنیوالوں کی ذہنیت پر صرف اس لئے روتا ہوں کہ مسلمان قوم کا کیا بنے گا۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے اقوال زریں

① دعوت واعلان حق کا کام کرنیوالوں کو اپنے لئے نہیں مگر اپنے کام کی عزت کی خاطر بادشاہوں کی سی نظر اور کشورستانوں کا دماغ رکھنا چاہئیے۔

② دنیا میں حق و صداقت کی آواز کبھی تاج و تخت یا ایوان و محل سے نہیں اٹھتی بلکہ ہمیشہ اس کا سرچشمہ ویران جنگلوں، چٹیل چٹانوں اور سنسان صحراؤں کے اندر رہا ہے اور یہ بھی اس کا شاہد عجائب پسندی کا عجیب و غریب کرشمہ ہے کہ ہمیشہ شکستگی اور افتادگی ہی کو محبوب رکھا ہے اپنا گھر بھی بناتا ہے تو ٹوٹے ہوئے زخمی دلوں میں اپنی آواز بھی سناتا ہے تو کانٹے پڑے ہوئے خشک ہونٹوں کے ذریعے پھر اپنے حسن و کمال کی جلوہ گاہ بھی بنائیگا تو تاریک غاروں میں شکستہ دیواروں میں اور پھٹی ہوئی چٹائیوں کو اگر وہ نہیں ہے تو آخر کون ہے جس کا ہاتھ گلیم فقر و مسکینی سے نکلتا ہے اور بادشاہوں کے تخت و تاج الٹ کر رکھ دیتا ہے چند بے نوا فقیروں کو تھام لیتا ہے اور وہ لاکھوں دلوں کو دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کے تسلط سے نکال کر اس کے آگے سربسجود کر لیتے ہیں۔

③ ایک مسلمان کا وجود یکسر دعوت و وعظ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

④ اللہ اللہ مسلمانوں کے خصائص قومی میں کیسے کیسے تغیرات ہو گئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمان دنیا میں حکومت کے لئے پیدا ہوا تھا وہ جدھر رخ کرتا تھا تو حکومت ہمیشہ اس کی ہمرکاب ہوتی تھی۔ دنیا کے کسی گوشے سے ایک مسلمان اٹھتا تھا اور جابرانہ سلطنتوں کو زیر و زبر کر کے عدل و ایمان کی ایک نئی حکومت قائم کر دیتا تھا سنسان جنگلوں ویران جزیروں، غیر آباد صحراؤں اور وحشی ملکوں میں سے اس کا گذر ہوتا تھا مشیت الٰہی ان کے ساتھ ہوتی اور ہر خراب و ویران اس کی برکت سے سکون و پُر رونق آباد و متمدن ہو جاتا تھا۔

⑤ اعلان حق اور احتیاج و طلب دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

⑥ دُنیا مزدوروں کی جگہ ہے فلسفیوں کی نہیں۔ کام کرنیوالوں کے لئے اس کا ایک لمحہ بھی بہت ہے اور بیکاروں کے لئے اس کی پوری عمر بھی زیادہ نہیں ہے۔

⑦ آہ! تمہاری غفلت سے بڑھ کر کوئی اچنبے کی بات نہ ہوئی اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے پتھروں کے جی

ولی محمد سرگودھا

راقم الحروف ایک واقعہ عرض کرتا ہے۔ اعلانِ آزادی ۳ ؍جون کے بعد حضرت مولانا ابوالکلام آزاد شملہ قیام فرماتے ۲۹ ؍جولائی کو شملہ کے کم و بیش پچیس تیس مسلمان شہریوں کا ایک وفد جس میں میں بھی شامل تھا مولانا آزاد سے ملاقاتی ہوا۔ مولاناؒ نے گفتگو کا آغاز بعد علیک سلیک یوں کیا تھا:

الحمدللہ ملک پاکستان و ہندوستان دو مملکتوں کے طور پر آزاد ہو گیا۔ اب ہمارے سیاسی نظریات کے اختلاف بھی ختم ہو گئے۔ میرا جناح صاحب سے دو سیاسی نظریات کا اختلاف تھا۔ اپنے اپنے نظریے میں ہم پُرخلوص تھے قوم نے ایک نظریہ قبول کر لیا اور ایک رَدّ کر دیا۔ اس فیصلے کو صدقِ دل سے قبول کرتا ہوں۔ میری تمنا اور دلی دُعا ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیا ہوا پاکستان مستحکم و مضبوط ہو اور ترقی کرے۔ خدانخواستہ اب اگر پاکستان میں خرابی کسی قسم کی پیدا ہوئی تو بدنام اسلام ہوگا۔ بہرحال میری دُعا ہے کہ پاکستان اسلامی مملکت بنے۔ سرکاری ملازمین میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور بعض افسر پاکستان کے سپرد اپنی خدمات کرنے کو ہچکچاتے تھے بلکہ بعض نے ہندوستان لکھ کے دے دیا تھا۔ اور کلرک چپراسی بیچارے خواہ اقلیتی صوبوں کے تھے وہ پاکستان لکھوا رہے تھے۔ مولاناؒ نے توجہ دلائی تو فرمایا میرے بھائی پاکستان میں کلرکوں چپراسیوں کی کمی نہیں۔ پنجاب یونیورسٹی نے دس ہزار میٹرک پاس کلرک پیدا کر دیئے ہیں۔ ضرورت ان لوگوں کی ہے جو صاحب ہُنر ہوں جن کو انتظامی امور کا تجربہ ہو جو نظام حکومت کو بہتر طور پر چلا سکیں۔

منصوبہ بندی کے ماہر ہوں، ہر ایک شخص کو جو کسی قسم کے بھی فن کا ماہر ہو جس سے پاکستان شاہراہِ ترقی پر چل سکے اپنا نام پاکستان کی خدمت کے لئے لکھانا چاہیئے۔

گو گفتگو کافی طویل رہی لیکن مندرجہ بالا گفتگو سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولاناؒ کا قیام پاکستان کے بعد کیا نظریہ تھا۔ خصوصاً ایک دوست کے سوال پر کہ حضرت آئی سی ایس قسم کے لوگ تو ہندوستان کے سپرد اپنی خدمات کر رہے ہیں ہم کیا کریں؟ مولاناؒ نے فرمایا تھا:

"بھائی اس قسم کے لوگ پہلے کون قومی جذبہ رکھتے تھے جو اب توقع رکھتے ہو!"

(ماخوذ المنبر)

از: مولانا سید سلیمان ندوی رح

اسلامی حکومت کے عُمّال، فرائض اور اوصاف[1]

○

حمد و ثناء کے بعد: قال اللہ تعالیٰ وإذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل

حضرات، آج آپ صاحبوں کو یہاں ایک سرکاری دفتر کے اندر دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکی نصرت فرمائے۔

بہترین حکومت

کراچی میں میری تمنا تھی کہ سرکاری ملازمین کی کوئی مجلس ہوتی تو اُن سے میں کچھ کہتا۔ مگر میری یہ تمنا وہاں پوری نہ ہوئی لیکن بحمد اللہ میری یہ تمنا یہاں پوری ہوئی اور آج مجھے سرکاری ملازمین کے سامنے تقریر کرنے کا موقع ملا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ جن کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں وہ آپ کی اصلاح اخلاق پاکیزگی اور اعمال کی فکر کر رہے ہیں اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ ان کے عمال دیانت امانت احساسِ ذمہ داری اور پاکیزہ اخلاق کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کریں اور کسی حکومت کی یہی سب سے بڑی سعادتمندی اور خوش بختی ہے کہ وہ اپنے اندر اصلاحی روح رکھتی ہو اور اپنے ماتحتوں اور رعایا کی سیرت کردار اور اخلاق کی اہمیت پر یقین رکھتی ہو اور اس کے لئے بھی ویسی ہی کوشش کرتی ہو جیسی وہ شہری انتظام اور امن و امان کے لئے کرتی ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ شہری انتظام کی خوبی اور امن و امان کی بحالی بھی زیادہ تر رعایا اور ملازمین کے کردار کی بہتری اور اخلاق کی عمدگی پر منحصر ہے۔

عدل کا صحیح مفہوم

میں نے آغاز کلام جس آیتِ پاک سے کیا ہے وہ سورۃ نساء کی آیت ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو"

فیصلہ کرنے کے لفظ سے صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کا تعلق صرف عدالت کی کرسی پر بیٹھنے والے حاکم سے ہے بلکہ اس کا تعلق حکومت کے ہر فرد اور ہر کارکن سے ہے حکومت کے ہر فرد کا تعلق باشندوں کے معاملات اور کاموں سے پڑتا ہے اس لئے ہر معاملہ اور ہر کام حاکم کو قلم اٹھاتے ہوئے انصاف کرنا چاہیئے۔ اسی طرح تقرریات کی مجلس کے ہر رکن کو انصاف کیساتھ امیدواروں کے متعلق رائے دینی چاہیئے کلرکوں کو اور ماتحت کارگزاروں کو اسی انصاف کیساتھ نوٹ تیار کرنا چاہیئے۔ پولیس کو اسی انصاف کیساتھ کام کرنا چاہیئے۔ غرض رئیسِ حکومت اور وزراء سے لیکر کلرکوں

---

[1] مظفرآباد میں صدر آزاد کشمیر کی دعوت پر ۱۴ اگست ۱۹۵۱ء کو وزراء اور عمالِ حکومت سے خطاب فرمایا۔

اور سپاہیوں تک ہر ایک کو اپنے اپنے دائرے میں انصاف پر کاربند ہونا چاہیئے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ انصاف صرف حاکموں ججوں مجسٹریٹوں کو کرنا چاہیئے بلکہ ہر ملازم حکومت کو اپنے اپنے دائرہ میں انصاف کا پابند ہونا چاہیئے اسی میں حکومت کی نیک نامی بلکہ قیام اور بقا منحصر ہے۔ دوستوں کی دوستی، عزیزوں کی عزیزداری، دشمن کی دشمنی دولتمندوں کی دولتمندی طاقت والوں کی طاقت کوئی چیز آپ کو انصاف کی حد سے باہر نہ لائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کی پہلی تقریر میں فرمایا تھا کہ تم میں سے قوی سے قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک اس کا حق اس کو نہ دلایا جائے۔

آیت بالا میں لفظ ناس بھی غور کے قابل ہے یہ نہیں کہا گیا کہ اس انصاف کا لحاظ صرف مسلمانوں کے درمیان کرو بلکہ فرمایا گیا کہ لوگوں کے درمیان کرو جس میں مسلم اور غیر مسلم سب داخل ہیں انصاف اور قانون کی نظر میں سب کو مساوات اور یکسانی حاصل ہے اور اسی سے اسلامی حکومت کی اصل خصوصیات نمایاں ہوسکتی ہیں۔

ملازمین حکومت کے اعضاء ہیں

حضرات حکومت اگر ایک جسم ہے تو اس کے سارے ملازمین اور چھوٹے بڑے افسر اس کے اعضاء و جوارح ہیں۔ اگر حکومت کی کوئی مجسم شکل ہوتی تو اس کے ہاتھ پیر آنکھ کان ناک وغیرہ یہی لوگ ہوتے ہیں جو کانسٹیبل اور کلرک سے لیکر وزراء تک شمار ہوتے ہیں۔ حکومت کی اچھائی اور برائی انہی لوگوں کی اچھائی اور برائی ہوتی ہے اگر عام لوگ ان سے اذیت اور دکھ محسوس کرتے ہیں تو حکومت بری کہلائے گی اور اگر عوام کو ان سے راحت و اطمینان حاصل ہو تو حکومت اچھی کہلائے گی۔

راحت کثرت آمدنی میں نہیں قلت مصارف میں ہے

عام طور پر ملازمین ایک نہایت معمولی اور افسوسناک ذہنیت کا شکار رہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ان کو اس کی فکر رہتی ہے کہ ان کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ہو اور آمدنی کا دروازہ کشادہ رہے کہ ان کے لئے راحت و آسائش کے سامان مہیا ہیں۔ کار ہو، شاندار مکان ہو، عمدہ سوٹ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ راحت و آسائش کا اصل مقام ان سارے تصورات سے بہت دور ہے۔ تنخواہ کی ترقی عموماً اضافۂ مصارف کی موجب ہوتی جاتی ہے۔ اہل و عیال کی بجائے یہ روپیہ فیشن پرستی پر خرچ ہو جاتا ہے وہ اپنی زائد آمدنی چائے سگریٹ بیڑی سینما اور بیہودہ اخراجات میں خرچ کرتا ہے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ضروری مصارف حیات کی بجائے اس قسم کی آمدنیاں مسرفانہ مصارف ہی میں خرچ ہو جاتی ہے اور ان مسرفانہ مصارف کا سلسلہ مزید مسرفانہ مصارف کا باعث بن جاتا ہے چھوٹے ملازمین سے لیکر بڑوں تک کا یہی حال ہے اس لئے راحت کی اصل راہ قناعت کے ساتھ اپنے غیر ضروری مصارف کو گھٹانا ہے ان کا بڑھانا مزید آمدنی کا طالب ہونا۔ پھر اس کی صورت قرض ہے یا ناجائز صورت رزق جس سے نہ صرف ملازمین کی تباہی ہوتی ہے بلکہ پوری ملت کی تباہی ہوتی ہے۔ غور کیجئے اگر کسی کو اپنی ایک کار کے باعث اگر کوئی خوشی

ہے تو دوسرے کے پاس ڈیڑھ ہوں گی اور اس سے بھی بہتر۔ تو دوسرے کا یہ حال دیکھ کر پہلے کو اپنی حالت پر پھر افسوس آئے گا۔ اور دو کمرہ والے کو دیکھ کر اسکو اپنی کمتری وحقارت کا احساس ہوگا۔ اسی طرح ان چیزوں میں ہر ایک دوسرے سے کچھ کم یا زیادہ ہوگا۔ ان چیزوں میں جسقدر بھی اپنے افکار کو الجھایا جائے گا اسی قدر پریشانی خاطر بڑھتی جائے گی۔ اس لئے ان چیزوں کو تسکین وراحت کا معیار ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا تسکین وراحت اور اطمینان کی اصل اور بنیادی چیزیں صحیح نیت امانت دیانت اور عبادت سمجھ کر کام انجام دینا چاہیئے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب :

اور یہی خوبیاں اس قسم کے تصورات اور اسی قسم کے فکری مشاغل حقیقی راحت واطمینان کے موجب ہوں گے کاروباری اور حساب وکتاب کی سی ذہنیت اور رواجی قسم کی راحت طلبی مزاج پیدا ہو جانے سے کمائی سے برکت ہی اُٹھ جاتی ہے۔ برکت کو نہ جانے لوگ کیا سمجھ رہے ہیں شاید یہ سمجھتے ہوں کہ بیس کے تیس ہو جائیں یا تیس کے چالیس۔ برکت کا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے۔ لیکن حصول برکت کی دوسری بہترین صورت یہ ہے کہ ضرورتیں خود بخود ہی کم ہوتی جائیں اور پیدا شدہ ضرورتوں کو تھوڑی آمدنی ہی بآسانی مکتفی ہو جائے۔

اسلامی حکومت کی خدمت بھی عبادت ہے

اسلام کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ وہ ہمارے تمام کاموں کو عبادت بنانا چاہتا ہے۔ اسلام کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ صرف مسجد میں محدود ہے صحیح نہیں۔ اسلام تو جس طرح مسجد میں ہے اسی طرح معرکہ کارزار میں اسی طرح مدرسہ میں اسی طرح کارخانہ اور دفتر میں۔ ہماری زندگی کا ہر شعبہ ایسا نہیں جسے باہر کہہ سکیں یہ دین ودنیا کی تفریق ہی غلط ہے جس طرح مسجد میں نماز پڑھنا عبادت ہے اسی طرح دفتر میں خلوص نیت سے حکومت کے کسی کام کو انجام دینا بھی عبادت ہے ایک مسلمان اسلامی حکومت کا عامل ہو کر اپنی دیانت اور امانت کو قائم رکھ کر ہر وقت ہی عبادت میں رہ سکتا ہے بشرطیکہ اس کی نیت میں اخلاص ہو۔ ایک مجاہد سرحد پر پہرہ دیکر اسی طرح ثواب حاصل کر سکتا ہے جسطرح ایک نمازی نفل پڑھ کر بعض اوقات مجاہد اس نفل پڑھنے والے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

عوام کی خدمت

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ عمال حکومت کو اکثر ایسے مواقع پیش آجاتے ہیں کہ وہ عوام کی ان واقعی ضرورتوں کو جن کو پورا کرنے کے لئے انہیں کرسیاں دی گئی ہیں اور تنخواہیں مقرر کی گئیں استحصال ناجائز کے بغیر پورا کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ ایک دفتر میں کوئی نووارد ضرورتمند پہنچ جائے تو اسکو مفید مشورہ دینے کی بجائے ٹال مٹول کر کے ادھر اُدھر کے چکر میں مبتلا کر دیا جاتا ہے بالآخر وہ پریشان ومجبور ہو کر اپنی ضروریات کو پاتا ہے یا محروم رہ جاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ اپنے دل میں ایک شدید اذیت محسوس کرتا ہے کہ یہ لوگ اس کی خدمت اور سہولت بہم پہنچانے پر متعین ہیں ان سے نفع کی بجائے

نقصان پہنچ رہا ہے۔ حقیقت میں ایسے لوگوں سے حکومت کا وقار بڑھنے کی بجائے گرتا ہے اور اخلاقی دُنیا میں اسی طرح حکومت کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ گذشتہ دَور میں مسلمانوں کی بعض شخصی حکومتیں بھی ایسی رہی ہیں جنہوں نے اپنے دورِ حکومت میں اخلاق و انسانیت کا بڑا مقام پایا۔ اسوقت مجھے ملک شاہ سلجوقی کا ایک واقعہ یاد آیا کہ گھوڑے پر سوار ایک پُل سے گذر رہا تھا کہ سامنے ایک بڑھیا آکر کھڑی ہوگئی جس کے لڑکے کو کسی سپاہی نے بطور بیگار پکڑ لیا تھا بڑھیا نے بڑے دردمندانہ لہجے میں سلطان سے فریاد کی کہ تمہارا فلاں سپاہی میرے لڑکے کو بلا وجہ پکڑ کر لے گیا ہے سلطان نے کہا تم دربار میں استغاثہ پیش کرو۔ بڑھیا نے کہا اے سلطان! میرا فیصلہ تم کو اسی پُل پر کرنا ہوگا یا کل اس پُل (پُل صراط) پر فیصلہ ہوگا۔ بڑھیا کی یہ بات سُن کر سلطان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور اس نے اسی وقت بڑھیا کی فریاد رسی کی۔

اِسلامی حکومت کی عدالت

عدالتوں میں قاضی ہوں یا جج صاحبان، بہرحال انہیں اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کے لئے بڑی احتیاط دیانت اور احتساب کے ساتھ کام کرنا پڑیگا بار بار ان کے پاس قسم قسم کے مقدمات آئیں گے اور ہر مقدمہ اور اس کا فیصلہ ان کے لئے نازک ترین امتحان ہوگا۔ اگر وہ اپنے آپ کو اللہ کا ایک خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو سمجھ کر اخلاص نیّت و فکرِ سلیم کیا تو فیصلہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر و ثواب پائیں گے اپنے بلند کردار کی تعمیر کریں گے قوم کے لئے باعثِ عزت و فلاح ہوں گے حکومت کے لئے ایک مستحکم رکن اور مضبوط کارکن ثابت ہوں گے۔ عدالتوں کی یہ صفت و سعادت ایسے ایسے مفید اثرات و برکات کی مُوجب ہوگی کہ سارے عوام میں کردار اصول اور اخلاقِ حسنہ کی استعداد پیدا ہوکر سعادتمند سوسائٹی کی بنیاد پڑ جائے گی اور اسی طرح کی اجتماعی برکات رکھنے والی حکومت سارے عالم کو خیر و سعادت کی طرف دعوت دینے والا ادارہ بن جائے گی۔ لیکن اگر پیش آنے والے مقدمات کو صحیح طرح سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی دیانت و امانت کے متعلق اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور رشوت وارتشاء کا ذوق وشوق پیدا ہوگیا تو پھر حدیث کے مطابق اپنے لئے دہکتی ہوئی آگ کے انگاروں کا انتظام کرلیا گیا دنیا میں بھی اس کا اثر رسوائی و بدنامی کے سوا کچھ نہیں یہ معلوم رہے کہ آج فیصل کئے ہوئے مقدمات کل سب کے سب اللہ کے حضور پیش کئے جائیں گے اسوقت یہ ہرگز ضروری نہ ہوگا کہ جس شخص کو آج مقدمہ میں اس کے اپنے نقطۂ نظر سے کامیابی ہوئی یا اس کے وکیل کی چرب زبانی یا کسی گواہ کی کذب بیانی سے کچھ حاصل ہوا تو کل بھی اسکو یہ کچھ اسی طرح حاصل ہو جائے۔ وہاں کسی کی چرب زبانی کسی ناجائز تدبیر اور کسی کی ہوشیاری کارگر نہیں ہوسکتی اس لئے جو لوگ غلط فیصلہ سے کوئی چیز حاصل کریں جو اُن کی نہیں تو وہ ان کے لئے باعث عذاب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریقین مقدمہ میں کوئی زیادہ فصیح اللسان بھی ہوتا ہے تو اگر میں کسی کو کوئی چیز دلا دوں جو اس کی نہیں تو میں نے اسکو آگ کا ٹکڑا دیا ہے (او کما قال) دو صحابیوں میں ایک زمین کے بارے میں جھگڑا

تھا۔ حضرت ام سلمۃؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ناجائز طور پر دبائے گا تو قیامت کے دن زمین کے ساتوں طبقوں میں دھنسایا جائیگا۔ یہ سن کر ان صحابیوں نے زمین سے اپنا دعوٰے اٹھالیا اور ہر ایک یہ کہنے لگا کہ یہ آپ لیں اور وہ کہتا کہ آپ لیں۔

اسلام میں حکومت کا مطمع نظر ہی یہ ہے کہ انسانوں کے سارے مسائل و معاملات کو عدل و انصاف کیساتھ انجام دیا جائے اور انہیں کتاب و سنت کے مطابق زندگی گذارنے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں تاکہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔

حاکمانہ ذمہ داری

حاکمانہ ذمہ داری ایک نازک و مشکل ترین ذمہ داری ہے حکومت کا ایک معمولی ملازم بھی اگر دیانت و احساس کیساتھ اپنے فرائض کو انجام دے گا تو پوری اُمت کی تعمیر و اصلاح میں حصہ دار ہوگا اور اگر وہ اپنی ڈیوٹی میں دیانتدار نہ ہوگا تو اس کا ضرر پوری ملت کو متاثر کرے گا۔ عوام کے اندر یہ مقبولیت ہرگز نہیں کہ سنگینوں کے زور اور قاہرانہ دباؤ سے اپنا وقار دیا جائے اور رعب و طاقت کے ذریعے اپنی سیادت و قیادت کو ان سے منوایا جائے بلکہ حقیقی مقبولیت یہی ہے جو دلوں کو راغب کرنیوالی ہو اور یہ پاکیزہ اخلاق اچھے کردار اور فرض شناسی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آیا۔

ایک دفعہ ہارون الرشید اپنے محل میں تھا۔ حرم سرا کی کنیز بازار کی طرف دیکھ رہی تھی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے استقبال کے لئے ساری مخلوق امڈی چلی آرہی ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کیا دیکھ رہی ہے؟ تو کنیز نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین اصل بادشاہی عبداللہ بن مبارک کی ہے جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں آپ کی نہیں جو لشکریوں کے زور و جبر سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی ساری زندگی ذکر و شغل و نوافل اور جہاد میں گذرتی تھی جس کے نتیجے میں دُنیا کے اندر بھی اللہ نے انہیں مقبولیت کا بڑا مقام بخشا تھا۔ حقیقت میں یہی مفہوم ہے اس حدیث پاک کا کہ کسی بندے پر جب اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو یوضع لہٗ فی الارض زبانِ خلق سے اس کا اچھا ذکر کرایا جاتا ہے اور اس کی نیک نامی کا آوازہ خود بخود پھیلتا چلا جاتا ہے۔

"زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" عمال حکومت کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے کہ وہ اپنے کاموں کو اللہ کا خوف رکھ کر اہم اور غیر اہم کی ترتیب سے پوری دیانت اور انصاف کے ساتھ انجام دیں اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھتے رہیں۔ اسی صورت میں عوام راتوں کو رو رو کر ان کی فلاح و نجات کی دُعا کریں اور ان کے دلوں میں عمال حکومت کی بڑی عزت و احترام پیدا ہوگا۔

عمال حکومت کی ذہنیت

ایک اسلامی حکومت کے عمال کو اپنے متعلق یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہیئے کہ وہ پیشہ ور مزدور ہیں بلکہ وہ بحیثیت مسلمان کے اسلامی حکومت کے حصہ دار شریک کار ہیں ان کی تنخواہ حقیقت میں محض پابندیٔ وقت کی جزا ہے۔ کام تو محض رضائے الٰہی کے لئے انہیں کرنا چاہیئے جس طرح ائمہ

مساجد اور مؤذنین کی تنخواہ کو متاخرین نے حبس اور پابندی وقت کے باعث جائز رکھا ہے اسی طرح اسلامی حکومت کے عام ملازمین کی تنخواہ کا بھی مسئلہ اگر عمال چاہیں تو اسی اصول پر ادا کر سکتے ہیں۔

عبادت صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ اللہ ہی کی رضا جوئی کے لئے جملہ خدمات کو انجام دینا عبادت ہے اسلام تو مسلمانوں کو ہر وقت عبادت ہی میں رکھنا چاہتا ہے اس دین سے زیادہ محبوب و محترم کونسا دین ہو سکتا ہے جو اپنے پیروؤں کی پوری زندگی کو عبادت گذار بنانا چاہتا ہو اور اپنے پاس ان کی زندگی کے سارے مسائل کے لئے قابل ہدایت روشنی رکھتا ہو۔ عمال حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے کردار اخلاق، احساس ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ اپنے ملک اپنی حکومت اور اپنے نظام کار کی عزت کو بڑھائیں مجھے اسوقت ایک پرانا واقعہ یاد آگیا۔

۱۹۲۰ء کی تحریک خلافت کے سلسلے میں میرا یورپ جانا ہوا وہاں ایک دفعہ انگلستان سے فرانس آنا ہوا تو میں اسی مشرقی لباس میں ملبوس تھا اگرچہ انگریزی زبان جانتا اور سمجھتا تھا لیکن فرنچ زبان سے واقفیت نہ تھی۔ اترتے ہی ساحل پر ایک کانسٹیبل نے فرنچ زبان میں کچھ کہا۔ میں سمجھا کہ اس نے میرے مشرقی لباس پر طنز کیا ہوگا چنانچہ بے سمجھے اس کا وہ جملہ یاد رکھا ہوٹل پہنچ کر اپنے ایک فرنچ دوست سے اس جملہ کا ترجمہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس نے مجھے اجنبی دیکھ کر خوش آمدید کہا کہ دیکھو ہمارا ملک کتنا اچھا ہے۔ میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا اور یہ احساس ہوا کہ یہاں کے معمولی درجے کے لوگوں میں بھی اپنے ملک کی عزت اور مسافروں کو خوش آمدید کہنے کا کتنا جذبہ ہے۔ ایک طرف یہ واقعہ ہے اور دوسری طرف ہمارے ملک کے بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کے مسافروں کیسا تھ نہایت برا برتاؤ کرتے ہیں ان کو تنگ کرتے ہیں ان سے ناجائز مطالبات کرتے ہیں جس سے ملک کی شہرت پر بہت ہی برا اثر پڑتا ہے۔ زندہ اور غیور قومیں ہمیشہ حسین کردار سے اپنے ملک و ملت کے وقار کو زندہ رکھتی ہیں۔

آپ ہی کے اچھے ہونے سے حکومت اچھی ہو سکتی ہے

حقیقت میں حکومت اور ملک آپ ہیں آپ اچھے ہیں تو حکومت اچھی ہے اور ملک اچھا ہے اگر آپ برے ہیں تو حکومت بری ملک برا۔ حکومت اور ملک کو آپ چاہیں تو بدنام کریں آپ چاہیں تو نیک نام کریں۔ (المنبر)

جلالِ بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ماہنامہ **الخیر** ملتان

مبارک بحق نون و بایین و تبارک ● بادشد و بادشد مبارک

پاکستان کی معروف دینی و علمی درس گاہِ خیریہ علماء دیوبند کے ترجمان جامعہ خیر المدارس ملتان کا جریدۂ شہریہ، اسم بامسمّٰی "الخیر" ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ سے شائع ہو کر افقِ صحافتِ ملیہ میں خیر ہی خیر لایا ہے!

الخیر حضرت استاذ الخیر قدس اللہ اسرارہم کی قلبی تمناؤں کا قاسم الخیرات ——

اہل السنۃ والجماعۃ کا ترجمان، مشربِ علماء دیوبند کا پاسبان۔ نیز جملہ علمی و دینی جدید و قدیم باطل فتنوں کے مقابلہ پر ملتِ اسلامیہ کا بیباک نمائندہ ثابت ہوگا اور برادرِ عزیز حنیف ابن الشریف ابن الخیر کی ادارت میں انشاء اللہ —— "نقاش نقش ثانی بہتر کشد زاول"

فضلاءِ دارالعلوم مظاہر العلوم خیر المدارس کو خصوصی توجہ فرمانی چاہیئے!
اور اہلِ علم حضرات کو استفادہ فرمانا چاہیئے۔

مضامین و ترسیل زر بنام: سید محمد ازہر الخیر، جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال اپنی مادرِ علمی کو سلام کرتے ہوئے "الخیر" کا خیر مقدم کرتا ہے اور ہر طرح قلمے، سخنے، قلبے خدمت کے لئے حاضر ہے اور اعانت کا یقین دلاتا ہے اور دعا گو ہے

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

فاضل رشید ★ خیر المدارس کا سالانہ اجلاس ۱۱، ۱۲، ۱۳؍ نومبر ۱۹۸۳ء ہوگا۔

مؤرخہ ۲۷-۲۸ اکتوبر ۱۹۸۳ء
بروز جمعرات جمعہ

بمقام جامع مسجد ختم نبوۃ مسلم کالونی ربوہ

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی سرگرم عمل ہے گذشتہ سال ربوہ جیسے شہر میں مجلس نے آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کی بنیاد ڈالی جو ایک تاریخی کانفرنس تھی امسال مذکورہ بالا تاریخوں میں نئے ولولے اور نئے انداز کے ساتھ پھر آل پاکستان دوسری تاریخی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں کراچی سے لے کر پشاور تک کے جید علماء کرام مشائخ عظام دانشور، صحافی، قانون دان اور طلباء کے وفود کارواں در کارواں شرکت کر رہے ہیں۔ تمام اہل اسلام خصوصاً شمع ختم نبوت کے پروانوں سے پرزور اپیل ہے کہ وہ عقیدہ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے نہایت جوش و خروش کے ساتھ کانفرنس کو کامیاب کریں اور عرب و عجم کے علماء کرام کے نورانی خیالات اور ایمان افروز خطابات سے اپنے سینوں کو منور فرمائیں۔

— معلومات اور رابطہ کیلئے —

★ مرکزی دفتر استقبالیہ ختم نبوت کانفرنس مسلم کالونی ربوہ، فون نمبر ۴۳۳ ★ فیصل آباد دفتر [illegible] فون نمبر [illegible]
★ ملتان مرکزی دفتر فون نمبر [illegible] ★ پشاور [illegible] ★ ڈیرہ اسماعیل خان [illegible] فون نمبر [illegible]
★ اسلام آباد دفتر ختم نبوت فون نمبر [illegible] ★ سیالکوٹ [illegible] فون نمبر ۲۲۶۳
★ گوجرانوالہ فون نمبر [illegible] ★ بہاولپور حاجی سیف [illegible] ★ بہاولنگر [illegible] فون نمبر ۵۵۳
★ ڈیرہ غازی خان صوفی اللہ وسایا فون نمبر [illegible] ★ کوئٹہ مولانا [illegible] فون نمبر [illegible]
★ ٹنڈو آدم مولانا احمد میاں حمادی ★ کراچی دفتر ختم نبوت فون نمبر [illegible] ★ لاہور [illegible] فون [illegible]

سیکرٹری استقبالیہ
حضرت مولانا
اللہ وسایا
ربوہ

صدر استقبالیہ
حضرت مولانا
محمد اشرف ہمدانی
فیصل آباد

شعبہ نشر و اشاعت ... مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

ہے دلِ روشن مثال دیوبند

شاد باش و شاد زی اے سرزمینِ دیوبند
ہند میں تُونے کیا اسلام کا جھنڈا بُلند

ایشاء کی سب سے بڑی مذہبی یونیورسٹی
دارالعلوم دیوبند ہے!
جامعہ دارالعلوم کے کام کا اندازہ اس سے لگائیے
کہ دارالعلوم کے سالانہ مصارف
پچاس لاکھ روپے
تک ترقی پذیر ہیں جو ہند و پاک
بنگلہ دیش اور عالمِ اسلام
کے مخلصین سے محض اللہ
کے فضل و کرم سے
پورے ہوتے
ہیں

ہندوستان میں دارالعلوم کا کام ایک
عظیم ترین مجاہدہ ہے!
پاکستان کے فضلاء و علماء دیوبند کی بہت بڑی ذمہ داری کہ
دارالعلوم کے لئے جان و مال کی
ہر قسم کی **قربانی** کے لئے
حلف اُٹھاتے ہوئے دارالعلوم کی نصرت
و اعانت کے لئے اپنا تن من
دھن سب کچھ قربان کریں
اس مقصد کے لئے دارالعلوم
کا مکتوب مفتوح
دوسری جگہ شائع
ہے

دیوبندی مشرب کے
جملہ اکابر و اصاغر نیز جماعتوں اور
سبھی طبقات کو دارالعلوم سے آنیوالے وفد کے

خیر مقدم

کے لئے مستعد رہنا چاہیے جو نظامِ عمل برائے اعانت و نصرت مادرِ علمی و علومی
سے آئے گا اس کی اشاعت کر دی جائے گی۔ جملہ طبقات کو ابھی سے مالی اعانت کی
فراہمی کے لئے پروگرام بنا لینے چاہیئے اور سب کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے اور جملہ
اسلامیانِ پاکستان سے معاونت کرائی جائے اور الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق ہونے چاہیئے!

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

خادم فاضل رشیدی فاضل دیوبند

No. 2356 جریدہ اسلامیہ شہریۃ تصدر عن الجامعۃ الرشیدیۃ NO. 8054

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE

Phone No. 229

دارالعلوم دیوبند

Darul Uloom Deoband (UP) India

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیرو عافیت ہونگے ۔

دارالعلوم دیوبند ،، جو ایشیا کا واحد دینی و مذہبی مرکز ہے، جسمیں تقریباً ڈھائی ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ طلبہ کیلئے قیام گاہ، کتب درسیہ، پانی و بجلی اور ادویات ضروری کے علاوہ پندرہ سو طلبہ کی امداد طعام اور پارچہ جات کا بھی دارالعلوم ہی کفیل ہے ۔

ادارہ کے سالانہ مصارف پچاس لاکھ سے بھی زائد ہوتے جارہے ہیں ۔ جو محض اللہ تعالی کے بھروسہ اور ملت کے درد مند اصحاب و معاونین حضرات کے تعاون خاص سے بحمد للہ پورے ہوتے ہیں ۔

دارالعلوم دیوبند کیلئے معیار تعلیم کا بلند کرنا، اور اسکے لئے بہتر اساتذہ کا انتظام، چھوٹے بچوں کیلئے علیحدہ ایک دارالتربیت کا قیام، اور طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر دارالاقامہ کی توسیع ، اور ایک بڑی مسجد کی تعمیر، نیز ایک جدید بڑی لائبریری کا انتظام وغیرہ، اسطرح مختلف اور اہم تر تعمیاتی منصوبے فوری طور پر انتظامیہ کے پیش نظر ہیں ۔

ظاہر ہے کہ انکی تکمیل کیلئے وسائل اور جدو جہد کی ضرورت ہے ۔

پھر یہ کہ گذشتہ دوسالوں سے مستقل ایک گروپ دارالعلوم دیوبند کیخلاف طرح طرح کے غلط پرو پیگنڈے پھیلا رہاہے، اسکے پیش نظر دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ اس غلط فہمی کے ازالہ کیلئے اورصحیح حالات سے با خبر کرنے، نیـــز فراہمی مالیات کیلئے بیرونی ممالک میں وفود بھیجے جائیں ۔

چنانچہ ایک موقر وفد دارالعلوم دیوبند کیطرف سے عنقریب پاکستان پہونچ رہاہے ۔ وفد کے پروگرام سے مطلع کیا جائیگا ۔

جناب والا کو دارالعلوم دیوبند سے جو قلبی محبت اور عمیق تعلق خاطر ہے وہ کسی شک و شبہ بلند و بالا ہے، اس تعلق کے پیش نظر جناب والا کو یہ عریضہ اس امید پر ارسال کیا جارہا ہے کہ آپ از راہ کرم دارالعلوم دیوبند کے مجوزہ وفد کیسا تھ مکمل تعاون فرمائنگے اور یہ وفد جن مقاصد کیلئے پاکستان آرہاہے آپ اسکی تکمیل میں حتی الوسع سعی کرینگے ۔

میں جناب والا کے جواب کا منتظر رہونگا ـــــــــــــــــــ والسلام،،

مخلص

(مولانا) مرغوب الرحمن
مہتمم دارالعلوم دیوبند

محترمی جناب مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی
ماہنامہ " الرشید "، و
مدیر جامعہ رشیدیہ ـــــــــ ساہیوال
لاہور ـــــ (پاکستان)

بادارت

فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند

مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ ساہیوال پاکستان

من انصاری الی اللہ

دارالعلوم دیوبند کے سالانہ مصارف

پچاس لاکھ تک ترقی پذیر ہیں

جامعہ دارالعلوم دیوبند ایسی یونیورسٹی ہے جس کی سرپرستی عامۃ المسلمین کرتے ہیں کوئی حکومت یا مالیاتی ادارہ معاون نہیں۔ ایسی یونیورسٹیاں حکومتیں چلاتی ہیں اور مالیاتی ادارے اخراجات پورے کرتے ہیں۔

لیکن دنیا کا واحد ادارہ دارالعلوم ہے جس کی اساس حضرات علماءِ دیوبند نے ایک تحریک کی صورت ایسے اخلاص و اقتدار و انداز سے شروع کی کہ اس کے فیوضات و برکات سے عالم اسلام متمتع ہو رہا ہے۔

پاکستان میں بھی دارالعلوم کے صدقات جاری و ساری ہیں اور انشاءاللہ دارالعلوم کی تعلیمات والی روشنی رہتی دُنیا تک پھیلتی پھولتی جائے گی اور دُنیا کی کوئی طاقت اس سیلاب کو روک نہ سکے گی۔

ضرورت کہ پاکستان میں مخیر حضرات، حساس اصحاب، اہلِ ثروت احباب نیز علماءِ کرام و مشائخ عظام دارالعلوم کے لئے سالانہ ایک ماہ کے صرفہ کا اہتمام و انصرام فرماکر مادر علمی کا حق ادا کریں۔

اس کا انتظام بھی دارالعلوم کی طرف سے ہوگا۔

خادم العلماء فاضل رشیدی فاضل دیوبند

ناظم مؤتمر ابناءِ دارالعلوم واخوانِ دیوبند

مؤتمر ابناء دارالعلوم و اخوانِ دیوبند پاکستان کا ترجمان

بیادگار: حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

الرّشید

جلد ۱۲ — دسمبر ۱۹۸۳ء

شمارہ ۲ — صفر ۱۴۰۴ھ

مدیر اعلیٰ: فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر: عبدالرشید ارشد

مدیر معاون: زاہد الحق قریشی

خطاط: حزب اللہ خالد

بنظامت: (پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

مقام اشاعت: ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر: مناہج الدین اصلاحی، شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

سالانہ چندہ : ۲۰/- روپے
فی شمارہ : ۲/- روپیہ

آئینہ مضامین

فاضل حبیب اللہ رشیدی

راشدات

جامعہ رشیدیہ میں ابناء دارالعلوم و اخوانِ دیوبند کی دینی مؤتمر رشیدیہ کے بعد قصبہ مُرتدہ ربوہ میں مسلمانوں کی تحفظ ختمِ نبوت کانفرنس ختم ہوئی تو رائے ونڈ میں عالمی تبلیغی اجتماع ہوا۔

دمِ تحریر، سرزمین ملتان میں جامعہ خیر المدارس کا تعلیمی اجلاس ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے دینی مراکز ہیں اور ہمیں ان تمام سیٹجوں کی ضرورت ہے!

عصرِ حاضر اور دورِ فتن میں پس از سی صد سال ایں معنیٰ محقق شد بخاقانی کہ مسلمانوں کی تمام امراض اور قوم کی جملہ مشکلات کا حل یہی ہے کہ پوری ملت اسلامیہ دو کاموں کے لیے اُٹھ کھڑی ہو۔ اوّل تعلیمِ اسلام دوسرے تبلیغِ دین کے لیے جمع ہو جائے۔ اس لیے کہ ؎ دل بدل جاتے ہیں تعلیم بدل جانے سے۔ اور تبلیغ کی سعی و محنت اور عمل سے مقدر اور قسمت کے ستارے چمک اُٹھتے ہیں۔ تعلیم قرآن الیسا رکن اور تبلیغ اسلام ایسا مضبوط ستون ہے جس کے ذریعے ہم اسلام کی صحیح تعلیمات اور دین کی اصل تعبیرات سمجھ سکتے ہیں ورنہ "کار طفلاں تمام خواہد شد"۔

یہ کوئی شاعری نہیں، بلکہ اس کے دلائل وحیٔ اوّل قرآن کی آیات احادیث و آثار کی روشنی اور خیر القرون سے ثابت ہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ تعلیم قرآن اسلام کا سنگ بنیاد ہے اور دعوت و تبلیغ اس پر تعمیرات ہیں۔

سورۃ علق کی پہلی قرآنی آیت اقراء سے شروع ہوئی پہلی وحی میں قرأت کا حکم دو دفعہ دیا گیا ہے۔ یہ سب سے زیادہ ضروری مسئلہ ہے۔ خدا کی طرف سے شارع علیہ السلام کو حکم ہے کہ "اقراء یا محمدؐ" اور تین دفعہ علم و تعلیمات کا تذکرہ ہے اور قلمی حوالہ بھی دیدیا گیا۔

تقریباً تین سال کی تعلیمات نبوی تعلیم القرآن کے بعد قم فانذر اور یا ایھا الرسول بلغ کی آیات نے اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا کی چوٹی پر تبلیغ کے لیے کھڑا کر دیا۔ آپ نے صفا کی چوٹی پر تبلیغ کا محاذ قائم فرمایا۔ تعلیم کے لئے بیت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تبلیغ کے لیے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ مراکز قائم فرمائے۔ جب بیت خدیجہؓ میں طالبان علوم نبویہ کی ایک جمعیت قائم ہو گئی اور پچاس ساٹھ صحابہؓ کی جماعت جڑ گئی تو حضرت ارقمؓ نے اپنی حویلی صفا کے دامن میں تعلیم و تبلیغ کے لئے وقف فرما دی۔ مکہ میں دار ارقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرکز تعلیم و تبلیغ بنا رہا۔ کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بُت نصب تھے اور مکہ میں اس کے سوا کوئی مکتب اور مدرسہ نہ تھا۔ شہر ام القریٰ اور بلدیہ مکہ کا سربراہ ابوجہل تھا۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں!

دار ارقمؓ میں ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقاعدہ مدرسہ مکیہ دار ارقمؓ تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مکان بھی ایک پرائیویٹ مدرسہ معلوم ہوتا ہے اور حضرت فاروق اعظمؓ نے کلمۂ اسلام پڑھتے ہی دعوت توحید کا برملا اظہار کر دیا تھا۔ انہی مکی مراکز سے تعلیم حاصل کر کے صحابہ کرامؓ تبلیغ دین کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور دعوت توحید کے لئے جملہ مصائب برداشت کرتے اور مشکلات پر صبر و شکر کرتے۔ بالآخر حضور علیہ السلام کا بائیکاٹ اور شعب ابی طالب میں تین سال محصور اور صحابہؓ کو اسیر زنداں رہنا پڑا۔ تاآنکہ قریش مکہ نے حضور علیہ السلام سے مصالحت و مفاہمت کے لئے متعدد قسم کی پیشکشیں کیں جس پر آپ نے فرمایا کہ دعوت و تبلیغ پر پابندی کی مصالحت قبول نہیں۔ چاہے زمین کے خزانے اور آسمان کے شمس و چاند بھی لاکر میرے ہاتھ میں رکھدیں۔ بخدا! یا تو میں اپنے تبلیغی جذبات اور دعوت کو لیکر ان کے دل میں اُتر جاؤں یا پھر دعوت و تبلیغ کے لئے جان کی بازی لگا دوں او کما قال علیہ السلام فداہ ابی و امی۔

ان تمام شواہد پیش کرنے کا مقصد اور مُدعا یہ ہے کہ مدارس عربیہ میں اسلامی تعلیمات اور تبلیغی مراکز میں تبلیغ دین کے کام، وقت کے تقاضے ہیں۔ دینی مدارس کا قیام اور تبلیغی مراکز کا وجود سارے مسائل کا حل ہے!

لارڈ میکالے نے اپنی تعلیمی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم ہندوستان میں اپنے سکولوں، کالجوں کی تعلیمات اور اس کے طریقۂ تعلیم و طرز نصاب و سلیبس کے ذریعے ایسے نوجوان تیار کریں گے جو اگرچہ ظاہری طور پر مسلمان وغیرہ ہوں گے لیکن دل و دماغ کے اعتبار سے ہمارے مشن کی تہذیب کے قائل و دلدادہ ہوں گے گویا کہ بظاہر مسلمان، بباطن مسیحی ہوں گے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اسی پر فرمایا تھا۔

ع اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

لارڈ میکالے کے جواب میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنے رفقاء علماء مجاہدین ۱۸۵۷ء کے باقیات صالحات کے مشورہ سے اعلان فرمایا تھا کہ ہم ایشیاء کے برصغیر میں ایسا دارالعلوم قائم کرتے ہیں جس کی تعلیمات سے روشنی حاصل کرنے والے علماء طلباء اجسام و دل و دماغ کے اعتبار سے پکے مسلمان اور سچے مجاہد ثابت ہوں گے۔

؎ اور یہ رُتبہ بلند مل گیا جس کو ملا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

تعلیم کے کام کی اساس حضرت مولانا نانوتویؒ، حضرت محدث گنگوہیؒ نے رکھی اور تبلیغ کے کام کا آغاز دارالعلوم دیوبند کے ایک فرزند رشید حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اسیر مالٹا کے شاگرد فرید حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خلاصۃ المرام عربی مدارس اسلام کے قلعے اور تبلیغی مراکز مسلمانوں کے محافظ ہیں۔ جیسے دارالعلوم دیوبند کی تعلیم کی روشنی عالم اسلام میں پھیلی اسی طرح تبلیغی جماعت کے بزرگوں کی برکات ساری دُنیا میں تبلیغ کی نقل و حرکت کی صورت چل رہی ہیں اور یہ مسلسل محنت سعی و عمل جدوجہد جاری و ساری ہے۔ اور آج کی دنیا میں سلامتی اسی میں ہے اور اقرب الی الصواب یہی طرز و طریق ہے اس کی مخالفت کی بجائے اس سے اعانت و نصرۃ کا معاملہ کر کے اپنی عاقبت سنوارنی چاہیئے۔

ان تمام گذارشات کے ساتھ ہمیں احقاق حق، ابطال باطل کے لئے مدارس کا قیام واجراء دارالکفر والارتداد ربوہ میں قاتلوا فی سبیل اللہ اور نفروا پر عمل، اور تبلیغی حضرات کی نصرت نہایت ضروری ہے!

ربوہ کی صورت حال پاکستان کے لئے عظیم خطرہ ہے ایسے فتنوں کا مقابلہ مدارس عربیہ کی تیار کردہ جماعتیں ہی کر سکتی ہیں۔ منکرین جہاد و ختم نبوۃ اور منکرین کلام نبوت کے فتنے مسیلمہ کذاب کے بعد بہت سنگین فتنے ہیں ان فتنوں کے مقابلہ کے لئے ہم سب مسلمانوں کو بنیان مرصوص بن جانا چاہیئے اور اگر دارالعلوم دیوبند سے منسوب حضرات علماء عوام اپنی صفوں میں اتحاد کی فضا قائم کر کے ایک ہو کر آپس میں جُڑ جائیں تو انشاءاللہ اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا اور ہماری بن سکتی ہے!

ہمارے ضابطۂ اخلاق و معاہدۂ اتحاد سے متفق اور دستخط کرنے والے حضرات و اصحاب و احباب سے استدعا ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے خوب غور و فکر سے اس کا عملی جواب دینے کے لئے مستعد ہو جاویں.....

ورنہ تا حال ؎

بے دلی ہائے تمنا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
اور بے کسی ہائے تماشا کہ نہ دُنیا ہے نہ دیں

فاضل رشیدی

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی

دینی برادری

مہاجرین اور انصار کے درمیان

مواخات

مہاجرین جب مکہ سے اللہ کے لئے اپنے اہل وعیال خویش واقارب گھر بار چھوڑ کر مدینہ پہنچے تو آپ نے مہاجرین وانصار کو مواخات (بھائی بندی) کا حکم دیا تاکہ وطن اور اہل وعیال سے مفارقت کی وحشت اور پریشانی انصار کی الفت و موانست سے بدل جائے۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا معین اور مددگار اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غمگسار ہو۔ ضعیف اور کمزور کو قوی اور زبردست کی اخوت سے قوت حاصل ہو اور ضعیف قوی کے لئے قوت بازو بنے اعلیٰ شخص ادنیٰ شخص کے فوائد اور ادنیٰ اعلیٰ کے منافع سے مستفید اور منتفع ہو اور مہاجرین وانصار کے منتشر دانے ایک رشتۂ مواخات میں منسلک ہو کر شیٔ واحد بن جائیں۔ تشتت اور تفرق کا نام ونشان باقی نہ رہے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں جو تفرق اور اختلاف بنی اسرائیل کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنا یہ اُمتِ مرحومہ اس سے بالکلیہ محفوظ رہے اور اجتماع کی وجہ سے اللہ جل جلالہ کا ہاتھ ان کے سر پر ہو اور اگر زمانۂ جاہلیت کے تفاخر اور مباہات کا کوئی فاسد مادہ قلب میں باقی ہے تو اس رشتۂ مساوات سے اس کا استیصال اور قلع قمع ہو جائے اور بجائے تفاخر اور تعلی غرور اور نخوت کے تواضع اور مسکنت مواخات اور مساوات سے معمور ہو جائے۔ خادم اور مخدوم، غلام اور مولیٰ محمود اور ایاز سب ایک ہی صف میں آجائیں۔ دنیا کے سارے امتیازات مٹ کر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کا شرف اور بزرگی باقی رہ جائے کما قال اللہ تعالیٰ:

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

تحقیق اللہ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے کہ جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔

انہی مصالح کی وجہ سے آپ نے ہجرتِ مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں فقط مہاجرین میں باہمی رشتۂ مواخات قائم فرمایا۔ اور پھر ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار کے مابین مواخات فرمائی۔ چنانچہ حافظ ابن البرؒ فرماتے ہیں مواخات دو مرتبہ ہوئی ایک مرتبہ فقط مہاجرین کے مابین تھی کہ ایک مہاجر دوسرے مہاجر کا بھائی قرار دیا گیا اور یہ مواخات مکہ میں ہوئی اور دوسری مواخات ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے مابین ہوئی۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ میں مواخات فرمائی حالانکہ دونوں حضرات مہاجرین میں سے تھے۔

اس حدیث کو حاکم اور ابن عبد البرؒ نے روایت کیا اور اسناد اس کی حسن ہے اور حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اس حدیث کو "مختارہ" میں طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ مختارہ کی حدیث مستدرک حاکم کی حدیثوں سے بہت زیادہ صحیح اور قوی ہیں۔ مستدرک حاکم میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں اور فلاں اور فلاں میں مواخات فرمائی۔ اخیر میں جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ باقی رہ گئے تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب میں مواخات فرمائی میرا بھائی کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں تیرا بھائی ہوں۔ فتح الباری ص۲۱۱ و ص۲۱۱ ج۷، باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ۔

حافظ ابن سید الناس عیون الاثر ص۱۹۹ ج۱ میں فرماتے ہیں کہ جو مواخات ہجرت سے قبل مکہ میں خاص مہاجرین میں ہوئی ان حضرات کے نام حسب ذیل ہیں:

- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ
- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت طلحہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

دوسری مواخات

دوسری مواخات ہجرت کے پانچ ماہ بعد[1] پینتالیس مہاجرین اور پینتالیس انصار کے مابین حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

[1] اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مواخات مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جس وقت مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی۔ (عیون الاثر ص۲۰۰ ج۱)

کے مکان میں ہوئی اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنایا گیا (فتح الباری ص۲۱۰ ج ۷) جس میں سے بعض کے نام حسبِ ذیل ہیں:

مہاجرین	انصار
حضرۃ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سلامۃ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما	حضرۃ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما
حضرۃ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ ابوالدرداء عویمر بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ بلالِ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سیرۃ ابن ہشام ص۱۵۰ ج۱)

مہاجرین	انصار
حضرۃ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ ابومرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرۃ عمیر بن الحمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرۃ طفیل بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ صفوان بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ ذوالشمالین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ سبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ مہجع مولیٰ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرۃ سفیان نسر خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ رافع بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ یزید بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ طلحہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ منذر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ عبادہ بن الخشخاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ مجذر بن ذیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ حارث بن صمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرۃ سراقۃ بن عمرو بن عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(کذا فی عیون الاثر ص ۲۰۱ ج ۱)

انصار نے جو مواخات کا حق ادا کیا اور جس مخلصانہ ایثار کا ثبوت دیا اوّلین اور آخرین میں اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے زر اور زمین و مال اور جائیداد سے جو مہاجرین کے ساتھ سلوک کیا وہ تو کیا ہی کہ زمین اور باغات مہاجرین کو دے ڈالے ان سب سے بڑھ کر یہ کیا کہ جس انصاری کی دو بیویاں تھیں اس نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہدیا کہ جس بیوی کو تم پسند کرو میں اسکو طلاق دیتا ہوں۔ طلاق کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔

سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی انصاری اپنے درہم و دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ (زرقانی ص ۳۴۴ ج ۱)

چنانچہ مہاجرین نے انصار کی اس بے مثال ہمدردی اور ایثار کو دیکھ کر آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم پر ہم آکر اترے ہیں اُن سے بڑھ کر کسی قوم کو ہم نے ہمدرد اور غمگسار مخلص اور وفاشعار تنگی اور فراخی ہر حال میں مددگار نہیں دیکھا۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ سب اجر انہیں کو مل جائے اور ہم اجر سے بالکل محروم رہ جائیں آپ نے فرمایا نہیں جب تک تم ان کے لئے دُعا کرتے رہو۔ (اخرجہ ابن سید الناس باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ) عیون الاثر و قال

ابن کثیر ھذا حدیث ثلاثی الاسناد علی شرط الصحیحین ولم یخرجہ احد من اصحاب الکتاب الستۃ من ھذا الوجہ البدایۃ والنہایۃ ص ۲۸ ج ۳

یعنی دُعا کا احسان درہم و دینار کے احسان سے کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ دراہم معدودہ تو درکنار اگر تمام خزائنِ عالم کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور صرف ایک مخلصانہ دُعا کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر تولا جائے تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ یہی دُعا کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور یہ انشاء اللہ تعلیق اور شک کی بناء پر نہیں بلکہ تبرکاً و تادباً کہتا ہوں۔

امام بخاریؒ نے جامع صحیح کی کتاب التوحید کے باب فی المشیۃ والارادۃ کے ذیل میں بکثرت ایسی حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور تعلیق نہیں بلکہ بطور تبرک انشاء اللہ کہنا مذکور ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جب کوئی سائل آتا اور دُعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریقہ ہے تو ام المؤمنین بھی اس فقیر کو دُعائیں دیتیں اور بعد میں کچھ خیرات دیتیں۔ کسی نے کہا اے ام المؤمنین آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہیں اور جس طرح وہ آپکو دُعائیں دیتا ہے آپ بھی اس کو دُعائیں دیتی ہیں۔

فرمایا کہ اگر میں اس کو دُعا نہ دوں اور فقط صدقہ دُوں تو اُس کا احسان مجھ پر زیادہ رہے گا۔ اس لئے دُعا صدقہ سے کہیں بہتر ہے اس لئے دُعا کی مکافات دُعا سے کر دیتی ہوں تاکہ میرا صدقہ خالص رہے کسی احسان کے مقابلہ میں نہ ہو۔ کذا فی المفاتیح شرح المصابیح۔ لہٰذا جو شخص دراہم معدودہ دے کر مخلصانہ دُعاؤں کا سودا کر سکتا ہے وہ کبھی نہ چوکے اور موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے:

؎ جامۂ چند دادم جاں خریدم ۔۔۔ بحمد اللہ زہے ارزاں خریدم

یہ رشتہ مواخات اسقدر محکم اور مضبوط تھا کہ بمنزلہ قرابت و نسبت سمجھا جاتا تھا جب کوئی انصاری مرتا تو مہاجر ہی اس کا وارث ہوتا۔ کما قال تعالیٰ۔

ان الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا	"بے شک جو ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت
باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ	کی اور جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ
والذین اٰوو نصروا اولٰئک	جنہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی
بعضھم اولیاء بعض ط	مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے"

چند روز کے بعد میراث کا حکم تو منسوخ ہو گیا اور تمام مومنوں کو بھائی بنا دیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

انما المؤمنون اخوۃ

اب مواخات کا رشتہ فقط مواسات یعنی ہمدردی اور غم خواری نصرت و حمایت کے لئے رہ گیا اور میراث نسبی رشتہ داروں کے لئے خاص کر دی گئی۔ (فتح الباری ص ۲۱۱ ج ۷) (دار العلوم دیوبند)

از افادات ابوالکلام آزاد

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ

دُنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکتا ہے یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ سے زیادہ افسانہ اور تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈنا چاہتی ہے۔

تاریخ اسلام میں سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے محتاجِ بیان نہیں۔ خلفاءِ راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے وہ ان کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔

بایں ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اگر آج ایک جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے تو اکثر صورتوں میں اسے مایوسی سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اس وقت جسقدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کر دینی ہے حتیٰ کہ تاریخی حیثیت سے بیان کردہ بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں وہ بھی دراصل تاریخ نہیں ہے۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری صورت اختیار کرلی ہے۔ آج اگر جستجو کی جائے کہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی کتاب ایسی موجود ہے جو حادثہ کربلا کی تاریخ ہو تو واقعہ یہ ہے ایک بھی نہیں۔

بقیہ: ملازمین کے نام

حاکم وقت کی سب سے بڑی دُعا

تمہاری سب سے بڑی خواہش یہ ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہو۔ دینی نظام دنیا میں قائم ہو۔ دینداروں کو عزت نصیب ہو قوم میں عدل و انصاف، صلاح کاری و نیک اطواری کا چلن ہو اور میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے اپنی توفیق تمہارے شامل حال رکھے اور تم کو ہدایت اور نیک بختی نصیب کرے۔ والسلام والدعاء

(مقدمہ ابن خلدون)

تذکرہ اسلاف

از مولانا زین العابدین سجاد میرٹھی

عاشقِ رسول ﷺ

حضرت شیخ الحدیث سید محمد زکریا قدس اللہ سرہٗ

؎ ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

(اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بات کچھ دشوار نہیں کہ ساری دُنیا کو ایک ذات میں جمع کر دے)

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اس قدرتِ کاملہ کا کامل ظہور اور رحمتِ خداوندی کا یہ لا نہایت نزول، اگر مخلوق میں کسی پر ہوا ہے تو وہ ذاتِ والاصفات سید المرسلین رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ بلاشبہ آپ کی ہستی ہی دستِ قدرت کا وہ حسین وجمیل شاہکار ہے جس میں سارے عالم کی دلربائیاں اور رعنائیاں جمع کر دی گئی ہیں چنانچہ خود خالقِ کائنات نے اس فخرِ موجودات کے محاسن کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا۔

وانک لعلیٰ خلقٍ عظیم — "بیشک آپ کے اخلاق بہت بلند ہیں"

انا اعطینٰک الکوثر — "بیشک ہم نے آپ کو ہر قسم کی خوبیاں عطا کی ہیں"

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوثر سے مراد دونوں جہان کی خوبیاں ہیں اور ان میں حوضِ کوثر بھی شامل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) پھر آپ کی ذات کو کمالاتِ انسانیت اور محاسنِ عبدیت کا مجموعہ بنا کر اسے دنیا جہان کے انسانوں کے لئے نمونۂ کامل بنایا گیا اور کاروانِ انسانیت کو اس کے نقوشِ اقدام پر چلنے کا حکم دیا گیا۔ فرمایا گیا:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ — تمہارے لئے رسُول کی ذات میں بہتر نمونہ موجود ہے۔

آج بزرگی وعظمت اور امامت وولایت کا معیار اسوۂ حسنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور سُنّتِ سنیہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے سوا کچھ نہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جملہ علماء اولیاءِ اُمّت پر افضلیت بھی اسی لیے بالاتفاق مسلّم و مجمع علیہ ہے کہ یہ اس انسانِ کامل کی صحبت وتربیت سے براہ راست مستفید ہوئے اور ان کے آئینۂ قلب کا دست نبوت نے خود تزکیہ وتصفیہ کیا اور ان کے اخلاق ومعاشرت کو خود اس نے اپنے فیضِ صحبت سے نکھارا اور سنوارا پھر یہ کمالات کا بہترین نمونہ بن کر آنیوالوں کے مقتداء اور رہنما بنے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جن کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے"

اس معیار پر جو کتاب و سنّت کا مقرّر کردہ معیار ہے اگر ہم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جانچیں تو حضرتِ ممدوح کی ذات ہمیں بزرگانِ عصر کی صفوں میں الگ ممتاز نظر آئے گی جیسے ستاروں کی محفل میں چاند۔

آپ کا خصوصی وصف عشقِ نبوت، اتباعِ سنّت اور خدمتِ سنّت ہی ہے اور اسی اُم الاوصاف سے دوسرے تمام کمالات اور محاسنِ انسانیت کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اور اخلاقِ حسنہ اور آدابِ عالیہ کے پھول کھلتے ہیں اور آپ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں بالواسطہ، مذکورالصدر شعر کا مصداق بھی بن جاتے ہیں۔

آپ کے اوصاف و کمالات، اخلاق و عادات، تعلیمات و افادات پر لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا، نہ یہ میرا رتبہ ہے اور نہ اتنی معلومات۔ یہ حق ہے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور حضرت مولانا علی میاں جیسے جوہر شناسوں کا، میں تو محض تعمیلِ حکم کے لیے حضرت کی سیرت کے اس مرکزی و جوہری وصف سے متعلق چند الفاظ لکھنا چاہتا ہوں۔

خدمتِ سنّت

جہاں تک خدمتِ سنّت کا تعلق ہے آپ کی ساری عمر ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریسی و تصنیفی خدمات میں گذری۔ ۱۳۴۴ھ میں آپ مظاہر العلوم سہارنپور سے (جو دارالعلوم دیوبند کے بعد برصغیر کا سب سے بڑا مدرسہ اور دینی تعلیمی مرکز ہے) فارغ ہوئے اور اگلے ہی سال یہیں مدرس ہو گئے۔ پھر فنونِ حدیث میں اعلیٰ صلاحیت کی بناء پر اپنے شیخ محدّث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے حکم سے ۱۳۴۶ھ میں شیخ الحدیث کے منصبِ عظیم پر فائز کئے گئے اور ستائیس سال تک مسندِ تدریسِ حدیث کی زینت رہے۔ اس طویل مدت میں ہزاروں تشنگانِ علومِ نبوت کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کیا۔ "شیخ الحدیث" کا لقب آپ کو علومِ حدیث میں ماہرانہ نظر کی بناء پر آپ کے استاذ و شیخ حضرت سہارنپوریؒ نے عطا فرمایا پھر اس طرح زبان زدِ عام ہو گیا کہ لوگ آپ کا نام بھول گئے۔ ادب و عظمتِ حدیث کا یہ حال تھا کہ پڑھانا تو اور بات ہے پڑھنے کے زمانہ میں بھی کوئی حدیث بغیر وضو کے نہیں پڑھی۔ پھر اس مقدس خدمت کا آپ نے کوئی دنیوی معاوضہ قبول کرنا گوارا نہ کیا۔

مظاہر علوم سے تعلق قائم ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک تو اپنے شیخ و مرشد حضرت سہارنپوری کے حکم کی تعمیل میں تنخواہ قبول کی اور پھر لینا چھوڑ دی۔ ۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بہ ارادہ قیام حجاز مقدس روانہ ہونے لگے اور چونکہ "بذل المجہود شرح ابی داؤد" کی تالیف کے سلسلہ میں آپ اپنے شیخ کے خصوصی معاون تھے اس لئے آپ کا ساتھ جانا ناگزیر تھا اس موقع پر حجاز مقدس کے سفر خرچ اور گھر کے اخراجات کا مسئلہ سامنے آیا۔ حضرت سہارنپوری نے مشورہ دیا کہ دس سال کی تنخواہ تمہاری جو مدرسہ کے رجسٹر میں درج چلی آرہی ہے لے لو۔ حضرت شیخ نے عرض کیا کہ میں نے تو اس نیت سے پڑھایا ہے کہ تنخواہ نہ لوں گا۔ اب مجھے اس کے لینے کا کیا حق ہے۔ حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا تم نے کوئی درخواست تو مدرسہ کو نہیں دی تم اجیر تھے اور مدرسہ مستاجر تمہیں یکطرفہ فسخِ اجارہ کا حق حاصل نہ تھا لہٰذا عقدِ اجارہ قائم ہے۔ مگر حضرت اس فقہی جواز پر

عمل کرنے لیے تیار نہ ہوئے اسوقت تو استاذ رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل کردی مگر بعد میں تمام اگلی پچھلی تنخواہیں مدرسہ کو واپس کردیں۔ ان مقدس تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تصنیفی و تالیفی خدمات انجام دیں وہ قرونِ اولیٰ و وسطیٰ کے محدثین کرام کی عظیم الشان خدمات کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

بذل المجہود شرح ابی داؤد (جو پانچ ضخیم جلدوں میں ہے) کے اصل مؤلف اگرچہ آپ کے گرامی منزلت استاذ و شیخ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری ہیں مگر اس مقدس کام میں آپ کے دست و بازو سہارنپور اور مدینہ منورہ میں حضرت شیخ الحدیث ہی رہے ہیں چنانچہ حضرت اقدس سہارنپوری نے کتاب کے مقدمہ میں "عزیزی و قرۃ عینی و قلبی" کے محبانہ الفاظ سے آپ کا ذکر فرماکر آپ کی سعی و محنت اور تفحص و تتبع کا دلی دعاؤں کے ساتھ اعتراف فرمایا ہے یہ کتاب یوں تو ابوداؤد کی شرح ہے مگر جملہ کتب صحاح کے مباحث و قیقہ وانیقہ کو حاوی ہے اور مسلک حنفی کی ترجیح میں محققانہ کلام کی جامع۔ علماءِ حجاز و مصر نے اس کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نے ایک گفتگو میں راقم کر فرمایا تھا کہ "بذل المجہود" کی تدوین سے خدمت حدیث کے سلسلہ میں علماءِ دیوبند و سہارنپور کی طرف سے فرض کفایہ ادا ہوگیا ہے۔

شروح حدیث کے سلسلہ میں آپ کی اپنی مستقل تالیف "اوجز المسالک شرح مؤطاء امام مالک" ہے جو چھ مبسوط جلدوں میں ہے اس میں حل لغات و تحقیق رواۃ کے بعد ائمہ اربعہ کے مذاہب خود ان مذاہب کے معتمد علماء کی کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔ پھر مذہب احناف کو مدلل و مبرہن کیا گیا ہے۔ لطائف و معارفِ حدیث کا بھی گراں مایہ خزانہ ہے علماءِ عرب و عجم نے اس کی اہمیت کا اعتراف کیا ہے۔ شیخ عبدالوہاب عبداللطیف رئیس قسم السنۃ کلیۃ اصول الدین جامعہ ازہر نے مقدمہ مؤطا امام مالک میں آپ کی تحقیق و تفحص میں "سعی بلیغ و جہد کبیر" کی بڑی تعریف کی ہے۔

اس کے علاوہ لامع الدراری شرح جامع البخاری جو حضرت قطب الارشاد مولانا گنگوہی کی آخری تقریر بخاری شریف کا مجموعہ ہے (جسے آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد یحییٰ نے عربی میں ضبط کیا تھا) اس کو آپ نے تعلیقات نفیسہ سے مزین فرمایا ہے یہ بھی بلند پایہ کتاب ہے اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح کی فرمائش پر مرتب کی گئی ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

یہ کتابیں تو عربی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اردو زبان کی کتابوں میں شمائل ترمذی کی شرح خصائل نبوی بھی بڑی مفید اور متبرک کتاب ہے۔ اصل کتاب میں امام ترمذی نے سیرت و شمائلِ مقدسہ سے متعلق چارسو احادیث کو ۵۶ بابوں میں جمع فرمادیا تھا۔ آپ نے اردو میں ان کا ترجمہ اور شرح کرکے اردو دانوں کے لئے سیرتِ مقدسہ کا مستند ترین مجموعہ مہیا کردیا ہے جس کے آئینہ میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و کمال کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی پرانی تالیف "حکایات صحابہ" بھی بڑی دلکش اور روح پرور کتاب ہے۔ اس کو پڑھتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس زندگیوں کے نورانی مناظر

نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم خیر القرون کے دور سے گذر رہے ہیں۔

آپ کے رسائلِ فضائل، فضائلِ ذکر، فضائلِ قرآن فضائلِ صدقات، فضائلِ نماز، فضائلِ رمضان، فضائلِ حج فضائلِ درود جو "تبلیغی نصاب" میں یکجا کر دیئے گئے ہیں روحانی دسترخوان کی بہترین غذائیں ہیں ان کو پڑھ کر اور سُن کر لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بدل گئی ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں ہیں جو آپ نے بعض دینی فتنوں کے انسداد اور عصری ضرورتوں کی تکمیل کے لیے لکھیں۔ یہ سب علمی جواہرات جو آپ نے معادن کتاب و سُنّت سے نصف صدی کی کوشش و کاوش کے بعد جمع کئے ان سے نضر الله امرأ سمع منا شيئا فبلغه كما سمع فرب مبلغ اوعى من سامع (ترمذی) کے اجر کے سوا کچھ مطلوب نہ تھا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جس زمانہ میں "بذل المجہود" مصر میں طبع کرائی جا رہی تھی اور اس کی تصحیح وطباعت کے اہتمام کے سلسلہ میں ہزاروں روپے صرف کئے جا رہے تھے۔ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب کیرانوی مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے یہ کتاب چھپوا رہے ہیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی رجسٹری بھی کرالیں ورنہ اندیشہ ہے کہ کوئی ناشر اس کا فوٹو لیکر چھاپ لے اور اسے اتنی قیمت سے فروخت کرنے لگے جو آپ کی لاگت سے بھی کم ہو۔ ایسی صورت میں آپ کی کتاب فروخت نہ ہو سکے گی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی ناشر ایسا کرنا چاہے تو اس کا فوٹو کرانے کی اُجرت تو میں پیش کردوں گا وہ کتاب چھپوالے اور بیچ لے بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ میری طباعت کردہ کتاب بھی نکل ہی جائے گی۔　(اکابر کا تقویٰ ص۱۰۳)

یہاں کسی مصنف کے اپنی تصنیف کردہ کتاب کے حقوق محفوظ کر لینے کے جواز وعدم جواز کی بحث نہیں۔ مقصود ذکر وہ جذبۂ للّٰہیت واخلاصِ عمل ہے جو اس جواب کا محرک ہوا۔

کتبِ حدیث کی تدریس، شروحِ حدیث کی تدوین تراجم کُتبِ حدیث کی ترتیب اور اپنے اُن بزرگوں کی صحبت نے جو صاحبِ سُنّت علیہ السلام والتحیۃ سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور اتباعِ سُنّت کے بے نظیر نمونہ تھے آپ کو عشقِ نبوی اور اتباعِ سُنّت کے سانچہ میں ڈھال دیا تھا۔ آپ کے اخلاص و آدابِ معاشرت ومعیشت، رفتار وگفتار، اکل وشرب، نوم و یقظہ جملہ اعمال وافعال سنیہ کے دائرہ میں ہوتے تھے۔ آپ کے عمل کو دیکھ کر لوگ دین کی تعلیم اور مسائل کا علم حاصل کرتے تھے۔ سنت پر عمل صلے اللہ علیہ وسلم پر اس اختیاری مواظبت کے یہ برکات وثمرات تھے غیر اختیاری اعمال میں بھی اتباعِ سُنّت کے مواقع نصیب ہوئے۔

مرجعیت ومرکزیت

عمر کے آخری سالوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ مرکزیت مرجعیت عطا فرمائی کہ عام الوفود کے مناظر نگاہوں کے سامنے آگئے۔ عوام وخواص علماء وفقراء، امراء، وزراء، دانشور صحافی، وکلاء، حکام، یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور اسکالر، مدارس عربیہ کے اساتذہ وتلامذہ مسلم لیگی مجلسی جمعیتی، احراری غرض

ہر طبقہ ہر جماعت اور ہر ذہن و فکر کے لوگ ہزاروں میل کا سفر کر کے آتے اور محض سامنے سے لائنوں میں گذرتے ہوئے مصافحہ کر لیتے اور آخری سالوں میں تو چہرۂ انور کی ایک جھلک لینے کو اپنی معراج سمجھتے۔

تیسرے سال (۱۳۹۹ھ) کی تشریف آوری ہند کے موقع پر رمضان المبارک میں سہارنپور حاضری نصیب ہوئی میرے فرزند ڈاکٹر زین الساجدین اور ان کی والدہ (جو حضرت سے بیعت ہیں) اور خواہرزادہ مسرور حسین علوی اور ان کی بیگم (جو بیعت کے آرزو مند تھے) ساتھ تھے۔ حضرت مظاہر علوم کی وسیع نو تعمیر مسجد کے اندرون دالان میں معتکف تھے۔ مسجد کے دالان اسکا وسیع و عریض صحن، بالائی حصہ اور مسجد سے متصل جدید التعمیر کشادہ ہوسٹل پٹا پڑا تھا۔ آٹھ دس ہزار سے کم حاضرین کیا ہوں گے؟ میں مایوس ہو گیا کہ حضرت تک رسائی کیا ہوگی۔ خوش قسمتی سے ایک دوست نے جو وہاں کے منتظمین میں سے تھے۔ مجھے دیکھ لیا اور خود ہی میری حاضری کی حضرت کو اطلاع کر دی۔ اپنے ادنیٰ خادموں اور کفش برداروں کیساتھ حضرت کو جو تعلق خاطر تھا اس کی بناء پر فوراً طلبی ہوئی۔ انہی صاحب کی راہنمائی میں معتکفین کے بستروں پر سے گذرتا ہوا حضرت تک پہنچا حضرت نے حسبِ معمول بڑی شفقت کیساتھ گفتگو فرمائی اور میاں علوی اور ان کی بیگم کو مسجد کے عقبی دروازہ سے پس پردہ بلا کر بیعت فرمایا۔ پھر مجھے ایک صاحب کے حوالہ کیا جن کا بستر قریب ہی تھا بعد ظہر اور بعد عصر ذکر تلاوت قرآن اور کتب فضائل کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ افطار بھی سب نے اپنی اپنی جگہ ہی کیا اس کے بعد سب نے سنن و نوافل میں مشغول ہو گئے تراویح میں نے مسجد کی بالائی منزل میں پڑھی۔ کیونکہ ضروریات کے لیے باہر نکل گیا تھا پھر مسجد میں آنے کے لیئے جگہ نہ ملی تھی تراویح نصف شب کے قریب ختم ہوئی۔ سفر کی تکان اور سہ پہر کو معمول کے خلاف جاگنے کی وجہ سے بدن چور چور ہو رہا تھا۔ سونے کے لیئے میرا انتظام ایک مراد آبادی تاجر صاحب کے ساتھ ہوسٹل کے ایک وسیع حجرہ میں کر دیا گیا تھا۔ میں مسجد سے نکل کر حجرہ کی طرف چلا تاکہ آرام کروں۔ یکایک لاؤڈ اسپیکر پر میرے نام کا اعلان ہوا کہ اسے حضرت اقدس یاد فرما رہے ہیں جہاں کہیں ہو حاضر ہو جائے۔ اپنی ناطاقتی کم ہمتی اور عافیت پسندی پر حضرتؒ کی شفقت غالب آگئی حاضرِ خدمت ہوا۔ تعلیم و تلقین کا سلسلہ جاری تھا۔ بڑی شفقت کیساتھ اپنے پاس بیٹھنے کا حکم دیا۔ غالباً ڈیڑھ دو بجے شب فراغت ہوئی کمرہ میں پہنچا۔ تھوڑی دیر آرام کیا پھر صبح کو حاضرِ خدمت ہو کر واپسی کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے بھی میری کم ہمتی اور ناطاقتی کو غالباً محسوس فرما لیا تھا اجازت مل گئی۔

کہنا یہ چاہتا تھا کہ اس موقع پر آٹھ دس ہزار سے کم مجمع کیا ہوگا مگر سب کے افطار و سحری کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ میرے مراد آبادی شریک حجرہ اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لائے تھے میں ان کا مہمان بنا دیا گیا تھا مگر سحری کے وقت کچھ اور بھی حضرت کی طرف سے اس عاجز کو بھیجا گیا۔

اللہ اللہ! یہ ذرہ نوازی اور خدام پروری! کئی سال پہلے کا ایک اور قصہ یاد آیا۔ مظفر نگر میں ایک وقف کی میٹنگ تھی اس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے میں نے حاضری کا ارادہ کیا۔ لکھنؤ کے

ایک رئیس جو اس کمیٹی میں شریک ہونے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ میرے ساتھ سہارنپور جانے کے لئے تیار ہو گئے ہم لوگ جس وقت در دولت پر پہنچے تو تقریباً ایک بجا تھا۔ اطلاع کرائی اور حاضری ہوئی۔ حضرت والا چارپائی پر تکیوں سے سہارا لیے بیٹھے تھے۔ حسب معمول چارپائی کے برابر میں ہمیں چبوترہ پر بیٹھنے کا حکم ہوا۔ فوراً دستر خوان بچھا اور قسم قسم کے کھانے آنے شروع ہو گئے پھر مزاحیہ انداز میں اچھی طرح ان سے محظوظ ہونے کی تاکید بھی شروع ہو گئی۔ میرے ہمراہی لکھنوی رئیس صاحب آزاد طبع تھے بے تکلف بولے "کیا علماء کرام کا ذوقِ نانِ جویں ختم ہو گیا"۔ میں حیران رہ گیا، مگر حضرتؒ کے چہرۂ انور پر ذرا ناراضی کا اثر ظاہر نہ ہوا بڑی سنجیدگی کے ساتھ فرمایا "الحمد للہ ایسا تو نہیں ہے مگر مہمانوں کے اکرام کا حکم ہے"۔ وہ خاموش ہو گئے اور اپنے سوال پر شرمندہ ہوئے۔

اس قسم کا ایک واقعہ آپ بیتی (نمبر ۶ ص ۲۲۳) میں نظر سے گذرا جہاں حضرت نے عوام و خواص سے تعامل کے فرق کے سلسلہ میں ایک صاحب کا اعتراض اور ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ایک اثر سے استدلال کرتے ہوئے اپنے جواب کا ذکر کیا ہے کہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا اور حضرتِ عائشہ نے اسکو روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص ذی حیثیت آیا جس کے جسم پر اچھا لباس بھی تھا حضرت عائشہؓ نے اسے بٹھایا اور کھانا کھلایا۔ کسی نے حضرتِ عائشہ سے اس طرزِ عمل کے فرق کی وجہ پوچھی۔ فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ لوگوں کیساتھ ان کی حیثیت کے مطابق برتاؤ کرو) راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ۹ھ میں حضرت عدی بن حاتم (سردار بنی طے) کی بارگاہ نبوی میں حاضری کے موقع پر سرکار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اپنی مسند پر بٹھانے کا واقعہ بھی مؤید ہے۔

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبرۃ

ہمارے اکابر کا سیاسی اختلاف رائے

حضرت شیخ الحدیث حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے اختلاف رائے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

"ان اکابر کا آپس کا اختلاف ہم جیسے نا اہلوں کا اختلاف نہیں تھا بلکہ اس نوع کا اختلاف تھا جس کی نظیر جنگ جمل و جنگ صفین میں گذر چکی ہے اور اس کے متعلق مفصل کلام میں اپنے رسالہ "اعتدال" میں کر چکا ہوں چنانچہ جب یکم محرم ۶۱ھ میں سول نافرمانی اور قانون شکنی کے جرم میں مظفر نگر کے اسٹیشن پر سے حضرت مدنیؒ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا اور حضرت تھانویؒ کو اسکی اطلاع ملی تو ظہر سے عصر تک کی مجلس میں حضرت مدنی کی گرفتاری پر نہایت رنج و غم اور قلق کا اظہار فرماتے رہے اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اسکا احساس نہیں تھا کہ مجھے مولانا حسین احمد صاحب سے اتنا تعلق ہے۔ (آپ بیتی نمبر ۲ ص ۹۶)

الغرض حضرت کے ہاں اختیاری اُمور میں رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت سے عمل ہوتا تھا۔ اس کا ثمرہ یہ تھا کہ غیر اختیاری اُمور میں بھی حضور کی سنت پر عمل ہوا چنانچہ آخری سالوں میں عام الوفود کے مناظر دیکھے گئے۔ جب مشاقان دیدار دُنیا کے ہر حصّہ سے پروانہ وار اُمڈے چلے آرہے تھے اور یدخلون فی دین اللہ افواجاً کے مناظر آنکھوں کے سامنے پھر رہے تھے۔

پھر سب کو معلوم ہے کہ اس عاشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری تمنا یہ تھی کہ مدینۃ الرسول میں رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جان جاں آفریں کے سپرد کردیں۔

اس لیے حضرات کا اضطراب و بیقراری دیدنی تھی اللہ تعالیٰ نے یہ آرزو بھی پوری کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق اور سُنتِ رسُول اللہ کے اس فدائی نے آخری یکم شعبان دوشنبہ کے دن (جو حضور کا یوم وصال تھا) مابین عصر و مغرب مدینۃ الرسُول میں جوار روضۃ النبیؐ میں جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ امام حرم نبوی شیخ عبداللہ زاحم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بابِ جبریل سے جنازہ لے کر نکلے اور جنت البقیع میں سینکڑوں صحابہ کرام کے مدفن اور اہل بیت عظام کے احاطہ میں اپنے مرشد جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے پہلو میں سپردِ خاک پاک مدینہ کئے گئے۔ ہجوم اسقدر تھا کہ اس سے پہلے کم کسی کے جنازہ میں دیکھا گیا ہوگا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آہی گیا

رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ شاملۃ کاملہ (الفرقان)

کل عام وانتم بخیر

بیادِ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نتیجۂ فکر سید عطاء المحسن شاہ بخاری
دار بنی ہاشم ملتان

سبطِ نبیؐ، ابنِ علیؓ، سیدِ حسینؓ — بنتِ زہراؓ جس پہ زینبؓ کرتی تھی بین
وہ شہید، ابنِ شہید، آقا حسینؓ — ہر بہادر اور شجیع کے نورِ عین
مولا العمرؓ، سیدِ غنیؓ، حضرۃ حسینؓ — یہ ولی اللہ ہیں ملت کا چین
ان سے زندہ ہیں امامت کے خلافت کے اصول — یہ جاگتے ہیں تا بتے اُمت کی زین

اے امام عدل و احساں حریت کے پاسباں
بانجھ دھرتی پہ کرم ہو خشک ہیں میرے بھی نین

روشنی کا مینارہ بن گیا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استاذِ کل ہیں۔ آپ نے صُفّہ قائم کیا۔ مسجد نبوی میں ایک چبوترہ سا بنا ہوا ہے وہ مدرسہ تھا، اس کے طالب علم تھے ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مدرسہ ہے صفۃ الاسلام اور اُستاذ تھے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں خلافت کوفے میں منتقل ہوئی تو عراق میں بڑے بڑے ائمہ پیدا ہوئے اس کے بعد خراسان وایران علم کا مرکز بنے۔ اس کے بعد ہرات، بلخ، بخارا مراکز علم بنے۔ وہاں سے مرکزیت ہندوستان کی طرف منتقل ہوئی۔ دہلی مرکز بنی۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تفسیر وحدیث کا علم پھیلایا۔ عقل ونقل کو ملاکر شریعت کو سمجھایا تاکہ عقل پسند کو انکار کی گنجائش نہ ہو۔ اس نمونہ کو آپ نے حدِ کمال تک پہنچایا ہزاروں آدمی فیضیاب ہوئے۔

اس کے بعد جب ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ہوا تو مرکزیت منتقل ہوئی دیوبند کی طرف۔ دیوبند سے تقریباً تیس ہزار علماء پیدا ہوئے۔ دیوبند سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نکلے۔ آپ کی تصانیف ایک ہزار ہیں۔ تیس برس خانقاہ امدادیہ میں گذارے۔ حضرت علامہ انورشاہ رحمہ اللہ نکلے جن کو چلتا پھرتا کتب خانہ کہا جاتا تھا۔ پھر شیخ الہندؒ تیار ہوئے جو جنگِ آزادی کے محرک تھے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد ادریس، مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم جیسی باکمال ہستیاں پیدا ہوئیں۔ ان حضرات نے علم پھیلایا اور ہزاروں علماء مستفیض ہوئے۔

میرا ایک مرتبہ برما جانا ہوا تو اکیاب میں ڈھائی سو کے قریب دیوبند کے فضلاء جمع ہوئے۔ اسی مرکز سے شاخیں سلہٹ، آسام اور برما میں پھیلیں۔ کچھ دن پہلے مجھے لندن جانا ہوا تو دیکھا کہ وہاں بھی مدرسے قائم ہوگئے۔

اس طرح دارالعلوم ایک روشنی کا مینارہ بن گیا، اطراف میں اس کی روشنی پھیل گئی۔

ملفوظِ طیبؒ

از گنگوہ

عبدالرشید محمود عفی عنہ
(نبیرہ حضرت محدث گنگوہیؒ)

مکتوب تعزیت

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

مکرماً سلیل الکرام البررۃ سالم اسلم اعظم سلمہم اللہ ازکی التحیات۔

مولانا طیبؒ رہ گذار آخرت ہو گئے۔ ہونا ہی تھا، نہ کوئی نئی بات ہے نہ غیر متوقع حادثہ وما جعلنا البشر من قبلك الخلد۔ مگر دلوں کی دنیا اور یادوں کی بستی سے اُن کا نقشِ جمیل مٹ جانا ممکن نہیں۔ وہ باقیات صالحات سے بھی تھے اور وجعلها كلمة باقية فی عقبه ان کی زندگی اور زبان بھی تھی۔ ان کی شیریں زبانی شگفتہ بیانی صورتِ نورانی۔ ہوشمندی فکر ارجمندی ذہن اور دردمندیٔ دل کو کون بھلا سکتا ہے۔ دوائر علمیہ میں ان کی جامعیت علوم و افکار کا تنوع، تبحرِ ادبی ذوق خوبیٔ تعبیر، حسین و بدیع ترجمانی، مجامع میں خطاب گویا فلک اعلیٰ سے اذا تکلم یخیل الینا انه یؤید کا سا کیف، حکمتِ ربانیہ ولی اللّٰہی بھی ابن جوزی کی سی سحر انگیزی بھی کس صاحب ذوق جوہر شناس کو رہ رہ کر یاد نہ آئے گی۔

عجزت النساء ان یلدن مثل طیّب اب وہ کوہ کن کی بات کوہ کُن کے ساتھ کس کس نادرہ اور غلیقہ پر تعجب کریں زبان ایسی کہ سب سمجھیں، بیان ایسا کہ دل مانے "عقل کی پاسبانی بھی" لیکن کہیں کہیں اسے تنہا بھی چھوڑ دے" کے سے اذکار و افکار بھی دلائلِ عقلی بھی، نقلی بھی جدلِ عدل بھی انفسی آفاقی بھی اور حقائق و معرفت آگیں بھی۔

میں نے مجلس سے اُٹھتے ہوئے اکثر لوگوں کو کہتے ہوئے سُنا:

"عالم کیا ہے ایک دریا ہے عجب نابغیت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تعزیت طیبہ

آخر وہ وقت آگیا ؎ عشية قيل طيب ليس فينا۔ انہی کا یہ شعر ہے:

؎ خوگرِ عیش و طرب آب آہ اپنا دل نہیں — دُور ہو اے شادمانی میں ترے قابل نہیں

یہ بھی انہی کا فرمودہ ہے:

؎ جلوہ گر نُہِ بقا میں صورت سیماب ہے — اَے تماشا گاہِ عالم بس تجھے آداب ہے

بیشمار محاسن و مکارم اور مناقب و محامد کے ساتھ انکی طبع رزین حلم و رفق سے معمور سیرت، معاملات و معاشرت میں سُتھرا بے عیب متوازن کیریکٹر، جدال و مراء سے تنفر غیر متصادم مزاج۔

("بھائی میں لڑنا نہیں چاہتا لڑنا میری افتاد نہیں") اہم امور اور حوادث میں ان کی ایسی رواداری کہ بعض اشخاص

کرتا ہیں و تہاون کا شبہ ہو جائے مگر سچ پوچھئے تو وہ مسامحت تھی نہ مداہنت۔ یہ الطاف خداوندی اس حبر امۃ پر شامل تھے اب کون ہے جو اس کا دعویٰ کر سکے —— ہاں مگر بشری التسام کا انفکاک بھی ممکن نہیں۔ لیکن کبھی اس سے مامون نہیں ہو سکتا۔

الا القوم الخاسرون۔

اخیر کے چند سال جس ضیق، غیر حق میں شغول، خلجان اور ذہنی انتشار کے گذرے بجز اس کے کیا کہا جائے کہ

وکان امر اللہ قدراً مقدوراً

اللہ تعالیٰ ان کو کفارۂ سیئات بنائے۔ یہ ابتلاء عام ہے۔ عوام اور علماء حسب حالات سب ان میں مبتلا ہیں۔ بقول مولانا ندوی مسلمانوں سے اجتماعی کام کی صلاحیت اٹھتی جا رہی ہے ارتفاقی مزاج کم ہو رہا ہے۔ کون تبریہ کر سکتا ہے

الانبیاء اشد بلاءً فالامثل فالامثل۔

مگر اس شخصیت کے خدوخال و جمالِ مجبوبی میں ان کا محسوس ہونا ناگزیر تھا۔ پھر ہوا جو کچھ ہوا۔ اور کہا گیا جو وہ کہنا تھا حق بھی ناحق بھی۔ حدود کے اندر بھی، متجاوز بھی، اخلاص سے حق کہا گیا کہنے والا ماجور۔ ناحق اور حدود سے متجاوز کہا گیا تو اس کی شکایت ہی کیا۔

ع ما نجی اللہ والرسول معاً من لسان الوریٰ فکیف انا

اب تعزیۃً آپ کے متعلقین، پسماندگان سے وہی کہتا ہوں جو ایک بدوی نے حضرت ابن عباسؓ سے ان کی وفات پر کہا تھا؛

ع خیرٌ من العباس اجرك بعدہٗ واللہ خیرٌ منك للعباس

آپ کو عباسؓ سے بہتر ان کی وفات کا اجر مل گیا اور عباس کو آپ سے بہتر اللہ اور لقاءِ رب میسر ہو گیا۔ زیادہ موجب تاسف و تالم یہ مضمون ہے اذا مات العالم ثلمت ثلمۃ فی الاسلام لایسدھا الا عالم آخر۔ ورنہ ویسے تو؛

ع نزلنا ساعۃ ثم ارتحلنا کذا الدنیا رحالٌ فارتحلنا

قانون ہے۔ اب عالم آخر کہاں کب۔ اللہ جانے۔ البتہ اس دعا کی ضرورت ہے

ع قرب الرحال الی دیار الآخرۃ فاجعل الٰھی خیر عمری آخرہ

اخیر میں ایک بات اور کہنے کو جی چاہتا ہے آپ حضرات اگر محسوس نہ کریں اور حق دیں بہرکیف مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے اس سیلے میں آئی ہوں۔ سن و سال کا تفاوت بالکل غیر معتبر بھی نہیں کہ اس حدیث کو سامنے رکھیں؛

انا امنۃٌ لاصحابی فاذا ذھبتُ الیٰ اصحابی مایوعدون واصحابی اَمنۃٌ لامتی فاذا ذھبت اصحابی الیٰ امتی مایوعدون۔

بڑوں کا اُٹھنا حرمان تو ہے ہی پیش آینمالے خطرات کا ارہاص بھی ہے۔ اب تک جانے کتنے فتنے رُکے ہوئے ہوں گے انابت واستعاذت کی ضرورت ہے۔

یہ خط ختم کر چکا تھا کہ لکھنؤ کے کچھ حضرات اور ایک قاری اسلم نامی تشریف لے آئے۔ دفعۃً نصف صدی قبل کا واقعہ ذہنی اسکرین پر اُبھرا۔ میرے حضرت والد صاحبؒ علیل ہو کر شفایاب ہوئے تھے۔ دیوبند سے ایک بڑا مجمع حضرت حافظ صاحبؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ، مولانا اعزاز علی صاحبؒ، علامہ ابراہیمؒ، حضرت میاں صاحبؒ وغیرہ مزاج پرسی کو تشریف لائے۔ مولانا طیب ۲۵ سالہ بھی ساتھ تھے بعد مغرب کا وقت تھا۔ حضرت حکیم صاحب نے فرمایا: طیب ایک رکوع سناؤ۔ یاد ہے ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه الی آخرہ سُنایا۔ سماں بندھ گیا آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ میرے کانوں نے یہ خوش لحنی عمر میں پہلی مرتبہ سُنی تھی۔ ساز بھی سوز بھی دلگداز بھی نغمائے دلکش سحاب اندر سحاب بھی۔ یہ پہلا نقش تھا جو آج بھی تازہ ہے اس کے بعد دیوبند پہنچ کر تو بارہا سُنی۔ جہری نمازوں میں بھی اکثر۔ جب وہ ہوتے امامت وہی کرتے۔

جس کا لحن بھی لحن طیبی سے کچھ مشابہ ہوتا۔ میں تاثر لیتا۔ اب برسوں سے اس کی نوبت نہیں آئی تھی کہ کچھ سُنتا۔ مولانا کہولت سے گزر کر شیخوخت کی منزل میں آ گئے تھے لحنیت اور گلے کے گھنگرو اپنا زیر و بم ختم کر چکے تھے۔

پرسوں یہ لکھنوی حضرات اور قاری اسلم ندوی آئے میں نے کچھ سنانے کی فرمائش کی برائے نام کچھ تشابہ تھا یا ذہن نے محسوس کیا قریب تھا کہ دل اور آنکھیں بے قابو ہو جائیں بند ضبط ٹوٹ جائے۔ قرأت طیب یاد آ گئی اور پرسے یہ حادثہ سُن ہی چکا تھا عشیة قیل طیب لیس فینا۔ آج وہ نہیں ہیں وہ عصر ختم ہو گیا۔ دیوبند کا زمانہ اپنا قیام، اکابر کا مجمع، مولانا طیب کا حسین سراپا، اُن کی لحنیت، طیب سب کی آنکھ کا تارا تھے، اُن کی نسبت، حضرت مہتمم سلالۂ قاسم الخیرات کے بیٹے ہونا ذاتی جمال و کمال، مکارم، خوش کلامی، خوش خطابی، خوش تعبیری مضامین، خوش نوائی لحن، لباس و تلبس تک میں گونہ تزئین، جمال امتزاج اور رنگ، علمی مذاکرہ میں نرال انداز، جمال بھی کمال بھی نوال بھی مگر جلال نہیں (بمفہوم عرفی) ورنہ زندگی کے سب پہلو جلالت کے شاہدِ عدل اور فخامت کے غماز جو بعد میں ایسے نمایاں ہوئے کہ فخر اماثل کہے گئے یہ ہرگز نہ اطراء ماوراح تھا نہ مبالغہ۔ اللہ ان کی گور کو اپنے انوار سے معمور فرمائے۔

میں کہہ سکتا ہوں کہ اُن کے بہت سے بظاہر مداح و معتقدین سے زیادہ مجھے اُن کے اوصاف ذکیہ پر اطلاع ہے مجھے بہت سے زمان و مکان واوقات و احوال میں اُن سے اور ان کا قرب رہا ہے سفر میں حضر میں حج میں۔

ہاں مگر میں ان کی کمزوریوں کو بھی جانتا ہوں ان کے قامتِ بلند کے پیش نظر سیئات المقربین مگر بڑے سے بڑا آدمی سینہ پر ہاتھ رکھ کر بتائے کہ وہ .... اس سے خالی ہے یہ تو ناگزیر ہیں۔ اللھم استر عیوبی وامح ذنوبی دعا بتائی گئی۔ عیوب وہ کمزوریاں ہیں جو زائل نہیں ہو سکتیں مغلوب و مستور ہو سکتی ہیں اسی لئے ان کے صرف ستر اور

ذوق سے کے موکی دُعا بتلائی گئی۔

ایک ہفتہ ہونے کو آیا ان کا نقشِ جمیل ذہن پر کس کس نوع وجہت سے اُبھر کر نہیں آیا۔ ان کی جوانی بڑھاپا کہولت ان کے اقوال افکار رفتار مجالس۔ وہ اپنی ذات سے ایک انجمن تھے اب اللہ اُن کو احبار اُمتہ کی انجمن میں جگہ دے اور یہ اُن کی صحبت کبھی منتہی نہ ہو دل بھی چاہتا ہے کہ بس یہی ذکر کرتا رہوں۔ کوئی ذکر کرتا ہے تو میں گویا اس کے منہ سے نوالہ چھین لیتا ہوں اور خود بات کرنے لگتا ہوں۔ بار بار خیال ہوتا ہے کہاں کس حال میں ہوں گے۔

نہ قاصد ہے نہ سفیر ہے نہ مرغ نامہ بر ہے کن کن احبار و آباء صالحین سے ملاقات ہو رہی ہوگی۔ کوئی بے قاعدگی ہوئی بھی ہوگی تو وہ یعفو عن کثیر ہے اور اس کا کثیر تو کل ہی ہے سب محو کر دے گا۔ کتنی شہادات انام ان کے لیے ہوں گی۔ جنازہ پر آنے والے شہداء ہی ہیں۔ کتنوں نے عقیدت سے زندگی میں مصافحہ کیا ہوگا انتم شہداء اللہ فی الارض کتنوں نے اُن کے محققانہ خطابے شہادت حق سُنی ہوگی اور خود اُن کے لیے شہادت دی ہوگی خطہائے ارض میں کون سا مقام ہے جہاں انہوں نے اللہ و رسُول کا نام اور بات نہ کہی ہوگی۔ ایشیاء، یورپ، مغرب اقصیٰ مشرق وُسطےٰ سب ان کے اعمال نامہ میں مکتوب و محفوظ ہیں فاللہ آواہ مقام المتقین و بوّاہ فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

اللہ آپ سب کو صبر دے اَجر دے، حادثہ کی اہمیت ناقابلِ انکار ایسی شخصیت کا فقدان ناقابلِ تلافی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرۃ مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ قاسمی مرحوم و مغفور

آزادئ ہندوستان کا خاموش راہنما

دارالعلوم دیوبند

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آزادی بہت بڑی نعمت ہے جبکہ آزادی ہی ہر خوشی کا سرچشمہ ہے۔ لیکن آزادی ہمیں اچانک نہیں مل گئی، اور آسمان سے بارش کی طرح ایک دم برس نہیں گئی، بلکہ کتنے ہی صبر آزما دنوں مہینوں اور سالوں نکتنے ہی دارورسن کے ہنگاموں اور قید و بند کی ہیبت ناک کٹھروں بلکہ کتنی ہی تڑپتی ہوئی لاشوں سے گزر گزر کر یہ آزادی کی دولت ہم تک پہنچی ہے۔ گو آج کی تاریخ میں آزادی کا پارسل ہمیں بیک دم اور پُر امن طریق پر اچانک شب کے بارہ بجے موصول ہو گیا لیکن دمکتنے تاریک سمندروں سے گزرتا ہوا ہند و پاک پہنچا کتنے طوفانوں میں سے نکلا اور کتنی خطرناک خلیجیں اس کی راہ میں حائل ہوئیں جن کا کتنے ہی آہنی قسم کے انسانوں نے مقابلہ کیا؟ ایسے اہم سوالات ہیں جن سے ہماری تاریخ وابستہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا اس لئے آزادی کی خوشی کیساتھ اگر ان غموں کی اور ظلم سہنے والی عظیم المرتبت شخصیتوں کی داستان سامنے نہ لائی جائے جو آزادی کے اولین علمبردار تھے تو نہ آزادی کی خوشی مکمل ہو سکتی ہے اور نہ یوم آزادی کوئی روشن دن ہی بن سکتا ہے۔ کیونکہ ہماری خوشی کی تعمیر ان ہی کے غموں اور غم خواریوں کی اساس پر کھڑی ہوئی ہے اگر وہ قید و بند اور دارورسن کا غم نہ کھاتے تو یہ آزادی کی خوشبو ہمارے دماغ تک نہ پہنچتی۔ اس لئے ہماری خوشی ان کی آزادی خواہانہ روشوں کے تذکرہ کئے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

ایسی بُلند پایہ شخصیتیں کافی تعداد رکھتی ہیں جنہوں نے اپنے اپنے موقع پر سرفروشی کے جوہر دکھائے اور ایثار و قربانی سے گو اپنے کو ختم کر لیا مگر آنیوالی نسلوں کے لئے آزادی کی خوشیاں منانے کی راہ ہموار کر گئے۔ ان میں متعدد شخصیتیں آزادی کے ہیرو کی حیثیت رکھتی ہیں جن کے تذکروں سے تاریخ کا دامن بھرپور ہے۔

میں اس موقع پر ایک ایسی نامور اور عظیم القدر شخصیت اور اس کی اصولی شاہراہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں نہ صرف ذاتی طور پر حصہ ہی لیا اور نہ صرف ایک ہیرو بلکہ امیر لشکر و سپہ سالار فوج کی حیثیت سے شاملی کے میدانِ جنگ میں پیش قدمی بھی کی۔ کہ اس میں اور شخصیتیں بھی پیچھے نظر نہیں آتیں۔ بلکہ جنگ کی فتح و شکست کو آنکھوں میں رکھ کر آزادی پسندی اور آزادی خواہی کی ایک ایسی اصولی شاہراہ ڈال دی جس سے جماعتیں کی جماعتیں آزادی کے میدانوں میں مارچ کرتی ہوئی نظر آنے لگیں، بلکہ دلوں اور دماغوں کی تربیت ہی آزادئ ضمیر، آزادئ زبان و قلم اور آزادئ ملک

وملت کے جذبات کی اساس پر بہتے رہنے کی راہ پڑگئی۔ اور جو فتح شاملی کا میدان کارزار تیغ وسنان سے نہیں پا سکا تھا وہ ان اصول کے ہتھیاروں سے قلم وزبان کے میدان میں نظر آگئی اور نظر بازوں سے ہمکنار ہو گئی۔

میری مراد اس سے حضرتِ اقدس حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی نوّر اللہ مرقدہٗ بانی دار العلوم دیوبند کی ذاتِ گرامی ہے جو اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کے دل و دماغ کے اور علماً وعملاً امدادِ الٰہی لسان کی حیثیت سے اوّلاً شاملی کے ۵۷ءکے میدان میں سامنے آئے اور اس ہنگامۂ راست وخیز کے خاتمہ پر انہوں نے علم وعمل کی رونمائیوں کے لئے دار العلوم دیوبند کی تاسیس کی۔

گویا شاملی کا میدان اور دار العلوم کی سرزمین ایک ہی حقیقت کے دو رخ تھے۔ فرق تیغ وسنان اور قلم وزبان کا تھا وہاں تشدد کیساتھ آزادیٔ ملک وملت اور آزادیٔ مذہب ودین کا نصب العین سامنے تھا اور یہاں عدم تشدد کیساتھ علمی اخلاقی اور آئینی رنگ میں وہی منصوبہ پیشِ نظر تھا۔ وہاں اس نصب العین کے لئے افراد استعمال کئے جارہے تھے اور یہاں اس کے افراد بنائے جانے لگے وہاں نام میدانِ جنگ کا تھا اور یہاں نام مدرسہ اور مکتب امن وصلح کا تھا۔ وہاں قلب ودماغ کے اشاروں پر ہاتھ پیر کام کر رہے تھے اور یہاں براہِ راست دل ودماغ نے خود اپنے تصرفات دکھلائے۔

غرض حضرت والا نے میدان شاملی کے نتائج پیش رکھ کر دار العلوم دیوبند کی تاسیس کی اور اس کے اصول اور نظام کار کو ایسے انداز پر اٹھایا کہ شاملی کے میدان کی تلافی ہو اور جو منصوبہ اسوقت کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکا تھا وہ اب ہو جائے۔

حضرت والا نے دار العلوم دیوبند بلکہ ۵۷ء کے بعد کے تمام دینی مدارس کے لئے آٹھ اصول کا ایک دستور اساسی مرتب فرمایا۔ جو دار العلوم کی معنوی تاسیس تھی۔ اس کی ہشتگانہ دفعات میں اپنے ذہن کا وہ جمہوری نظام جس کو آپ وقت کی پکار سمجھ رہے تھے اور جو ایک طرف اگر علاقہ خواص پر مشتمل تھا تو دوسری طرف اس کی روح رابطۂ عوام تھی ذہن سے نکال کر کاغذ پر رکھ دیا۔

حضرت والا نے ان اصول کے راستہ سے قوم کو حکومتِ وقت اور اُمراءِ عصر سے بے نیاز ہو کر حقِ خود ارادیت اور حقِ خود اختیاری کیساتھ اپنے قدموں پر کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ جو قوم خود اپنی قدرت سے قادر نہ ہو وہ ہمیشہ دوسروں کے رحم وکرم پر جیتی ہے۔ اور وہ جینا زندگی نہیں موت بصورت حیات ہے۔

حضرت نے ۵۷ء کے بعد بھانپ لیا تھا کہ اگر قوم ملک وسیاست کے ساتھ علم واخلاق اور ذہن وفکر میں بھی خود ارادیت باقی نہ رہا تو اس قوم کی بنیاد ہی منہدم ہو جائے گی۔ اور وہ کبھی بھی اجتماعی طور پر خود اختیار بن کر نہ اُبھر سکے گی۔ اس لئے حضرت والا کے نزدیک قوم سیاسی محکومی اور اجتماعی غلامی کے ازالہ کی واحد تدبیر یہی یہ تھی اور واقعۃً یہی تھی کہ قوم کو علم دین کے راستہ سے اجتماعیت کی لائنوں پر ڈال دیا جائے۔

اور یہ جبھی ممکن تھا کہ تعلیم وتربیت کے نظام کو شخصیاتی لائن کی بجائے جماعتی اصول پر قائم کیا جائے تاکہ ایک

طرف تو عوام کی قوت اس کے ساتھ ہو جائے اور دوسری طرف اس تعلیم اور نظم تعلیم کے پروردوں میں دینی حدود کے ساتھ جمہوری تنظیم کا مذاق پیدا ہو جائے۔

حضرت والا دل کی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ زمانہ عوام کو ابھارنے والا ہے حکمرانی کی قوتیں عوام کی طرف منتقل ہونیوالی ہیں اگر یہ صورتحال خود رو طریق پر ہوئی تو اس عوامیت میں لادینی کے جراثیم کارفرما ہو جائیں گے جس سے اس دین شعار قوم کی حقیقی بنیادیں ہی ختم ہو جائیں گی اور اس کا قومی وجود ہی سرے سے باقی نہ رہے گا۔

اس لئے آپ نے اس ادارہ میں تعلیم تو خالص دین کی جاری فرمائی اور نظام تعلیم یعنی نظم ادارہ کے اصول اجتماعی اور جمہوری رنگ کے رکھے تاکہ دین اور نظم دونوں کے مجموعہ سے قوم میں دینی خود اختیاری کی قوت پیدا ہو جائے کہ الملك و الدين توأمان (ملک اور دین دو جڑواں بچے ہیں) ایک سے دوسرا جدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت والا کے ان اصول ہشت گانہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اصول لکھتے وقت آپ گویا شاملی کے میدان میں کھڑے ہوئے ہیں قوم کی ہزیمت و شکست کا منظر آپ کے سامنے ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ حکومت متسلطہ شکست خوردہ قوم کے حقوق آزادی کو کچل رہی ہے اور اس کے قومی تشخص اور حق خود ارادیت کو اور ساتھ ہی اس کے مذہب اور قومی بنیادوں کو جن پر اس کی قومی شخصیت کی عمارت کھڑی ہوئی ہے پامال کرنے پر تلی ہوئی ہے جیسا کہ اس کی تفصیلات آپ کو سوانح قاسمی میں ملیں گی جن کا سلسلہ ۱۸۵۷ء سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔

حضرت والا نے ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد محسوس کیا کہ اب تلوار سے تلوار کے مقابلہ کا وقت نہیں ہے تو آپ لوہے کی تلوار میان میں کر لیتے ہیں اور تعلیمی لائن کے ہتھیار میان سے نکال کر میدان مقابلہ میں آجاتے ہیں۔ گویا شاملی کا جہاد ابھی ختم نہیں ہوا صرف رُخ بدلا ہے اور ہتھیاروں کی نوعیت تبدیل ہوئی ہے۔

اس ٹھنڈے مقابلہ کا پہلا قدم قوم کی سنبھال اور رکھوال تھی جبکہ اسے ناتربیتی اور لاتعلقی ہی کی وجہ سے شکست اور ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا تھا اس لئے اس جدید اقدام میں تعلیم و تربیت کے راستہ سے قدیم ناتربیتی اور لاتعلیمی کے اثرات زائل کرنے تھے۔ احساس کمتری کو دلوں سے دُور رکھنا تھا تاکہ حوصلوں میں فرق نہ آجائے۔

دوسرا قدم دین کی اخلاقی تربیّت، صفائی قلب، پاکیزگی نفس اور جذبات حُب فی اللہ اور بغض فی اللہ سے قوم کی تعمیر تھی تاکہ آزادئ ضمیر کی رُوح اس میں مستحکم ہو جائے۔

اور تیسرا قدم علم و عمل اور اخلاق کے ان سانچوں میں حریت نفس اور آزادئ ملک و ملت کے ایسے جذبات کا رنگ بھرنا تھا جن میں فکر و بصیرت کیساتھ اخلاص و ایثار اور قوم پروری کی روح دوڑ رہی ہو۔

دارالعلوم کے یہ بنیادی اصول اجتماعی رُوح کیساتھ حضرت نے اسوقت وضع فرمائے جبکہ نئے تسلط و اقتدار کے زیر اثر سربرآوردگان ملک عوام کے جذبات سے الگ ہو کر طاقت متسلطہ کی گود میں اپنے کو ڈال رہے تھے۔ حریت کاری

کے بجائے "وفاداری" کا خمار خود سروں کے سروں میں بھر چکا تھا اور قومی رشتے حکومتی رشتوں پر بھینٹ چڑھائے جا چکے تھے حضرت کے اس وقت ان آٹھ اصول کے راستہ سے استغنائی رنگ میں اس ادارہ کی بنیاد رکھی اور اس علمی تنظیم سے خواص کے ذریعے عوام کو ابھارنے اور مضبوط بنانے کا پروا ڈالا اور ملک کے اونچے طبقہ سے ہٹ کر جو حکومت کی گود کی طرف بڑھ رہا تھا ایک آزاد نظام برپا کرنے کا فیصلہ ان اصول کے راستہ سے کر لیا۔

ان اصول اور ان کے بنائے ہوئے علمی اداروں یعنی دارالعلوم دیوبند اور اس کی فروعات سے ملک کی علمی اور دینی خدمات کیا ہوئیں؟ اور ۱۲۸۳ھ کے بعد ملک کے ایک ایک کونے بلکہ پوری دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں علم و اخلاق اور قال اللہ وقال الرسول کی روشنی کس حد تک پہنچی اور پھیلی؟ اس تحریر میں میرا موضوع بحث نہیں۔ میری غرض صرف یہ ہے کہ اس کے علاوہ اجتماعی لائنوں میں ان اصولوں نے کیا اثر دکھایا اور اس دارالعلوم سے علمی تنظیم کی صورت سے اجتماعی رجحانات اور ان کے عملی نتائج کس حد تک ظاہر ہوئے؟

سوال کا اجمالی خاکہ سامنے لانے کے لئے پہلے ان اصول ہشت گانہ کا متن پڑھئے اور پھر ان کے پیدا کردہ ذوق اور ذوق سے پیدا شدہ عملی آثار کو دیکھئے۔

اصول کا متن جو حضرت والا کے قلم کا لکھا ہوا خزینہ دارالعلوم میں محفوظ ہے حسب ذیل عنوان سے شروع ہوتا ہے۔

"وہ اصول جن پر یہ مدرسہ اور نیز اور مدارس چندہ مبنی معلوم ہوتے ہیں"

اس عنوان کے نیچے حسب ذیل آٹھ اصول قلمبند فرمائے گئے ہیں؛

۱۔ اصل اول یہ ہے کہ تا مقدور کارکنان مدرسہ کو ہمیشہ تکثیر چندہ پر نظر رہے۔ آپ کوشش کریں اوروں سے کرائیں خیر اندیشان مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے۔

۲۔ ابقاء طعام طلبہ بل کہ افزائش طعام طلبہ میں جس طرح ہو سکے خیر اندیشان مدرسہ ہمیشہ ساعی رہیں۔

۳۔ مشیران مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خوبی اور اسلوبی ہو۔ اپنی بات کی پچ نہ کی جائے۔ خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی کہ اہل مشورہ کو اپنی مخالفتِ رائے اور اوروں کی رائے کے موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسہ کی بنا میں تزلزل آجائے گا۔ القصہ تہہ دل سے بروقت مشورہ اور نیز اس کی پس و پیش میں اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے سخن پروری نہ ہو اور اس لئے ضروری ہے کہ اہل مشورہ اظہارِ رائے میں کسی وجہ سے متامل نہ ہوں اور سامعین بہ نیت نیک اس کو سنیں یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آجائے گی تو اگرچہ ہماری مخالفت ہی کیوں نہ ہو بدل و جان قبول کریں گے اور نیز اسی وجہ سے یہ ضروری کہ مہتمم امور مشورہ طلب میں اہل مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ مشیر مدرسہ رہتے ہیں یا کوئی وارد و صادر جو علم و عقل رکھتا ہو اور مدرسوں کا خیر اندیش ہو اور نیز اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اگر اتفاقاً کسی اہل مشورہ سے مشورہ کی نوبت نہ آئے اور بقدر ضرورت اہل مشورہ کی مقدار معتد بہ سے مشورہ کیا گیا ہو تو پھر وہ شخص اس وجہ سے

ناخوش نہ ہو کہ مجھے کیوں نہ پوچھا۔ ہاں اگر مہتمم نے کسی سے نہ پوچھا تو پھر ہر اہلِ شورہ معترض ہو سکتا ہے۔

۴۔ یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور مثلِ علماءِ روزگار خود بین اور دوسروں کے درپے توہین نہ ہوں خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی تو پھر اس مدرسہ کی خیر نہیں۔

۵۔ خواندگی مقررہ اس انداز سے جو پہلے تجویز ہو چکی ہے یا بعد میں کوئی اور انداز مشورہ سے تجویز ہو پوری ہو جایا کرے ورنہ یہ مدرسہ اوّل تو خوب آباد نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا۔

۶۔ اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ انشاءاللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہو گئی جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف و رجاء جو سرمایۂ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امدادِ غیبی موقوف ہو جائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائے گا۔ القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے۔

۷۔ سرکار کی شرکت اور اُمراء کی شرکت بھی مضر معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ تا مقدور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے جن کو اپنے چندہ سے امید ناموری نہ ہو بالجملہ حسنِ نیتِ اہلِ چندہ زیادہ پائیداری کا سامان معلوم ہوتا ہے۔

ان اصولِ ہشت گانہ کی رو سے حضرتِ والا نے:

سب سے پہلے اس ادارہ کو عوامی اور جمہوری قرار دیا اور اس کی کفالت کا بار عوامی چندوں پر رکھا تاکہ یہ ادارہ سرکاری یا کسی مخصوص پارٹی کا کہلانے کی بجائے جمہوری اور عوامی کہلائے۔ پھر اس کی ضروریات کی اپیل بھی براہِ راست عوام ہی سے رکھی جس کا سلسلہ واسطہ بلاواسطہ قائم رکھنے کی ہدایت فرمائی تاکہ کسی وقت بھی ادارہ عوام اور جمہور سے مستغنی نہ ہو اور عوام کی توجہ کسی آن ادارے سے ہٹنے نہ پائے۔ ساتھ ہی تکثیرِ چندہ کی مساعی جاری رکھنے کی بھی تلقین فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی تاکہ جس رفتار سے وہ بڑھے اسی رفتار سے ادارہ کا حلقۂ اثر بھی وسیع ہوتا چلا جائے اور زیادہ سے زیادہ عوام کا رابطہ اس سے قائم ہوتا رہے۔

چنانچہ اسی اصول کی روشنی میں اس ادارہ کی مجلسِ شوریٰ کو (جو اس کے نظم و نسق کی ذمہ دار ہے) وکیل اہلِ چندہ اور مالیات میں نمائندۂ عوام قرار دیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ عوام صرف چندہ دہندگان ہی نہیں بلکہ واسطۂ مجلسِ شوریٰ اس کے مالی مصارف کے نگران اور مجوز بھی ہیں اور اوّل سے آخر تک ادارہ میں انہی کا عمل دخل ہے۔

آج کی دنیا میں سیاسی انقلاب لانے والی یا حکومت چلانے والی جماعتوں کے بنیادی اصول کیا اس سے کچھ مختلف ہیں۔ ان کے یہاں آج کے جمہوری دور میں انقلاب لانے کا بنیادی اصول رابطۂ عوام کے سوا اور کیا ہے اور اس رابطہ کی صورت آخر اس کے سوا کیا ہوتی ہے کہ عوام کو مرکز سے وابستہ کر کے ان کی قوت سے کام لیا جائے اور انہی کے حصہ رسد سرمایہ

سے کام آگے بڑھایا جائے۔ خلافت کمیٹی قائم ہوئی تو اس نے بھی عوام کو ممبر بنا کر رکنیت کی فیس رکھ دی۔ کانگریس کمیٹی قائم ہوئی تو اس نے بھی عوام کی ۴ آنے کی ممبری سے کام چلایا۔ دوسری سیاسی پارٹیاں ابھریں تو انہوں نے بھی عوامی ممبر سازی اور رکنیت کی فیس رکھ کر ہی عوام سے رابطہ قائم کیا جس سے انقلابی کام آگے بڑھا۔

حضرت والا نے آج سے سو برس پہلے جبکہ رابطۂ عوام کا سسٹم عام نگاہوں کے سامنے نہیں آیا تھا یہ عوام کا ادارہ قائم کر کے عوام کو فیسِ رکنیت کے عنوان کے بجائے عوامی چندہ کے نام پر ادارے سے وابستہ کیا۔ اسی طریق کار کو بعد کے مُبصروں نے مدارس کی بجائے انجمنوں اور کمیٹیوں کی صورت سے اپنایا۔ فرق یہ رہا کہ سیاسی انجمنوں کا مقصد کوری سیاست تھی اور اس ادارہ کا مقصد سیاست اور دیانت کا مرکب نصب العین تھا۔ سیاسی کمیٹیوں نے سیاسی عنوان سے کام کیا اور اس ادارہ نے اپنی سیاست کو تعلیمی لائنوں سے آگے بڑھایا جس میں آزادیٔ وطن کیساتھ آزادیٔ مذہب و ملت کی رُوح بھی قائم رکھی۔

بہرحال اس اوّلین اصول کی رُوح اس عوامی چندہ کی جدوجہد سے ملک کے عوام اور غرباء سے زیادہ سے زیادہ رابطہ قائم کرنا تھا تاکہ ادھر تو عوام اس ادارہ کو اپنی چیز سمجھیں اور ادھر اس علمی ادارے سے وابستگی کے راستے سے ان میں علمی شعور پیدا ہو۔

ظاہر ہے کہ جب کہ ہر قوم میں اکثریت عوام اور غرباء ہی کی ہوتی ہے اور وہی قوم کی قوّت اور ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں اور اسی لئے ہر اجتماعی کام کا مدار رائے عامہ پر ہوتا ہے۔ اس لئے اصول مذکورہ کی رُو سے عوام یا رائے عامہ کو پشت پر لیکر درحقیقت آزادیٔ ملک و ملت کی ایک بنیادی قسط حاصل کر لی گئی۔ اور یہ اجتماعیت کی لائن کا پہلا قدم تھا جو اس ادارہ نے جنم لیتے ہی اُٹھایا۔

اسی کیساتھ دوسرے اصول میں قوم کے غریب بچوں یعنی طلبہ کی امداد طعام وغیرہ اور اس کی افزائش و تکثیر ضروری قرار دی تاکہ ان کی دلجمعی اور وابستگی کے واسطہ سے قوم اور ملک کو اس ادارہ سے وابستگی روز بروز بڑھتی رہے۔ گویا پہلا اصول اگر رابطہ عوام کا رکھا گیا جو پچاس برس بعد انقلابوں اور جمہوری حکمرانیوں کی اساس بننے والا تھا تو دوسرے اصول میں عوام کو خود بھی ادارہ کی طرف بڑھنے کا موقع دیا تاکہ اس دوطرفہ رابطہ سے اتحادِ باہمی کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی رہیں۔

گو اس دور کے سرکاری لائنوں کے افراد کی طرف سے اس عوامی چندہ کی تحصیل وصول اور غریب طلبہ کی امداد کو بھیک مانگنے اور بھک منگے تیار کرنے سے تعبیر کیا گیا کیونکہ ۱۸۵۷ء کے بعد ملک کے لئے چندہ کے ادارہ کا قیام ایک نئی چیز تھی اور سب سے پہلا چندہ کا مدرسہ دارالعلوم ہی تھا جو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد ۱۸۶۷ء میں قائم ہوا لیکن حضرت والا اپنے نورِ فراست سے محسوس کر چکے تھے کہ سرکاری ایڈ کیساتھ قومی رُوح کبھی پروان نہیں چڑھ سکتی اور

اس سرکاری امداد کا بدل بجز قومی چندہ کے دوسرا نہیں۔ اس لئے ان مطاعن کی پرواہ کئے بغیر آپ نے انگریزی سرکار کے علی الرغم ادارہ کو اس لائن سے آگے بڑھایا مگر زمانہ کی رفتار نے بہت جلد اس رابطۂ عوام کی ضرورت و اہمیت سمجھا دی اور یہ بھیک مانگنے اور بھک منگے بنانے کا سسٹم بالآخر ہر قوم پرور کو اختیار کرنا پڑا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس بارہ میں دارالعلوم نے ملک کی قیادت کی اور قومی اداروں کے قیام کی لائن سے حریت طلبی کا یہ اولین اصول عملی طور پر دنیا کے سامنے لا رکھا۔

رابطۂ عوام کے ساتھ اجتماعی لائنوں میں علاقہ خواص بھی ناگزیر تھا تو حضرت والا نے تیسرا اصول تالیف خواص کا رکھا جس کی رُو سے اس ادارہ کو شخصیاتی یا انفرادی رکھنے کی بجائے شورائی قرار دیا تاکہ اس کے کام شخصی ہونے کی بجائے جماعتی رنگ سے انجام پائیں کیونکہ شخصیتوں پر مبنی کام شخصیتوں کے اُٹھ جانے سے ختم ہو جاتے ہیں لیکن جماعتی کام افراد کے اُٹھتے رہنے کے باوجود بقاء پذیر رہتا ہے۔

ساتھ ہی ان مخصوص افراد کے رد و قبول کا معیار بھی کھول دیا گیا کہ شورائی ارکان مخلص ہونے کے ساتھ ساتھ صداقت و ایثار رائے ہوئے ہوں۔ اجتماعیت کا مذاق رکھتے ہوں بات کی پچ اور سخن پروری کی خو نہ ہو کہ اگر کسی کی شخصی رائے نہ چلے تو اس میں واک آؤٹ کا جذبہ ابھر آئے بلکہ حق پسندی کا جذبہ رکھتے ہوں کہ اپنی رائے کے مخالف بھی حق نظر آئے تو گردن جھکا دیں۔

پس آزادی ضمیر تو ایسی ہو کہ اپنی سچی رائے کے اظہار میں جھجک محسوس نہ کریں اور حق پسندی یہ ہو کہ دوسرے کی رائے سمجھ میں آجانے کے بعد مان لینے میں تامل تک نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ اس آزادئ ضمیر کے ساتھ آزادانہ دستوری فرائض ادا کرنے والوں سے آزاد ہی فضا پیدا ہو سکتی ہے اور ایسی آزاد فضا میں تعلیم بھی ہوگی تو آزاد، اور نظم و نسق بھی ہوگا تو آزاد، اور اس سے تربیت پاکر نکلنے والے بھی ہوں گے تو آزاد ضمیر جو آزاد ہی ماحول پیدا کر دینے کی صلاحیتیں رکھتے ہوں گے۔

اس اصول سے حضرت والا نے ذہنی آزادی کی بنیاد ڈالدی جو خارجی آزادی کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور اسطرح گویا آزادی کی ایک اور قسط حاصل ہوگئی۔

پھر اس تالیف خواص کا دائرہ بھی محدود یا تنگ نہیں رکھا بلکہ رائے و مشورہ کا دروازہ ہر وارد و صادر، ہر ذی عقل اور فہیم آدمی کے لئے کھلا رکھا جو اس قسم کے تعلیمی اداروں اور ان کے مقاصد سے ہمدردی رکھتا ہو۔ گویا علاقۂ خواص میں رابطۂ عوام کو فکری حد تک بھی نہیں چھوڑا گیا تاکہ ادارہ کو مخصوص اہل الرائے کی آراء میں محدود ہو کر ملک کے عام ذی رائے اور زیرک طبقہ طلبہ کی فکری اعانتوں سے محروم اور منقطع نہ ہو جائے جو انجام کار کاموں کے نقصان اور جماعتی نظم میں ضعف و اختلال کا سبب ہوتا ہے اور بالآخر نظم میں محدودیت و استبداد پیدا ہو کر جماعتی تعصب اور گروہ بندی جیسے جراثیم پیدا

ہو جاتے ہیں جو آزادی کے حق میں سنگ گراں ثابت ہوتے ہیں پس اس اصول سے راہِ آزادی کا ایک بھاری پتھر ہٹا دیا گیا جو اصولِ آزادی کی ایک اہم قسط ہے۔

۴۔ مرکز میں مربیوں اور کارکنوں کا اتحادِ مشرب لازمی قرار دیا گیا تاکہ اتحادِ خیال سے جماعتی نظم متحد اور مستحکم رہے ورنہ درصورتِ اختلافِ مشرب تقابل باہمی پھر اس سے خود بینی و خود ستائی اور اس سے دوسروں کی توہین و آزار رسانی کے جراثیم ابھر کر جماعتی نظم اور داخلی دلجمعی اور جماؤ کو تہ و بالا کر دیتے ہیں انتظامات میں پارٹی فیلنگ شروع ہو جاتی ہے جو انجامِ کار غلامی کی جڑوں کو اور زیادہ مستحکم کر دیتی ہے جو ایک آزادی پسند اور حریت طلب جماعت کے لئے سمِ قاتل ہے۔

اس لئے حضرت والا نے اس غلامی شکن اصول سے آزادی کا ایک اور مانع مرتفع فرما دیا یا جماعتی آزادی کے پروگرام کی ایک اور اہم قسط حاصل کر لی جس سے آزادی کی منزل قریب اور یقینی ہو جاتی ہے۔

۵۔ تجویزِ نصاب، مقدارِ خواندگی اور اندازِ تعلیم کو اس اصول کی رُو سے نہ تو شخصی محض رکھا جس میں وسعت نہ ہو اور نہ عامۃ الناس کے عامیانہ آراء و قیاسات کے تابع کیا جو عقلی تقاضوں اور مقتضیاتِ وقت سے معرّیٰ ہو بلکہ مشورہ مگر اور انہی اہلِ علم اور اہلِ تجربہ کی رایوں پر مبنی رکھا جو مثل علماءِ روزگار خود بین اور دوسروں کے درپے آزار نہ ہوں تاکہ تعلیم آزاد بھی رہے اور اس میں عامۃ المسلمین کے حالات اور وقت کے تقاضوں کی رعایت بھی ملحوظ نظر رہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی آزاد مگر مطابق حالات و مقتضیاتِ تعلیم سے دل و دماغ بھی آزاد مگر پابند حدود ہی پیدا ہو سکتے تھے اور ایسے ہی معتدل افراد سے ایک ایسے درمیانی قسم کے انقلاب کی توقع باندھی جا سکتی تھی جو ملک کی ساری قوموں کے لئے قابلِ قبول اور اپنے اپنے دائرہ میں نفع بخش ہو۔ جو نہ بے قید قسم کے انسانوں سے ممکن تھا نہ غلامی پسند اور محدود الخیال افراد سے متوقع تھا۔ پس اس پانچویں اصول سے عمومی آزادی اور ہمہ گیر انقلاب کی ذہنی استعداد پیدا کر دی گئی جس سے آزادی کی منزل قریب سے قریب تر لے آئی گئی۔

یہ اس سے کچھ مختلف نہیں ہے کہ ہر انقلاب پسند ادارہ اپنے مطلوبہ رنگ کے انقلاب کے مطابق ہی کانسٹی ٹیوشن بنا کر افراد تیار کرتا ہے۔ تنگ دل طبقہ تنگ دلانہ لٹریچر دماغوں میں ٹھونستا ہے اور متعصب فرقہ تعصب آمیز کورس سے دل و دماغ کو تنگ نظر بناتا ہے انجام کار جو طبقہ بھی انقلاب میں خالص ابھاتا ہے، انقلاب اور تعمیر جدید میں اسی کی ذہنیت کارفرما ہو جاتی ہے۔ متعصب تھا تو انقلاب و تعمیر میں تعصب و تنگ دلی کے مظاہرے ہونے لگتے ہیں اور فرقہ پرست تھا تو فرقہ پرستی کے۔ اس لئے حضرت والا نے نصاب کو کوری آزادی و بے باکی اور خالص بستگی و غلامی دونوں ذہنیتوں سے الگ رکھ کر درمیانی رکھا جو دل و دماغ میں ہر طبقہ کے لئے گنجائش اور وسعت پیدا کر سکے کہ اسی سے درمیانی قسم کا انقلاب پیدا ہو سکتا تھا۔

(باقی آئندہ شمارے میں ان شاء اللہ)

حسبی اللہ

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلام

منقول

از: ابن خلدون

ملازمین کے نام

خوفِ خدا

امابعد دیکھو اس اللہ سے ڈرو جو ایک و تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے غیظ و غضب اور ناراضگی سے لرزاں و ترساں رہو۔ رات دن اپنی رعیت کی دیکھ بھال اور غور پرداخت کرو صحت و عافیت میں آخرت کو کبھی نہ بھلاؤ۔ اسوقت کو یاد رکھو جو تم پر آنیوالا ہے ان باتوں کو دھیان میں لاؤ جن پر تم کو نگران مقرر کیا گیا ہے ان کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا اور تم سے بازپرس ہوگی اور نہ صرف ان کو خیال میں لاؤ بلکہ ان کے مطابق عمل اور تمام امورِ خیر کے پابند رہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے گا۔ اور آخرت میں اپنے دردناک عتاب اور دکھ والے عقاب سے بچالے گا۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان کیا ہے اور تم پر بڑی مہربانی فرمائی ہے کہ اپنے بندوں کی دیکھ بھال تمہارے ہاتھ میں رکھی۔ تم پر واجب کیا ہے کہ تم اس کیساتھ عدل و انصاف سے پیش آؤ اور اللہ کے بنائے ہوئے حقوق و حدود پر ان کو کاربند رکھو ان پر سے مصیبتیں اور آفتیں دور کرنے کی کوشش کرو ان کے ننگ و ناموس ان کے عہدے و منصب ان کی جانوں اور خاندانوں کی پوری پوری حفاظت کرو غرض ان کو راحت اور آرام پہنچانے کے ذمہ دار بن جاؤ۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تم سے ان چیزوں کے بارے میں بازپرس کرے گا جن کی پابندی تم پر فرض قرار دی گئی ہے اور جن پر تم کو آگاہ کر کے ان کے بارے میں تم سے جواب طلب کرے گا اور پھر بعد میں جو کچھ کر چکے ہو اس پر تم کو مناسب بدلہ دے گا لہٰذا ان امور مذکورہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے دینی فہم و عقل اور بصارت کی طاقت کو کھپا دو اور تمہاری مشغولیت بھی ان کو عمل میں لانے سے مانع نہ آئے۔ کیونکہ یہ تمہارا چوٹی کا کام ہے یہ تمہاری حالت کی صحیح اصلاح ہے سب سے پہلے اسی پر بیدار کیا جائے گا۔

اہمیتِ نماز

تم کو چاہئے کہ تم سب سے پہلے اپنے نفس کو نماز پنجگانہ کا عادی بناؤ اور اسپر ہمیشہ کاربند رہو۔ جماعت کے پابند رہو۔ سنتیں بھی ہرگز ترک نہ کرو۔ وضو ٹھیک طریقے سے کرو۔ وضو میں دھویا جانیوالا کوئی عضو سوکھا نہ چھوڑو اس کی ابتداء اللہ کے ذکر سے کرو۔ قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ رکوع سجدہ تشہد میں جلدی نہ کرو بلکہ بدن کو ٹھہراؤ اور نماز میں اپنا دل و دماغ لگا دو اور جو لوگ تمہارے ہیں یا ماتحت انکو بھی امورِ خیر کا پابند بناؤ۔

سُنّتِ رسُول

ان فرائض کی پابندی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنا شعار بناؤ آپ جیسے اخلاق سیکھو اور پھر آپ کے بعد جو سلف صالحین گذرے ہیں ان کے بھی نشاناتِ قدم پر چلو۔ جب

تم کو کوئی مشکل درپیش ہو تو استخارہ کرو تقویٰ اختیار کرو اور قرآن پاک میں جو امر و نہی، حلال و حرام کا حکم وارد ہوا ہے اس سے ذرّہ برابر انحراف نہ کرو۔ پھر حدیثِ نبوی کو بھی ہرگز نہ بھلاؤ بلکہ اپنا لائحہ عمل بنالو۔

رضائے الٰہی

پھر جو قدم بھی اُٹھاؤ اللہ کی خوشنودی کی خاطر ہو اور اپنی پسندیدہ باتوں میں انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور اس میں کسی اپنے پرائے کی رُو رعایت نہ کرو فقہ کو سیکھو اور اہلِ فقہ کی قدر و منزلت کرو دین کی قدر دل میں بٹھاؤ جان لو کہ انسان کو سب سے زیادہ زیب دینے والی صفت یہ ہے کہ وہ علم فقہ کو سیکھے سکھائے پڑھے پڑھائے اور اس کی طلب میں لگا رہے اور ہر امر کی تلاش میں رہے جو اللہ سے قرب نصیب کرے کیونکہ یہی چیز اس کی بھلائی کی پوری پوری نشانی ہے۔ بھلائی کی طرف اس کی رہنما اور مشیر ہے اور یہی اسکو گناہوں اور مہلک باتوں سے بچاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو تو اس کی معرفت کے راستے انسان پر کھلتے چلے جاتے ہیں اس کی بڑائی دل میں بیٹھتی چلی جاتی ہے۔ آخرت کے بڑے درجے پانے کا مستحق بنتا ہے بلکہ دُنیا میں بھی جب تمہاری نیکی سب لوگوں پر کھلے گی تو تمہارے حکم کو وہ سر آنکھوں پر رکھیں گے اور تمہارے غیظ و غضب سے ڈریں گے تم سے مانوس رہیں گے تمہارے عدل و انصاف پر ان کو پورا بھروسہ ہوگا۔

اعتدال

تم اپنے تمام کاموں میں میانہ روی اختیار کرو کیونکہ اس سے زیادہ نفع بخش امن و حفاظت کا ذمہ دار اور فضیلت و بزرگی کی نشانی کوئی چیز نہیں امور میں اعتدال ہی انسان کو بھلائی اور بزرگی کی طرف لیجاتا ہے اور بھلائی توفیقِ ایزدی کی نشانی ہے اور توفیقِ سعادت کی طرف رہنمائی کرتی ہے بلکہ خود دین و سنّت رسول کا اقرار اسی اعتدال سے ہے اور دُنیا کی اصلاح کا اسی پر مدار ہے۔

فکرِ آخرت

آخرت بنانے میں ذرّہ بھر کوتاہی نہ کرو اور اجر و ثواب کو ہاتھ سے نہ جانے دو نیک عمل و نیک چلنی، خوش اطواری اور خیر طلبی دوسروں کی مدد اور ان کے ساتھ ہمدردی اور زیادہ سے زیادہ بھلائی کے لئے سعی اور جد و جہد کی عادت ڈالو اور ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی پیشِ نظر رکھو۔ آخرت میں اولیاء اللہ کی صحبت اور معیت کے خواہشمند رہو۔ کیا تم کو اتنا پتہ نہیں کہ دنیوی امور میں میانہ روی عزت بخش ہے گناہوں سے بچاتی ہے اور تمہارے کاموں کی اصلاح ہر خیر خواہ اور ناصح سے زیادہ اثر رکھتی ہے لہٰذا میانہ روی کو ضرور اختیار کرو اور اس سے ہدایت حاصل کرو۔ تمہارے سب کام بنتے چلے جائیں گے تمہارے اختیارات بڑھیں گے اور تمہارے ہر خاص و عام معاملہ سنور جائیں گے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو تمہاری رعیت کی گردنیں تمہارے سامنے جھکی رہیں گی۔ سب کاموں میں اللہ کا وسیلہ ڈھونڈو تم پر جو اسکی نعمت ہے وہ باقی رہے گی۔

رفقائے کار اور ماتحتوں سے برتاؤ

جس کو تم کوئی کام سپرد کرو اس میں کوئی اسیر اتہام نہ لگاؤ جبتک حالات کو خوب تحقیق و تفتیش نہ کرلو۔ کیونکہ پاک دامنوں کو متہم اور

ان کے بارے میں بدظنی کرنا سب سے بڑا گناہ ہے لہٰذا اپنے ساتھیوں کے متعلق حسنِ ظن رکھو بدظنی کے خیالات دل سے نکال پھینکو تاکہ وہ اپنی ذمہ داری کے کاموں کو محنت و مشقت اور دل جمعی سے انجام دیں اللہ کے دشمن شیطان کو بہکانے کا موقع نہ دو۔ وہ تمہاری ذراسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر بدظنی بے کل تمہارے دل میں پیدا کرتا ہے اور یوں تمہاری زندگی کی لذت کو بدمزہ کر دیتا ہے یاد رکھو کہ حسنِ ظن سے ایک تو قوت و راحت محسوس کرو گے جس سے تمہارے کام حسبِ منشاء طے پائیں گے لیکن اپنے ساتھیوں کیساتھ حسنِ ظن رکھنے اور اپنی رعایا کیساتھ رفق و نرمی سے پیش آنے کے یہ معنی بھی نہیں کہ ان کے معاملات کی تحقیق و تفتیش ہی نہ کی جائے اور دوستوں کے کاروبار سے سرگرد ہی نہ رکھا جائے یا رعیت کے حالات و حوائج سے غفلت برتی جائے۔ رعایا کی ذمہ داریوں کا بوجھ تمہارے لئے دیگر امور کی ذمہ داریوں سے آسان تر ہونا چاہئیے۔ کیونکہ یہ بوجھ دین کی حقیقت کو برقرار رکھتا ہے اور سُنّت بھی اس سے زندہ ہوتی ہے۔

خلوصِ نیت اور اصلاحِ احوال

ایک بات اور سُن لو کہ ان سب اُمور میں خلوصِ نیت درکار ہے بغیر اخلاص کے کچھ نہیں اور اپنے نفس کی اصلاح اعمال کے بارے میں سوال اُٹھے گا تمہارے اچھے اعمال پر تمکو ثواب و اجر ملے گا اور تمہاری لغزشوں پر تمہاری گرفت ہوگی۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت و عزت کا ذریعہ بنایا ہے اور جو دین کی پیروی کرتا ہے اسکو بلند مرتبہ پر پہنچاتا ہے اور جن پر تمہاری سیاست چلتی ہو یا جو تمہاری نگرانی اور دیکھ بھال میں ہوں ان کو بھی دین کے راستے پر چلاؤ اور ھدایت کے راستے پر لگاؤ اور خود اپنے آپ کو بھی نہ بھلاؤ۔ جرائم پیشہ لوگوں پر مطابق جرم و قصور سزائیں جاری کرو نہ سزا سے درگزر کرو نہ اس میں نرمی روا رکھو نہ اس کو ٹالو کیونکہ اس میں کمزوری تمہارے حسنِ ظن میں رخنہ ڈالے گی۔

اعمالِ صالحہ

اپنے کاموں میں سُنّتِ نبوی کی پیروی کرو اور بدعات و شبہات کو قریب نہ پھٹکنے دو تو دین بھی تمہارا محفوظ رہے گا اور تمہاری غیرت و حمیت اور مردانگی بھی برقرار رہ سکے گی عہد کی پابندی کرو اور وعدہ کا ایفاء، نیکی کی طرف ہمیشہ مائل رہو اور بہتان سے بچو اور چغلخوروں کو بُری نظر سے دیکھو تمہارے دُنیا اور آخرت کے کاموں کی ابتری کی پہلی نشانی یہ ہے کہ تم جھوٹوں کو پاس بٹھاؤ اور جھوٹ پر ان کو جرأت دلاؤ۔ جھوٹ سے دراصل گناہ کا آغاز ہوتا ہے اور چغلی اور بہتان سے اس کی انتہا۔ چغلی سننے والا دوست سے بھی محروم ہوتا ہے اور یار و مددگار سے بھی اور اس کا کوئی کام نہیں بنتا۔ صلاحیت پذیر راست باز لوگوں کو دل سے چاہو اور شریفوں کی سچی عزت کرو کمزوروں کو ڈھارس دلاؤ اور اعزہ کیساتھ صلہ رحمی سے کام لو اور اس عمل میں اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی مدِنظر رکھو اور اس کے فرمان کی تعمیل جانو اور اس سے آخرت کے اجر و ثواب کے اُمیدوار رہو۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر خدا پر بھروسہ کرو یہ جان لو کہ سارا ملک اللہ ہی کا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے لینا چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ تم کسی صاحب نعمت سے اس کی نعمت اسقدر جلد چھنتی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر غصہ گرتا ہوا نہیں پاؤ گے جسقدر جلد سلاطین اور صاحب دولت اشخاص سے ان کی نعمتیں چھنی جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ بنتے ہیں یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانوں کی پے درپے ناشکری کریں اور اللہ تعالیٰ نے جو ان پر فضل وکرم فرمایا ہے اس سے غلط فائدہ اٹھائیں۔

رعایا کے حقوق حرص ولالچ سے نفس کو بچائے رکھو پس بھلائی اور تقوی کو ہی اپنا خزانہ سمجھو اور رعیت کی اصلاح ملک کی آبادی ومعاملات رعیت کی دیکھ بھال اور ان کی جان ومال کی حفاظت اور مظلومین کی دادرسی کو ہی اپنی ساری دولت سمجھو۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لو کہ جب مال خزانوں میں جمع کر لیا جائے تو وہ بڑھتا نہیں۔ اور جب اسکو رعیت کی فلاح وبہبود کے کاموں میں لگا دیا اس سے ان کی حق رسی کی جائے اور ان کے خطرات ان پر سے دور کئے جائیں تو جمع شدہ دولت بڑھتی ہے اور پاک ہوتی ہے ملک سرسبز اور شاداب ہوتا ہے اور زمانہ میں خوشحالی پھیلتی ہے۔ عزت اور نفع کے راستے کھلتے ہیں اور تمہارے خزانوں کی دولت کا مصرف یہ ہو کہ وہ اسلام کی اشاعت اور اہل اسلام کی فلاح وبہبود میں اٹھے اور تم سے پہلے جو امیر المومنین ہوئے ہیں اُن کے دوستوں کے حقوق پورے پورے ادا کرو ان کے حصوں میں کمی نہ آنے دو ان کے حالات اور معاشی کیفیات کی دیکھ بھال رکھو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو موجودہ نعمت برقرار رہے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت میں روز بروز زیادتی ہوتی رہے گی۔ تم بآسانی خراج اور دیگر مال رعیت سے وصول کر سکو گے اور جب سب کی گردنیں تمہارے احسان وعدل سے نیچی ہوں گی تو تمہارے بیدام غلام ہو جائیں گے اور جو کچھ تم چاہو گے وہ خوشی خوشی کریں گے۔ غرض ان تمام امورِ مذکورہ میں ہم نے جو حدود قائم کر دی ہیں انپر اپنے نفس کو مضبوطی سے جمائے رکھو اور اس میں زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو۔ یہ خوب جان لو کہ بقاء اس مال کو ہے جو اللہ کے راستہ میں اٹھایا جائے شکر گذاروں کا حق پہچانو اور ان کی حق رسی کرو اور دیکھو دنیا اور اس کے ناز ونعمت تم کو آخرت کی ہولناکی سے غافل نہ کر دیں کہ پھر کہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی برتنے لگو کیونکہ سستی کوتاہی عمل کا باعث ہوتی ہے اور کوتاہی سر پر مصیبت اور ہلاکت لاتی ہے۔

زرّیں اُصول جو کام کرو اللہ کے لئے کرو اور اُسی سے ثواب کی اُمید کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات تم پر بہت ہیں اس کی نعمتوں پر شکر گذار رہو خدا نہ ڈگمگاؤ اللہ تعالیٰ اپنے احسان وفضل کو تم پر بڑھا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ رہی ہے کہ وہ اپنے شکر گذار اور محسن بندوں کے شکر کے موافق انپر اپنے احسانات بڑھاتا رہتا ہے کسی گناہ کو حقیر نہ جانو کسی حاسد کی طرف رُخ نہ کرو۔ کسی بدکار پر ترس نہ کھاؤ۔ کسی ناشکرے سے میل نہ کرو کسی دشمن سے بے پرواہ

نہ برتو۔ کسی چغل خور کو سچا نہ جانو۔ کسی عذر پیشہ پر بھروسہ نہ کرو کسی فاسق سے رشتہ دوستی نہ جوڑو۔ کسی گمراہ کی پیروی نہ کرو۔ ریاکار کی مدح سرائی نہ کرو۔ کسی انسان کو حقیر نہ جانو۔ کسی فقیر سائل کو بغیر دیئے واپس نہ کرو۔ باطل بات کو اچھی نظر سے نہ دیکھو۔ مسخروں سے رُخ نہ ملاؤ۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔ فخر و گھمنڈ نہ کرو۔ غصہ سے کام نہ لو۔ اُمید کو نہ توڑو۔ اکڑ کر نہ چلو۔ آخرت کی دوستی میں کوتاہی نہ کرو۔ کسی ظالم سے ڈر کر چشم پوشی نہ کرو۔ آخرت کا ثواب دُنیا میں نہ مانگو۔ فقیہوں سے مشورہ لو۔ حلم کو اپنے نفس کو عادی بناؤ۔ تجربہ کاروں عقلمندوں اور صاحب الرائے والحکمت لوگوں سے کچھ سیکھو۔ اپنے مشورہ میں عیاش اور بخیلوں کو شامل نہ ہونے دو۔ نہ ان کی بات پر کان دھرو۔ کیونکہ ان کا ضرر ان کے نفع سے بڑھ کر ہے۔

بخل سے اجتناب یاد رکھو بخل سے بڑھ کر جلد رعایا کے کاموں میں فساد پیدا کرنے والی کوئی عادت نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جب حریص ہوگے تو زیادہ لوگے کم دوگے۔ جب تمہاری یہ کیفیت ہوگی تو تمہارے کام بہت کم بنیں گے زیادہ تر بگڑیں گے کیونکہ رعایا کی محبت تمہارے ساتھ اُسی وقت قائم رہ سکتی ہے کہ تم ان مالوں سے ہاتھ کھینچو اور بخل سے اپنے دامن کو بچاؤ اس لئے کہ بخل ہی وہ پہلا گناہ ہے جس میں انسان نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور گنہگار کی نزدیکی اور قربت ایسی ہے جیسے آگ کے شعلے کی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ بخل سے بچتے ہیں وہ فلاح پائیں گے لہٰذا جائز موقعوں پر سخاوت ہی افضل عمل ہے اس لئے سخاوت کی عادت ڈالو۔ اس پر کاربند رہو اور اسی پر اپنا عقیدہ رکھو۔ فوج کے دفاتر و مراتب کی جانچ پڑتال کرو اُن کو رزق دل کھول کر دو ان کے معاش میں فراخی پیدا کرو اس سے اللہ تعالیٰ ان کے فقر و فاقہ کو بھی دور کر دے گا اور تمہارے کام بھی ان سے خوب نکلتے پائیں گے۔

عدل و انصاف عدل و فیصلہ میں انصاف کا لحاظ رکھنا رعایا کی حالت کو ٹھیک کر دیتا ہے راستے پُرامن ہو جاتے ہیں مظلوم اپنی داد کو پہنچتا ہے لوگ اپنے حقوق لیتے ہیں زندگی سنورتی ہے۔ اطاعت کا حق ادا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت اور سلامتی نصیب ہوتی ہے دین مضبوطی سے قائم ہوتا ہے سنن اور شرائع اسلامی کا رواج پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم احکام کے سختی سے پابند ہو۔ شر فساد سے بچتے رہو۔ حدودِ الٰہی کے قائم کرنے کا حکم صادر کرو عجلت سے کام کم لو۔ بے چینی کم دلی اور اضطراب کو پاس نہ آنے دو۔ اپنی قسمت پر صابر و شاکر رہو۔ اپنے تجربے سے فائدہ اٹھاؤ تمہاری خاموشی معنی خیز ہو۔ تمہاری گفتگو سیدھی اور سچی ہو۔ دشمن کیساتھ انصاف کرو۔ شُبہ کے وقت خوب سوچو۔ دلیل و حجت کو خوب ٹٹولو۔ رعیت میں سے کسی کے کام میں دوستی یا رواداری کا لحاظ نہ کرو کسی ملازمت کرنیوالے کی ملازمت سے نہ ڈرو۔ بُردبار رہو۔ تسلی رکھو۔ سوچ بچار سے کام لیا کرو۔ دیکھو۔ سوچو۔ سمجھو۔ عبرت پکڑو۔ اپنے رب کے سامنے جھکو اور اپنی رعایا کیساتھ محبت و پیار کے ساتھ پیش آؤ۔ نفس کے معاملہ میں حق کو پاس کرو۔ قتل کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ناحق کسی کو قتل کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہِ عظیم ہے اور خراج کی پوری نگرانی کرو رعیت کی گزران اسی سے مضبوط ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو

اسلام کے لئے عزت و بلندی کا سبب بنایا ہے۔ مال اور خراج کو اس سے وسعت و مدافعت کی طاقت بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مومنین کے دشمنوں کے لئے جلنے کا اسکو سبب بنایا ہے اور اسکو دشمن کفار کی ذلت و رسوائی کا ذریعہ بنایا ہے لہٰذا اپنے اصحاب میں اس کی تقسیم کرتے وقت حق و انصاف و مساوات کو پیش نظر رکھو کسی شریف کو اس کی شرافت کی وجہ سے کسی امیر کو اس کی امارت کی وجہ سے کسی کاتب کو اسکی کتابت کی وجہ سے یا اور کسی خواص یا حاشیہ نشین لوگوں کو اس عدل و انصاف اور مساوات سے محروم نہ کرو۔ برداشت سے باہر کسی پر بوجھ نہ ڈالو۔ ناقابل برداشت تکلیف کسی کو نہ دو۔ غرض سب کو حق پر چلائے رکھو۔ اس سے وہ دلجمعی کیساتھ رہیں گے اور خوشی کیساتھ زندگانی گذاریں گے۔

حاکم کے فرائض خوب سمجھ لو کہ جب سے تم والی بنے ہو تم سب کے خزانچی بھی ہو محافظ بھی ہو تم سب کے نگران بھی ہو اور سرپرست بھی۔ تمہارے ماتحتوں کو رعیت اسی لئے کہا گیا کہ تم ان کے لئے بمنزلہ گڈریے کے ہو اور ایک راعی کی سی حیثیت رکھتے ہو اپنے زائد از ضرورت مال میں سے وہ جو کچھ تم کو دیں وہ لو اور اس کو انہی کے کاموں کی درستی اور ان کے کاموں کی اصلاح میں صرف کرو اور انپر اشخاص نگران و حاکم مقرر کرو جو اہل الرائے و اللہ بہتر ہوں۔ تجربہ کار اور واقف کار ہوں حکمرانی اور سیاست سے خوب واقف ہوں اور علمی میدان میں بھی ماہر اور مشاق ہوں ان پر رزق کے دروازے کھول دو کیونکہ وہ حقوق جو ولایت کے توسط سے تم پر عائد ہوتے ہیں اور ان کی رعایت تمہارے ہی ذمہ ہے۔ ان میں مذکورہ امر کو بہت اہمیت حاصل ہے اس لئے کوئی مشغولیت اور کوئی مصروفیت تمہیں اس کو عمل میں لانے سے نہ روکے۔ اگر تم نے اسپر عمل کیا اور اسکا حق واجب ادا کر دیا تو اپنے رب کی طرف سے زیادہ نعمت کے مستحق بنو گے تمہارے کام بنتے چلے جائیں گے اور ادھر رعیت تم پر قربان اور فدا ہوگی اور پوری حکمرانی اور فلاح تم کو نصیب ہوگی اور ان سب کے نتیجہ میں تمہارا شہر خیر و برکات سے مالا مال ہوگا۔ تمہارے اطراف کی آبادی بڑھے گی۔ ملک سرسبز و شاداب ہوگا خراج میں زیادتی ہوگی۔ مال میں فراوانی ہوگی اور پھر ان حالات میں تمہاری فوج کی حالت بھی سنور جائے گی عام لوگ تم سے خوش رہیں گے کیونکہ تمہارے ہاتھوں ان پر دولت برسے گی۔ دشمن تک تمہاری سیاست اور تمہارے انصاف کے گیت گائیں گے غرض تمہارے ہر کام میں عدل چمکے گا قوت و شوکت اس سے ٹپکے گی لہٰذا نہایت شوق و سرگرمی سے اس نصیحت پر عمل پیرا ہو اور ہر چیز پر اس کو اہمیت دو اللہ نے چاہا تو تمہارے کاموں کے اچھے نتائج رونما ہوں گے۔

ماتحت عملہ کی نگرانی اپنے علاقے کے ہر شہر میں ایک امین مقرر کرو جو تمہارے عاملوں کے حالات و کوائف اور اعمال سے تم کو ایسا باخبر رکھے گویا تم اپنے ہر عامل کے کام کو بنفس نفیس دیکھ رہے ہو۔ اپنے عاملوں کو جو بھی حکم دو اس کے نتائج پر پوری طرح غور کر لو۔ اگر اس میں سلامتی و عافیت دیکھو اس سے کوئی مصیبت ٹلتی اور کوئی خوبی ملتی نظر آئے تو اسکو نافذ کرو ورنہ حکم کو روکے رکھو اور اہل الرائے و العقل سے اس کے بارے میں مشورہ لو۔ پھر جرات سے ہوکر و بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک بات کو سوچتا ہے تو لتا ہے پھر اسکو اپنی رائے کے مطابق عملاً ہیں

لاتا ہے مگر اس میں سراسر دھوکا نظر آتا ہے اس لئے اگر نتائج پر غور نہ کیا جائے تو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کام علیحدہ بگڑتا ہے لہٰذا جس چیز کا ارادہ کرو اس میں اپنی پوری سمجھ سے کام لو اور پھر اللہ سے مدد مانگتے ہوئے پوری قوت و اعتماد سے اس میں لگ جاؤ اپنے تمام کاموں میں استخارہ کیا کرو۔

التوا سے پرہیز

آج کا کام آج ہی کر لو۔ اس کو کل پر نہ چھوڑو۔ کام بذات خود کرو۔ آج کا کام اگر تم نے کل پر ٹالا تو کل علیحدہ کام ہوں گے جو ٹلے ہوئے کام نہیں کرنے دیں گے۔ اگر روز کا کام انجام دو گے تو تھک جاؤ گے اور جب ہر روز کا کام روزانہ کرو گے تو بدن کو بھی سکھ ملے گا دل کو بھی چین ہوگا اور تمہاری طاقت و قوت برقرار رہیگی۔

اصحاب شرف و فضیلت سے دوستی

جن شریف صاحب فضیلت اشخاص کی طبیعت اور خصلت کی جانچ پڑتال کر لو اُن سے محبت اپنے ساتھ پاؤ اور وہ نیک مشورہ سے تم کو کبھی نہ بھولیں اور تمہارے کام کی دیکھ بھال کریں تو دوستی کے لئے ان کو چھانٹ لو اور انپر احسان و کرم کی بارش کرو ان میں سے حاجتمندوں کی حاجت روائی کرو ان کے بار کو برداشت کرو ان کے حال کے اصلاح کی فکر کرو تاکہ ان کو کسی اور دوست کی حاجت نہ ہو۔

حاجتمندوں بےکسوں اور محتاجوں کی امداد

فقراء اور مساکین اور بے کس لوگ جو اپنی داد تم تک نہ پہنچا سکیں یا اپنے حقوق سے خود ہی بے خبر ہوں ان کے دریافت حال کے لئے اپنی پوری توجہ لگا دو۔ تمہاری رعیت میں سے جو صلاح کار ہوں انکو اس کام پر مقرر کرو کہ وہ اس قسم کے حاجتمندوں کی حاجات اور حالات تم تک پہنچائیں تاکہ تم کو موقع ملے کہ تم ان کے حالات کی اصلاح کرو۔ یتیموں بیواؤں اور دکھی لوگوں کا پتہ لگاؤ اور امیر المومنین کے عمل کے مطابق بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کرو تاکہ اسپر شفقت کا اظہار ہو اور صلہ رحمی کا تم ثبوت دے سکو۔ اس عمل سے اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو بھی خوشگوار کر دے گا اور تمہاری دولت میں برکت اور زیادتی نصیب فرمائے گا۔ اندھوں اور اپاہجوں کے لئے بیت المال سے وظائف مقرر کرو اور وظائف کی فہرست میں حاملین قرآن و حفاظ کا درجہ پہلے رکھو اور زیادہ دو۔

مسلمان مریضوں کے لئے شفاخانے کھولو اور شفیق تیمار داروں اور حاذق طبیبوں کا انتظام کرو جو ان بیماریوں کا علاج کریں اور ان کی ساری ضروریات مہیا کرو لیکن یہ بھی خیال رکھو کہ بیت المال پر اسراف اور فضول خرچی کا بوجھ نہ پڑنے پائے کیونکہ لوگوں کو جب حقوق ادا کر دیئے جائیں اور ان کی بڑی سے بڑی خواہشات پوری کر دی جائیں تو اسپر بھی خوش نہیں ہوتے اور جب تک اپنے والیوں کے سامنے اپنی حاجتوں کے رونے نہ رو لیں خوش نہیں ہوتے صرف اس لالچ سے اور زیادہ ملے اور زیادہ نرمی برتی جائے بسا اوقات لوگوں کی طرف سے جا بجا فرمائشوں کا ایسا ہجوم ہوتا ہے کہ بیچارہ نگران تھک مرتا ہے اور اس کی عقل بھی پریشان ہو جاتی ہے اور جو شخص عدم کی طرف یوں رغبت کرتا ہے کہ وہ اس کے فوائد دُنیا میں اور اس کا اجر و ثواب آخرت میں پہنچاتا ہے وہ اس شخص کے ہم مرتبہ نہیں بلکہ گھٹیا ہے جو صرف قرب الٰہی کے

لالچ اور اس کی رحمت کی طلب میں عدل کو پسند کرتا ہے اس کے علاوہ وہ کوئی غرض نہیں رکھتا۔

عوام سے رابطہ لوگوں کو حاضری کے لئے اذنِ عام اور بے حجابانہ ان سے گھُل کر ملو۔ ان سے ملتے وقت اپنے ہوش و حواس ٹھکانے رکھو۔ ان کے سامنے بچھ جاؤ۔ ان کے سامنے خندہ پیشانی سے رہو۔ جواب و سوال اور بول چال میں شیریں بیاں اور شیریں زبان رہو بخشش و کرم سے انپر مہربان رہو۔ جب لوگوں کو کچھ دو تو خوش دلی سے دو اور محض اخلاقی پہلو اور اجر طلبی پیشِ نظر رکھو اور ان کو کبیدہ خاطر نہ کرو نہ انپر احسان جتاؤ کیونکہ یہ توقع بخشش تجارت ہے جو انشاء اللہ اپنا نفع دے کر رہے گی اور پُرانے زمانہ میں قدیم قوموں میں جو سلاطین و امراء گذر چکے ہیں ان کے حالات سے عبرت لو اور اُمورِ دنیا میں ان سے کوئی سبق حاصل کرو۔

تبلیغ پھر اپنے تمام حالات میں بھروسہ صرف اللہ ہی پر رکھو۔ اس سے محبت کا رشتہ جوڑلو۔ اس کی بھیجی ہوئی شریعت اور سُنّتِ نبوی پر عمل پیرا رہو اس کے دین اور کتاب کا دنیا میں پرچار کرو اور ان کے خلاف ایسی حرکتیں جو اللہ تعالیٰ کے غصّہ کو بھڑکائیں ہرگز نہ کریں۔

آمد و خرچ کا حساب تمہارے عامل جو مال جمع کرتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں ان کی دیکھ بھال رکھو کہ وہ کہاں کہاں سے آتا ہے اور کہاں کہاں جاتا ہے تم نہ حرام کمائی کراؤ نہ پیسہ کو اسراف میں اڑاؤ۔ عالموں کی مجالس میں زیادہ بیٹھا کرو۔ اُن کے مشوروں اور مجلسوں میں شریک ہوا کرو۔ تمہاری خواہش ہونی چاہئیے کہ سُنّتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خود بھی پوری اتباع کرو اور اسکو دُنیا میں بھی پھیلاؤ اچھے برگزیدہ اخلاق سیکھو۔

مشیر و احباب تمہارے یارِ غار خواص ایسے ہونے چاہئیں کہ اگر وہ تم میں کوئی عیب پائیں تو تم کو اسپر آگاہ کرنے میں تمہارا رعب ان کو آڑے نہ آنے دے بلکہ پوشیدگی میں یا برملا تم کو بولیں اور اس کی بُرائی کو تم پر ظاہر کریں۔ تمہارے اس قماش کے دوست حقیقت میں تمہارے خیر خواہ و خیر اندیش اور صحیح معنوں میں مددگار ہیں۔

امورِ مملکت میں واقفیت اپنے عاملوں اور کاتبوں کی دیکھ بھال رکھو ان میں سے ہر ایک کے لئے خاص خاص وقت مقرر کرو تاکہ وہ اسوقت تمام امورِ سلطنت و حالاتِ رعیت تمہارے سامنے رکھیں اور تم کو پڑھ کر سُنائیں۔ ادھر تم ہوش گوش سنبھال کر عقل و فہم درست کر کے بیٹھو اور معاملات پیش شدہ میں بار بار غور کرو۔ اب جو حق و انصاف کا تقاضا ہو کر گذرو اور اللہ تعالیٰ سے اس میں خیر کی دُعا مانگو اور جو معاملہ حق کے خلاف معلوم ہو اس کی پھر تحقیق کر لو اور اطمینان پیدا کر لو اور بھلائی تم انجام دو اس کا کوئی احسان رعایا پر نہ جتاؤ نہ کسی اور پر اور کوئی آرزو نہ رکھو سوائے اس کے وہ وفا سے کام لے سلامت روی اختیار کرے اور مسلمانوں کے کاموں میں ممد و معاون ہو۔ اور اسی مقصد کے لئے احسان و کرم کرو۔ میرے اس خط کو سوچ سمجھو اور اس کی نصیحتوں پر عمل پیرا رہو۔ اپنے تمام کاموں میں اللہ پر بھروسہ کرو اور اس سے خیر و بھلائی کے طالب رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صلاح کار لوگوں کے ساتھ رہتا ہے۔

باقی ص ۱۰ پر

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند

دار العلوم دیوبند کی خدمات کی ہمہ گیری اس سے زیادہ اور کیا ہو گی کہ شبلی کے جانشین سید سلیمان ندوی دار العلوم دیوبند کے سرپرست حکیم الامت تھانوی سے مجاز ہوئے۔ شیخ الہند نے جامعہ ملیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ برصغیر پاک و ہند کے سب سے بڑے اشاعتی علمی ادارے کی بنیاد مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نے رکھی۔ آج کل ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم سید ابو الحسن علی ندوی دار العلوم کے ایک سرپرست حضرت مولانا عبد القادر رائپوری کے مرید باصفا ہیں۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے صدر شعبہ دینیات، دیوبند کے ایک معنوی فرزند مولانا سعید احمد اکبر آبادی ہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے تحریک آزادی میں اتنا اہم رول ادا کیا کہ جس کی مثال مشکل ہی سے ملیگی۔

اس دار العلوم سے وابستہ ایک فرد سید عطاء اللہ شاہ بخاری اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب ہوئے اور اسی دار العلوم دیوبند کے ایک نامور بزرگ علامہ شبیر احمد عثمانی کی بدولت تحریک پاکستان کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور پھر جب پاکستان بنا تو اس نئی مملکت اسلامیہ کی پرچم کشائی کے لیے قائد اعظم نے علامہ شبیر احمد عثمانی کو منتخب کیا اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی منتخب ہوئے۔ اور علامہ شبیر احمد عثمانی پاکستان کے شیخ الاسلام قرار پائے اور ان کے بعد آج تک کسی کو یہ لقب قوم نے نہیں دیا۔

من ہاشم بہیات

۷۸۶

محترم المقام حضرۃ مولانا حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! الحمد للہ بعافیت رہ کر آپ حضرات کی عافیت کا بندہ بارگاہ خداوندی سے خواہاں ہے۔

الحمد للہ ماہنامہ الرشید وقت پر اور بغیر تاخیر کے ملتا ہے۔ جس پر بندہ آپ تمام حضرات کا شکر گزار ہے۔ بعد ازاں بندہ اس خط کے ذریعے سالانہ چندہ بھی ارسال کر رہا ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں گے اور دعاؤں میں یاد فرمائیں گے۔

فقط العبد الفقیر الی اللہ ہاشم بہیات (انگلینڈ)

○ یہ مکتوب اُن حضرات کے لیے اتمام حجت ہے جو الرشید نہ ملنے کی شکایت ادارہ سے تو کرتے ہیں

لیکن

نہ اپنے ڈاک خانہ سے رجوع کرتے ہیں اور نہ ڈاک والوں سے پوچھتے ہیں!

دیار بعید میں رسالہ بر وقت پہنچتا ہے!

اگر پاکستان میں وقت پہ نہ ملے تو ڈاک کے محکمہ سے رجوع فرمائیں

ادارہ الرشید پوری ذمہ داری سے الرشید ارسال کرتا ہے۔

سالانہ میزانیہ ۱۴۰۳ھ

ادارہ جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال

مہینہ	آمدن	مہینہ	خرچ
محرم	۳۴۱۳۷—۶۵	محرم	۸۱۸۱۹—۴۴
صفر	۳۲۴۷۳—۰۰	صفر	۱۱۳۳۸۰—۴۹
ربیع ۱	۲۳۵۲۷—۵۰	ربیع ۱	۸۰۶۸۶—۰۲
ربیع ۲	۳۳۵۱۹—۵۰	ربیع ۲	۶۷۹۷۷—۸۸
جمادی ۱	۲۰۶۳۸—۵۰	جمادی ۱	۶۰۹۸۲—۰۶
جمادی ۲	۲۴۷۶۹—۱۰	جمادی ۲	۶۲۶۰۴—۱۶
رجب	۴۰۱۰۹—۰۰	رجب	۶۵۷۹۷—۲۸
شعبان	۳۸۷۴۷—۷۵	شعبان	۸۸۳۹۶—۱۵
رمضان	۳۵۷۸۲۵—۸۰	رمضان	۵۷۳۳۷—۵۷
شوال	۱۸۱۴۹۲—۸۴	شوال	۷۸۲۷۷—۲۹
ذیقعدہ	۷۴۵۲۷—۲۳	ذیقعدہ	۱۲۱۰۸۸—۲۹
ذوالحجہ	۵۲۰۵۴—۹۵	ذوالحجہ	۶۲۴۸۶—۷۰
	۹۱۳،۸۲۲—۸۲		۹،۴۰،۸۳۳—۳۳

خسارہ ۲۷۰۱۰—۵۱

اَلرَّشِید

کا

تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر

جریدہ "الرشید" کے خصوصی اعداد میں "تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر" ایسا جامع اور تفصیلی کوائف پر مشتمل شمارہ ہے جو دارالعلوم کی صد سالہ علمی و عملی تحریک کا جامع اور مفصل مجلہ ہے!

ادارہ "الرشید" نے دارالعلوم کے تعارف کے لئے مطبوعہ دیوبند کی دو مجلدات کو ایک جلد میں اکٹھا کر کے (دریا بہ حباب اندر) سمو دیا ہے اور دارالعلوم کی نشر و اشاعت کے لئے معمولی قیمت صرف -/۲۰ روپے اور مع -/۲۵ معہ محصول ڈاک ہدیۂ ناظرین کرنیکا فیصلہ کر لیا ہے۔ پاکستان میں ابنائے دارالعلوم و اخوان دیوبند کو چاہیئے کہ اس خصوصی شمارہ کو تعلیمی حلقوں میں تبلیغ و اشاعت کے لئے پہنچا دیں۔

نیز خصوصی مراعات کے لئے رابطہ:- دفتر ماہنامہ الرشید شریف احمد طاہر جامعہ رشیدیہ ساہیوال

Phone
2356

REGD.

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE

جامعہ رشیدیہ ایک تحریک
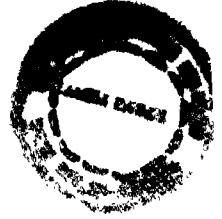
○ بحمداللہ جامعہ رشیدیہ "دارالعلوم دیوبند" کی ایک عظیم تحریک کا حصہ ہے!
جامعہ رشیدیہ ملک و ملت کی مسلمہ درسگاہ اور مقبولِ عالم اور ہر طرح تسلی بخش ادارہ ہے۔
جامعہ کا نظم و نسق نہایت اطمینان کن اور تعلیمی کام ترقی پذیر اور لغایت متدین عملہ ہے۔

○ اساتذہ تعلیم و تربیت میں "طلباء رشیدیہ" کی خوب خدمت و نگرانی کرتے ہیں
اور ابتداء سے لیکر انتہاء دورہ حدیث و سند فراغ و تکمیل تک علمی و عملی کام کو قریب سے
دیکھا جاسکتا ہے کہ ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

○ بفضلہٖ تعالیٰ جامعہ رشیدیہ طلباء و اساتذہ کا اجتماع رات دن قال اللہ و قال الرسول
کی صدائیں بلند کرتا ہے۔ اور تعلیمی معیار بلند اور نتائج امتحانات خوش کن ہیں۔

میزانیہ سے اندازہ لگائیے کہ تقریباً ایک لاکھ روپے ماہوار مصارف ہیں۔
اور تقریباً بارہ لاکھ روپے سالانہ بجٹ ...... آمدن توکل علی اللہ
جامعہ کو دیجانے والی رقوم سے انکم ٹیکس مستثنیٰ و معاف۔

بموجب سرکلر حکومت پاکستان ۱۵سی نمبر ۱۷(۱۴۵) ۶۰ T-P-۱ مجریہ ۱۲/۹ وزارت مالیات پاکستان

حبیب رشیدی

مدینہؐ کی عظمت

قادیاں کی موت

شورش کاشمیریؒ

اسی رعایتِ النسب سے نیک نام ہوں میں
حضور سرورِ کونینؐ کا غلام ہوں میں

شہنشہوں سے مجھے کوئی واسطہ ہی نہیں
بہ فیضِ خواجۂ گیہاںؐ بلند بام ہوں میں

مروں گا ختمِ نبوت کی پاسبانی میں
جہادِ عشقِ رسالتؐ میں تیز گام ہوں میں

میں اپنے پاؤں تلے قادیاں کو روندوں گا
بہ عشقِ دینِ نبی تیغ بے نیام ہوں میں

زوالِ اُمتِ ربوہ قریب آپہنچا
مسیلمہ سے صحابہؓ کا انتقام ہوں میں

پکارتا ہوں بخاریؒ کی راہگزاروں سے
کلامِ شاعرِ مشرق کی دھوم دھام ہوں میں

ظفر علیؒ کے قلم کا جلال ہے مجھ میں
زباں کے حسن میں تلمیذِ بوالکلامؒ ہوں میں

کھڑا ہوں مہر علیؒ شاہ کے آستانہ پر
اِنہی کے در کی بدولت تو بامقام ہوں میں

مرے حریف مجھے گالیاں ضرور بکیں
غلامِ میرِ اُممؐ ہوں تو نیک نام ہوں میں

کہاں ہیں ملتِ بیضا کی نوجواں نسلیں
قلم کے زور پہ اقبال کا پیام ہوں میں

مری گرفت سے ربوہ پہ کپکپی طاری
خدا کا شکر ہے مقبولِ خاص و عام ہوں میں

مؤتمر ابناء دارالعلوم واخوان دیوبند پاکستان کا ترجمان

سالارکار: حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ رائپوری بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

الرّشید

جلد ۱۲ — [illegible] الاول ۱۴۰۴ھ

شمارہ ۳ — جنوری ۱۹۸۴ء

مدیر اعلیٰ: فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر: عبدالرشید ارشد

مدیر معاون: زاہد الحق قریشی

خطاط: حزب اللہ خالد

بنظامت: (پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

مقام اشاعت: ۳۲/اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر: منہاج الدین اصلاحی، شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

سالانہ چندہ: -/۲۴ روپے
فی شمارہ: -/۲ روپیہ

آئینہ مضامین

فاضل حبیب اللہ رشیدی

راشدات

اداره

صدر پاکستان "راسخ العقیدہ مسلمان ہیں" "قادیانی و مرزائی ہرگز نہیں"

بحمداللہ صدر مملکت خداداد پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب ایک اچھے مسلمان حکمران ہیں۔ جنرل صاحب کے جرأت مندانہ اعلان کے بعد دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کو ۳۵ سال سے ایسا بہترین مسلمان صدر یا وزیراعظم وغیرہ کبھی نصیب نہ ہو سکا۔ بہرحال صدر صاحب ایک اچھے انسان ہیں اور بہترین مسلمان۔

والانسان مرکب من الخطاء والنسیان ...... خلطوا عملاً صالحاً و اٰخر سیئاً عسی اللہ ان یتوب علیہم ۔

لیکن ضیاء صاحب قادیانی یا مرزائی ہرگز نہیں۔ وہ قادیانیوں کو کافروں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں اور کافروں سے بدتر مرتد ہوتا ہے۔ کافر پھر بھی قابل برداشت و صلح ہو سکتا ہے لیکن مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔

من بدل دینہٗ فاقتلوہ...

جناب صدر صاحب کے اعلان واجب الاذعان کے بعد کسی صاحب کو ایسے بہتان تراشی یا گالی دینے کی ضرورت نہیں، کہ قادیانی و مرزائی ہونا بہت بڑا اور بدترین جرم اور نہایت غلیظ گالی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ......

"سباب المسلم فسوق و قتالہٗ کفر" اور "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہٖ"

جو لوگ سیاست میں صرف سیاسی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور ملعون کرتے ہوئے الزام تراشی کرتے ہیں وہ خود ملتِ اسلامیہ کے بہت بڑے قومی مجرم اور معاشرہ کو تباہ و برباد کرتے ہیں۔

سیاسیات کے مسائل و اختلافیات میں ایک دوسرے کو کافر، غدار کہنا بدترین گناہ اور ملی جرم ہے....

اسلامی حکومت میں بہتان بازی، الزام تراشی کی سزا کوڑے لگانا بھی ہے.......

متحدہ ہندوستان سے تقسیم ملک تک بعض معمولی جزئی فروعی مذہبی اختلافات کی بنا پر وہابی کہہ دیتے یا ایسے تنابز بالالقاب سے یاد کرتے جس کی قرآن حکیم قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم

ملک ہاتھوں سے گیا، ملت کی آنکھیں کھل گئیں — حق ترا چشمے عطا کردست غافل در نگر

تقسیم ملک کے بعد کانگریس ہندوستان میں رہ گئی اور مسلم لیگ پاکستان میں۔ اب وہ قدیم سیاسی نزاع بھی ختم ہو گیا۔ اور اکثر اکابر، قائدین و رہنما اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن ہماری بدقسمتی کہ اب تک بعض معاندین اور کم ظرف حاسدین، بزرگوں کو برا بھلا کہتے اور ان پر کفر کے فتوے صادر کرتے ہوئے نہ تھکتے ہیں نہ شرماتے اور اکابر اہل علم کو گالیاں دیتے ہیں۔۔۔۔

ایک "ابن الوقت" اخبار نے تو سب وشتم بلکہ تفسیق و تکفیر کا ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ وہ گاہے، ماہے ایسے مضامین شائع کرتا رہتا ہے جس سے ملت اسلامیہ کے ہزاروں نہیں، لاکھوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔

ے ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں اور تڑپے ہیں مرغ قبلہ نما آشیانوں میں

یہ وہ اخبار ہے جس نے ۱۹۵۲-۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مسلمانوں کی مخالفت اور مرزائیوں کی حمایت کی تھی۔ اور یہ اخبار ہمیشہ ہجو غلام احمد اول مرزا و غلام احمد ثانی پرویز، جیسے کافروں، ملحدوں، بے دینوں و بد دینوں کی حمایت کرتا رہتا ہے۔ کبھی اقبالیات کے نام پر اور کبھی پاکستان کے نام پر اپنے مخالفوں کو ہدف تنقید و تنقیص بناتا رہتا ہے۔

گذشتہ ایام، ایک ابن السبیل قسم کے کینہ فطرت نے شیخ العرب والعجم حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ و حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری مغفور و امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کی شان میں ایسا غلیظ اور گستاخ تاب اشتعال انگیز مضمون لکھا کہ مسیلمہ کذاب و متنبی پنجاب کی طرح جھوٹ کا پلندہ جمع کر دیا۔ آپ ایسے لوگوں سے اختلاف کر سکتے ہیں، اختلافیات و سیاسیات لکھ سکتے ہیں لیکن مرحومین و مغفورین کے ساتھ یہ سلوک روا رکھنا اسلام میں؛ قرآن، حدیث، نیز اسوۂ رسولؐ میں گناہ عظیم ہے۔ ہم اپنے اخبارات و رسائل کے مدیران محترم سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ ایسے اشتعال انگیز مضامین سے احتراز کریں، ورنہ ے ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں!

صدر پاکستان کا اعلان برأت اخبارات میں شائع ہو گیا۔ "الرشید" میں بھی ملاحظہ فرما کر مسئلہ تکفیر مرزائیت پر غور فرمائیں کہ مرزائیوں کی تکفیر بین الاسلامی مسئلہ ہے۔ دنیا کے مسلمانوں، جملہ مسلم جماعتوں، تمام فرقوں کا مرزائیت کی تکفیر پر اجماع ہے۔ اس لئے ہر مخالف کو کافر یا مرزائی کہہ کر اپنے ملی مسئلہ اور قومی فتویٰ اور متفقہ تکفیر والے کیس کو خراب اور مجروح کر کے کمزور نہ بنائیں ورنہ عوام کہیں گے کہ جیسا وہ کافر ہے ایسے ہی قادیانی کافر ہوں گے۔۔۔۔ فافہم وتدبر

بفضلہ تعالیٰ پاکستان میں ابتداء سے مسلمان سربراہ، صدر، وزیر اعظم متعین ہوتا چلا آرہا ہے۔ مارشل لاء کے صدر الحمد للہ

بچے مسلمان چلے آرہے ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ کوئی قادیانی یا مرزائی سربراہ یا صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتا۔ اور جس دن ایسا ہو گیا تو پاکستان کا خدا حافظ...... لیکن جب تک تحفظِ ختمِ نبوت کے جانباز موجود اور زندہ ہیں ان شاء اللہ مرزائیوں کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا! چاہے مرزائی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں۔

اس ملک میں لوگوں نے قائدِ اعظم کے وزیر خارجہ قادیانی کو بھی برداشت نہ کیا۔ پورے ملک میں تحریک چلی لاکھوں مسلمانوں نے جیلیں بھر دیں، ہزاروں نے قربانیاں دیں اور جامِ شہادت نوش کیا مگر مرزائی خارجی وزیر کو خارج کر کے دم لیا۔

البتہ جناب صدر صاحب کے ایمان افروز اعلامیہ کے بعد وقت آگیا ہے کہ جنرل صاحب مرزائیوں کی خانہ تلاشی، قادیانیوں کی مردم شماری کرتے ہوئے مرزائیوں کی تعداد کے مطابق ان کی نشستیں محفوظ کر دیں اس طرح غیر مسلم اقلیت کا تحفظ بھی ہو جائے گا اور مسلمان قوم کے غصب کردہ حقوق مسلمان ملازمین، دانشوروں کو مل جائیں گے۔

ربوہ کو مرزائی سٹیٹ بننے سے بچا کر مرزائیوں کی سازشوں اور حکومت در حکومت منصوبوں سے بچایا جائے۔ اور صدر صاحب تعلیمی اداروں، کلیدی آسامیوں سے مرزائیوں کا انخلاء کر کے ان کے اوقاف کو غیر مسلم اوقاف کی تحویل میں دے دیں۔ اور مسلمانوں کے موجودہ مطالبہ مولانا اسلم قریشی مرحوم کے قاتلوں خصوصاً مرزا ناصر کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیں پوری قوم کے مطالبات تسلیم کر کے جملہ مسلمانوں کو مطمئن کریں۔ بہر حال پاکستان کو مرزائیت نوازی سے پاک کر دیا جائے۔

والسلام والدعا

(دستخط)

ملک کے اصل معمار کون؟

مولانا ابوالحسن علی ندوی

— از —

"کاروانِ زندگی"

باہمی اعتماد و محبت پیدا کرنے کے لئے ہمیں ایک مجنونانہ اور سرفروشانہ جدوجہد کی ضرورت ہے

پورا ملک۔ تاریخ کے ایک نازک موڑ اور فیصلہ کن دوراہے پر کھڑا ہے۔ ایک راہ ہمیشہ کے لئے تباہی، نہ مٹنے والے انتشار اور نہ ختم ہونیوالے زوال کی طرف جاتا ہے، اور ایک راستہ ہمیشہ امن و امان، اتحاد و یک جہتی کی طرف جاتا ہے۔ ہر ایسے موڑ پر کچھ ایسے لوگ سامنے آجاتے ہیں جو تاریخ کا رُخ اور واقعات کا دھارا بدل دیتے ہیں انکی دلیری انکی صاف گوئی اور ان کی جانبازی پورے ملک اور قوم کو بچالے جاتی ہے۔ یہی لوگ ملک کے اصل معمار ہوتے ہیں اکثر ایسے لوگ سیاست و حکومت کے ایوانوں سے باہر ملک کے بے لوث خادموں اور سچے رُوحانی درویشوں میں پائے جاتے ہیں جن کی نیتوں پر شبہ نہیں کیا جا سکتا اور بے غرضی مسلّم ہوتی ہے

میں قادیانیوں کو کافروں سے بھی بدتر سمجھتا ہوں! صدر ضیاء الحق

جس شخص کی تمام عمر قادیانیوں کے خلاف جدوجہد میں گزری ہو اسکا بیٹا کیونکر قادیانی ہوسکتا ہے یا قادیانیت کی حمایت کر سکتا ہے!

جن لوگوں نے یہ فتنہ کھڑا کیا ہے قیامت کے روز میرا ہاتھ ان کے گریبان پر ہوگا!

میرے خلاف قادیانیت کا پراپیگنڈا سیاسی سٹنٹ ہے

کراچی (نمائندہ جنگ) صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک بار پھر اعلان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں سمجھتے ہیں اور ان تمام لوگوں کو جو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتے یا خود کو نبی تصور کرتے ہیں دائرہ اسلام سے خارج اور کافروں سے بھی بدتر (مرتد) سمجھتے ہیں! صدر مملکت نے یہ اعلان ایک مقامی ہوٹل میں فاران کلب کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی "ہادی عالم" کی تعارفی تقریب میں دار العلوم کراچی کے مہتمم مفتی محمد رفیع عثمانی کی تقریر کے دوران اس سوال کے جواب میں کیا کہ ان کے خلاف بعض علماء یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ آپ قادیانی ہیں؟ اگر یہاں یہ اعلان کر دیا جائے کہ آپ قادیانیوں اور ان کے جعلی نبیوں کو کافر قرار دیتے ہیں تو اس سے اس فتنہ کی سرکوبی ہو سکتی ہے۔

صدر نے کہا یہاں بعض ایسے آدمی موجود ہیں جو میرے والد محمد اکبر علی مرحوم کو جانتے ہیں۔ ان کی ساری عمر سرکاری ملازمت کیساتھ قادیانیوں کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے گذری ہے۔ وہ قادیانیت کو انگریز کا کھڑا کیا ہوا فتنہ سمجھتے تھے میں ان کا بیٹا ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں قادیانی ہو جاؤں یا ان کی حمایت کروں، میں انہیں کافر تو کیا اس سے بھی بڑی چیز کہنے کو تیار ہوں۔ صدر نے کہا میں گنہگار ضرور ہوں لیکن ختم نبوت کے عقیدے پر پختہ یقین رکھنے والا مسلمان ہوں۔

انہوں نے مفتی محمد رفیع عثمانی سے کہا میرے اس اعلان کے باوجود میرے خلاف یہ بے بنیاد فتنہ ختم نہیں ہوگا یہ سیاسی فتنہ ہے جو بعض علماء نے میرے خلاف کھڑا کیا ہے۔ قیامت کے دن میرے ہاتھ ان فتنہ پردازوں کے گریبانوں پر ہوں گے۔ میں بہرحال ان کی ہدایت کے لئے دعائیں کر سکتا ہوں۔

انہوں نے کہا اگر کوئی اس امر کی ضمانت دے کہ میں "جنگ"، "نوائے وقت" اور "مشرق" وغیرہ میں ایک پورے صفحے کا اشتہار دوں جس میں اعلان ہو کہ میں قادیانیوں کو کافر سمجھتا ہوں اور یہ فتنہ ختم ہو جائے تو میں ایسا کرنے کو بھی تیار ہوں لیکن

باقی صفحہ ۲۹ پر

نعت شریف

الحاج جناب سید محمد امین گیلانی ۔۔۔ شیخوپوری

مجھ سے اے زائر مدینے کے سفر کی بات کر
تُو وہاں کی ہر گلی ہر بام و در کی بات کر

اوّلیں جس میں کیا تھا میرے آقا نے قیام
تُو ابو ایوب انصاری کے گھر کی بات کر

اب بھی رونق جس سے اماں عائشہؓ کے گھر میں ہے
دو جہاں کے دلرُبا خیر البشرؐ کی بات کر

جو سدا رہتے ہیں خدمت میں رسول اللہؐ کی
ان وفاداروں ابوبکرؓ و عمرؓ کی بات کر

گنبدِ خضریٰ پہ جب پہلی نظر تیری پڑی
کیا تھی کیفیت تو اس پہلی نظر کی بات کر

تیرے آنسو تو بہے ہوں گے حضوری میں ضرور
حاضری کے وقت اپنی چشمِ تر کی بات کر

آج بھی جنت میں جس سے شاد ہے رُوحِ بلالؓ
بات کر اُس جانفزا بانگِ سحر کی بات کر

تجھ پہ ہو رحمت خدا کی میری تسکیں کے لئے
جس کا میں بیمار ہوں اس چارہ گر کی بات کر

ذرہ ذرہ ہے اگر اس شہر کا شمس و قمر
اب امیںؔ سے تُو ذرا شمس و قمر کی بات کر

○

انوار سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ مجاہد الحسینی فیصل آباد

حیاتِ مقدسہ سیرتِ طیبہ ایک نظر میں

ولادتِ باسعادت بوقت صبح صادق بروز سوموار ۹/۱۲ ربیع الاوّل بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء جبکہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا۔ تین روز بعد حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا، ایک ہفتہ بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی آغوشِ رضاعت میں اور پھر پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کی آغوش میں تشریف لائے۔

- مدینہ منورہ کا پہلا سفر، والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ کی وفات بمقام ـــ ابواء
- ابواء سے آپ کی دایہ برکت بنتِ ثعلبہ معروف اُم ایمنؓ بعمر ۶ سال آپ کو مکہ معظمہ لے آئیں اور چچا ابوطالب کی کفالت میں آ گئے۔
- آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی وفات ـــ عمر ۸ سال
- شام کا پہلا تجارتی سفر ہمراہ چچا ابوطالب ـــ عمر ۱۲ سال
- حلف الفضول میں شرکت ـــ ۱۵/ سال
- حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح ـــ ۲۵ سال
- اہل مکہ کی طرف سے صادق و امین کا خطاب ـــ عمر ۳۰ "
- غیبی اسرار و رموز کا آغاز و ظہور ـــ ۳۳ "
- حجر اسود نصب کرنے کیلئے بحیثیت ثالث تقرر ـــ ۳۵ "
- غار حرا میں شب و روز عبادت ـــ ۳۷ "
- بعثتِ نبوۃ (بروز پیر ۹ ربیع الاول ۴۱ ولادتِ نبوی) ۴۰ "
- نماز فجر و عصر کی فرضیت (۲-۲ رکعات) سنہ ۱ نبوی
- آغازِ نزولِ قرآن مجید ـــ جمعرات ۱۷ رمضان المبارک مطابق ۷ اگست ۶۱۰ء ـــ سنہ ۱ نبوی
- دار ارقم ـــ تبلیغ و دعوت اسلام کے مرکز کا قیام ـــ
- چالیس افراد کا قبول اسلام ـــ عمر ۴۳ سال ـــ سنہ ۳ نبوی
- مسلمانوں کی پہلی ہجرتِ حبشہ ـــ ۴۵ " ـــ رجب سنہ ۵ "
- کفار مکہ کی طرف سے بائیکاٹ اور قید کی زندگی ـــ عمر ۴۷ سال ـــ یکم محرم سنہ ۷ نبوی
- معاشرتی بائیکاٹ کا خاتمہ، چچا ابوطالب کا انتقال ـــ
  حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ـــ عمر ۵۰ سال ـــ سنہ ۱۰ نبوی

- ○ واقعۂ معراج ، فرضیت نماز خمسہ ـــ عمر ۵۰ سال ـــ ۲۷ رجب ۱۰ نبوی
- ○ مدینہ منورہ کے ۱۸ افراد کا قبولِ اسلام ـــ بیعتِ اولیٰ ـــ عمر ۵۲ سال ذی الحجہ ۱۲ نبوی
- ○ مدینہ منورہ کے ۷۰ افراد کا قبولِ اسلام ـــ بیعت عُقبہ ثانیہ ـــ " ۵۳ " ـــ ۱۳ "
- ○ ہجرت از مکہ معظمہ ، داخلہ غارِ ثور ـــ عمر ۵۴ سال ـــ جمعرات ۲۷ صفر ۱۳ نبوی
- ○ قبا میں تشریف آوری ـــ بروز پیر ـــ ۸ ربیع الاول ۱۳ "
- ○ داخلہ مدینہ منورہ ۔ فرضیت جمعہ کا حکم ○ قیام بر مکان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ـــ عمر ۵۴ سال ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء
- ○ بنیاد مسجد نبوی ـــ عمر ۵۴ سال ـــ ۱۲ ربیع الاول ۱ھ
- ○ حکم تحویل قبلہ (مسجد قبلتین) ـــ بروز ہفتہ ـــ ۱۵ شعبان ۲ھ
- ○ فرضیت روزہ ۔ زکوٰۃ ۔ جہاد ـــ یکم رمضان المبارک ۲ھ
- ○ نماز عید الفطر کی ادائیگی ـــ یکم شوال ۲ھ ○ معرکۂ بدر ـــ عمر ۵۵ سال ـــ ۱۷ رمضان ۲ھ
- ○ معرکۂ اُحد ـــ و ـــ حرمتِ شراب ـــ " ۵۶ " ـــ ۳ھ، ۴ھ
- ○ قاری القرآن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شہادت ـــ " ۵۷ " ـــ ۴ھ
- ○ غزوۂ خندق ـــ " ۵۸ " ـــ ۵ھ
- ○ زنا ، قذف ، لعان کے فوجداری قوانین کا نفاذ اور پردے کا حکم ـــ " ۵۸ " ـــ ۵ھ
- ○ صلح حدیبیہ ـــ " ۵۹ " ذیقعدہ ۶ھ
- ○ فتح قلعہ خیبر ، دنیا کے مختلف بادشاہوں کے نام حضور علیہ السلام نے دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے ـــ یکم محرم ۷ھ
- ○ فتح مکہ معظمہ ـــ ۲۰ رمضان المبارک ۸ھ
- ○ اسلامی حکومت کا قیام ، حکام کا تقرر ، فوجوں کی آراستگی سیاسی انتظامات ، غیر مسلم اقوام سے سلوک ـــ عمر ۶۰ سال ـــ ۸ھ
- ○ صدقات و زکوٰۃ کے محصلوں کا تقرر ـــ عمر ۶۱ سال ـــ ۹ھ
- ○ واقعہ تبوک ، ادائیگی حج (بامارت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ـــ ذی الحجہ ـــ "
- ○ مختلف قبائل اور ممالک کے وفود کی آمد ـــ " ـــ "
- ○ مختلف ممالک ، یمن ، بحرین ، عمان ، یمامہ تک اسلامی اثرات ـــ ۱۰ھ
- ○ حجۃ الوداع ، آپ کا امت سے آخری خطاب ـــ عمر ۶۳ سال ـــ "
- ○ وصال سے ۵ روز قبل مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ سے آخری خطاب ـــ جمعرات بعد نماز ظہر ـــ "
- ○ وصال بعمر ۶۳ سال بروز پیر بوقت چاشت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ○ تدفین جسد اطہر ۳۲ گھنٹے بعد (منگل ، بدھ کی درمیانی شب)

قبل از نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی دوست

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی احباب قبل از نبوت ① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

② حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رئیس مکہ اور حضرۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی، جنھوں نے قبول اسلام کے بعد مکہ کا دار الندوہ ایک لاکھ درہم میں خرید کر کے خیرات کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں پانچ سال بڑے تھے۔

③ حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی ازد قبیلہ کے معروف طبیب تھے۔ جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کلام اللہ سن کر اعلان کیا تھا کہ "یہ کسی مجنون کا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے"۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

اسم گرامی	سن نکاح	عمر وقت نکاح	حضورؐ کی عمر	حضورؐ کی خدمت میں	
خدیجۃ الکبریٰ رضؓ	۲۵ سنہ میلاد	۲۸/۴۰ سال	۲۵ سال	۲۵ سال	ماریہ قبطیہ رضؓ
سودہ رضؓ	سنہ ۱۰ نبوت	۵۰ "	۵۰ "	۱۴ "	سنہ ۶ھ میں شاہ مقوقس نے
عائشہ صدیقہ رضؓ	سنہ ۱۰ "	۹/۶ "	" "	۹ "	آپ کو حضورؐ کی خدمت میں
حفصہ رضؓ	شعبان سنہ ۳ھ	۲۲ "	۵۵ "	۸ "	بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضورؐ کی تمام ازواج
زینب بنت خزیمہ رضؓ	" "	۳۰ "	۵۶ "	۳ ماہ	مطہرات اور بیٹیوں کے مہر سوا
اُم سلمہ رضؓ	سنہ ۴ھ	۲۶ "	۵۶ "	۷ سال	بارہ اوقیہ نقرہ سے زائد نہ تھے
زینب بنت جحش رضؓ	سنہ ۵ھ	۳۶ "	۵۷ "	۶ "	امہات المؤمنین میں سے حضرت خدیجہؓ
جویریہ رضؓ	شعبان سنہ ۵ھ	۲۰ "	۵۷ "	۶ "	کی قبر مکہ میں اور باقی مدینہ میں
اُم حبیبہ رضؓ	سنہ ۶ھ	۳۶ "	۵۷ "	۶ "	مدفون ہیں۔
صفیہ رضؓ	جمادی الاخریٰ سنہ ۷ھ	۱۷ "	۵۸ "	۳ ۳/۴ "	
میمونہ رضؓ	سنہ ۷ھ	۳۶ "	۵۹ "	۲ ۱/۴ "	

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندان ارجمند

حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندان ارجمند تین تھے۔ حضرت قاسمؓ، حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابراہیمؓ

حضرت عبداللہ رضؓ کی کنیت طیب اور طاہر۔ طیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ کنیت، اور طاہر حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

کی طرف سے تھی۔ بڑے لڑکے کی مناسبت سے حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ دونوں فرزند حضرت خدیجہؓ کی اور حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہؓ کی اولاد میں سے تھے۔ سب سے پہلے حضرت قاسمؓ اور سب سے چھوٹے حضرت ابراہیمؓ تھے یہ سب بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ پہلے دونوں فرزند مکہ معظمہ میں اور حضرت ابراہیمؓ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔

حضور ﷺ کی بیٹیاں

حضرت محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضرت زینبؓ سب سے بڑی تھیں۔ چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد تھیں اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ پہلی بیٹی حضرت زینبؓ کا نکاح ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے اپنی خالہ کے لڑکے ابوالعاص رضی اللہ عنہ بن ربیع اموی سے کیا تھا۔ ایک لڑکا (علی) اور ایک لڑکی (امامہ) ان کی اولاد تھی۔ ۸ھ مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت زینبؓ سے چھوٹی تھیں۔ ان کا نکاح قبل از اسلام ابولہب کے لڑکے عُتبہ کے ساتھ ہوا تھا۔ ظہور اسلام کے بعد طلاق ہوئی اور حضرت ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکا نکاح ہوا۔ ان کی اولاد ایک لڑکا عبداللہ ۲ھ میں وفات ہوئی۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ حضرت رقیہؓ سے چھوٹی تھیں ان کا نکاح بھی قبل از اسلام ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوا تھا۔ اسی طرح ان کی طلاق ہوئی اور سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد وہ بھی حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان دونوں بیٹیوں کی مناسبت سے ہی حضرت عثمانؓ کو "ذی النورین" یعنی دو نور والے کے لقب کا شرف و اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت اُم کلثومؓ ۹ھ مقام مدینہ منورہ وفات پائی۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ آپ کی اولاد میں دو لڑکے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور دو لڑکیاں حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ حضرت فاطمہؓ نے حضور ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ھ کو وفات پائی اور مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں دفن ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی قبر بھی آپ کے ساتھ ہی واقع ہے۔

حضور ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل تمام مشکلات کا حل ہے

حضور ﷺ کا سلسلۂ نسب

خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا سلسلۂ خاندان آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم کے بعد عدنان اور ثابت بن اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک پہنچتا ہے بعض تاریخی شواہد کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حضرۃ اسماعیل علیہ السلام کی ولادت سے ۲۷۵۳ سال بعد اس دنیا میں تشریف لائے۔ حضور اکرم ﷺ کے والد کا نام عبد اللہ دادا کا نام عبد المطلب اور ماں کا نام آمنہ تھا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین......

حضور ﷺ کے دودھ شریک بھائی

حضور خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ کے دودھ شریک (رضاعی) بہن بھائی چار تھے:
(۱) عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) انیسہ (۳) حدیقہ (۴) حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو شیما کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان میں سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور شیما رضی اللہ عنہا دونوں اسلام کی نعمت سے مشرف ہوئے باقی حضرات کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بچپن میں حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا اس لیے وہ بھی رضاعی بھائی تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک

حضور سرور کائنات ﷺ کی مادری زبان مبارک عربی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب مقدس قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا اور اہلِ جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔

سرورِ کائنات ﷺ کا لباس مبارک

حضرت خاتم الانبیاء ﷺ اپنا لباس عموماً سفید، سادہ، موٹا اور روئی سے تیار شدہ استعمال فرماتے۔ ملبوسات میں جبّہ، چادر، عمامہ، ٹوپی، حلّہ، موزے، ازار بند وغیرہ چیزیں شامل تھیں۔ سبز رنگ کی یمنی چادر آپ کو بہت پسند تھی جو "بردیمانی" کے نام سے مشہور ہے۔ سرخ لباس مردوں کے لئے منع فرماتے۔ کبھی سیاہ عمامہ اور اکثر عمامہ کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ گھر میں جو ٹوپی استعمال فرماتے وہ سر مبارک کے بالوں کے ساتھ چمٹی ہوتی۔ عمامے کے شملے دونوں پیچھے شانے مبارک پر ہوتے۔ نمائش اور فاخرہ لباس کو ناپسند فرماتے۔ کرتے کا تکمہ اکثر کھلا رکھتے۔

حضور سید کونین ﷺ کا سامان زندگی

حضور سرور کائنات ﷺ کے اپنے گھر میں کیا سامانِ زندگی تھا حضور ﷺ کی ازواج مطہرات (امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن) کے لئے حضور ﷺ نے کس قسم کا سامان زندگی مہیا فرمایا۔ اسکی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

حضرت عائشہؓ کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے حضرت ام سلمہؓ کو ام المؤمنین ہونے کے بعد ام المساکین حضرت زینبؓ کا گھر ملا تھا۔ انہیں جو اثاثہ میسر آیا وہ ایک چکی اور چند میر جو تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا حضور سرور کائنات ﷺ لکڑی کے ایک ٹوٹے ہوئے پیالے میں ہی تمام قسم کے مشروبات نوش فرماتے تھے۔
آپ کی ازواج مطہرات اپنی ضروریات کی چند چیزیں گھر میں رکھ کر باقی سب اللہ کے راستے میں غریبوں، یتیموں میں خیرات کر دیا کرتیں۔ تمام امہات المؤمنین کے مکان علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور مختصر تھے۔

مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا دروازہ مسجد نبوی کے اس حصہ میں کھلتا ہے جسے "روضۃ من ریاض الجنۃ" جنت کے باغات میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے۔ یہ اسقدر تھا کہ جب حضور ﷺ کی نماز جنازہ کے لئے صحابہ کرامؓ حجرہ کے اندر داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اسمیں گنجائش نہ تھی۔ ان تمام حجروں (رہائش گاہوں) کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ حضرت حفصہؓ کے گھر میں حضور ﷺ کے آرام فرمانے کے لئے ٹاٹ کا ایک ٹکڑا موجود تھا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے تمام حجروں کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں اور ان میں شگاف پڑ گئے تھے کہ سوراخوں سے دھوپ اندر آتی تھی۔ تمام چھتیں کھجور کی شاخوں اور پتوں سے چھائی تھیں، بارش سے بچنے کے لیے کمبل لپیٹ دیئے جاتے۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو سکتا تھا۔ گھر کے دروازوں پر پردہ یا باریک پٹ کا کواڑ ہوتا تھا۔ کاشانۂ نبوت گو انوار الٰہی کا مرکز تھا لیکن اس میں رات کو چراغ تک نہ ہوتا تھا۔ گھر کی ظاہری زیب و آرائش آپ کو پسند نہ تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دھاری دار رنگین کپڑے لٹکا دیئے تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہمیں مال اینٹ اور پتھروں کو لباس پہنانے کے لئے نہیں دیا گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق وعادات

محسنِ انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وعادات سراپا قرآن مجید تھے۔ آپ نہایت خلق و محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرماتے۔ سلام کہنے میں سبقت لے جاتے مصافحہ اور معانقہ کرتے وقار اور متانت کیساتھ گفتگو فرماتے، کسی کی دل شکنی نہ کرتے، غریبوں، بیواؤں اور ضعیفوں کے گھر جا کر اُن کا پانی بھرتے

ضروریاتِ زندگی کی چیزیں بازار سے لاکر دیتے، مہمانوں کی خاطر مدارات خود کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہر چیز مہمانوں کی نذر ہو جاتی۔ تمام اہل و عیال فاقہ کرتے، ہمیشہ سادہ اور ایک ہی غذا پر گذارہ کرتے۔ کسی مجلس میں تشریف رکھتے تو اپنے سامنے جو کھانا ہوتا اسی پر اکتفا کرتے۔ سب کے ساتھ مل جُل کر زمین پر اس طرح بیٹھتے کہ کسی کا امتیاز نہ دکھائی دیتا۔ آپ کا مقدس چہرۂ انور ہی پہچان کی علامت تھا۔ عام انسانوں کے ساتھ یکساں اور مساوات کا سلوک کرتے۔ امیر، غریب چھوٹے بڑے، کالے گورے کی کوئی تمیز اور فرق نہ رکھتے، زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ انسانوں کی عزت و توقیر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر کراتے، بیماروں کی عیادت کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ ہمہ وقت حکم کے منتظر اور مستعد رہتے۔ آپ کے ادنیٰ اشارے پر جاں نثاری کو دنیا و آخرت میں سُرخ روئی اور نجات کا باعث سمجھتے۔ بایں ہمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے خود کرتے تاکہ اُمت کا کوئی فرد محنت و مزدوری اور اپنے ہاتھ سے کام کو معیوب خیال نہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ کے معمولات کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے اور کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے۔ گھر میں خود جھاڑو دیتے۔ دودھ دوہ لیتے تھے، بازار سے سودا سلف خرید لاتے تھے، جوتا ٹوٹ جاتا تو خود ہی اس کی مرمت کر لیتے تھے۔ ڈول میں ٹانکے خود لگا لیتے اونٹ اور سواری کے جانور خود باندھتے چارہ دیتے اور غلام کے ساتھ مل کر آٹا خود گوندھتے تھے ہاتھ سے کبھی اپنے غلام، لونڈی، کسی عورت یا جانور کو نہیں مارا۔ آپ نے کسی سائل کی درخواست کبھی رد نہیں فرمائی بلانسان تو اشرف المخلوقات ہے آپ حیوانات پر بھی رحم فرماتے اور اس بے زبان مخلوق پر جو ظلم روا رکھے جاتے تھے آپ نے منع فرما دیئے۔"

جانوروں کے گلے میں قلادہ ڈالنے کا رواج ختم کرا دیا۔ زندہ جانور کے بدن کا گوشت کاٹنے جانور کی دُم اور بال کاٹنے، پرندوں کے انڈے اور اُن کے گھونسلوں سے بچے اٹھانے کو منع فرمایا۔ جانوروں کے بھوکے پیاسے رکھنے والے مالکوں کو سخت تنبیہہ فرمائی کہ خدا سے ڈرو۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم طہارت پاکیزگی اور خوشبو کو پسند فرماتے۔ اُجلا اور پاکیزہ لباس پہنتے اور دوسروں کو پہننے کا حکم دیتے۔ اجتماع عام خصوصاً جمعہ کی نماز کے لئے صاف ستھرا لباس پہنتے۔ خوشبو اور سرمہ لگانے کا حکم دیتے تاکہ پسینے کی بُو سے دوسرے مسلمان بھائیوں کو معمولی تکلیف نہ پہنچے شرم و حیا کی تلقین کرتے، دوسروں کے سامنے ننگا نہانے، بے پردہ ہونے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے۔ زنا۔ شراب۔ سود اور فسق و فجور کی سختی سے ممانعت فرماتے۔

وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

حضور اکرم ﷺ کا عدل و انصاف

حضور خاتم الانبیاء ﷺ کو عرب کے بیشمار قبائل سے واسطہ پڑتا تھا وہ قبائل اور خاندان ایک دوسرے کے سخت دشمن ہوتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان قبائل کے ساتھ ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیا اور اسلام کی دعوت دینے یا عدل و انصاف کا معاملہ کرتے وقت کسی خاص قبیلے یا کسی خاص فرد کی طرفداری نہیں کی حتیٰ کہ مسلم و غیر مسلم کا فرق و امتیاز بھی روا نہیں رکھا بلکہ سب کے ساتھ مساوات کا سلوک کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مخزوم قبیلے کی ایک عورت نے چوری کی۔ بعض لوگوں نے اسکو سزا سے بچانے کے لئے حضور ﷺ کے نہایت ہی پیارے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے فرمائش کر کے معافی کی درخواست پیش کی۔ آپ نے اس سفارش پر ناراض ہو کر فرمایا :

"بنی اسرائیل اسی سبب سے تباہ ہو گئے کہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں سے درگزر کرتے ۔"

حضور ﷺ نے ایسے ہی موقع پر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میری لختِ جگر فاطمہؓ بھی چوری کا ارتکاب کرے گی تو اس کے بھی ہاتھ کٹوا دیئے جائیں گے۔

حضور ﷺ کی اقتصادی و معاشی اصلاحات

محسنِ انسانیت ﷺ نے جہاں انسانوں کو غلامی کی ذلت اور کالے گورے کے فرق و امتیاز سے نجات دلا کر شرفِ انسانیت سے سرفراز کیا وہاں انسانوں میں اقتصادی و معاشی مساوات قائم کرنے کے سلسلے میں جو اصلاحات نافذ کیں اور جو اسوۂ حسنہ پیش کیا وہ تاریخ انسانیت کا باعثِ صد افتخار سرمایہ ہے۔

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ایماندار نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اسکا ہمسایہ فاقے اور بھوک سے نڈھال ہو۔ ○ آپ نے فرمایا تم مزدور کو (جو محنت و مشقت کر کے پسینہ سے شرابور ہو جائے) اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دو۔ ○ آپ نے فرمایا جس شخص نے مُردہ اور بنجر زمین کو زندہ کر کے قابلِ کاشت بنالیا اور بیکار زمین پر دیوار کھڑی کر کے قبضہ کر لیا وہ اُس کی ہو گئی۔ ○ حضور ﷺ نے فرمایا زمین اس کی ہے جو اس پر کاشت کرتا ہے اور جو شخص کاشت کے بغیر تین سال تک بیکار چھوڑ دے اس کا حقِ ملکیت خود بخود ساقط ہو جاتا ہے۔ ○ آپ نے فرمایا پانی گھاس اور آگ میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں یعنی جو چیزیں قدرتی پیداوار اور وسائل میں شامل ہیں (درخت، معدنیات گیس تیل وغیرہ) وہ سب انسانوں کی مشترکہ میراث ہیں ○ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے چالیس روز تک سامانِ غذا کو (گرانفروشی) کے لئے ذخیرہ کیا۔ اللہ کی ذات سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور نہ اللہ کو اس کی کوئی پرواہ ہے۔ ○ آپ نے فرمایا جس شخص نے کھوٹ ملا کر دھوکہ کیا

وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی تحریری تبلیغ اسلام

حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے زبانی دعوتِ اسلام کے ساتھ تحریر و انشاء کی صورت میں دُنیا کے مختلف بااثر لوگوں، بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام خطوط ارسال کر کے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ ایسے والا ناموں کی [illegible] سے زائد بیان کی گئی ہے ان میں سے بعض مشہور افراد کے نام مع مکمل کوائف درج ذیل ہیں :

مملکت	حکمران کا نام	قاصد نبوی کا اسم گرامی	تفصیل
حبشہ	شاہ نجاشی اصحمہ بن الجبر رض	حضرۃ جعفر طیار رض حضرۃ عمرو بن امیہ ضمری رض	علاوہ ازیں پاپائے رُوم، شاہانِ حمیر اور خیبر یہودی سرداروں کے
مصر	شاہ مصر مقوقس	حضرۃ حاطب بن ابی بلتعہ رض	نام بھی والا نامے ارسال کر کے دعوۃ اسلام دی گئی ان مکتوباتِ گرامی کی بنا پر
ایران	شاہ کسریٰ خسرو پرویز	حضرۃ عبداللہ بن حذافہ رض	دنیا کا سب سے پہلا بادشاہ جس نے دعوۃ اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا
رُوم	قیصرِ روم ہرقل	حضرۃ دحیہ بن خلیفہ کلبی رض	وہ شاہِ حبشہ حضرۃ اصحمہ رض ہیں اور دُنیا کا وہ بادشاہ جس نے حضور
یمامہ	ہوزہ بن علی	حضرت سلیط بن عمرو رض	ﷺ کا مکتوبِ گرامی پھاڑ دیا وہ شاہِ ایران خسرو پرویز
بحرین	منذر بن ساوی	حضرت علاء بن الحضرمی رض	تھا جس کی گستاخانہ حرکت پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا:
عمان	جیفر بن جلندی بن عامر	حضرۃ عمرو بن العاص رض	ھلک کسریٰ "کسریٰ ہلاک ہوگیا"۔ قاتلوں نے اسکے جسم کے ٹکڑے
دمشق	حارث بن شمر غسانی	حضرۃ شجاع بن وہب اسدی رض	کر کے جہنم واصل کیا اور اسکی سلطنت بھی پارہ پارہ ہوگئی۔

غزوات تاریخی جنگیں

تاریخ اسلام میں وہ لڑائیاں غزوات کہلاتی ہیں جن میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود شرکت کر کے جہاد فرمایا۔ جس جہاد و معرکہ آرائی کے لئے صحابہ کرام رض کو سپہ سالار مقرر فرمایا وہ "سرایا" کہلاتی ہیں جس کے لغوی معنی "قصد" اور "سیر" کے ہیں۔

نمبر شمار	نام غزوہ	تعداد	تاریخ و سنہ	مقابلہ
۱	ابواء (ودان)	۷۰	سنہ ۲ھ	انسداد قافلۂ قریش
۲	بواط	۲۰۰	سنہ ۲ھ	" " "

۳	صفوان	۷۰	۲ھ	تعاقب کرز بن جابر ڈاکو
۴	ذی العشیرہ	۱۵۰	۲ھ	برائے معاہدہ قبائل ینبوع
۵	بدر الکبریٰ	۳۱۳	۱۷ رمضان ۲ھ	کفار قریش ایک ہزار
۶	بنو قینقاع	—	شوال ۲ھ	قبائل یہود
۷	السویق	۲۰۰	״	تعاقب صخر بن حرب اموی
۸	بنو سلیم	۲۰۰	محرم ۳ھ	قبیلہ بنو سلیم یا غطفان
۹	غطفان انمار	۴۵۰ سوار	ربیع الاول ״	بنو ثعلبہ بنو محارب
۱۰	اُحد	۶۵۰	۱۶ر شوال ״	مدینہ سے تین میل کفار عرب
۱۱	حمراء الاسد	۵۴۰	۱۷ ״ ״	احد کے دوسرے دن تعاقب دشمن
۱۲	بنو نضیر	—	ربیع الاول ۴ھ	یہودی قبیلہ کا تعاقب
۱۳	بدر اخریٰ	۱۵۱۰	ذیقعدہ ״	انسداد قبیلہ قریش
۱۴	دومۃ الجندل	۱۰۰۰	ربیع الاول ۵ھ	مختلف قبائلِ عرب
۱۵	مریسیع	—	۲ر شعبان ״	بنو مصطلق کا انسداد
۱۶	خندق (احزاب)	۳۰۰۰	شوال/ذیقعدہ ״	سرداران و قبائل یہود
۱۷	بنو قریظہ	—	ذی الحجہ ״	یہودی قبیلہ بنو قریظہ
۱۸	بنی لحیان	۲۰۰ سوار	ربیع الاول ۶ھ	اہل رجیع قاتلین مُبلغینِ اسلام
۱۹	ذی قردہ (غابہ)	۵۰۰	ربیع الثانی ״	ڈاکوؤں کے خلاف
۲۰	حدیبیہ	۱۴۰۰	ذیقعدہ ״	قریش مکہ مانعین عمرہ
۲۱	خیبر	۱۴۲۰	محرم ۷ھ	یہودی قبائل
۲۲	وادی القریٰ	۳۸۲	״ ״	״
۲۳	ذات الرقاع	۴۰۰	۱۰ محرم ״	مختلف قبائل
۲۴	فتح مکہ	۱۰۰۰۰	رمضان ۸ھ	قریش
۲۵	حنین	۱۲۰۰۰	شوال ״	مختلف قبائل
۲۶	طائف	۱۲۰۰۰	״ ״	״
۲۷	تبوک	۳۰۰۰۰	رجب ۹ھ	افواج ہرقل قیصر روم کا انسداد

پیغمبر انسانیت ﷺ کا عالمی منشور

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ١٠ھ میں جب اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری حج کا ارادہ فرمایا تو جملہ اطراف واکناف میں اطلاع بھیجدی گئی۔ اسپر فرزندانِ اسلام کی ایک کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی جس میں ہر طبقے اور ہر درجے کے لوگ شامل تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں سمیت ذی الحلیفہ میں احرام باندھا اور لبیک لبیک کی صداؤں کیساتھ آپ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ ٩ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں اور پھر میدان عرفات میں ایک لاکھ ٢٣/یا ٢٤ ہزار قدسیوں کے ساتھ تشریف لائے تو یہ پورا میدان تکبیر وتہلیل کی ایمان افروز صداؤں سے گونج اٹھا۔

حضور محسنِ انسانیت ﷺ نے جبل رحمت کے قریب "قصوا" نامی اونٹنی پر سوار ہوکر کائنات انسانی کے لئے ایک ایسا بین الانسانی منشور پیش فرمایا جو بنی آدم کی فلاح وبہبود اور امن وسلامتی کے ابدی پیغام اور طریق کار پر مشتمل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری خطاب خطبہ "حجۃ الوداع" کے نام سے معروف ہے۔ آپ نے خداوندِ قدوس کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

"لوگو! میں تم کو اس کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں اور ترغیب دلاتا ہوں، میری باتیں پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنو! کیونکہ میں نہیں دیکھتا کہ اس سال کے بعد اس مقام پر، اس مہینہ میں اور اس شہر میں پھر تم سے ملاقات ہوسکے خدا تعالیٰ نے تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت وآبرو کو ایک دوسرے پر آج کے دن اس شہر اور مہینہ کی حرمت کی طرح حرام کردیا ہے۔

لوگو! تمہارا خدا ایک، تمہارا باپ ایک، تم سب اولادِ آدم ہو اور حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر کوئی امتیاز حاصل ہے یعنی وطنیت اور رنگ ونسل کے سب امتیازات ختم ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اخوتِ اسلامی کے رشتے میں منسلک ہے تمہارے یہ غلام۔ ! تم اپنے خادموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔

لوگو! دورِ جاہلیت کی ہر بات میں اپنے قدموں کے نیچے روندتا ہوں۔ اس زمانے کے تمام خون باطل کردیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون (ابن ربیعہ بن الحارث کا جو بنی سعد میں ابھی شیرخوار تھا اور ہذیل نے جسے قتل کردیا تھا) معاف کرتا ہوں۔ اور زمانہ جاہلیت کے تمام سودی لین دین باطل کرتا ہوں۔ سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود (عباسؓ بن عبد المطلب کا) باطل قرار دیتا ہوں۔

لوگو! اپنی عورتوں کے متعلق ڈرتے رہو۔ خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہاری عورتوں کو تمہارے مقابلہ میں کچھ حقوق اور ذمہ داریاں سپرد ہیں۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہاری خوابگاہوں اور بستروں پر کسی غیر مرد کو ہرگز نہ آنے دیں اور گھروں میں تمہاری اجازت کے بغیر کسی شخص کو داخل نہ ہونے دیں۔ اور وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور تمہارے ذمے عورتوں کا حق یہ ہے کہ ان کی خوراک اور پوشاک کا اہتمام کرو۔

اے لوگو! تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کا مال لینا جائز نہیں۔ میرے بعد کہیں اس اخوتِ اسلامی کو ترک کر کے کافرانہ ڈھنگ اور طرزِ زندگی اختیار نہ کر لینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے پھرو۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی یا پیغمبر آنے والا نہیں اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اور اُمت پیدا کی جائے گی پس غور سے سُن لو! تم اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ پانچوں وقت نماز ادا کرتے رہو۔ ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھتے رہو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ خوشدلی کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ حج بیت اللہ کرتے رہو اپنے حکام وامراء کی اطاعت پر کاربند رہو تاکہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو سکو۔

لوگو! میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم اس پر کاربند رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید)

اے لوگو! تم کو عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کی بابت بازپرس کی جائے گی اور تم سے میری بابت دریافت کیا جائیگا تو بتاؤ تم وہاں کیا جواب دو گے؟ اس پر تمام حاضرین نے بآوازِ بلند عرض کیا "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغامِ حق پہنچا دیا اور امت کو نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا۔ حقیقت سے پردے اُٹھا دیئے اور امانتِ الٰہی کو صحیح طریقے سے ہمارے سپرد کر دیا۔"

حاضرین کے اس جواب پر حضور محسنِ انسانیت ﷺ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا "اے خدا! تو گواہ رہنا کہ تیرے بندے کیا گواہی دے رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا جو لوگ یہاں پر موجود ہیں وہ یہ سب باتیں اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو اس وقت یہاں حاضر نہیں ہیں ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو اچھی طرح یاد رکھیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر خوب حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔

حضور ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اس مقام پر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

باقی صفحہ ۱۴پر

قسط ۲
گذشتہ سے پیوستہ

آزادئ ہندوستان کا خاموش راہنما

از
حضرۃ قاری محمد طیب صاحب قاسمی
مرحوم و مغفور

(۶) عطیات اور چندوں کے سلسلہ میں امراء پر نظر اور ان کے وعدوں یا جاگیروں یا کارخانہ ہائے تجارت وغیرہ کے مستقل ذرائع آمدنی پر بھروسہ رکھنے سے اس چھٹے اصول میں کافی طور پر ڈرایا گیا ہے تاکہ ذہنی مرعوبیت اور اسیری یا دماغ کے جراثیم پرورش نہ پا سکیں اور ادارہ خودغرض سرمایہ داروں کی نفسانی اغراض کی آمیزش سے پاک رہے۔ جو ذہنی ہی نہیں خارجی آزادی کے حق میں بھی زبردست رُکاوٹ ہیں۔

کیا آج کے دور میں سرمایہ داری اور سرمایہ داروں کے ختم کرنے کے دعووں سے فضاءِ عالم گونج نہیں رہی ہے؟ اور کیا ہر انقلابی پارٹی سرمایہ داروں کو راہ سے ہٹانے کی کوشش میں لگی ہوئی نہیں ہے۔ جبکہ وہ دیکھتی ہے کہ مطلوبہ انقلاب میں یہی سرمایہ دار پارٹی اپنے سرمایہ اور عیش پسندانہ وسائل کی حفاظت کی خاطر انقلاب میں حارج ہوتی ہے حضرت والا نے اسے اسوقت محسوس کیا جب مزدور اور سرمایہ دار کا کوئی رسمی سوال دنیا میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ مگر پیدا ہونیوالا تھا۔

حضرت والا اپنے نورِ فراست اور اپنے مذہب کے اصول کی روشنی میں دیکھ رہے تھے کہ انقلاب لانا کبھی سرمایہ داروں کا کام نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ جفاکش مزدور قسم ہی کے لوگ اس میدان میں آگے آئے ہیں اور اب بھی وہی آگے آئیں گے اس لئے آپ نے اپنے غریب اور متوکل طبقہ کو جسے وہ اس ادارہ میں تیار کرنا چاہتے تھے سرمایہ دار طبقہ سے بے نیاز بنا کر الگ کر دیا تاکہ ادھر تو یہ غریب طبقہ اس بیماری سے محفوظ رہے اور اُدھر وہ روگ زدہ طبقہ بھی کسی حد تک شفا پا جائے کیونکہ ایک صورت تو اسے بدکا کر اور اسے رقیبانہ تقابل ڈال کر اسے ختم کرانے کی تھی اور ایک صورت اس سے مستغنی بن کر اسے مفلوج کر دینے کی تھی جس سے وہ خود ہی اپنے روگ کو پہچان کر اسے زائل کرنے کی فکر میں لگ جائے۔

پہلی صورت میں کامیابی موہوم اور فساد یقینی تھا اور دوسری صورت میں کامیابی یقینی اور امن و اصلاح کے ساتھ نیز پہلی صورت میں شور و شر اور ڈھونگ زیادہ ہے اور عمل کم اور دوسری صورت میں اس کے برعکس کام اور کار برآری زیادہ ہے اور دعووں کا شور کم۔ نیز پہلی صورت میں سرمایہ داروں کو چونکانا اور مقابلہ کی دعوت دینا ہے اور دوسری صورت میں اسے ایک طرف چھوڑ کر خاموشی سے اس کی راہیں مسدود کر دینا ہے۔

حضرت والا نے اس اصول میں دوسری صورت اختیار فرمائی جو امن و سلامتی کے ساتھ سرمایہ داری کا جنازہ

سامنے لے آتی ہے کیونکہ اس میں استغنائی رنگ سے سرمایہ داری کے جذبات کی حقارت دل میں اُتاری گئی ہے۔
ظاہر ہے کہ استغناء سے سرمایہ داری کو مٹانے والا خود سرمایہ دار بننے کی کبھی آرزو نہیں کر سکتا، لیکن سرمایہ کی محبت سے سرمایہ داری کو مٹانے کا خواہشمند درحقیقت سرمایہ کا خواہشمند ہے جو اپنے رقیب کو راستہ سے ہٹا کر اس کی جگہ لینا چاہتا ہے جس سے سرمایہ دار تو مٹ سکتا ہے مگر سرمایہ داری نہیں مٹ سکتی۔ ظاہر ہے کہ جب ملک کی اکثریت (جو غیر سرمایہ دار غرباء ہی کی ہوتی ہے) سرمایہ داری سے بے نیاز ہو گئی تو قوم کی اکثریت سے سرمایہ دارانہ جذبات ختم ہو گئے اور غنی کے آگے محتاج خود ہی جھک جاتا ہے۔

اس لئے حضرت والا نے ادارہ کی آمدنی تعمیر اور دوسرے کاموں میں ایک گونہ بے سروسامانی، توکل اور استغناء کا اصول رکھ کر ادارہ کو غریبانہ اور متوکلانہ انداز میں چلانا چاہا ہے تاکہ کارکنوں میں تو سرمایہ اور سرمایہ کا غرور پیدا نہ ہونے پائے اور جن کو یہ روگ لگا ہوا ہے وہ ادھر جھک جائیں جس سے اُن کے غرور میں کمی آجائے اور اس طرح یہ دونوں طبقے ایک دوسرے کے قریب آجائیں اور ان میں رقابتوں کے جوش سے باہمی نزاعات نہ پیدا ہوں جس سے اوّلاً ذہنی آزادی اور ضمیر کی حرّیت ختم ہو جائے اور پھر خارجی آزادی کے امکانات بعید سے بعید ہو جائیں۔

پس حضرت والا نے اس اصول کے ذریعے حصولِ آزادی کی ایک اور منزل قریب کر دی مگر مادیت کے راستہ سے نہیں بلکہ روحانیت اور اخلاق کے راستہ سے۔

(۷) ادارہ کے لئے گورنمنٹ کی امداد کو مُضر بتلا کر اس سے بچتے رہنے کی ہدایت فرمائی اور اس طرح ادارہ کو سرکار کی مداخلت سے بچا کر تعلیمی آزادی کو برقرار رکھا گیا ہے جو حقیقی آزادی کی اصلی منزل ہے۔ کیونکہ اقتصادی غلامی ہی بالآخر سیاسی اور انتظامی غلامی پر منتج ہوتی ہے اس لئے اس ساتویں اصول سے اقتصادی آزادی حاصل کی گئی ہے۔

کیا اسی کو ترکِ موالات نہیں کہتے؟ جس کو سیاسی پارٹیاں مختلف اندازوں سے استعمال کرتی ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں بسلسلہ تحریک خلافت اور پھر بسلسلہ تحریک آزادئ وطن کھدر پوشی کو رواج دے کر بدیشی کپڑے کا امپورٹ بند نہیں کیا گیا جس سے مانچسٹر وغیرہ کے کارخانے کافی متاثر ہوئے۔ نیز دیسی صنعتوں کو رواج دے کر بدیسی سامانوں کا عملی بائیکاٹ نہیں کیا گیا اور کیا آج بھی ملکی اور قومی حکومتیں غیر ملکی سامانوں کی درآمد پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کر کے ان کا امپورٹ نہیں روک رہی ہیں تاکہ خود اپنے ملک کی تجارت و صنعت ترقی پائے اور ملک ہر سامان میں غیر ملکوں کا اقتصادی محتاج و غلام رہنے کے بجائے خود کفیل ہو جائے کہ اس کے بغیر ملک کی اپنی بنیادیں مستحکم نہیں ہوتیں۔ ٹھیک اسی طرح اس اصول کی رو سے اس اجنبی حکومت کی درآمد بند رکھی گئی جو ملک کی آزادی کی پامال کنندہ تھی تاکہ یہ قومی ادارہ اپنی ضروریات میں خود کفیل رہے اور قومی ہے تو قومی ہی سرمایہ سے چلے اسے غیر قومی رنگ کے سرمایہ کا دستِ نگر بن کر اقتصادی غلامی کا شکار ہونا نہ پڑے جس سے وہ ہمیشہ سرکاری مداخلتوں کا نشانہ بنا رہے۔ بہر حال جو مالی عدم تعاون کھدر پوشی اور بدیشی کپڑے

کے بائیکاٹ میں مضمر تھا وہی اس سرکاری ایڈ سے احتراز اور قومی سرمایہ میں محدود رہنے میں مخفی تھا صرف صورت اور مال نوعیت بدلی ہوئی ہے۔

اس لئے حضرت والا کی دُور بین آنکھ سو سال پہلے وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی جو دوسروں کی آنکھوں نے بہت بعد میں دیکھا اور پھر بھی پورا نہیں دیکھا۔

(۸) اس آٹھویں اصول میں کارکنانِ ادارہ کو غریب منش رہنے اور سرمایہ دار بننے سے روکا گیا ہے۔ جیسا کہ چھٹے اُصول میں سرمایہ داری کے خاتمہ کی تدبیر بتلائی گئی تھی۔ کیونکہ اس دفعہ کا حاصل یہ ہے کہ ادارہ کے سلسلہ میں غرباء کے تعاون اور موالات کو اصل رکھا جائے اور انہی کے انداز پر غریبانہ انداز میں کام چلایا جائے کہ ادارہ کے لئے یہی پائیداری اور پختگی کا سامان ہے گویا اس دفعہ کا مفاد تعلیمی لائن سے غیر سرمایہ داروں کی ایک مستقل برادری کا قیام ہے مگر غیر رسمی طور پر بلا انداز تقابل و رقابت جو ظاہر کہ سرمایہ داروں کے مقابلہ میں اقلیت ہی میں رہے ہیں۔

اور یہی وجہ اس سے بعد اور تنفر کی ہوتی ہے کہ وہ اکثریت کو ضرورت کی حد تک بھی سرمایہ سے محروم کئے رہتے ہیں اس کا ثمرہ یہ نکل سکتا ہے کہ جب یہ اکثریت اپنے کمال قناعت و توکل سے سرمایہ داروں سے مستغنی ہو جائے تو قدرتاً سرمایہ دار اس کے محتاج ہو جائیں گے اور وہ بشوق و رغبت اپنا سرمایہ لیے ان لوگوں اور کاموں پر لا کر نثار کرنے کے آرزومند ہو جائیں گے جس سے سرمایہ داروں کا سرمایہ خود بخود باہر آ جائے اور غیر سرمایہ داروں کے حقوق قدرتی طور پر وصول ہوتے رہیں۔

اس طرح یہ دفعہ سرمایہ داری کے سر پر ایک کاری ضرب ہے مگر موافقت اور مدارات کے پیرایہ میں جس سے ان دو طبقوں میں منافرت پیدا نہیں ہوتی کہ وہ آزادی کی راہ کا روڑا بنے اس لئے اس دفعہ سے بھی اقتصادی آزادی کا ایک اہم مورچہ فتح ہو جاتا ہے۔

(۹) یہ حضرت کے آٹھ حکیمانہ اصول کی تشریح تھی لیکن غور کیا جائے تو ایک نواں اصول ان کے عنوان سے نمایاں ہوتا ہے اور وہ تنظیم مدارس کا اصول ہے کیونکہ عنوان بالا میں دارالعلوم اور دوسرے مدارس چندہ کو ان ہی اصول ہشت گانہ کے نیچے جمع کر کے انہیں ایک دوسرے کا شریک ٹھہرایا گیا ہے جو رابطۂ مدارس کی ایک معقول اور مؤثر صورت ہے اور ظاہر ہے کہ مدارس کا رابطہ مدارس کے فضلاء کا قدرتی رابطہ ہے اس لئے اس اصول میں تنظیم مدارس کے راستہ سے علمی فضلاء اور ان کے حلقہ ارادت کی تنظیم کر دی گئی ہے جو انقلاب اور آزادی کے لئے خشتِ اوّل کی حیثیت رکھتی ہے۔

پھر حضرت والا نے صرف نظری ہی طور پر یہ اُصول نہیں بتلا دیا بلکہ عملی طور پر ان ہی اصول ہشت گانہ کی روشنی میں بہت سے مدارس خود قائم فرمائے اور بہت سے مدارس اپنے متوسلین کے ذریعے قائم کرائے۔ گویا [illegible] کے بعد آپ

کی مستقل سیاست ہی یہ تھی کہ جگہ جگہ آزاد قومی مدارس قائم کئے جائیں اور ان میں آزاد ضمیر نوجوان تیار کئے جائیں۔ اگر لارڈ میکالے یہ دعویٰ لیکر اُٹھے کہ:

"ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ اور نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہوں مگر دل و دماغ اور طرز فکر کے لحاظ سے انگلستانی ہوں"

تو ان مدارس سے عملی طور پر یہ صدا بلند ہو کہ:

"ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نونہال تیار کرنا ہے جو رنگ اور نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں مگر دل و دماغ اور طرز فکر کے لحاظ سے عربستانی اور ہندوستانی ہوں"

چنانچہ ایسے نوجوان تیار کرنے کے لئے اگر دیوبند میں دارالعلوم قائم فرمایا تو مراد آباد میں مدرسہ قاسم العلوم قائم کیا امروہہ میں مدرسہ جامع مسجد قائم فرمایا۔ گلاوٹھی میں مدرسہ قائم فرمایا۔ انبہٹہ میں اور تھانہ بھون میں دینی مدرسہ قائم فرمایا۔ غرض جہاں جہاں حضرت والا خود پہنچے وہاں خود اور جہاں ان کے خدام اور متوسلین پہنچے وہاں اُن کے واسطے بتاکید تمام آزاد مدرسے قائم کرائے جس سے اطراف ملک میں بکثرت مدارس قائم ہوئے۔ پھر ان مدارس کے نقش قدم پر اور سینکڑوں مدارس کی بنیادیں رکھی گئیں جس سے آپ صرف بانی دارالعلوم دیوبند ہی ثابت نہیں ہوئے بلکہ اس نوعیتِ خاص کے لحاظ سے بانیٔ مدارسِ ہند ثابت ہوتے ہیں اور پھر آپ نے ان مدارس کی روحانی تنظیم بھی فرمائی جس سے ان کے پروردہ افراد خود ہی منظم ہو گئے اور ایک تنظیمی مذاق لیکر اُبھرے۔

چنانچہ آزادی کی تحریک شروع ہوتے ہی ان مدارس کی بیشمار جماعتیں رسمی طور پر بھی منظم ہو گئیں اور انہوں نے جمعیۃ العلماء کے نام سے جنگِ آزادی میں حصہ لیکر ملک کی جوش شاندار سیاسی خدمات انجام دیں اور جو بے نظیر قربانیاں پیش کیں تاریخ اس سے انکار نہیں کر سکتی۔

جمعیۃ العلماء کے افراد پر شخصی حیثیت سے نکتہ چینی ہر وقت ممکن ہے لیکن اس کے اصول و مقاصد اور اس کے تحت مجموعی حیثیت سے اس کی عظیم خدمات نکتہ چینی سے یقیناً بالاتر ہیں۔ اگر یہ علماء کی جماعت اس تنظیم مدارس کی لائن سے میدان میں نہ آتی تو عوام کا اس طرح جوق جوق آوازۂ آزادی کا خیر مقدم کرنا عادۃً مشکل تھا۔

اس ملک کا مزاج ہی مذہبی ہے اور اس کے لئے مذہبی آواز ہی میں جذب و کشش ہے۔ وہ کوری سیاسی آواز پر گرش بر آواز نہیں ہوتا۔ اسی لئے علماء کے میدان میں آنے سے پہلے یہاں کے عوام سے میدان خالی تھا۔ اللہ و رسول کے نام کی صدا بلند ہوتے ہی عوام سے میدان پٹ پڑے اور یہ ظاہر ہے کہ مذہبی صدا مذہبی حلقوں ہی سے اٹھی جو مدارس کی صورت میں اس وقت سے منظم تھے جبکہ اس قسم کی رسمی تنظیموں کے تصورات سے خالی تھے۔

یہ غیر رسمی مگر رسمی سے زیادہ پائیدار تنظیم حضرت والا ہی کے ان اصول ہشت گانہ اور طرز عمل سے ہوئی جیسیں

سیاسی مقاصد کے ساتھ دینی اور مذہبی جذبات بنیاد بنے ہوئے تھے اور جونہی اس مدارسی تنظیم کو رسمی انداز میں لایا گیا یعنی جمعیتی پلیٹ فارم جگہ جگہ کھولے گئے تو عوام سے سیاسی میدان بھر گئے اور جوش و خروش کے حیرت ناک منظر سامنے آگئے جس کی شہادت تحریک خلافت اور پھر تحریک آزادیٔ وطن دے سکتی ہے۔

بہرحال حضرت والا نے ۱۸۵۷ء کی شکست پر میدانِ شاملی میں مسلمانوں کی ہمہ جہتی آزادی مٹ جانے کے جو مظاہر اپنی آنکھوں سے دیکھے ان کا تیر بہدف علاج آزادی کے انہی بنیادی اصولوں اور ان کی عملی تشکیل سے ہو سکتا تھا جو بنامِ مدارس اور تعلیمی نظام کی لائن سے بروئے کار لائی گئی۔

سوانح[1] مخطوطہ کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ صرف آج ہی اس نظام کے نتائج کا مشاہدہ کر نیز لے اس کے قائل اور اس سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ اس ابتدائی دور کے لوگ بھی، حتیٰ کہ مخالفین تک بھی اسوقت جبکہ یہ نظام ایک مخالف ماحول میں قائم کیا جا رہا تھا اس کے اعتراف پر مجبور تھے کہ ملت کے گئے ہوئے وقار کی بازیافت کے لئے ان اصول سے بہتر تیر بہدف نسخہ دوسرا نہیں ہو سکتا جن کے سامنے دلّی کی ویرانی اور اس کی مرکزی جہت کے تباہ ہو جانے سے پورے ملک کے حال اور مآل کی تباہی عیاں تھی۔ صاحب سوانح مخطوطہ نظام مدرسہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور جو فوائدِ معاش و معاد کے مسلمانوں کو اس سے (ان اساسی اصول کے نظامِ تعلیم سے) حاصل ہوئے اور ہوں گے وہ مثلِ آفتاب کے روشن ہیں یہاں تک کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنی اصلاح کے لئے اور غیر قوموں پر غالب ہونے کے لئے (جنہوں نے انہیں مغلوب کیا) اس سے بہتر اور مجرّب نسخہ کوئی نہیں۔"

گویا اس دَور میں بھی جبکہ حکومت حاکمانہ رنگ سے چلتی اور ملتی تھی محض حکیمانہ رنگ سے انقلاب لانے کے ڈھنگوں سے دنیا ناواقف تھی، ان اصول کی معنویت اور نتیجہ خیزی کو تسلیم کیا جا چکا تھا اور مخالفین تک کی طرف سے اعتراف کیا جا رہا تھا۔

آج کی اجتماعی مساعی کے سلسلہ میں نصف صدی کے پیہم تجربات کے بعد ملک جن اصول تک پہنچا ہے اور جن پر چل کر اس نے بدیسی غلامی سے نجات پائی وہ سرمو ان اصول سے متجاوز نہیں ہیں جو حضرت والا تقریباً ایک صدی پیشتر

---

[1] سوانح مخطوطہ کے مؤلف جناب حاجی فضل حق صاحب مرحوم ہیں جو دارالعلوم کے اوّلین طبقہ سے ممبر کی حیثیت سے مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ پھر ایک زمانہ تک دارالعلوم کے مہتمم بھی رہے۔ ممدوح دیوبند کے باشندہ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کے معتقدین خاص میں سے تھے۔ آپ نے حضرت والا کی سوانح مرتب کی جو زمانہ کی دست برد سے ضائع ہو گئی۔ اسکے کچھ بچے کھچے اور پھٹے ہوئے اوراق پرانے کاغذات میں دستیاب ہوئے جن سے کافی معلومات بہم پہنچیں اور سوانح قاسمی میں ان سے کافی مدد ملی۔ اس مضمون میں جہاں سوانح مخطوطہ کا لفظ آئے اس سے یہی سوانح قاسمی مراد ہوگی۔

۱۸۵۷ء کے بعد اجراء مدرسہ کے وقت اپنے قلم سے لکھ چکے تھے اور عین اسوقت جبکہ ملک اور قوم کے بارسوخ افراد و طبقات اپنی زندگی حکومت متسلطہ کے رحم و کرم پر ڈال دینے اور اس کی حمایت و وفاداری ہی کو سب سے بڑی ترقی اور معراج کمال سمجھے ہوئے تھے اور اس میں سرگرم عمل تھے۔

جب حضرت والا نے ان اصول پر اسوقت اس ادارہ (دار العلوم) کی بنیاد رکھی ملک کے بارسوخ طبقات بہت سے معاشرتی اور معاشی اداروں کی بنیاد نہ صرف منشاء حکومت کی تکمیل اس کی پوری پوری وفاداری اور اشتراک عمل کے اصول ہی پر رکھ رہے تھے بلکہ ان بنیادوں میں ان مجاہد و سربکف علماء و مفکرین کے ساتھ تحقیر و تمسخر کا برتاؤ اور عوام کو ان سے نفرت دلانے کا جذبہ بھی پیوست کیا جا رہا تھا۔

گویا "اینٹی ملّا ازم" کا پروانہ بھی ساتھ ہی ساتھ ڈالا جا رہا تھا لیکن حضرت والا کے ان سیاسی اصول پر قائم شدہ نظام میں جہاں بدیسی اقتدار کی شکست و ریخت کے نتائج مخفی تھے وہیں ان میں اس تحقیر و تمسخر کے اکھاڑ پھینکنے کی قوت بھی مضمر تھی کیونکہ ان اصول کا حاصل رابطۂ حکومت نہ تھا بلکہ رابطۂ عوام کا استحکام تھا اور ۱۸۵۷ء کے بعد متسلط اقتدار کے خلاف مشینی قوت کی بجائے عوامی قوت ہی مؤثر ثابت ہو سکتی تھی جسے حضرت والا نے پرکھ لیا تھا جس کو اس زمانہ ہی میں مخالفین تک بھی مان چکے تھے اور جبکہ یہ عوامی قوت براہِ راست انہی علماء کے ہاتھ میں تھی اور رہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ عوامی قوت کی بیداری کے وقت ہر طبقہ ان لوگوں کی طرف نہ جھکتا جو اس عوامی قوت پر قابض اور اسے جائز طریق پر استعمال کرنے کے ڈھنگ سے واقف تھے۔

نتیجہ یہ ہوا۔ اور ہونا بھی چاہئیے تھا کہ جن علماء کو نکما اور بیکار یا قوم پر ناحق بار باور کرایا جا رہا تھا جونہی عوامی تحریکات شروع ہوئیں یا عوام کی قوت سے حکومت متسلط کے اقتدار کے خلاف عصبیاتی جنگ کا آغاز ہوا وہی "اینٹی ملّا ازم" والے طبقات ملاؤں کی طرف جھکنے پر مجبور ہو گئے اور اسٹیجوں پر وہی تمسخر و نفرت اظہار عقیدت و نیاز میں تبدیل ہونے لگے۔

ان اصولوں کے زیر اثر تربیت پانے والے علماء بالآخر آزادئ ملک کا جھنڈا لیکر سب سے پہلے سامنے آئے اور جو کام میدان شاملی کی تلواروں سے پورا نہ ہو سکا تھا وہ امن کی زبان و قلم سے پورا ہو گیا۔

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ صدر مدرس اوّل دار العلوم دیوبند نے جو مسجد چھتہ کے عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر تھے حاجی محمد عابد صاحب سے اس غلطان کے ذکر پر کہ اب ہندوستان کی حکومت انگریزوں جیسی مدبر اور قوی قوم کے ہاتھ میں آگئی ہے اور ان کے پنجے ایسے جم گئے ہیں کہ اب وطن کا استخلاص بظاہر ممکن نظر نہیں آتا۔"

ارشاد فرمایا:

"حاجی صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں؟ ہندوستان لوٹ جائیگا صف کی طرح، لوگ سوئیں گے انگریز کی حکومت

میں اور جائیں گے دوسری حکومت میں۔"

یعنی تشدد اور تلوار کے راستے سے نہیں جو حکومتوں کے لوٹنے کا متعارف اور واحد طریقہ سمجھا جاتا ہے بلکہ امن اور عدم تشدد کے راستہ سے یہ لوٹ پوٹ عمل میں آئے گی جس سے واضح ہے کہ یہ بزرگ ۱۸۵۷ء کے بعد ہی سے عدم تشدد کی راہ سے انقلاب کا خاکہ ذہنوں میں لئے ہوئے تھے اور حضرت نانوتویؒ نے اس خاکہ کو ان اصول ہشتگانہ کی دفعات میں تعلیمی رنگ سے بھر دیا جس کو اس وقت کے ماحول میں سانچے سمجھے ہوئے تھے۔ اور بقول صاحب سوانح مخلوط مخالف بھی معقول اور مؤثر تسلیم کر چکے تھے۔

دارالعلوم کے ان فضلاء کے ذریعے جنہوں نے ان اصول کے زیر سایہ تربیت پائی یہ رنگ ملک میں پھیلنا شروع ہوا یہاں تک کہ ملک کے ایک بڑے طبقہ کا جو عوام پر اثر رکھتا تھا ذہن ہی یہ بن گیا اور عوامی رابطہ کی وہ عمومیت یا جمہوریت جو ان اصول میں پنہاں تھی ان تربیت یافتوں کے راستہ سے سو برس پہلے کی ہنڈیا کا اُبال چھلکا تو چولہے کے گرد و پیش چاروں ہی سمتوں کو تر کر کے رہا۔

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم فرمایا کرتے تھے جسکو احقر نے خود بلا واسطہ اُن سے سُنا کہ:

"میں نے حضرت نانوتویؒ کے اصول کی قدر و قیمت یورپ جا کر سمجھی، بالخصوص یورپ و ایشیاء کے متعدد انقلابات کی بنیادوں کو میں صرف انہی اصول کی روشنی میں پا سکا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر میں ان اصول کی شرح لکھنے بیٹھ جاؤں تو دو ضخیم جلدیں تیار کر دوں گا۔"

رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم ۱۹۲۳ء میں جب بسلسلہ تحریک خلافت دیوبند تشریف لائے اور احقر ہی کے مکان پر حضرت والا ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان کی حیثیت سے فروکش ہوئے تو حضرت کے ان اُصول ہشت گانہ کو دیکھ کر جو دارالعلوم کا سنگِ بنیاد ہیں رو پڑے اور غایت تاثر سے بیساختہ فرمایا کہ:

"یہ اصول تو الہامی معلوم ہوتے ہیں، ان کا عقل محض سے کیا واسطہ؟"

بہر حال ان اصول کی روشنی میں جو کچھ ہوا اس پر ۱۹۴۷ء شاہد ہے اور اس انقلاب ۱۹۴۷ء کے اوّلین ہیرو قدرتاً وہی سمجھے جا سکتے ہیں جو ۱۸۵۷ء میں بھی اسی اسٹیج پر تھے جس پر آزادی خواہ طبقے بعد میں آئے اور ۱۸۵۷ء کے بعد بھی اپنے اساسی اصول و عمل کی راہ سے اسی اسٹیج پر رہے۔

بہر حال حضرت نانوتوی نے اگر ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کے لئے یہ دارالعلوم قائم کیا تھا جیسا کہ حضرت شیخ الہند کا مقولہ اس بارہ میں معروف ہے اور رسالہ دارالعلوم میں شائع ہو چکا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اس ادارہ اور اس کے اصولِ تربیت نے یہ تلافی کر دکھائی اور زیادہ نہیں صرف نوّے سال کی مدت میں جو ایک ملک کی نہیں بلکہ ایک فرد کی عمر ہوتی ہے۔ ایک عظیم ترین طاقت کو جو ۱۸۵۷ء میں ایک ملک کے جائز حقداروں کو پامال کر چکی تھی ۱۹۴۷ء میں

مسکینانہ ضعف اور مظلومانہ فروتنی سے نیچا دکھایا۔ ہندوستان صف کی طرح لوٹ گیا۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی شب میں لوگ سوئے انگریزوں کی حکومت میں اور صبح کو جاگے قومی حکومت میں، اور اس طرح ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی ہوگئی۔ گو مسلط طاقت نے جاتے جاتے بھی آزادی کے نقشہ کو بگاڑ دینے کے کافی سامان مہیا کر دیئے جن کا بگاڑ کافی نمایاں ہوا اور ابھی تک ہے لیکن جن اصول کی صداقت نے اصل نصب العین کو رونما کیا تھا انہیں اصول کی صداقت اس بگاڑ کے دفعیہ کی بھی کفیل ہوسکتی ہے بشرطیکہ ان اصولوں پر اسی سابقہ رنگ سے عمل کیا جائے۔

پھر اصول ہی نہیں مدرسہ کے عملی پروگرام کی تشکیل میں بھی حضرت والا نے وہی تلافی والا نصب العین پیش نظر رکھا۔ آپ نے ایک طرف فن سپہ گری کی مشق کا شعبہ طلبہ کے لئے بہ تقاضائے وقت ضروری سمجھا۔ جس سے طلبہ میں قوت قائم رہے اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ پائیدار ہوتا ہے۔ اس میں بعض لوگوں نے یہ اعتراض بھی کیا کہ یہ مدرسہ عربیہ کیا ہوا مدرسہ حربیہ ہوگیا تو حضرت والا نے بقول صاحب سوانح مخطوطہ اسپر مبسوط تقریر فرمائی اور عصری و شرعی تقاضوں کو جواب میں پیش کیا۔

دوسری طرف قومی محکمہ قضاء قائم فرمایا تاکہ متعلقین مدرسہ اپنے متعلقین اور حلقہ اثر میں عدل وقسط اور انصاف پسندی قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اپنے باہمی جھگڑوں کو خود نمٹانے اور شرعی اصول کو ہر معاملہ میں حکم بنانے کا سلیقہ اور جذبہ ابھرا رہے۔ چنانچہ سوانح مخطوطہ نے اس تحریری معاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے جس میں اہل دیوبند سے آپ نے مختلف معاشرتی امور کے بارہ میں عہد کرایا ایک دفعہ یہ بھی ذکر کی ہے کہ:

"کوئی مقدمہ یا معاملہ جس میں فریقین مسلمان ہوں سرکاری کچہری میں نہ جاوے اور اس کے حاکم مولانا محمد قاسم تھے"۔ چنانچہ سینکڑوں مقدمات جو برسہا برس سے کچہریوں کی دفتری طوالتوں میں الجھے پڑے تھے منٹوں میں فیصل ہونے لگے یہ شرعی کچہری چھتہ کی مسجد میں قائم ہوئی۔ معاملات اور مقدمات کی تعداد جب زیادہ ہونے لگی تو فصل خصومات کا یہ کام مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس دارالعلوم کے سپرد فرمایا گیا۔ اور انہی کو مستقل قومی قاضی قرار دیا گیا۔ اور جب اس سلسلہ کا کام بڑھا تو اسی نسبت سے دیوبند کی سرکاری منصفی کی رونق گھٹنی شروع ہوگئی اور یہی مقصد بھی تھا کہ مسلط قوت کا اثر رسوخ ہر سمت کم اور کمزور ہوتا چلا جائے۔

اسی کے ساتھ حضرت والا نے دارالعلوم میں صنعت وحرفت کا شعبہ بھی قائم فرمایا جیسا کہ سوانح مخطوطہ میں اسکا تذکرہ موجود ہے تاکہ ادارہ کے فضلاء معاشی ضروریات میں خود کفیل بن سکیں۔

بظاہر یہ مقابلہ تھا اس رو کا کہ اسوقت کی تعلیم کا انتہائی نقطۂ نظر ملازمت تھا اور وہ بھی سرکار کی جس کا مآل اس کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا تھا کہ اسکول اور کالج کی تعلیم سے لوگ سرکاری ملازمت کرنا سیکھیں اور اس ملازمت سے اپنی غلامی کی جڑوں کو مضبوط بنائیں۔ اس کا رد عمل صحیح معنی میں یہی ہوسکتا تھا کہ لوگ اس غلامی آموز تعلیم سے ہٹ کر اس تعلیم میں لگیں

جو غناء و استغناء کا جوہر پیدا کرے اور جہاں تک معاش کا تعلق ہے سرکاری ملازمتوں سے الگ رہ کر صنعت و حرفت یا قومی ملازمت سے اپنے گزر بسر کا سامان کریں۔

ایک طرف دارالعلوم کے چندوں کا دائرہ اتنا وسیع رکھا گیا کہ ان میں غیر مسلم بھی شریک ہو سکیں چنانچہ دارالعلوم کی ابتدائی رُوداد میں بہت سے ہندوؤں کے چندے بھی لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت والا کی تجویز پر یہ بھی تحریک کی گئی کہ ملک کے تمام مطابع اور پریس بلا تفریق مذہب و ملت اپنی مطبوعات کا ایک ایک نسخہ کتب خانہ دارالعلوم کو عنایت کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے اس صدا پر لبیک کہنے والی شخصیت ایک ہندو کی تھی اور وہ منشی نول کشور مالک مطبع نول کشور لکھنؤ تھے جنہوں نے اپنے پریس کی تمام مطبوعات کا ایک ایک نسخہ دارالعلوم میں بھیجا جس پر دارالعلوم کی جانب سے ان کے حق میں شکریہ و دُعا کا ہدیہ پیش کرنے کے لئے دارالعلوم کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں حضرت نانوتویؒ بھی شریک تھے اور شکریہ کی ایک مستقل تجویز پاس کر کے ان کے پاس بھیجی گئی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت والا اس ادارہ کو عوامی ہی نہیں بلکہ ایک ایسا ہمہ گیر ادارہ بنانا چاہتے تھے جس میں غیر اقوام کی ہمدردیاں بھی شامل ہیں۔ گویا ہندو مسلم اتفاق کا پرداز بھی ڈالا گیا بلکہ سوانح مخطوطہ کی تصریحات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا اس دارالعلومی تحریک کو نہ صرف ملک گیر ہی بنانا چاہتے تھے جس میں اس ملک کی ہر قوم کی ہمدردیاں اس ادارہ اور اس کی تحریک کے لئے حاصل ہوں بلکہ اسے عالم گیر بھی دیکھنا چاہتے تھے اور اس علمی حلقہ کا رشتہ بیرونی ممالک کے مسلمانوں اور ان کی حکومتوں سے بھی جوڑنا چاہتے تھے چنانچہ ترکی کی خلافت کے جو اس وقت پورے عالم اسلام پر اثر رکھتی تھی انتہائی شدومد سے اپنے تعلقات کو دینی اور علمی حیثیت سے وابستہ فرمایا۔ سلطان عبدالحمید خاں والی ترکی کی مدح میں قصائد لکھے۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کو ان کی ہمدردی پر اُبھارا۔ حتیٰ کہ جب ترکی کی جنگ اس سے ہوئی تو حضرت والا نے ترکی کیلئے چندہ شروع کیا اور اپنے گھر کا سارا اثاثہ، اپنی اہلیہ محترمہ کا تمام جہیز کپڑا زیور، برتن سب کچھ ترکوں کی حمایت کے لئے قربان کر دیا۔

اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ اس دارالعلوم کی تحریک کا مرکب نصب العین صرف تعلیم ہی کی حد تک محدود نہ تھا بلکہ اس کے ضمن میں آزادی پسندی، غلامی شکنی، اسلامی اتحاد، وطنی اتحاد، قومی خود مختاری، حق خودارادیت معاشی استغناء وسائل قوت کی فراہمی رابطۂ عوام، تالیف خواص وغیرہ کے ملے جلے جذبات کار فرما تھے۔

اور دارالعلوم کی تاسیس ایک خاص مکتبِ فکر کی تاسیس تھی جیسا کہ حضرت والا کے اصول ہشت گانہ اور جاری کردہ نظام کار سے واضح ہے۔

حاصل یہ ہے کہ آپ اس مدرسہ کے کارکنوں اور پروردوں میں استغناء کی رُوح پھونکتے ہوئے انہیں حکومتِ وقت سے بے پرواہ اور قوم کے غریب افراد اور عوام سے زیادہ سے زیادہ مربُوط فرمانے کی راہ ڈال رہے تھے ورنہ تکثیر چندہ

اور وہ بھی زیادہ تر غرباء سے پھر افزائش طعام طلبہ کی سعی جو قوم کے غریب بچے ہی ہو سکتے تھے اور ادھر حکومتِ وقت کی امداد سے کلی استغناء بلکہ مخالفت اور امراء اور جاگیرداروں پر تکیہ کر کے ان کے فوزانہ عطیات سے اعراض کا طلب آخر اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ حکومتِ وقت کے علی الرغم رابطۂ عوام کو مستحکم اور مضبوط کیا جائے تاکہ ملک کے عوام اس مدرسہ کو اپنی چیز سمجھیں اور اس کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو کر اپنی عوامی طاقت سے انہیں آگے بڑھائیں ورنہ محض درس و تدریس کی حد تک تنظیم ملت کے اس نئے خاکہ کی ضرورت ہی کیا ہو سکتی تھی ؟

پھر اگر محض مذہبی تعلیم و تعلم ہی نصب العین کی آخری حد تھی تو مدرسہ میں فنِ سپہ گری کے شعبہ کے قیام کی ضرورت یہاں کیا ہو سکتی تھی جسے حضرت والا نے اہتمام کے ساتھ خود قائم فرمایا۔ نیز محض مذہبی تعلیم ہی پیشِ نظر ہوتی تو حضرتِ والا صنعت و حرفت کا شعبہ اس مدرسہ میں قائم نہ فرماتے جو خالص معاشی مسائل سے تعلق رکھتا ہے پھر اگر یہ محض ایک مذہبی مکتب تھا تو حضرت والا شرعی محکمہ قضاء قائم فرما کر اعضاء مدرسہ کو اس کا جج مقرر نہ فرماتے جو خالص ایک سیاسی مسئلہ تھا۔ اسی طرح صرف مذہبی تعلیم ہی کا خاکہ مدرسے کے کاروبار کی آخری حد ہوتی تو مدرسہ کے چندہ دہندوں میں غیر مذہب لوگوں کے عطیات شامل کئے جانے کا کوئی تصور سامنے نہ آنا چاہئے تھا۔ نہ ہندو مسلمانوں سے بلا تخصیص مذہب و ملت چندے قبول کئے جاتے اور نہ ہندو چندہ دہندگان کی دعا و شکریہ سے ہمت افزائی کی جاتی۔ پھر اگر کاروبار مدرسہ کی انتہائی غرض و غایت محض کتابی درس و تدریس تھی تو حضرت والا اس مدرسہ کے سرپرست اور ہمہ اوست ہوتے ہوئے سلطانی چندہ کی بنیاد ڈال کر اور خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خاں والیٔ ترکی کی مدح میں قصائد لکھ کر خلافتِ ترکی سے رشتۂ ارتباط قائم کرنے کی صورتیں پیدا نہ فرماتے۔ گویا آپ نہ صرف ملک کی اندرونی اقوام ہی سے رشتۂ یگانگت قائم فرمانے کے داعی تھے بلکہ بیرون ملک سے بھی رشتۂ اتحاد کا سلسلہ پھیلانا چاہتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مدرسہ محض کتبِ درسی کی تعلیم کا مدرسہ نہ تھا بلکہ حضرت اسے ایک ملی جلی تحریک کے مرکز کی حیثیت سے قائم فرما رہے تھے جس کے نظامِ کار میں علم و عمل معاش و معاد قوم و وطن اور دین و مذہب کی حمایت و نصرت کے ملے جلے جذبات ایک دم پیشِ نظر تھے جو حضرتِ والا کے وسیع اور ہمہ گیر ذہن سے نکل کر اس مدرسہ کی بنیادوں میں پیوست ہوئے اور اس کے اثرات تعلیمی راہوں سے اس ادارہ کے تربیت یافتہ فضلاء و متوسلین میں حسبِ استعداد و قابلیت نفوذ پذیر ہوتے رہے۔

بہرحال دارالعلوم کے یہ اساسی اصول اور اس کا نظامِ کار اس ہمہ گیر حکمتِ عملی اور وسیع نظام کی غمازی کر رہا ہے جو حضرت نانوتوی ؒ ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد شاملی کے میدان سے لیکر آئے اور اس کی ناکامی کی تلافی کے لئے بقول حضرت شیخ الہند ؒ یہ مدرسہ قائم فرمایا۔ غور کیا جائے تو یہ اس امانت کی ادائیگی تھی جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ اور حضرت سید احمد شہید بریلوی ؒ سے حضرت شاہ عبدالرحیم ؒ میں اور ان سے بواسطہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی ؒ حضرت حاجی امداد اللہ ؒ تک منتقل ہوئی۔ اور حاجی صاحب کے لوگوں میں بالآخر پوری قوت کے ساتھ حضرتِ نانوتوی ؒ کے قلب و دماغ کا جوہر بن گئی جنہیں حاجی صاحب ؒ

نے اپنی زبان اور اپنے مقاصد کا ترجمان فرمایا تھا۔ جیسا کہ اس کی تفصیلات سوانح قاسمی میں دیکھی جاسکتی ہیں اس لئے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے ہجرت کر جانے کے بعد ان کے ترجمانِ خاص ہی سے ان جذبات کے بقاء و ترویج اور اظہار و اعلان کی توقع ہو سکتی تھی اور وہی ایسے ہمہ گیر ادارہ کے اصول و نظم کا تصور باندھ سکتے تھے۔

بہر حال ان اصولِ ہشتگانہ کے مرکب نصب العین کی یہی وہ اصلی اور عملی خصوصیات ہیں جن کی مادّی اور معنوی شکل کا نام دار العلوم دیوبند ہے اور جس نے بالآخر ۱۸۵۷ء کی پسپائی کی موعودہ تلافی کر دکھائی اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ بالآخر دُنیا اس کے نصب العین کو پاکر ہی رہی اور آزادئ ملک و ملت کے لئے جو خاموش رہنمائی اس نے کی وہ اشتہاروں، رسالوں، اخبارات اور عمومی پروپیگنڈے کے شورِ محشر میں نظر نہیں آتی۔

اس لئے اس یومِ آزادی کے موقع پر جبکہ دنیا مختلف اندازوں سے اس کی یاد منا رہی ہے اور مختلف انداز کی یادگاریں قائم کرنے کے مشورے دیئے جا رہے ہیں ہم نے مناسب سمجھا کہ ان اصول کے تذکرہ سے یاد منائیں جن پر چل کر دنیا آزادی کی منزل پر پہنچی۔ اور اس شخصیت کا ذکرِ خیر کریں جن کا وسیع اور ہمہ گیر ذہن ان دوامی آزادی کا نہ صرف جذبات بلکہ اصول کے درجہ میں بھی امین تھا۔ اور جو ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہو ہو کر ملک کا ذہن آزادی پسند اور حریت طلب بناتے رہے تاآنکہ آزادی سامنے آکھڑی ہوئی اور آج ہر ایک کو اس کی خوشی منانے کا موقع ملا۔

؎ خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بقیہ: قادیانی کافر ہیں! صدرِ ضیاء

یہ فتنہ پھر بھی جاری رہے گا۔ بعد میں روانگی سے قبل اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے صدرِ مملکت نے کہا انہیں قادیانی کہنے میں جمعیۃ علماء اسلام جیسی مذہبی جماعت کے علماء دین کا ہاتھ ہے۔ جو سیاسی فائدے کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

صدر نے ہم وطنوں سے اپیل کی کہ وہ ۱۲ ربیع الاوّل کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت ہادئ عالم کی تعلیمات کے مطابق منائیں۔ اس روز جلوس نکالنے اور جلسے کرنے کے علاوہ نماز بھی ادا کریں اور اسلام کے اصول پر عمل کریں۔ انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ دوسروں کے عقیدوں پر نکتہ چینی نہ کریں اور مسلم قوم کی حیثیت سے اپنی صفوں میں اتفاق و اتحاد برقرار رکھیں۔

تذکرۂ اسلاف

از : سید ابوالحسن نقشبندی
قادری مجددی

گاہے گاہے باز خواں

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

عاشق ربانی شیر یزدانی حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں مکان شریفی سلسلے کے آفتاب تھے آپ خواجہ امیر الدین صاحب کوٹلوی کے مرید باصفا اور خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت خواجہ امیر الدینؒ قطب ربانی حضرت سید امام علی شاہ صاحب کے مُرید باصفا اور قدوۃ الابرار حضرت سید صادق علی شاہ صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ اپنے نقشبندی مشائخ کرام کے قدم بقدم سُنّتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم پر عامل تھے۔ بات بات پر فرماتے کہ ہم فقیری وفیری نہیں جانتے۔ ہم تو صرف اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ (مقدمہ خزینۂ معرفت ص۱۷)

جس طرح خود معمولات اور اتباعِ سُنّت پر عزیمت رکھتے تھے اسی طرح سب یاران طریقت اور جاں نثارانِ الفت سے توقع فرماتے تھے اگر کسی کو اس کے برخلاف دیکھ پاتے تو پورے طیش میں آکر تنبیہ فرماتے۔

(خزینۂ معرفت ص۱۸۵)

"ایک دفعہ حضرت میاں صاحبؒ مکان شریف تشریف لے گئے وہاں ایک شخص کو مزار پر سجدہ کرتے دیکھا، وہ شخص اُلٹ کر گر پڑا۔ آپ جس مزار پر جاتے قبر کو ہاتھ تک نہ لگاتے۔ چپکے کھڑے رہتے یا بیٹھ جاتے۔ شریعت کے خلاف کوئی حرکت دیکھتے تو نہایت غصے میں آجاتے۔"

"ایک دفعہ ایک مولوی صاحب حاضر ہوئے اور تغیر زمانہ کی گفتگو ہونے لگی تو مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ قیامت کے وقت مسجدیں بہت ہوں گی اور نمازی کم اور فسق و فجور کا اسقدر زور ہوگا کہ اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا۔ حدیث شریف کے مطابق سب کچھ ہوگا ہی۔ آپ نے فرمایا:

"مولوی صاحب اگر نہر جاری ہو اور اس میں جا بجا سوراخ ہو کر پانی ادھر ادھر بہنا شروع ہو جائے تو کدال لیکر ان سوراخوں کو بند کرنا چاہیئے یا زیادہ فراخ کرنا چاہیئے" یہ سُن کر مولوی صاحب حیران ہوئے اور جواب دیا کہ اس حالت میں تو سوراخوں کو بند کرنا چاہیئے۔ تب آپ نے فرمایا:

"اسوقت سُنّت کی نگرانی کی سخت ضرورت ہے ایسے گئے گذرے وقت میں جو شخص سُنّت کی نگرانی کرے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قیامت کو میرے ساتھ ہوگا ؛ بلکہ اسکو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

(خزینۂ معرفت ص۱۴۲)

مشرب عالی

"ایک دفعہ کا ذکر ہے بندہ حضرت میاں صاحبؒ کے ہمراہ مکان شریف [illegible] کے موقع پر سردی کا موسم تھا بعد نمازِ عشاء آپ ایک مکان پر تشریف فرما ہوئے [illegible] نام یا مراقبہ اور ذکر میں مشغول تھے۔ لاہور کا ایک نعت خواں آیا۔ اس نے نعت پڑھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے [illegible] دے دی۔ جب اس نے نعت پڑھی تو بعد میں آپ نے بندہ سے فرمایا کہ میں کیا کروں کہ اس کے پڑھنے میری طبیعت بدل گئی۔ پھر آپ نے اپنی مسجد میں نعت خوانی اور غزل خوانی بند کر دی۔ اس سے پہلے آپ کی مسجد میں نعت خوانی غزل خوانی ہوا کرتی تھی اور آپ سنا کرتے تھے اور خود بھی بہت شعر پڑھا کرتے تھے۔

آپ نعت خوانوں کو نعت کی کاپیاں لکھ کر دیا کرتے تھے۔ جب آپ کا مشرب تبدیل ہو گیا تو آپ کی مجلس شعر و اشعار سے خالی ہو گئی اور آپ ہر وقت قال اللہ قال الرسول ہی فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نظموں اور لفظوں میں نہیں ہے بلکہ حال میں ہے۔ تم ایسے بن جاؤ کہ تمہارا ہر فعل، ہر قول، ہر حرکت، ہر عمل سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔ بعض بے سمجھ کہہ دیتے کہ یہ مسجد وہابیوں کی ہے۔"

(خزینۂ معرفت ص۳۱۷)

مشرب عالی کی اس تبدیلی نے حضرت میاں صاحب کو اتباعِ سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس مقام رفیع پر فائز کر دیا جو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا خاص حصہ ہے لیکن اہل بدعت کب خاموش رہ سکتے تھے انہوں نے حسبِ عادت حضرت میاں صاحبؒ کو وہابی اور ان کی مسجد کو وہابیوں کی مسجد قرار دیا۔

حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری مسلکاً و مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انہیں بے پناہ عقیدت و ارادت تھی اور انہی کے نقشِ قدم پر چلنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات مبارکہ سے ان کا مسلک اتباعِ سنت و تردید بدعت واضح کر دیا جائے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے فرزند ارجمند شیخ محمد صادق سرہندی کو تحریر فرماتے ہیں:

"نورِ سنت کو ظلماتِ بدعت نے (اسوقت) مستور کر رکھا ہے اور رونقِ ملتِ مصطفویہ کو کدوراتِ امورِ محدثہ نے ضائع کر رکھا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ (مسلمانوں کی) ایک جماعت ان بدعات کو امورِ مستحسنہ میں سے سمجھتی اور حسنات شمار کرتی ہے۔ نیز تکمیلِ دین ان بدعات کے ذریعے ڈھونڈھ رہی ہے اور ان امور بدعت کو ادا کرنے کی ترغیب دے رہی ہے اللہ تعالیٰ اس جماعت کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرے۔ اس جماعت کو شاید معلوم نہیں کہ دین تو ان بدعات کے ظہور سے پہلے ہی کامل ہو چکا ہے نعمتِ خداوندی تمام ہو چکی اور دینِ اسلام کو حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گئی

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً

میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو۔

پس کمال دین ان بدعات میں تلاش کرنا فی الحقیقت آیتِ مذکورہ کے مقتضیٰ کا انکار کرنا ہے ۔ (ملخصاً)

(مکتوبات امام ربانی ، مکتوب ۲۶۰/۱) (تجلیات ربانی : ص ۱۹۱/۱)

خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کابل کے نام تحریر فرماتے ہیں :

فقیر حضرتِ حق سبحانہٗ سے تضرع و زاری کے ساتھ پوشیدہ اور علانیہ طور پر دعا کرتا ہے کہ دین میں جو نئی بات ایجاد کرلی گئی ہو جس کا وجود زمانہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم میں نہیں تھا ـــــ اگرچہ وہ روشنی میں مثل سپیدہ صبح ہی کیوں نہ ہو ۔۔۔۔ اس ضعیف کو جماعتِ اہلِ بدعت کیساتھ اس عملِ بدعت میں مبتلا نہ کرے ۔۔۔۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بدعت دو قسم کی ہے ایک حسنہ اور ایک سیئہ ۔ حسنہ اس عملِ نیک کو کہتے ہیں جو زمانہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے بعد ظاہر ہوا ہو اور رافع سُنّت نہ ہو ۔

سیئہ وہ ہے کہ رافع سُنّت ہو ۔ مگر یہ فقیر بدعتوں میں سے کسی بدعت میں بھی حُسن و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا سب بدعتیں ظلمات و کدورت معلوم ہوتی ہیں ۔۔۔۔ اگر آج عملِ بدعت کو ضعفِ بصارت کی وجہ سے تر و تازگی کے عالم میں دیکھتے ہیں تو کل (قیامت) میں جب کہ نظر تیز ہو جائے گی جان لیں گے کہ خسارت و ندامت کے سوا اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا ۔ (ملخصاً)

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت ۔ کہ باکہ باختہٗ عشق در شبِ دیجور

مکتوبات امام ربانی ، مکتوب ۱۸۶/۱

تجلیات ربانی : ص ۳۵۱/۱

خواجہ حسام الدین دہلوی کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

" مخدوما و مکرما ! جو نئی بات طریقت میں پیدا کی جائے وہ فقیر کے نزدیک اس بدعت سے کم نہیں جو شریعت میں پیدا کی جائے ۔ برکاتِ طریقت اسوقت تک باقی رہتے ہیں جب تک کوئی امر جدید پیدا نہ کیا جائے جب امر جدید طریقت میں پیدا ہو اس طریق کی راہ فیوض و برکات ۔ بند ہو گئی ـــــ پس محافظتِ طریق

بھی اہم مقاصد میں سے ہے اور مخالفتِ طریق سے بچنا ضروری ہے ——— جہاں کہیں اور جس کسی سے اپنے طریقے کی مخالفت دیکھیں سختی کے ساتھ اس کو روکیں اور طریقے کی اشاعت و تقویت کریں۔ والسلام والاکرام "

مکتوباتِ امام ربانی۔ مکتوب : ۲۶۷/۱

تجلیاتِ ربانی۔ مکتوب : ص ۲۱۶ - ۲۱۷/۱

میر محب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں :

" اگر اہلِ بدعت یہ سمجھ لیں کہ دین کامل میں کوئی بدعت نکال کر اس بدعت کو حسنہ بتانا، عدم کمال دین اور عدمِ اتمامِ نعمت کی اطلاع دیتا ہے تو وہ ہرگز بدعت کو حسنہ قرار دینے کی جرأت نہ کریں۔"

مکتوباتِ امام ربانی : مکتوب ۱۹/۲

تجلیاتِ ربانی : " ص ۱۵ - ۱۹/۲

حضرت خواجہ محمد عبداللہ عرف خواجہ کلاں صاحبزادہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

" میں بدعت کو ایک کدال کی شکل میں دیکھتا ہوں، جو اسلام کو ڈھا رہی ہے۔ اور سنت کو ایک روشن ستارے کی مانند پاتا ہوں جو گمراہی کی اندھیری رات میں راہنمائی کر رہا ہے۔ علماء زمانہ کو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ وہ کسی بھی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کی ادائیگی کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ ان کی نظر میں سپیدیٔ صبح کی مانند روشن کیوں نہ ہو۔ اسلیے کہ شیطان کی آراستگی (اور فریب دہی) کو غیر سُنّت (بدعت) میں بڑا غلبہ اور دخل ہوتا ہے۔۔۔۔ پہلے زمانے میں جب کہ اسلام قوت رکھتا تھا (بعض) بدعت کی تاریکیوں کو (بھی) مجبوراً برداشت کر لیا جاتا تھا اور شاید وہ ظلمتیں نورِ اسلام کی درخشانی کی وجہ سے بعض اشخاص کے خیال میں نورانی بن گئی ہوں اور ان بدعتوں کے حسنہ ہونے کا حکم اسی وجہ سے لگا دیا گیا ہو۔ اگرچہ کوئی حُسن اور نورانیت کوئی بدعت اپنے اندر نہیں رکھتی۔۔۔۔ برخلاف اس وقت کے کہ یہ تو ضعفِ اسلام کا وقت ہے اسوقت بدعتوں کی ظلمتوں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ اسوقت پُورا عالم ظہورِ بدعت کی اکثریت کی وجہ سے ایک دریائے ظلمت کی شکل میں نظر آرہا ہے۔ اور نورِ سُنّت اپنی ندرت و غربت کے باعث رات کو چمکتا ہوا جگنو معلوم ہوتا ہے۔ عمل بدعت اس اندھیرے میں اور اضافہ کر رہا ہے اور نورِ سُنّت کو کم کرتا جاتا ہے۔ (اس کے مقابلے میں) عملِ سُنّت اس ظلمت کی تقلیل اور روشنی کی تکثیر کا باعث ہے۔ پس جس کا جی چاہے وہ ظلمتِ بدعت کو بڑھائے اور جس کا جی چاہے نورِ سُنّت کو کثیر کرے۔ جس کا جی چاہے وہ حزب الشیطان کو

زباں کرتے اور جس کا جی چاہے وہ حزب اللہ میں اضافہ کرے۔ خبردار ہو جاؤ کہ شیطان کا گروہ خسارہ پانیوالا ہی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ اللہ والی جماعت ہی کامیابی حاصل کرنیوالی جماعت ہے.... صوفیائے وقت بھی اگر انصاف پر اتر آئیں اور ضعفِ اسلام اور اشاعتِ دروغ کو ملاحظہ فرمائیں تو عمل سُنّت کو ترک کر کے اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں اور عمل شیوخ کا بہانہ بنا کر اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو اپنی عادت نہ بنائیں بیشک اتباع سُنّت ہی نجات دینے والی اور خیر و برکات کا ثمرہ بخشنے والی چیز ہے۔ سُنّت کے علاوہ بدعات کی پیروی میں خطرے ہی خطرے ہیں۔"

مکتوبات امام ربانی : مکتوب ۲۳/۲

تجلیاتِ ربانی : " ص ۱۹/۲

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی مشہور و مقبول کتاب " تاریخ دعوت وعزیمت" حصہ چہارم میں تحریر فرماتے ہیں:

" اُن بدعاتِ حسنہ میں جو حضرت مجدد صاحبؒ کے زمانہ میں رواج پذیر ہو رہی تھیں ایک " محفلِ میلاد" بھی تھی۔ اس کے مقصد اور عالی انتساب کی وجہ سے اس کو بدعت کہنا اور اس کی مخالفت کرنا بڑا نازک اور دشوار کام تھا اور اس سے عوام میں غلط فہمی پیدا ہونے اور اسکو بے ادبی اور محبت کی کمی پر محمول کرنے کا خطرہ تھا لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جنہیں اس بارے میں کامل شرح صدر حاصل تھا کہ جس چیز کا ثبوت خیر القرون میں نہیں ہے اس میں دین کی ترقی اور اُمت کی فلاح بھی نہیں ہے اور اس میں مرور زمانہ کے ساتھ مختلف مفاسد کا اندیشہ ہے۔" ص ۲۶۰

مجلس میلاد کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا وہ مکتوبِ گرامی قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے جو انہوں نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد خواجہ حسام الدین احمد دہلویؒ اور دیگر متعلقین خانقاہ کو بطورِ تنبیہ لکھا۔ فرماتے ہیں:

خانقاہ دہلی کے دوست مدت سے اپنی ایک روش پر زندگانی گزار رہے ہیں۔ خیر اُن کو اختیار ہے مگر میر محمد نعمان کو تعمیلِ حکم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر میرے منع کرنے کے بعد وہ ایک لمحہ بھی توقف کریں گے تو اللہ پناہ میں لے دالکے لئے خاص طور پر فکر کا اندیشہ ہے) اگر فرض کر و وہ بھی توقف کریں گے تو ضرر کو پہنچے گا۔

فقیر جو اتنے مبالغے کے ساتھ منع کر رہا ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں اپنے طریقے کی مخالفت ہے۔ طریقے کی مخالفت خواہ سماع و رقص کے ساتھ ہو خواہ مولود و شعر خوانی کے ساتھ دونوں برابر ہیں..... ہر طریقے میں ایک مطلب خاص تک پہنچنا ہوتا ہے ہمارے اس طریقے میں مطلب خاص تک پہنچنا ان مذکورہ امور کے چھوڑنے پر موقوف ہے جس کسی کو ہمارے اس طریقے کا طلب مقصود ہو اسکو چاہئے کہ اس طریقے کی مخالفت سے اجتناب کرے..... بستی فیروز آباد (دہلی)

جو ہم فقراء کا ملجاء و ماویٰ ہے اور ہمارے پیر و مرشد کا مرکز...... اس میں اگر کوئی ایسی بات پیدا کی جائے جو اس طریقے کے مخالف ہو تو ہم فقراء کے لئے یہ امر باعث تشویش و اضطراب ہے۔ مخدوم زادگان (خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ) اپنے والد بزرگوار کے طریقے کو محفوظ رکھنے کے لئے زیادہ ذمہ دار ہیں.... حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار کے طریقے میں تغیر آجانے کے بعد ان کے اصل طریقے کی محافظت اور تغیر و تبدل کرنے والوں سے مجادلہ کیا۔ چنانچہ آپ نے بھی اسکو سنا ہوگا...... از روئے انصاف فرمائیے اگر بالفرض حضرت خواجہ (باقی باللہ) اسوقت دنیا میں موجود ہوتے اور یہ مجلس (مولود خوانی) منعقد ہوتی تو کیا وہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے! فقیر کو تو یقین ہے کہ وہ ہرگز اس امر کو جائز نہ رکھتے، بلکہ وہ اس سے منع فرماتے.... مقصود فقیر اطلاع کرنا ہے۔ میری بات کو قبول کیجئے یا نہ کیجئے.... اگر مخدوم زادگان اور وہاں کے احباب اسی موضوع پر قائم رہے تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے محرومی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ والسلام اولاً و آخراً" (ملخصاً)

مکتوبات امام ربانی : مکتوب ۲۶۳/۱

تجلیات ربانی : ص ۲۲۰-۲۲۱/۱

خواجہ حسام الدین احمد ہی کے نام ایک مکتوب کے جواب میں نہایت زوردار طریقے پر لکھتے ہیں اور اس مسئلہ کی بحث کو ختم کر دیتے ہیں :

"مخدوما! خاطر فقیر میں یہ بات آتی ہے کہ جب تک مطلقاً یہ دروازہ بند نہ کیا جائے گا بوالہوس لوگ باز نہ آئیں گے۔ اگر تھوڑی سی اجازت بھی دے دی گئی تو بات بہت دور تک پہنچ جائے گی۔

قلیلہ یفضی الی کثیرہ۔ تھوڑا بہت تک پہنچاتا ہے۔

مکتوبات امام ربانی : مکتوب ۴۲/۲

تجلیات ربانی : ص ۱۶۶/۲

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہٗ اتباع سنت و شریعت کو بے حد ملحوظ رکھتے تھے۔ اسی قدر مشترک کی وجہ سے انہیں اپنے معاصر علماء و مشائخ میں بزرگان دیوبند کے ساتھ ایک خاص تعلق خاطر تھا چنانچہ "خزینۂ معرفت کے باب ۱۲ میں "ذکر مخلصین" کے تحت حضرت میاں صاحب کا مشہور الہامی جملہ " دیوبند میں چار نوری مجلد بطور عنوان مندرج ہے۔ صوفی محمد ابراہیم صاحب مؤلف "خزینۂ معرفت" کی موجودگی میں حضرت میاں صاحب نے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ صوفی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

"مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب صدر مدرسہ دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب مہاجر لاہوری شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو بڑی ارادت سے ملے۔ آپ اُن سے کچھ باتیں کرتے رہے اور حضرت شاہ صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ پھر آپ نے مولانا انور شاہ صاحبؒ کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک خود سوار کرانے کے لئے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا "آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں"۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے بندہ سے فرمایا "شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں"۔ اور میاں صاحبؒ نے فرمایا:
"کہ دیوبند میں چار لڑی وجود ہیں، ان میں سے ایک شاہ صاحبؒ ہیں:" ص ۳۸۴

مولانا محمد بہاؤ الحق قاسمی مدظلہ نے اپنے رسالہ "اسوۂ اکابر" میں مولانا عبدالحنان ہزاروی سابق خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور ریلوے سٹیشن (بعدہٗ خطیب صدر راولپنڈی) تلمیذ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی زبانی اس واقعہ کی کچھ تفصیل لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

"مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی خطیب صدر راولپنڈی نے مجھ (راقم الحروف قاسمی) سے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ دیوبند سے کشمیر جاتے ہوئے رونق افروز لاہور ہوئے (مولانا عبدالحنان صاحب اس سفر میں شاہ صاحبؒ کے ہمراہ تھے) تو حضرت میاں صاحب شرقپوریؒ کے متوسلین میں سے ایک صاحب نے حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حضرت میاں صاحب کے شوقِ ملاقات کا تذکرہ کیا تو شاہ صاحبؒ نے سفر کشمیر سے واپسی پر شرقپور شریف تشریف لیجانے کا وعدہ فرمایا اور جب آپ کشمیر سے واپس لاہور تشریف لائے تو ان ہی صاحب نے وعدہ کی یاد دہانی کرائی چنانچہ آپ شرقپور تشریف لے گئے۔ اس سفر میں بھی مولانا عبدالحنان صاحب کو حضرت شاہ صاحبؒ کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا۔ حضرت میاں صاحبؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ انتہائی اکرام و احترام کا معاملہ فرمایا بلکہ حضرت شاہ صاحبؒ کو چند نقد روپے اور چند کپڑے بھی بطور ہدیہ پیش کئے اور رخصت کے وقت سواری پر سوار کرنے کے لئے باہر تک تشریف لائے"۔ (اسوۂ اکابر ص ۲۸ تا ۳۰)

خود مولانا عبدالحنان ہزارویؒ نے اپنے ایک مضمون میں اس واقعہ کو مزید تفصیل سے تحریر فرمایا ہے یہ مضمون ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ماہ جون ۱۹۶۲ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔
فرماتے ہیں:

"حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ کی خدمت میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ کی ہمرکابی میں حاضری ہوئی تو اس وقت میاں صاحب مکان کی بالائی منزل پر تشریف فرما تھے۔ حضرت کے خدام نے حضرت شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت میاں صاحب کا

طریقہ یہ ہے کہ آپ جب اوپر سے تشریف لاتے ہیں تو بیٹھے ہوئے مہمان ان کے استقبال و اکرام کو کھڑے نہیں ہوتے آپ خود اُن کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ویسا ہی کریں گے جیسا میاں صاحب کا طریقہ ہے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحبؒ اطلاع ہونے پر تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ سے مصافحہ کیا پھر چار پانچ منٹ تک خاموش رہے پھر فرمایا:

"میں خداوند کریم کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں جس نے ایک مدت کی تمنا کو آج پورا کر دیا۔"

اس کے بعد حضرت میاں صاحبؒ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: "ان حضرات کو اب کہاں ڈھونڈیں"۔ آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کے ایک خط کا بھی ذکر کیا اور فرمایا میرے پاس موجود محفوظ ہے"۔ حضرت میاں صاحبؒ نے دو کپڑے (کرتہ، تہبند) (شاید پگڑی بھی لیکن پورا یاد نہیں) اور پانچ روپے کرتے کی جیب میں ڈال کر حضرت شاہ صاحبؒ کو ھدیہ پیش کیا۔ اور ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت شاہ صاحبؒ کو رخصت کرنے کے لئے بنفس نفیس موٹروں کے اڈہ تک تشریف لائے۔" ص ۳۸

اڈے سے اپنی خانقاہ کو لوٹتے ہوئے حضرت میاں صاحبؒ نے "دیوبند میں چار نوری وجود" والا الہامی جملہ ارشاد فرمایا۔ جو اس وقت موجود بہت سے لوگوں نے سنا "خزینہ معرفت" کی اشاعت اول ۱۳۵۰ھ میں یہ ملفوظ مبارک موجود ہے۔ بعد کی اشاعتیں جناب میاں غلام احمد صاحب اور جناب میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے اہتمام سے ہوئی ہیں۔ انہوں نے یہ اور چند دیگر ملفوظ مبارک اس کتاب میں سے حذف کر دیئے ہیں۔

واضح رہے کہ "خزینۂ معرفت" حضرت میاں صاحب شرقپوری قدس سرہٗ کے یار غار مولانا صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندیؒ کی تالیف ہے اور حضرت میاں صاحب کے خلیفہ حضرت مولانا محمد عمر بربلویؒ نے اس کی عبارت، حاشیہ اور ترتیب کا کام انجام دیا تھا۔ (خزینۂ معرفت ص ۴)

انسانی کلام میں ترمیم و تنسیخ کا شکوہ کیا کیجئے کہ قرآن حکیم سے پہلے کے صحف آسمانی میں کیا کیا قطع و برید سے کام نہیں لیا گیا۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کے اخلاف کرام کو ان کی فراست و بصیرت ایمانی اور صدق مقال و تاثیر کلام پر پورا اعتقاد و یقین ہونا چاہیئے۔ خدا گواہ اپنا تو یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ ولی کی زبان سے نکلا ہوا یہ الہامی جملہ "دیوبند میں چار نوری وجود" کسی کے مٹائے نہ مٹ سکے گا۔

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

انجمن ارشاد المسلمین لاہور قابل صد مبارکباد ہے کہ اب اسے خزینۂ معرفت کا مکمل و غیر محرف نسخہ شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ انجمن کے کارپردازوں کو بہترین جزائے نوازے۔

حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری کی معاصر شخصیتوں میں ایک اہم نام مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا بھی ہے حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری کے گوشِ مبارک تک خانصاحب کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند بانگ دعوے پہنچے لیکن اس مردِ عارف و بصیر نے اسے جذبۂ حُبِّ جاہ کی کارفرمائی کے سوا کچھ بھی نہ سمجھا۔ تاہم ایک بار ہندوستان کے سفر میں وہ بریلی بھی تشریف لے گئے۔ خانصاحب بریلوی کے ہاں پہنچے۔ اُن کے کمرۂ خاص میں قدم رکھتے ہی دیکھا کہ خانصاحبؒ کے سامنے قرآن کریم کی تفسیریں اور حدیث پاک کی کتابیں کھلی رکھی ہیں اور خود بدولت شغل حقہ نوشی فرما رہے ہیں۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کو اس منظر سے ناقابل برداشت وحشت ہوئی۔ چنانچہ بن کلام کئے تیزی سے واپس ہوئے باہر آکر دل میں یہ خیال آیا کہ اے بندۂ خدا تو اتنی دُور سے آیا ہے، ایک مرتبہ مل تو لے۔

چنانچہ حضرت میاں صاحبؒ واپس ہوئے اور دوبارہ خانصاحب بریلوی کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ اب ایک نیا منظر تھا انہوں نے دیکھا کہ خانصاحب جانبِ قبلہ شریف تھوک رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت میاں صاحبؒ شرقپوری کی طبع مبارک نہایت مکدر ہوئی اور بن ملے ہی لوٹ آئے۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شُد

تھوک والا یہ واقعہ "خزینۂ معرفت" کے صفحہ نمبر ۱۸۹ پر موجود ہے، "خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں" کا مصداق ہے۔ یہ واقعہ شرقپور شریف میں زبانِ زد خاص و عام رہا ہے۔

مکرم و محترم جناب مولانا ملک حسن علی صاحب مدظلہٗ نے جو اسوقت تقریباً نوّے سال کی عمر میں ہیں اور حضرت میاں صاحب شرقپوری قدس سرہٗ کے معمّر ترین مریدوں میں سے ہیں، راقم سطور سے بیان کیا کہ یہ واقعہ خود حضرت میاں صاحبؒ نے مجھے سُنایا تھا اور اس پر بہت ہی اظہار تاسف کیا تھا۔ حضرت میاں صاحبؒ قدس سرہٗ کے خاندان کے ایک فرد جناب میاں محمد شفیع صاحب حال مقیم شادباغ لاہور نے بھی راقم سُطور سے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے میاں محمد شفیع شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ کے برادر خورد اور جانشین جناب میاں غلام اللہ صاحب کے داماد ہیں۔

حضرت مولانا ملک حسن علی صاحب مدظلہٗ نے اپنی بلند پایہ تالیف "تعلیماتِ مجددیہ" میں "دورِ حاضر میں فتنۂ تلقینِ بدعات" کے عنوان کے تحت مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی کے مسلک و مشرب پر بھی بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں؛

مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی نے جو بریلوی حضرات کے نزدیک دورِ حاضر کے مجدد ہیں اور جنہیں "حضور پُرنُور اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ" کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے برعکس بدعات کی خوب تلقین کی، بلکہ بدعات کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف رکھی۔ فرماتے ہیں؛

" نیک بات اگرچہ بدعت ونو پیدا ہو اُس کا کرنیوالا سُنی ہی کہلائے گا نہ کہ بدعتی۔ اس لئے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بات پیدا کرنے والے کو سُنت نکالنے والا فرمایا تو ہر اچھی بدعت کو سُنت میں داخل فرما دیا اور اسی ارشاد اقدس میں قیامت تک نئی نئی باتیں پیدا کرنے کی اجازت فرمائی اور یہ کہ جو ایسی باتیں نکالے گا ثواب پائے گا اور قیامت تک جتنے اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اسے ملے گا۔ تو اچھی بات سُنت ہی ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا:
جتنے اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اسے ملے گا خواہ اُس نے کوئی نیک بات ایجاد کی ہو یا اس کی طرف منسوب ہو اور چاہے وہ عبادت ہو یا کوئی ادب کی بات یا کچھ اور " . (فتاوٰی افریقیہ ص۹۹ مصنفہ احمد رضا خاں)

اسی کتاب کے صفحہ ۹۰ پر فرماتے ہیں:

" افعال تعظیم و محبت میں ہمیشہ مسلمانوں کے لیے راہ امدادات کشادہ ہیں جس طرح چاہیں محبوبانِ خدا کی تعظیم بجا لائیں جب تک کسی خاص صورت سے شرعاً مخالفت نہ ہو۔ جیسے سجدہ۔ وہاں خاص ثبوت مانگنے والا اللہ عزوجل کا مقابلہ کرتا ہے۔"
(فتاوٰی افریقیہ ص۹۰)

مولانا احمد رضا خانصاحب کی روش اور طرز انشاء جو انہوں نے شیخ مجددؒ کے بارے میں اپنی تصانیف میں اختیار فرمائی ہیں اس سے صاف عیاں ہے کہ وہ حضرت مجددؒ کے متعلق اپنے دل میں استکبار و خلش اور دل غیظ کا پہلو رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خانصاحب نے اپنی کتاب "کوکبۂ شہابیہ" میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا بار بار تکرار فرمایا لیکن کسی جگہ دُعائیہ کلمہ " رحمۃ اللہ علیہ" نہیں لکھا۔ بلکہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے خاندان کے باقی افراد کے بارے میں ان کا وطیرہ یہی ہے۔ ان کے ناموں کے ساتھ تعظیم و تکریم کے القاب اور دعائیہ کلمات استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ شیخ مجددؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے بارے میں یہ بھی طنز اور طعن کرتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کے پیشوا ہیں جن کے ایک نہیں ستر کفریات میں نے اپنے رسالہ میں جمع کئے ہیں۔

اب قارئین کرام مجددِ عہد اسلامی اور مجددِ عہد برطانی کی تعلیمات کے تقابل سے خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگوار ہرگز ہرگز مجدد نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے صرف ایک ہی مجدد ہو سکتا ہے۔ ایک بدعات کو مٹانا چاہتا ہے اور دوسرا بدعات کو نشر و فروغ دیتا ہے۔ شَتَّانَ ما بینہما مولانا احمد رضا خانصاحب کو شاہ ولی اللہؒ کا سارا خاندان چبھتا ہے [1] جب کبھی حضرت شاہ صاحبؒ کے خاندان کا تعارف کرانا منظور ہوتا ہے تو یوں گویا ہوتے ہیں،

---

[1] خانصاحب بریلوی نے حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو طائفۂ وہابیہ کے اکابر و عمائد میں شمار کیا ہے (فتاوٰی رضویہ ۲ ص۱۴۰) واضح رہے کہ خانصاحب بریلوی کا فتویٰ ہے کہ وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں (فتاوٰی رضویہ ۲ ص۲۱۵) خانصاحب بریلوی نے شیخ الآفاق شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کو ہندوستان کے وہابیوں کا معلم ثانی (فتاوٰی رضویہ ۲ ص۲۵) اور ان کے مایہ ناز شاگرد حضرت نواب
باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

"وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی"
(رحمۃ اللہ علیہ ندارد) (احکام شریعت ص۱۳۵)

اور شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو یوں طنزکی:

"تمام خاندان دہلی (یعنی مصنف تقویۃ الایمان کے آباؤ اجداد) کے آقائے نعمت، خداوند دولت ومرجع ومنتہیٰ ومفزع وملجاء وسید ومولا جناب شیخ مجدد" (الکوکبۃ الشہابیہ ص۵۳-۵۵)

سامعین وقارئین حیران ہوں گے کہ "رحمۃ اللہ علیہ" کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی ہر تصنیف میں شیخ مجدد اور شاہ ولی اللہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہی وطیرہ ملحوظ رکھا ہے۔
(ص۲۰۴ تا ص۲۰۷ "تعلیمات مجددیہ" کا اقتباس ختم ہوا)

خانصاحب بریلوی نے اپنے ایک شعر میں زلت اور ضلالت کی نسبت بھی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی طرف کی ہے معاذ اللہ۔ شعر ملاحظہ ہو:

آنچہ در ایں قول تخصیصات بے جا کردہ اند
از زلل یا از ضلالت، پاک ایں بہتان توئی

اس شعر میں خانصاحب بریلوی نے حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے مشہور الہامی قول:

"قدمی ھٰذہ اعلیٰ رقبۃ کل ولی اللہ"

کی طرف اشارہ کیا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جو اس کی توجیہ کی ہے اس سے اختلاف کرتے ہوئے زبان طعن درازکی ہے جس پر خاندان مجددی کے چشم وچراغ اور اہل علم واہل دل بزرگ حضرت مولانا محمد ہاشم جان صاحب مجددی نے احتجاج کیا ہے۔ اس سلسلے میں صاحبزادہ سید عاشق حسین شاہ صاحب سرہندی کے نام انہوں نے ایک مکتوب لکھا جو حسب ذیل ہے:

حافظ محمد ہاشم جان مجددی

مکان ۴ روڈ سی۔ بلاک آئی
شمالی ناظم آباد کراچی ۳۳

مکرم ومحترم جناب فضائل مآب صاحبزادہ سید عاشق حسین صاحب مجددی دام مجدہٗ سجادہ نشین سرہند شریف

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات والتسلیمات

قطب الدین خاں محدث (شارح مشکوٰۃ) کو "قطب وہابیہ" اور "نواب ریاست بھوپال" لکھا ہے" (سیف المصطفیٰ ص۵)
(یاد رہے خانقاہ عالیہ مکان شریف میں انہیں بزرگوں کا سلسلۂ علمی جاری ہے)

مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی کا شعر قابل اعتراض ہے جس میں زلت یا ضلالت کی نسبت اُن اکابر کی طرف ہوتی ہے جس میں حضرت مجدد الف ثانی حضرت شہاب الدین سہروردی حضرت مولانا عبدالحقؒ محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اور بہت سارے اکابر آجاتے ہیں اور حضرت مجددؒ کو جناب مجدد لکھنا اور رحمۃ اللہ تعالیٰ کا دُعائیہ جملہ نہیں لکھا جب کہ اور اکابر کے لئے حضرت اور دُعائیہ کلمے لکھتے ہیں۔ یہ بھی بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ہم سب کو ایسی گستاخی اور بے ادبیوں سے بچائے رکھے اُمید ہے کہ آپ اپنی دُعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں گے۔

زیادہ خیر والسلام

عبدہٗ ہاشم مجددی عفی عنہٗ

یکم مئی ———— ۱۹۷۵ء

خانصاحب بریلوی سے ایک مرتبہ عرض کیا گیا، کیا حضرت مجدد الف ثانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نذارد) نے کہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر اپنی تفضیل بھی لکھی ہے؟ خانصاحب نے حسبِ عادت "آؤ دیکھا نہ تاؤ" حضرتِ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر بہتان باندھا کہ "مکتوبات کی اوّل دو جلدوں میں تو ایسے الفاظ ملیں گے جن میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترکیا گستی"۔

آگے چل کر پھر حضرتِ امام ربانی قدس سرہٗ کی طرف یہ اعتراف بھی منسوب کر دیا ہے کہ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوںؔ[1] میں کہا، صحو سے کہا۔ نہیں، بلکہ زیادہ سکر ہے"۔ اس کے ساتھ ہی خانصاحب نے ایک بھرپور طنز بھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ پر کیا، ارشاد ہے؛

"اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے، ہم تو اپنے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا، صحو سے بتایا۔ خدا کے فرشتے سے کہا۔ تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کئے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں یا ناواقفی یا سکر"۔
(ملفوظات اعلیحضرت بریلوی" مثلہ حصہ سوم مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

خانصاحب بریلوی نے مذکورہ بالا ملفوظ میں حسب ذیل نکات بیان کئے ہیں:

۱۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ۔ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص اور کسر شان کے مرتکب ہوئے۔ اس سلسلے میں ان سے از راہِ سکر غلطیاں ہوئیں۔

۲۔ مسئلہ مذکورہ کے باب میں حضرتِ مجدد صاحبؒ کے مکتوبات کی اوّل دو جلدوںؔ کوئی قابل قبول استدلال نہیں کیونکہ

---

[1] خانصاحب بریلوی سے کوئی پوچھے، کیا حضرۃ مجدد قدس سرہٗ کے زمانے میں مکتوبات جلدوں کی صورت میں مرتب ہوئے؟

وہ صحو سے نہیں بلکہ سُکر سے ہیں۔" اگر کوئی مجدّدی ان کے قول سے استدلال کرے، "اسکو جانے دو"۔ اس کے بعد خانصاحب ازراہِ تعلّی و تبجّل کہتے ہیں:

"ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں، جس نے جو بتایا، صحو سے بتایا، خدا کے فرمانے سے کہا"

گویا مجدّد صاحب جیسے اہل سُکر شیخ کے غلام نہیں جو سُکر سے بتانے والے ہیں اور خدا کے فرمانے سے نہیں کہتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

خانصاحب بریلوی نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بارے میں جو نظریہ اپنے متبعین کو دیا بدقسمتی سے وہ پروان چڑھ رہا ہے۔ یہ متبعین خانصاحب بریلوی کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے فوق المرتبہ قرار دیتے ہیں۔

ملاحظہ ہو مفتی غلام سرور قادری رضوی کی تالیف "الشاہ احمد رضا بریلوی"

مؤلف موصوف لکھتے ہیں:

"چودھویں صدی کے مجدد امام اہلسنت، حامی سُنت ماحیٔ بدعت اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں"

بلکہ علماء محققین نے آپ کو الف ثانی کا مجدد اعظم قرار دیا ہے"

(طبع دوم ص ۱۹ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء شائع کردہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰ پر مؤلف نے خانصاحب بریلوی کا "لغزش سے محفوظ رہنا" تحریر کیا ہے اور گذشتہ چودہ صدیوں کے علماء کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان میں "قلم کی لغزش سے تو شاید ہی کوئی محفوظ رہا ہوگا"۔

خانصاحب بریلوی کے بارے میں "محدث کچھوچھوی" صاحب کا یہ انتہائی مبالغہ آمیز قول بھی مؤلف صاحب نے نقل کیا ہے کہ:

اعلیحضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک اور قلم شریف نقطہ برابر خطا کرے، خدا تعالیٰ نے اسکو ناممکن بنا دیا ہے"۔ ص ۱۶

"نقل کفر کفر نباشد"، کیا مؤلف صاحب خانصاحب بریلوی کو "پیغمبرانہ معصومیت و محفوظیت" کا مقام دینا چاہتے ہیں؟

کہہ رہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ہم قارئین کرام کے سامنے کتاب کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں، خود ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی غلام سرور صاحب نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"اعلیحضرت قدس سرہٗ کی یہ کرامت بھی بہت بڑی کرامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسطرح اپنی حفاظت میں لے لیا کہ آپ کا قول، فعل اور تحریر لغزش سے محفوظ رہے۔ اہل علم حضرات پر روشن ہے کہ علماء دین کے اعلیٰ کارنامے

چودہ صدیوں سے چلے آرہے ہیں مگر قول وفعل کی لغزش سے محفوظ رہنا نسبتاً کم پایا گیا ہے اور قلم کی لغزش سے تو شاید ہی کوئی محفوظ رہا ہوگا۔ زور قلم میں بکثرت تفرد پسندی میں آگئے اور بعض تجدد پسندی کا شکار ہو گئے۔ ان کی تصانیف میں خود رائیاں بھی دیکھی جاتی ہیں اور لفظوں کے استعمال میں بے احتیاطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل ہی پر قناعت کی جاتی ہے ۔۔۔ محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے ساتھ سارے علماء عرب وعجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ الہند مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور یا محقق اعظم بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی اور یا پھر اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولا تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک اور قلم شریف نقطہ برابر خطا کرے، خدا تعالیٰ نے اسکو ناممکن بنا دیا ہے ۔"

ملاحظہ فرمائیے، بریلوی مؤلف صاحب کی گستاخ زبانی کہ بیک جنبشِ قلم چودہ صدیوں کے علماءِ دین پر ہاتھ صاف کر دیا ہے۔ پہلی صدی کو بھی مستثنیٰ کرنا مناسب نہیں سمجھا حالانکہ پہلی صدی تو خود سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلِ بیت وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا زمانہ اقدس واطہر ہے۔ ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

پوری اسلامی تاریخ کے فقہائے ملت، محدثین کرام مجددین عظام علماء وصلحاء امت اور صوفیاء سلف وخلف ان کے نزدیک بکثرت تفرد پسند، بعض تجدد پسند، خود رائے اور بے احتیاط واقع ہوئے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک الخرافات۔ دوسری طرف خانصاحب بریلوی کے بارے میں یہ مبالغہ آرائی کہ ان سے نقطہ برابر خطا ناممکن ہے۔ ہم تو یہی عرض کریں گے:

ے اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

جناب کچھوچھوی صاحب نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بھی "تین محفوظین" میں شامل کیا ہے تو قارئین کرام اس سے یہ گمان نہ کریں کہ موصوف واقعۃً حضرت شیخ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں ان کا نام نامی محض امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مقابلہ پر لایا گیا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مجدد صاحبؒ قدس سرہٗ کے خلاف حضرت شیخ محدثؒ کا مؤقف درست تھا۔

حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ حضرت امام ربانیؒ کے بارے میں اول اول حضرت شیخ محدثؒ کو لغزش ہوئی اور انہوں نے حضرت امام ربانیؒ کے خلاف ایک رسالہ لکھا جس میں کئی ایک اعتراضات ان پر کئے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انپر حق واضح فرما دیا تو انہوں نے اپنے اعتراضات سے رجوع کر لیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد دہلوی خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہما کو اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"نسبت ایں فقیر دریں ایام وصفائے باطن بہ خدمت | ان کی نسبت حضرت مجددؒ کے بارے میں) فقیر کا صفائے باطن

ایشاں (حضرت مجددؒ) از حد متجاوز است و اصلاً پردہ بشریت وغشاوہ جبلت درمیان نماندہ نمی داند کہ از کجا است با قطع نظر از رعایت طریقۂ انصاف وحکم عقل کہ بہ ایں چنیں عزیزاں و بزرگان بد نہ باید بود۔"

آج کل حد سے بڑھا ہوا ہے۔ بشریت کا کوئی پردہ یا افتادِ طبع کا کوئی اثر بالکل حائل نہیں رہا۔ نہیں جانتا کہ یہ کس بناء پر ہے؟ اس سے قطع نظر طریقۂ انصاف کی رعایت اور حکم عقل کا تقاضا ہے کہ ایسے عزیزوں اور بزرگوں کیساتھ بُرا گمان نہ ہونا چاہئیے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت حصہ چہارم ص ۴۳۹، ۴۴۰ بحوالہ بشاراتِ مظہریہ مؤلفہ شاہ نعیم اللہ بہرائچی۔ مخطوطہ ندوۃ العلماء لکھنؤ)

جناب کچھوچھوی صاحب نے تو حضرت شیخ محدث پر بہت مہربانی فرمائی ہے کہ انہیں محفوظین میں شامل کیا ہے لیکن خانصاحب کے تنقیدی تیور بھی ملاحظہ فرمائیے۔۔ سر دست صرف ایک مثال ملاحظہ ہو۔

حضرت شیخ کی "اشعۃ اللمعات" کے ایک مقام پر تنقید کرتے ہوئے خانصاحب بریلوی لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْعَجَبِ مَاوَقَعَ فِی الْاَشِعَّۃِ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۱ شائع کردہ سنی دارالاشاعت رضویہ لائل پور)

بریلوی مفتی شجاعت علی صاحب قادری کا بیان ہے کہ خانصاحب بریلوی کے اختلاف سے محفوظ رہنے والے کسی فقیہ کا سُراغ لگانا نہایت مشکل ہے۔ مفتی صاحب "فتاویٰ رضویہ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا (احمد رضا خاں) رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا، بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو۔ اگر ایسا کوئی شخص نکل آیا تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی"۔

(پیش لفظ فتاویٰ رضویہ جلد ۵ حصہ اوّل ص ۳ مطبوعہ لاہور)

اختلاف وتنقید کی وسعتوں کا جب یہ عالم ہو تو ایسے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ خانصاحب بریلوی اور ان کے متبعین کی تنقید بے جا سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

خانصاحب بریلوی کے ایک اور متبع فاروق القادری صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تالیف "انفاس العارفین" کا ترجمہ کیا ہے جو لاہور سے شائع ہوا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ کے تحت حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"آپ نے متقدمین صوفیاء کے نظریہ وحدۃ الوجود کے مقابلے میں وحدۃ الشہود کا نظریہ پیش کیا جو بہت زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکا" ص ۴۵

یہ چند مثالیں "مشتے نمونہ از خروارے" کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان سے حضرتِ امام ربانی کے ساتھ بریلوی جماعت کا "حُسنِ عقیدت" واضح ہو جاتا ہے۔

اندکے با تو گفتم و بدل ترسیدم		کہ آزردہ خاطر نشوی ورنہ سخن بسیار است

یہ حقیقت ہے کہ بریلوی جماعت ان دنوں مختلف انداز سے سلاسل طریقت خصوصاً سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو مسخ کر رہی ہے۔ مثال کے طور پر ذکرِ جہر کو جو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں روا نہیں اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اسے بدعت قرار دیا ہے زبردستی مساجد میں رائج کیا جارہا ہے۔ اسی طرح حضرت امام ربانی قدس سرہٗ مجالسِ میلاد اور شعر خوانی کے بھی شدید مخالف ہیں لیکن بریلوی جماعت نقشبندیوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ مجددی طریقے کو چھوڑ کر بریلوی طریقے کو اپنائیں۔

آخر میں جملہ اہلسنت والجماعت کو عموماً اور نقشبندی حضرات کی خدمت میں خصوصاً یہ عرض ہے کہ وہ خدا کے لئے حق و باطل میں تمیز کریں اور امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مسلکِ اتباعِ سُنّت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے "دین و مذہب"[1] کی "جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے" ہرگز ہرگز پیروی نہ کریں ؎

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی		ایں راہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

(مقدمہ خزینہ معرفت)

بقیہ: سیرت طیبہ

بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مناسکِ حج ادا کر کے بیت اللہ میں آئے۔ طواف وداع سے فارغ ہو کر قدسیوں کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے اور صرف ۸۱ روز بعد محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی تشریف لے گئے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

قال حسان بن ثابتؓ

[1] ملاحظہ ہو خانصاحب بریلوی کا وصایا شریف ص ۱۰

نامے میرے نام

توبات

حرمین شریفین نیز بنگلہ دیش سے بھی ایسے مکتوبات ادارہ الرشید کے نام آئے ہیں جن میں ادارہ کو خراج تحسین وعقیدت پیش کر کے مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے اور ادارہ کی خدمات کو سراہا گیا ہے

ذوالمجد ومکرم حضرت مولانا فاضل رشیدی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جزاک اللہ۔ دل گہرائیوں سے شکرگذار کہ "الرشید" پابندی سے مل رہا ہے۔ پاکستان میں زندہ دلانِ قاسمی کے احوال شب وروز دینی وعلمی سرگرمیوں، تبلیغی وروحانی فیض رسانیوں سے باخبر کر رہا ہے۔ اللہ پاک آپ کو دارین میں کامیاب و بامراد فرمائے۔ آپ ہی کے طفیل ہم دُور افتادہ اپنی مادرِ علمی کے دُور دراز بسنے والے فرزندوں سے گویا ہر ماہ مل لیتے ہیں۔ آج پُرانے کاغذات دیکھ رہا تھا حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک تحریر ملی جو دیوبند میں اپنے دستخط سے مجھے عنایت فرمائی تھی۔ کیا موتی ایسی تحریر ہے!

اس موقع پر حضرتِ مرحوم اور دوسرے لوگ پھر دارالحدیث میں آپ سے ملاقات سب یاد آتی چلی گئی۔

آج کل حضرت امام بخاریؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیانی وقفے میں حدیث کا کام کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ مقالہ تیار ہو گیا تو اپنے "الرشید" کی نظر کر دوں گا۔

ڈاکٹر رشید الوحیدی
لیکچرار جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی۔ ۲۵

بخدمت جناب "مدیر الرشید"

بعد سلام مسنون! اُمید قوی ہے مزاج حال بخیر ہوگا۔

بحمد اللہ "الرشید" ہر ماہ پابندی سے مل رہا ہے اور کفرستان میں کافی لوگ مستفیض ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو مزید ترقی عطا فرمائے اور دین کی خدمات سے مالا مال کر دیں۔ آمین

اس ماہ کے الرشید کے آخری صفحہ پر "تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر" جو دو مجلدات کو ایک جلد میں اکٹھا کر کے عوام پر جو احسان کیا ہے اللہ میاں آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ ہمیں یہ تاریخی نمبر مسجد کے لئے ضرورت ہے تو ہمارا

لائبریری سے عوام فائدہ اٹھاسکیں گے۔ نیز اپنے محبوب و مقبول ادارے کے متعلق پڑھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک .....

نیز "الرشید" ادارہ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اگر حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ پر خصوصی نمبر نکالا جائے تو اُمت پر ایک اور عظیم احسان ہوگا۔ جناب فاضل حبیب اللہ دامت فیوضہم اور اکابر حضرات کی خدمت میں سلام اور دُعا کی درخواست ہے۔ والسلام : ایم۔ ایس۔ اے فلاحی انگلینڈ

فاضل گرامی فاضل حبیب اللہ رشیدیؔ صاحب مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خدا کرے آپ کے متعلقین و افرادِ خاندان، اور جامعہ کے تمام طلبہ و اساتذہ بخیر و عافیت ہوں۔

آپ یقین جانیئے کہ سال گذشتہ سے جب سے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں عربی رسالہ "الداعی" کی خدمت اور تدریسی سلسلہ میں منسلک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور آپ کا ماہنامہ "الرشید" جو "الداعی" کے پتہ پر نہیں دارالعلوم کے پتہ پر کبھی کبھار دیکھنے کو مل جاتا ہے۔ اسوقت سے آپ کو خط لکھنے اور دارالعلوم دیوبند، اس کے پیغام و آواز کو پاکستان میں جس منظم و سلیقہ مند طریقہ پر آپ لوگوں تک پہنچا رہے ہیں اور مادر علمی کا سپوت ہونے کا صحیح ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں اسپر آپ کو دلی مبارکباد دینے کا شدید داعیہ دل کی خاموش گہرائیوں میں چٹکی لیتا رہا۔ مگر گوناگوں اور پے درپے مشاغل حائل رہے اور پھر تین ماہ کے لئے سعودی عرب کا سفر پیش آگیا جہاں سے شعبان کے وسط میں واپسی ہوسکی۔ اور رسالہ کے کام کے انبار کا سامنا ہو گیا جو آپ سے خط وکتابت کی راہ میں رُکاوٹ بنا۔ مگر آپ یاد رہے، اور برابر یاد رہیں گے اور دارالعلوم کے ساتھ آپ کے اخلاص اور اس سے حقیقی محبت کی وجہ سے ہمیں آپ سے حد درجہ محبت ہے کہ ہر ایسے آدمی سے ہمیں قدرتی محبت ہوتی ہے۔

خدا آپ کو زندہ سلامت رکھے اور آپ کی صحت برابر اس قابل رہے کہ نتیجہ بخش کردار آپ پہلے سے زیادہ ادا کرسکیں۔ ہمارا ایمان اسپر پختہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے برصغیر کے مسلمانوں کی اپنی سوا سو سالہ تاریخ میں جو دینی و فکری و ثقافتی راہنمائی کی اور کتاب و سُنّت کے علوم کے احیاء کے سلسلہ میں جو بے نظیر و کامیاب رول ادا کیا ہے اس کو عصر حاضر کے تقاضے کے مطابق ذرا سی طریقۂ کار میں تبدیلی کیساتھ آج بھی نمایاں طریقے سے ادا کرسکتا ہے۔ اسکا ماضی اتنا شاندار ہے کہ مستقبل میں اپنے کردار کو تابناک بنانے کے لئے دیگر اداروں کی طرح کسی نئی جدوجہد کی ضرورت نہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ آپ اس سمت میں اچھا قدم اٹھا رہے ہیں اور اس سلسلہ کی سرگرمیوں کی خبر سے دل باغ باغ رہتا ہے۔ خدا آپ کو خوش رکھے اور آپ کی ذریت کو علم و عمل و تقویٰ و خشیت کی دولت سے نوازے۔

والسلام، نورعالم خلیل الامینی رئیس التحریر جریدۃ "الداعی" دارالعلوم دیوبند (الہند)

اُف یہ جلوس

؎ کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری
گر جائے وفا نا کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے

تمام اہلِ اسلام کے نزدیک مساجد اور دینی مدارس کا احترام اور تعظیم انتہائی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متحدہ ہندوستان کی انگریزی استعمار کی طویل تاریخ میں بدیسی ظالم حکومت بھی بالآخر مسلمانوں کے جذبات کی رعایت کرنے پر مجبور ہوئی اور اُس نے ان اسلامی شعائر کی حرمت کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری قرار دیا۔ لیکن ۲۶ نومبر ۱۹۸۲ء کو کراچی کے وسط شہر میں جامع مسجد اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کیساتھ ناعاقبت اندیش انتظامیہ نے جو رویہ اختیار کیا اور جس بربریت کا مظاہرہ کیا اُس کی مثال انگریز کے منحوس دور میں بھی نہیں ملتی۔ جامعہ میں صبح سے باقاعدگی کیساتھ تعلیم جاری تھی۔ سینکڑوں معصوم بچے مسجد کے برآمدوں میں قرآنِ پاک کی تعلیم میں مشغول تھے۔ بڑے طلبہ اپنی اپنی درسگاہوں میں اسباق میں مشغول تھے اساتذہ درس دے رہے تھے۔ سوادِ اعظم کی طرف سے جلوس روکنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا، شب کے مذاکرات میں یہ طے ہو چکا تھا کہ جلوس کو فی الحال گذرنے دیا جائیگا اسی لئے سوادِ اعظم کے مرکزی قائدین باہر روڈ پر امنِ عامہ کے تحفظ کی خاطر افسران کیساتھ موجود تھے لیکن بلا جواز جبکہ جلوس ابھی بہت دُور تھا اور چند وہ افراد جو باہر سے آکر مسجد کی دُکانوں پر پہنچ گئے اور مرکزی قائدین ان کو نیچے اُترنے کی تاکید کر رہے تھے کہ یک بارگی شیلنگ شروع کر دی۔ نہ مسجد کا خیال کیا گیا نہ جامعہ کا لحاظ رکھا گیا اور بے تحاشا آنسو گیس کے گولوں کی بارش کر دی گئی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ طوفان برپا رہا۔ بے شمار معصوم بچے بے ہوش ہو گئے، قرآن کریم کی بے حُرمتی کی گئی، بڑے طلبہ بھی شدید متاثر ہو گئے اور چپہ چپہ پر گیس کے اثرات غالب آئے اگلے دن تک پورا علاقہ زہریلی گیس کی لپیٹ میں رہا۔ مسجد اور جامعہ زبانِ حال سے پوچھ رہے تھے کہ یہ ناگہانی آفت ہم جیسے مقدس اور محفوظ مقامات کے لئے کس بے رحم نے مسلط کی ہے! سینکڑوں کی تعداد میں ان لوگوں سے پُورا علاقہ آفت زدہ ہو گیا۔ خواتین اور بچے بھی اپنے گھروں میں محفوظ نہ رہ سکے۔

روافض کے جلوس کو تحفظ دینے کے لئے اسلامی شعائر کا یہ سنگین مذاق اہلِ اسلام کے قابلِ برداشت ہو سکتا ہے؟ شیل کے گولوں کی باقی ماندہ بڑی تعداد ابھی محفوظ ہے۔ ڈی۔ ایس۔ پی وسیم (قادیانی) جس کا کردار ہمیشہ سے قابلِ اعتراض رہا ہے اور پچھلی تحریکوں میں جس کی رُوسیاہی لمشت ازبام ہو چکی ہے اسی سابقہ بدکردار کردار کو دہرانے کے لئے موقع پر موجود تھا اس نے مسجد کے گیٹ پر کھڑے ہو کر زبردستی پولیس کو گیٹ سے مسجد میں شیل پھینکنے پر مجبور کیا۔

تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ حکومت ایک طرف قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان کی تفتیش اور تلاش کا ارادہ ظاہر کرتی ہے اور دوسری طرف بدنام زمانہ اس قسم کے قادیانی افسران کو من مانی کاروائی کرنے کی اجازت دے کر دستور کا مذاق بھی اڑاتی ہے۔ مسجد اور مدرسہ کی یہ بے حُرمتی اور اسپر روافض کیساتھ جانبداری مسلمانانِ پاکستان کے غم و غصہ کو اشتعال دلانے کے مترادف ہے۔

سوادِ اعظم اہلسنت پاکستان کی مرکزی میٹنگ میں مطالبات کی منظوری کیلئے مہلت دی گئی ہے۔ اگرچہ بعض مطالبات جزوی طور پر منظور ہو چکے ہیں لیکن جب تک تمام مطالبات منظور نہ ہوں ہم اپنے موقف پر قائم رہیں گے۔ ○ سوادِ اعظم اہلسنت پاکستان!

ألرَّشِيد

کا

تاریخ دار العلوم دیوبند نمبر

جریدہ "الرشید" کے خصوصی اعداد میں "تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر" ایسا جامع اور تفصیلی کوائف پر مشتمل شمارہ ہے جو دارالعلوم کی صدسالہ علمی وعملی تحریک کا جامع اور مفصّل مجلّہ ہے!

ادارہ "الرشید" نے دارالعلوم کے تعارف کے لئے مطبوعہ دیوبند کی دو مجلدات کو ایک جلد میں اکٹھا کر کے (دریا بہ حباب اندر) سمو دیا ہے اور دارالعلوم کی نشرواشاعت کے لئے معمولی قیمت صرف -/۲۰ روپے اور مہ -/۲۵ معہ محصول ڈاک ہدیۂ ناظرین کرنیکا فیصلہ کرلیا ہے۔ پاکستان میں ابنائے دارالعلوم واخوان دیوبند کو چاہیئے کہ اس خصوصی شمارہ کو تعلیمی حلقوں میں تبلیغ واشاعت کے لئے پہنچا دیں۔

Phone
2356

جریدہ اسلامیہ شہریۃ تصدر عن جامعۃ رشیدیۃ

REGD. L
NO. 8054

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE PAKISTAN

ادارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال

- ایک ایسی تحریک جو دارالعلوم دیوبند کے طرز و طریق اور مسلک و مشرب اور وفاق المدارس العربیہ کے نصاب و نظام تعلیمات کے مطابق تعلیمی و تبلیغی اُمور سر انجام دے رہا ہے!
- جامعہ حکومت کا مسلمہ خیراتی ادارہ۔ انکم ٹیکس سے مستثنیٰ۔ بموجب سرکلر حکومت پاکستان ۱۵ سی نمبر ۱۷(۱۴۵) ۶۰ T-P -۱ مجریہ ۲/۱۱ ۹ وزارت مالیات پاکستان
- جامعہ کے ماہوار مصارف ایک لاکھ روپے اور سالانہ میزانیہ تقریباً ۱۲ لاکھ روپے مستقل آمدن توکل علی اللہ۔ کارساز ما بفکر کار ما......
- جامعہ میں طلبہ کے قیام، طعام، کتب، علاج معالجہ، نقد وظائف جملہ معاشی اخراجات انجمن رشیدیہ ادا کرتی ہے۔ طلبۂ جامعہ آپ کے عطیات کے اوّلین مستحق، بہترین مصرف۔

جمعیۃ اسلامیہ
فاضل حبیب اللہ رشیدی
مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ
جامعہ رشیدیہ جدید ساہیوال پاکستان

معذرۃ

○ مجلہ "الرشید" دینی جریدہ، مذہبی رسالہ ہے خبرنامہ ندارد۔ اخبار تصور نہ فرمایا جائے۔

○ مضامین، مقالات مقدم، تعارف کتب کے لئے اپنے نمبر کا انتظار فرمائیے!

○ "الرشید" رشیدانہ معیاری مضامین شائع کرتا ہے۔ ذی علم حضرات اور اہل قلم اصحاب کے مقالات کا علی الرأس والعین منتظر رہتا ہے۔ جماعتی امور، مسلکی مسائل کا قدردان
ابناء واخوانِ دارالعلوم کا ترجمان، وفاق المدارس العربیہ کا خادم۔

ناظرین

○ "الرشید" خالص تبلیغی کتابچہ ہے، تاجرانہ ندارد۔ گرانی کی وجہ، ادارہ کے مشورہ سے اخراجات کی تکمیل کے لئے اشتہارات مطلوب ہیں...... تاجر حضرات توجہ سامی سے اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے اشتہارات مہیا فرمائیں۔

○ جامعہ رشیدیہ کا ترجمان پاک وہند بنگلہ دیش کے علاوہ حرمین شریفین، عرب ممالک نیز یورپ وامریکہ کے بیرونی ممالک میں بھی جاتا ہے۔

○ جامعہ کا اکاؤنٹ ۲۹۴ حبیب بینک غلہ منڈی ساہیوال ہے۔
بیرونی حضرات ومعاونین مدیر الجامعہ کے نام مراسلات فرمائیں!
جامعہ کا کوئی نمائندہ کہیں بھی یا سفیر ومحصل ندارد!

الرشید پوری ذمہ داری سے ڈاکخانہ کی تحویل میں سپرد کر دیا جاتا ہے۔ رسالہ نہ ملنے کی شکایت مقامی ڈاکخانہ سے فرمایا کریں۔ (ادارہ)

ترجمان مؤتمر ابناء دارالعلوم و اخوانِ دیوبند

سرپرست : حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ رائپوری بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

اَلرَّشِید

جلد : ۱۲
فروری
۱۹۸۴ء

شمارہ : ۴
ربیع الثانی
۱۴۰۴ھ

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبدالرشید ارشد

بنظامت
(پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

خطاط
حزب اللہ خالد

پرنٹر
سراج الدین اصلاحی
حرکت پرنٹنگ پریس ... لاہور

مقام اشاعت
۳۲ سی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

سالانہ چندہ : -/۲۰ روپے
فی شمارہ : -/۲ روپے

آئینہ مضامین

راشدات

ادارہ

ہمارے سابقہ "مشرقی پاکستان" اور ہمارے بھائیوں کے "بنگلہ دیش" سے حضرت مولانا عبدالمالک صاحب الحسینی القاسمی مُدیر جامعہ مدنیہ ناظم مدنی دارالمطالعہ بہشت پُور رکیلا) اور مدنی پیپر ہاؤس رمین سنگھ کے مکتوبات سلہٹ کے مراسلات سے خبر معلوم ہوئی کہ مدنی پیپر ہاؤس پر حکومت نے قبضہ کر کے اس کا تمام اثاثہ وغیرہ جامعہ مدنیہ کے حفظ خانہ کو واپس اور مدنی دارالمطالعہ کو منتقل کر کے جامعہ مدنیہ کی تحویل میں دے دیا ہے۔

یہ ادارہ بنگلہ دیش میں اسلامی تعلیمات کا کام بطریق احسن سرانجام دے رہا ہے اور مسلکی خدمات خوب کر رہا ہے، یہ بات ہم پاکستان کے مسلمانوں اور اپنے طبقہ کے لوگوں کے لئے قابلِ عبرت و لائق توجہ ہے کہ بنگلہ دیش میں تبلیغی کام اپنے عروج پر ہے اور تعلیمی امور و مسائل بھی بہت خوب سے ہو رہے ہیں۔ بنگلہ دیش کے تبلیغی اجتماع اور وہاں کے عربی مدارس، دارالعلوم، جامعات، مکاتیب اور طلباء و علماء کی تعداد پاکستان کے اداروں سے زیادہ ہیں۔

بنگلہ دیش میں بھی وفاق المدارس القومیۃ قائم اور جملہ مدارس اس سے ملحق اور تنظیم میں شامل ہیں۔ یہ خبر مسرت اثر ہے کہ حکومت نے "حق بحقدار باید رسانید" پر عملدرآمد کیا ہے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کی پیش رفت ہوئی ہے۔

پاکستان میں مقبوضہ ادارے خصوصاً تعلیمی ادارے تاحال حکومت کی تحویل میں اور نگرانی میں کار فرما ہیں۔ رموز سلطنت خویش خسرواں دانند۔ اگر مقبوضہ اداروں کی تعلیمی حالت بہتر اور ترقی پذیر ہو تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن اگر تعلیمی اداروں کی حالت ابتر اور نتائج تسلی بخش نہ ہوں تو حکومت کو اس پر غور و فکر اور نظر ثانی کرنی چاہیئے۔

یہ بات خوش کن ہے کہ حکومت نے عربی زبان کو لازم قرار دیتے ہوئے ناظرہ قرآن حکیم کو اہمیت دی ہے ضرورت اس کی ہے کہ عربی اور دینی مدارس میں مداخلت کی بجائے حکومت دنیاوی تعلیمات کے اداروں میں زیادہ سے زیادہ دینی تعلیمات کے نصاب کو داخل کر کے مسلمان بچوں کے دل و دماغ کو صحیح معنیٰ میں مسلمان اور اچھے پاکستانی اور مجاہد بنائے،

نیز حکومت نے وفاق المدارس العربیہ اور دیگر طبقات کی تعلیمی تنظیموں، اداروں کو تسلیم کرتے ہوئے انکی آخری اَسناد "شہادۃ العالیہ" کو ایم۔اے عربی، ایم۔اے اسلامیات کے مساوی منظور کرکے سکولوں کالجوں کے لئے عربی کے اساتذہ کو ان کا مقام دیتے ہوئے بچوں کی اسلامیات اور عربی زبان کی ترقی کی طرف مستحسن اقدام کیا ہے۔

طلباء مدارس عربیہ کی فرمائش پر یہ نوٹ باعث تحیّر و تعجب ہے کہ تا حال مدارس عربیہ اسلامیہ کے طلباء کو طالبِ علم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ جیسا کہ طلباء کے بس کارڈ پر ٹرانسپورٹرز ان کو رعایت نہیں دیتے اور بعض حلقوں میں ان کے کارڈ منظور نہیں کئے جاتے.......

حکومت اور ٹرانسپورٹرز حضرات کو اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنا چاہیئے۔ ورنہ نتائج اچھے نہ ہونگے! خصوصاً پرائیویٹ ٹرانسپورٹرز اپنے رویّہ میں تبدیلی فرمائیں۔

ع پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی!

صدر مملکت پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے اعلان واجب الاذعان پر لاہوریوں، قادیانیوں کا ردِّ عمل ربوہ کانفرنس کی تقاریر اور اخبارات سے ظاہر ہو چکا ہے۔ لاہوری مرزائیوں کا چیتھڑہ "لاہور" اور "الفضل" ربوہ کے علاوہ مرزا طاہر کا خطبہ، سر ظفر اللہ کا انٹرویو، صدر مملکت کی توجہ سامی کے لئے ضروری ہے کہ ان کا نوٹس لیا جائے۔

مرزا طاہر کا مسئلہ ارتداد اور تکفیر کے معاملہ میں بیان اسلامی شعار کا مذاق ہے اور ظفر اللہ کے سیاسی بیانات خطرناک ہیں۔ پوری قوم کے مطالبات تو مرزائیوں کے بارے میں ظاہر و باہر ہیں۔ مرزائیوں کی تبلیغ ارتداد، مساجد کے نام پر ارصاد و حرب۔ کلیدی آسامیوں پر ان کے قبضے۔ بیرون ممالک سازشیں۔ اندرون ملک غداریاں، مولانا اسلم قریشی کا معاملہ وغیرہ امورِ حکومت کی خصوصی توجہ کے لائق ہیں۔

علماء کنونشن میں یہ بات صاف اور واضح کی گئی کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ میں سب سے بڑا مانع قادیانیت ہے۔ اسرائیل و مرزائیل صیہونیت واشتراکیت سب کے سب ایک ہی چٹے بٹے ہیں!

جناب صدر گرامی قدر، جب مرزائیوں کو کافروں سے بھی بدتر یعنی مُرتد سمجھتے ہیں تو ان کی ذاتی پوزیشن بالکل واضح اور صاف ہو گئی ہے۔ اب صرف مرزائیوں کے خلاف اقدامات کی ضرورت ہے۔ جملہ مسلمانوں کی نمائندہ مجلس عمل نے بھی اپنے مطالبات پیش کر دیئے ہیں۔

اُمید کہ جناب صدر صاحب خصوصی توجہ سامی فرمائیں گے!

ادارہ
الرشید

یٰقوم اتبعونِ اھدکم الیٰ سبیل الرشاد۔

بصائر و عبر

از: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو آٹھویں قومی سیرت کانفرنس اسلام آباد سے افتتاحی خطاب کرتے ہوئے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ختم نبوت کے عقیدہ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس لئے آپ کے بعد نبوت کا ہر مدعی کاذب ہے اور ایسا دعویٰ کرنے والے کو نبی، صاحب شریعت یا مجدد ماننے والے گمراہ اور غیر مسلم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں غیر مسلموں کی حفاظت اور کفالت حکومت کا فرض ہے لیکن اگر وہ اسلام کے بنیادی نظریے یعنی ختم نبوت پر ضرب لگانے کی کوشش میں ہوں تو ان سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ صدر نے کہا کہ پاکستان میں غیر مسلموں کو بہت سی آزادیاں حاصل ہیں۔ مگر مشرکین یا منافقین یا غیر مسلموں کو نظریۂ اسلام سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

(روزنامہ جنگ کراچی۔ ۲۰ دسمبر ۸۳ ۱۹ء)

ایک عرصہ سے صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے بارے میں کچھ لوگ پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ وہ "قادیانی" ہیں! یہ لوگ اس کے دلائل و شواہد بھی پیش کرتے تھے، ان میں سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ موصوف نے متعدد موقعوں پر قادیانیوں سے مسلمانوں کا سا سلوک روا رکھا اور یہ کہ ان کے دور میں قادیانیوں کو مراعات دی گئیں۔

جناب صدر اس الزام کی تردید اگرچہ کراچی کے ایک جلسہ میں بھی کر چکے تھے تاہم موصوف کی زیر بحث تقریر کے بعد ان کے بارے میں غلط فہمیوں کے سارے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس مکروہ پروپیگنڈے کا کوئی اخلاقی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔

بلاشبہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا اسے اللہ کی طرف سے نبی و رسول بنا کر مبعوث کیا گیا ہے نبوت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ یہ بات کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں کہ انگریز کے منحوس دور میں "سرکار کے خود کاشتہ پودا" کی حیثیت سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت و رسالت سے لیکر الوہیت تک کے بلند بانگ دعوے کئے۔ اگر ایسے دعوے کسی اسلامی حکومت میں کئے جاتے تو مدعی کو یا تو دماغی شفا خانے میں پہنچایا جاتا یا اگر اس کی دماغی صحت معمول پر ہوتی تو اسے واصل بجہنم کیا جاتا۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب

اور اس کے متبعین کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "حدیقۃ الموت" میں فی النار والسقر کیا تھا۔ اور جیسا کہ بعد کے تمام خلفاء اسلام کے دور میں مدعیان نبوت سے یہی سلوک ہوتا رہا۔ قاضی عیاض "الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں لکھتے ہیں:

وقد قتل عبد الملك بن مروان الحارث المتنبئ وصلبه وفعل ذالك غير واحد من الخلفاء والملوك باشباههم واجمع علماء وقتهم على صواب فعلهم والمخالف في ذالك من كفرهم كافر۔
(ص ۲۵۷، ۲۶۰ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

عبدالملک بن مروان نے مدعی نبوۃ حارث کو قتل کرکے سولی پر لٹکایا تھا۔ اور یہی سلوک بے شمار خلفاء وسلاطین نے اس قسم کے لوگوں سے کیا۔ اور ان کے دور کے علماء نے بالاجماع ان کے فعل کی تصویب کی۔ اور جس شخص کو ایسے لوگوں کے کفر میں اختلاف ہو وہ خود کافر ہے۔

چونکہ قادیانی نبوت خود انگریز کی ساختہ پرداختہ اور اس کے گھر کی لونڈی تھی اس لئے انگریز گورنمنٹ کے زیر سایہ قادیانی نبوت کا یہ شجرۂ خبیثہ پھلتا پھولتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس وطن پاک میں جسے خدا اور رسول کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، مرزا کا جعلی نبوت کا سکہ نہ چلتا۔ لیکن بہت سے اسباب وعوامل کی بناء پر (جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں) قادیانی دسیسہ کاریاں پاکستان میں بدستور جاری رہیں۔ ہمارے حکمران طبقہ کی رواداری وفراخ قلبی کا یہ عالم رہا کہ قیام پاکستان کے ستائیس برس بعد (ستمبر ۷۴ء میں) صرف اتنی بات تسلیم کی گئی کہ جو لوگ کسی مدعی نبوت کو کسی معنی میں بھی اپنا مذہبی راہنما وپیشوا تسلیم کرتے ہیں وہ مسلمان نہیں۔

اور اب نو برس بعد جناب صدر نے پہلی بار یہ وعدہ کیا ہے کہ:

"پاکستان میں غیر مسلموں کی حفاظت وکفالت حکومت کا فرض ہے لیکن اگر وہ اسلام کے بنیادی نظریے یعنی ختم نبوۃ پر ضرب کاری لگانے کی کوشش میں ہوں تو ان سے سختی سے نمٹا جائیگا"

جناب صدر کے ذہن میں اس "سختی سے نمٹنے" کا کیا خاکہ ہے؟ اس کی وضاحت تو وہ خود ہی فرما سکتے ہیں۔ تاہم سختی سے نہیں بلکہ "نرمی سے نمٹنے" کا جو خاکہ ہمارے ذہن میں ہے وہ پیش خدمت ہے:

اوّل: اگر یہ صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوئ نبوت، اسلام کی بنیاد پر کاری ضرب ہے تو ایسے لٹریچر کی اشاعت پر پابندی عائد کی جانی چاہیئے جس میں ایک مدعی نبوت کے مشن کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے کہ جس کے سمجھنے کے لئے کسی باریک مطالعہ کی ضرورت نہیں کہ کوئی حکومت باغیانہ لٹریچر کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتی۔ پس جب ایسے لٹریچر کی اشاعت نہیں ہو سکتی جس میں حکومت کے خلاف کھلی بغاوت اور ملک و وطن سے کھلی غداری

کی دعوت دی گئی ہو تو ایسا لٹریچر جس میں نبوت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے بغاوت کی دعوت دی جاتی ہو اس کی اجازت ایک اسلامی مملکت میں کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

دوم: گذشتہ سالوں میں حکومت نے مردم شماری کرائی تھی اور قادیانیوں سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے مذہب کا حلفیہ اندراج کرائیں۔ اس سے قادیانیوں کے اعداد و شمار بھی ضرور سامنے آئے ہوں گے۔ قادیانی (اپنے جھوٹے نبی کی سنت کے عین مطابق) بڑے مبالغہ آمیز انداز میں اپنے اعداد و شمار پیش کر کے دنیا کو مرعوب کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے حقوق کا استحصال کرتے ہیں۔ ادھر مسلمانوں کو کچھ معلوم نہیں کہ وطن عزیز میں کتنے لوگ اس فرقۂ باطلہ سے منسلک ہیں۔ اس لئے قادیانیوں کے اعداد و شمار بلا تاخیر قوم کے سامنے آنے چاہئیں۔

سوم: بہت سے قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ایسے اسلامی ممالک میں (بشمول سعودی عرب) ملازمتیں کر رہے ہیں جہاں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے اور بہت سے قادیانی مسلمانوں کے بھیس میں حرمین شریفین کو اپنے نجس قدموں سے ملوث کرتے ہیں۔ لیکن اب تک حکومت کی طرف سے اس کے انسداد کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی۔ عالم اسلام خصوصاً حرمین شریفین کو قادیانی سازشوں سے محفوظ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قادیانیوں کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں ان کے مذہب کا اندراج کیا جائے۔

چہارم: بہت سے قادیانی آفیسر اپنے منصب کو اپنی مذہبی تبلیغ کے لئے استعمال کرتے ہیں جو قانوناً ممنوع ہے۔ اس لئے تحقیقات کی جائے کہ ملک میں کتنے قادیانی افسر و ملازم ہیں اور اس تحقیق کے نتائج سے قوم کو آگاہ کیا جائے۔

پنجم: قادیانی اس بات پر مُصر ہیں کہ نہ صرف یہ کہ وہ مسلمان ہیں بلکہ دراصل وہی مسلمان ہیں باقی سب غیر مسلم ہیں۔ ایک غیر مسلم کا اپنے تمام تر عقائد باطلہ کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان کہلانا اسلام اور مسلمانوں کی توہین ہے۔ حکومت کو غیر مسلموں پر یہ پابندی عائد کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اسلام اور مسلمانوں کا مذاق نہ اڑائیں۔

یہ پانچ نکات تو وہ ہیں جو سختی سے نہیں بلکہ "نرمی سے نمٹنے" کے ذیل میں آتے ہیں۔ اگر حکومت واقعتاً ہی "سختی سے نمٹنے" کا ارادہ رکھتی ہے تو اس کے لئے حسب ذیل اقدامات ناگزیر ہیں:

○ نبوت کے جھوٹے مدعی کی اُمت کو خلاف قانون قرار دے دیا جائے۔ کیونکہ جب یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اسلامی قانون کے خلاف ہے جیسا کہ تمام اسلامی کتب میں لکھا ہے۔ مثلاً شرح فقہ اکبر میں ہے:

التحدی فرع دعوی النبوۃ ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع۔ (ص ۲۰۲)	معجزہ نمائی کا چیلنج کرنا دعویٰ نبوت کی فرع ہے۔ اور نبوت کا دعویٰ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالاجماع کفر ہے۔

تو لازم ہے کہ جو جماعت اس جھوٹے مدعی نبوت کو اپنا روحانی پیشوا مانتی ہے، اسلامی قانون کی رُو سے اسے بھی خلاف قانون قرار دیا جائے۔

○ حکومت نے اسلامی تعزیرات کا قانون ملک میں نافذ کیا ہے لیکن سزائے ارتداد جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر ارشادات میں بیان فرمایا ہے کہ :

من بدّل دینه فاقتلوه	جو شخص اپنا دین اسلام تبدیل کر کے کفر اختیار
(صحیح بخاری ۱۰۲۳)	کرلے اُسے قتل کر دو۔

اور جس پر تمام فقہائے اُمت کا اتفاق ہے اسے حکومت نے نافذ نہیں کیا۔ اگر اسلامی تعلیمات کا نفاذ مقصود ہے اور مطلوب ہے تو سزائے ارتداد کے نفاذ سے شرمانے کی کوئی وجہ نہیں۔ ارتداد، اسلام کی نظر میں زنا اور چوری سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ اب اگر زنا اور چوری کا انسداد بذریعہ قانون ضروری ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ارتداد کے انسداد کی کوئی تدبیر نہ کی جائے۔ الغرض یہ قانون فی الفور نافذ ہونا چاہیئے کہ جو شخص اسلام چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرے گا اس پر سزائے ارتداد جاری ہوگی۔ نیز یہ کہ زندیق بھی سزائے ارتداد کا مستوجب ہوگا۔

○ اگر سرکاری ملازمین کا سروے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قادیانی ہر محکمے کی شہ رگ پر بیٹھے ہیں۔ اس نوعیت کی کلیدی آسامیوں پر سے ان کو برطرف کیا جائے۔

ہم نے نہایت اختصار سے اسلام کے بنیادی عقیدۂ ختم نبوت سے کھیلنے والوں اور اسلام کی بنیادوں پر کاری ضرب لگانیوالوں کے بارے میں چند تجاویز پیش کردی ہیں۔ "نرم" بھی اور "سخت" بھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت ان میں سے کتنی تدابیر کو بروئے کار لاتی ہے یا اگر یہ تجاویز قابل قبول نہیں تو ان کو چھوڑ کر اس سلسلہ میں دیگر کیا اقدامات کرتی ہے؟

آخر میں یہ گذارش ضروری ہے کہ قادیانی اُمت کی مثال اسوقت زخم خوردہ سانپ کی ہے۔ جناب صدر ان کے خلاف کوئی اقدام کرتے ہیں یا نہیں یہ تو بعد کی بات ہے لیکن یہ احتیاط لازم ہے کہ یہ زخمی سانپ جناب صدر ہی کو نہ کاٹ کھائے۔ قادیانی اخبارات و رسائل آجکل جس طرح جناب صدر کے خلاف زہر اُگل رہے ہیں وہ ان کے سوءِ باطن کی نشاندہی کر رہی ہے۔

وما تخفی صدورهم اکبر

حق تعالیٰ انہیں تمام دشمنانِ اسلام کے شر سے محفوظ رکھے۔

(بینات کراچی)

سید محمد ازہر شاہ قیصر ○ شاہ منزل ○ محلہ خانقاہ ○ دیوبند

میں اس مضمون کا عنوان "الخیر فیما وقع" یہ بتانے کے لئے قائم کر رہا ہوں کہ اگر کارکنان مدرسہ خیر المدارس حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں رسالہ الخیر جاری کرتے تو جس طرح ۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۲ء تک خاکسار کی ادارت میں ہندوستان میں رسالہ دارالعلوم نے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے کلماتِ طیبات، ان کے ملفوظات، ان کی علمی مجلسوں کی روداد، ان کی تقریریں، مضامین اور ان کی رہنمائی میں قدیم بزرگانِ دارالعلوم کے حالات زندگی، ان کی تصانیفِ عالیہ کی تسہیل و تخمیر، انکے تقویٰ و طہارت اور دینی زندگی کے حیرت ناک واقعات شائع کرکے عالمِ اسلام میں ان کے کمالات کے نقشِ کہن کو پھر سے تازہ کیا اور جس طرح آج بھی ہمارے عزیز محترم اور نامور عالم اہل قلم مولانا سمیع الحق صاحب کی ادارت میں اکوڑہ خٹک کا رسالہ "الحق" مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی کی علمی تقریروں اور ان کے ملفوظاتِ گرامی کو پابندی اور خوبصورتی کے ساتھ شائع کر رہا ہے اس طرح "الخیر" کا اجراء حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی زندگی میں اگر ہوتا تو اُمت کے لئے بڑا مبارک ہوتا۔ حضرت مولاناؒ جالندھر، دیوبند اور تھانہ بھون کی خبر نہیں کتنی یادوں کو اپنے سینے میں لئے چلے گئے، خبر نہیں کتنے علمی لعل و یاقوت ان کے ساتھ زمین میں دفن ہوگئے اور خلوص و دیانتداری کی کیسی کیسی تابانیاں اور تابناکیاں ان کے نہ ہونے سے ظلمتوں میں تبدیل ہوگئیں۔ جگر مرادآبادی نے کیا بات کہی تھی کہ:

> اب اس مقامِ عشق سے گزر رہا ہوں میں جگر
> کہ ظلمتیں بھی ہیں جہاں تجلیاں لئے ہوئے

بزرگوں کی صحبت ان کے انفاس مبارکہ اور ان کی رہنمائی اور مجالست میں ایک نور ہوتا ہے ایک روشنی ہوتی ہے ایک زندگی ہوتی ہے ایک خیر و برکت ہوتی ہے۔ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت پانے ہی پر حضرات صحابہ کرامؓ کو پوری امت پر فخر و امتیاز حاصل ہوا۔ حدیث نبوی ہے کہ اصل خیر و برکت زمانۂ نبوی میں ہے۔ پھر بلحاظ جملہ زمانۂ نبوت سے بُعد ہوگا خیر و برکت میں کمی آتی رہے گی۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

میری یہ حسرت اپنی جگہ بڑی دردناک ہے کہ رسالہ "الخیر" حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی زندگی میں منصۂ شہود پر آتا۔ تو بہت اچھا ہوتا۔ مگر ان کے اخلاف اور علمی ورثاء کا یہ بھی احسان ہے کہ وہ آج بھی اس صحیفۂ علمی کی اشاعت واجراء پر تیار ہو سکے۔ حق تعالیٰ ان حضرات کی ہمتوں کو بلند فرمائے ان کے قلم کو راہِ حق وصواب پر کام کرنے کا موقع دے ان کے ذہنوں کو کجی اور کج روی سے بچائے۔ قلم کی بڑی طاقت ہے اور اس طاقت کے بموجب اس کی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اہل قلم اگر چاہیں تو وہ ظلمت کو نور اور نور کو ظلمت ثابت کر سکتے ہیں۔ اہل سیف والمحہ تو نسلِ انسانی کے جسموں کو فتح کرتے ہیں، قلعہ جات اور آبادیوں پر دھاوا بولتے ہیں باغ و بہار کو مسمار کرتے ہیں مگر اہلِ علم و اہل قلم ذہنوں کی تعمیر کرتے ہیں، قلوب کے رجحان کو بدلتے اور دماغوں کی صلاحیتوں کو نیک راستہ پر لگاتے ہیں۔

ع۔ قلم گوید کہ من شاہ جہانم

قلم کی طاقت کا اندازہ صرف اس واقعہ سے لگائیے کہ انگریزوں نے اپنے دور میں ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں میں اختلاف وافتراق کا بیج بونے کے لئے خود ساختہ تاریخیں مرتب کیں جن میں سلطان محمود غزنویؒ اور سلطان اورنگزیبؒ کے متعلق من گھڑت افسانے لکھے گئے اور بدترین فرقہ واریت کو ان سے منسوب کیا گیا۔ ان خود ساختہ اور خود غرضانہ داستانوں کا اثر یہ ہے کہ آج برصغیر سے انگریز کو گئے ہوئے ۳۶ سال گذر گئے مگر اس ملک کی اکثریت کا دماغ ان ہی داستانوں سے مسموم ومتاثر ہے۔ اور اس ۳۶ سال کی مدت میں اس ملک میں ۵۱ ہزار سے زائد فسادات اور ان میں اقلیت کے لاکھوں افراد مر چکے ہیں اور ان کا کروڑوں اربوں کا مال نقصان ہو چکا ہے۔

میں نے ادب وصحافت میں ۴۵ سال کا عرصہ گزارا ہے۔ ۱۶ سال کی عمر میں جب اس میدان میں قدم رکھا تو زندگی کی بہارِ تازہ اور نوجوانی کی شادابیاں اور کامرانیاں میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ اب ۶۰ سال کی عمر میں جب اس زندگی سے کنارہ کش ہوا تو بیماری اور تیزی سے آتے ہوئے بڑھاپے نے میرے قدم روک لئے ہیں اور زندگی اور زندگی کا ہر گوشہ کسی نئے کام اور نئے ولولے سے سرد ہو چکا ہے۔

۴۵ سال کے اس عرصۂ طویل میں مجھے یہ ایک تجربہ اور نصیحت حاصل ہوئی کہ علم وقلم کی بڑی ذمہ داری ہے۔ علم کو اگر آپ غلط طریقہ پر حاصل کریں گے اور اسے غلط طریقہ پر تقسیم کریں گے اور اسی طرح قلم کی طاقت کو استعمال کرتے وقت دیانت آپ کا ساتھ نہیں دے گی اور دیانت کو اپنا رہنما اصول نہیں بنائیں گے تو قوموں کی روشن تقدیریں سیاہ اور تاریک ہو جائیں گی۔ تاریخ کے اچھے پہلو نظروں کے سامنے سے ہٹ جائیں گے۔ اچھی شخصیتوں کو بدنام اور رُسوا کر دیا جائے گا اور بُری شخصیتیں اور بری ذہنیتیں برسرِ اقتدار آ کر مادیت اور روحانیت کے جلوہ زاروں کو تہس نہس کر دیں گی۔

"الخیر" کو اپنی ان علمی اور دینی ذمہ داریوں کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے جو اپنے بلند اور عالمانہ مضامین کے ذریعے اس پر

عائد ہوتی ہیں جو حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی خیر و برکت سے معمور زندگی نے اس کے لئے پیدا کی ہیں۔

پاکستان میں علماءِ دیوبند کا ایک متحدہ محاذ ہونا چاہیئے وہاں فکر و خیالات کی ہر تفرقہ اس اسلامی ملک کے لئے قاتل کا درجہ رکھتی ہے پاکستان میں اسوقت سب سے قدیم الایام دیوبندی عالم حضرت مولانا محمد چراغ صاحب مدظلہٗ ہیں۔ جو اُستاذ العصر محدث یگانہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے اخص تلامذہ اور ان کے درس بخاری اور ترمذی کے نوادراتِ علمی کے جامع ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ مولانا محمد چراغ صاحب دیوبندی جماعت کے ہراول دستہ سے باہر کیوں ہیں؟ اگر کوئی بزرگ ہم سے کوئی اجتہادی اور فروعی اختلاف کرتا ہے تو کیا ہم اصولی حیثیت میں بھی اس کے مرتبہ اور مقام کا انکار کر دیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ کے صاحبزادگان عزیز الکرم مولانا سید حامد میاں صاحب دیوبندی اپنی پُرجوش زندگی اور تازہ علم کی خوبصورتیوں کے ساتھ، حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، ان کے بلند اقبال صاحبزادے اور ان کا مرکزِ علمی دارالعلوم حقانیہ، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا دارالعلوم کراچی، علامہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کی نادرِ روزگار درس گاہ، محترم فاضل حبیب اللہ رشیدی صاحب کی مخلصانہ خدمات اور دیوبندی جماعت کے لئے ان کے اتحاد و جامعیت کے جذبۂ بیکراں اور خبر نہیں پاکستان کے گوشہ گوشہ میں کتنی دیوبندی درسگاہیں اور دیوبند سے مستفید حضراتِ علماء موجود ہیں ان سب کو سعی و جدوجہد کے ایک مرکز پر اپنے دائمی رشتۂ اخوت کا لحاظ کرتے ہوئے جمع ہونا چاہیئے اور اپنی سرگرم جدوجہد سے اس اسلامی ملک کو نمونہ کا ایک اسلامی اور فلاحی ملک بنا کر دکھانا چاہیئے۔

پاکستان اپنی جغرافیائی، سیاسی اور قومی حیثیت سے شرق اوسط، شرق بعید اور صحرائے افریقہ کی مختلف سمتوں میں آباد اسلامی ممالک کی قیادت کا فرض ادا کر سکتا ہے۔ آپ اس اسلامی مملکت میں اسلامی نقش و نگار بنانے کے لئے صرف برسراقتدار حکومتوں پر انحصار نہ کریں۔ ہر ملک میں اور ہر دور میں حضراتِ علماء ایک زندہ طاقت کی حیثیت سے کام کرتے رہے بخارا و سمرقند میں روسی اشتراک کے ظلم و ستم کے وقت صرف علماء تھے جو سب سے پہلے مقابلے کے لئے سامنے آئے پھر یہ حضراتِ علماء پاکستان میں ایک تازہ دم سیاست اور طاقت بن کر کیوں اُبھر نہیں سکتے؟

فرقہ واریت اور طبقہ واریت سے میری ہمیشہ لڑائی رہی ہے میں یہ بے ربط مضمون دیوبندی جماعت میں اتحاد و جامعیت کا ایک بیتاب جذبہ پیدا کرنے کیلئے ایک خاص درد دل کیساتھ لکھ رہا ہوں۔ میں الخیر کے فاضل مدیر سے درخواست کروں گا کہ وہ میری اس صدائے اتحاد کو کسی کمی بیشی کے بغیر اپنے صفحات میں جگہ دیں۔ اسی طرح پاکستان بھر کے دوسرے دیوبندی اخبارات و رسائل سے میں پرامید کروں گا کہ وہ فروع اور ذوق کے اختلاف کو اصول اور مسلک پر مقدم نہ کریں مسلک ایک بنیادی چیز ہے اگر کوئی ہم سے مسلک میں اختلاف نہیں کرتا مگر اسے فروع اور ذوق میں ہم سے کچھ اختلاف ہے تو وہ ہم سے دور نہیں بلکہ قریب ہے اور ہمارا ہے۔ میں رسالہ الخیر کی زندہ سے زندہ کامیابی کی دلی دعا اور نیک خواہشات کے ساتھ اپنی اس ہذیان سرائی کو ختم کرتا ہوں! واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

دفتر الخیر ملتان

باب العقائد

مولانا سید سلیمان ندویؒ

عقائد کی حقیقت اور اہمیت

انسان کے تمام افعال، اعمال اور حرکات کا محور اس کے خیالات ہیں۔ یہی اس کو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ یہ عام خیالات درحقیقت اس کے چند پختہ غیر متزلزل اور غیر مشکوک اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں۔ انہی اصولی خیالات کو عقائد کہتے ہیں۔ یہی وہ نقطہ ہے جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے اور اس کے دائرہ حیات کا ہر خط اسی پر جاکر ختم ہو جاتا ہے۔ ہمارے تمام افعال اور حرکات ہمارے ارادے کے تابع ہیں۔ ہمارے ارادے کا محرک ہمارے خیالات اور جذبات ہیں اور ہمارے خیالات اور جذبات پر ہمارے اندرونی عقائد حکومت کرتے ہیں۔ عام بول چال میں انہیں چیزوں کی تعبیر ہم دل کے لفظ سے کرتے ہیں۔ اسلام کے معلم نے بتایا کہ انسان کے تمام اعضاء میں اس کا دل ہی نیکی، بدی کا گھر ہے!

الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو اگر درست ہے تو تمام بدن درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا خبردار کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

قرآن پاک نے دل (قلب) کی تین کیفیتیں بیان کی ہیں۔ پہلے قلب سلیم (سلامت رو دل)، جو ہر گناہ سے پاک ہو کر بالطبع نجات اور سلامت روی کے راستہ پر چلتا ہے۔ دوسرا اس کے مقابل قلبٌ اثیم (گنہگار دل)، یہ وہ ہے جو گناہوں کی راہ اختیار کرتا ہے اور تیسرا قلبٌ منیب (رجوع کرنیوالا دل)، یہ وہ ہے جو اگر کہیں بھٹکتا ہے اور بے راہ ہوتا ہے تو فوراً نیکی اور حق کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ غرض یہ سب نیرنگیاں اسی ایک بے رنگ ہستی کی ہیں جس کا نام دل ہے۔ ہمارے اعمال کا ہر محرک ہمارے اسی دل کا ارادہ اور نیّت ہے۔ اسی بھاپ کی طاقت سے اس مشین کا ہر پرزہ چلتا اور حرکت کرتا ہے۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا!

"انما الاعمال بالنیات" "تمام کاموں کا مدار نیّت پر ہے"

اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں آپؐ نے فرمایا:

انما لامرءٍ مانوی فمن کانت ھجرتہ ہر شخص کے کام کا ثمرہ وہی ہے جس کی وہ نیّت

الی دنیا یصیبھا او الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ
(صحیح بخاری آغاز کتاب)

کرے تو جبکی ہجرت کی غرض دنیا کا حصول یا کسی عورت سے نکاح کرنا ہے تو اسکی ہجرت اُسکے لیے ہے جسکے لیے اُس نے ہجرت کی (یعنی اسی اسکو ثواب حاصل ہوگا۔

آج کل علم نفسیات نے بھی اس مسئلہ کو بداہتہً ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی عملی اصلاح کے لئے اس کی قلبی اور دماغی اصلاح مقدم ہے اور انسان کے دل اور ارادہ پر اگر کوئی چیز حکمران ہے تو اس کا عقیدہ ہے۔ اب صحیح اور صالح عمل کیلیے ضروری یہ ہے کہ چند صحیح اصول و مقدمات کا ہم اسطرح تصور کریں کہ وہ دل کا غیر مشکوک یقین اور غیر متزلزل عقیدہ بن جائے اور اسی صحیح یقین اور مستحکم عقیدہ کے تحت ہم اپنے تمام کام سرانجام دیں۔

جس طرح اقلیدس کی کوئی شکل چند اُصول موضوعہ اور اصول متعارفہ کے مانے بغیر نہ بن سکتی ہے نہ ثابت ہو سکتی ہے اسی طرح انسان کا کوئی عمل صحیح و درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کے لیے بھی مبادی اور چند اُصول موضوعہ ہم پہلے تسلیم نہ کرلیں۔

بظاہر عقل ہمارے کام کے لیے ہم کو رہنما نظر آتی ہے لیکن غور سے دیکھو کہ ہماری عقل بھی آزاد نہیں، وہ ہمارے دلی یقین، ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اس لیے اس پابز نجیر عقل کے ذریعے ہم اپنے دلی خیالات، ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ اگر پا سکتے ہیں تو اپنے صحیح دلی یقینیات اور چند مضبوط دماغی و ذہنی تصورات کے ذریعے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے ایمان کا ذکر ہمیشہ عمل صالح کے ذکر سے پہلے لازمی طور سے کیا ہے اور ایمان کے بغیر کسی عمل کو قبول کے قابل نہیں سمجھتا کہ ایمان کے عدم سے دل کے ارادے اور خصوصاً اس مخلصانہ ارادہ کا بھی عدم ہو جاتا ہے جس پر حُسنِ عمل کا دارو مدار ہے۔ عبداللہ بن جدعان ایک قریشی تھا جس نے جاہلیت میں بہت سے نیکی کے کام کئے تھے مگر بایں ہمہ مشرک تھا۔ اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن جدعان نے جاہلیت میں جو نیکی کے کام کئے کیا اُن کا ثواب اُن کو ملے گا؟

فرمایا نہیں، اے عائشہ! کیونکہ کسی دن اس نے یہ نہیں کہا کہ بار الٰہا میرے گناہوں کو قیامت میں بخش دے"[1]

بدر کی لڑائی کے موقع پر ایک مشرک نے جس کی بہادری کی دھوم تھی حاضر ہو کر کہا اے محمد میں بھی تمہاری طرف سے لڑنے کے لئے چلنا چاہتا ہوں کہ مجھے بھی کچھ غنیمت کا مال ہاتھ آئے۔ فرمایا کیا تم اللہ جل شانہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا واپس جاؤ کہ ہم اہل شرک سے مدد کا خواستگار نہیں"

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ، مغزوات نسخہ قلمی دارالمصنفین وابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۴۹ مصر۔

دوسری دفعہ وہ پھر آیا اور وہی پہلی درخواست پیش کی، مسلمانوں کو اس کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے اس کی اس درخواست سے بڑی خوشی ہوئی اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ یہ ان کی فوج میں شریک ہو جائے لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پھر وہی سوال کیا، اور اس نے پھر نفی میں جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ میں کسی مشرک سے مدد نہ لوں گا۔

غالباً مسلمانوں کی تعداد کی کمی اور اس کی بہادری کے باوجود اس سے آپ کی بے نیازی کی کیفیت نے اس کے دل پر اثر کیا۔ تیسری دفعہ جب اس نے اپنی درخواست پیش کی اور آپ نے دریافت فرمایا کہ تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو تو اس نے اثبات میں جواب دیا اور نورِ اسلام سے منوّر ہو کر لڑائی کی صف میں داخل ہوا۔

(صحیح مسلم باب غزوات جلد ۲ ص ۱۰۶ مصر)

قرآن کریم نے ان لوگوں کے کاموں کی مثال جو ایمان سے محروم ہیں اس راکھ سے دی ہے جس کو ہوا کے جھونکے اڑا اڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور ان کا کوئی وجود نہیں رہتا۔ اسی طرح اس شخص کے کام بھی جو ایمان سے محروم ہے بے بنیاد اور بے اصل ہیں؛

مثل الذين كفروا بربهم اعمالهم كرماد اشتدت به الريح في يوم عاصف لا يقدرون مما كسبوا على شيءٍ ذالك هو الضلل البعيد - (ابراہیم ۳)

"جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے کاموں کی مثال اس راکھ کی سی ہے جس پر آندھی والے دن زور سے ہوا چلی وہ اپنے کاموں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے یہی سب سے بڑی گمراہی ہے۔"

سورۃ نور میں ایمان کی دولت سے محروم لوگوں کے اعمال کی مثال سراب سے دی گئی ہے کہ اس کے دھوکا حقیقت فریبِ نظر سے زیادہ نہیں۔

والذين كفروا اعمالهم كسراب بقيعة يحسبه الظمان ماءً حتى اذا جاءه لم يجده شيئًا ۔ (النور - ۵)

"جنہوں نے خدا کا انکار کیا ان کے کام اس سراب کی طرح ہیں جو میدان میں ہو جسکو پیاسا پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو وہاں کسی چیز کا وجود اس کو نظر نہ آئے۔"

اس کی ایک اور مثال ایسی سخت تاریکی کی دی گئی جس پر ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا اور جس میں ہوش و حواس اور اعضاء کی سلامتی کے باوجود ان سے فائدہ اٹھانا ناممکن ہے۔

اوكظلمت في بحر لجي يغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ط

"یا ان کے کاموں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر میں سخت اندھیرا ہو اس کے اوپر موج اور موج پر موج"

ظلمٰت بعضها فوق بعض اذآ اخرج يده لم يكد يراها ومن لم يجعل الله له نوراً فماله من نور۔ (النور۔ ۵)

اور اس کے اوپر بادل گھرا ہو یہ تو اندھیرا ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو وہ بھی سوجھائی نہ دے جس کو خدا نے نور نہ دیا اس کے لئے نور نہیں"

الغرض ایمان کے بغیر عمل کی بنیاد کسی بلند اور صحیح تخیل پر قائم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ریا نمائش اور خود غرضی کے کاموں کو کوئی عزت نہیں دی جا سکتی۔ وہ کام جو بظاہر نیک ہوں لیکن نیکی کرنے والے کا ان سے اصل مقصد نام و نمود پیدا کرنا ہوتا ہے اخلاقی نقطۂ نظر سے تمام دُنیا ان کو بے وقعت اور ہیچ سمجھتی ہے اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا اور فرمایا؛

يايها الذين امنوا لا تبطلوا صدقتكم بالمن والاذى كالذى ينفق ماله رئاء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الاخر فمثله كمثل صفوان عليه تراب فاصابه وابل فتركه صلداً لا يقدرون على شيء مما كسبوا والله لا يهدى القوم الكٰفرين ؕ

"اے ایمان والو! اپنی خیراتوں کو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اسطرح نہ برباد کرو جس طرح وہ برباد کرتا ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور خدا پر (جو نیکیوں کی جزا دیتا ہے) اور قیامت پر (جس میں نیکیوں کی جزا ملے گی) یقین نہیں کرتا، اس کی خیرات کی مثال کہ دسرتا پا خیال فلسفہ بن گیا جن سے انسانوں کے قولئے عمل سرد ہو گئے اور ان کی تصوریت ان کی عملیت پر غالب آگئی"

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے علم و عمل تصور اور فعل، عقلیت اور عملیت میں لزوم ثابت کیا مگر اصل زور انسان کی عملیت پر صرف کیا اور عقائد کے اتنے ہی حصہ کا یقین و اقرار ضروری قرار دیا، جو دل کی اصلاح عمل کی بنیاد اور اخلاق و عادات کی اساس قرار پا سکے عقائد کے فلسفیانہ الجھاؤ اور تصورات اور نظریوں کی تشریح و تفصیل کر کے عملیت کو برباد نہیں کیا چند سیدھے سادے اصول جو تمام ذہنی سچائیوں اور واقعی حقیقتوں کا جوہر اور خلاصہ ہیں ان کا نام عقیدہ اور ان پر یقین کرنے کا نام ایمان رکھا۔ آپ نے صریح الفاظ میں عقائد کے صرف پانچ اُصول متعین کئے۔

خدا کے رسولوں پر ایمان' اس کی کتابوں پر ایمان اور اعمال کی جزاء و سزا کے دن پر ایمان۔

یہ تمام وہ حقائق ہیں جن پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ ان کے بغیر خالص عمل کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کہ وہ اس دُنیا کا تنہا خالق و مالک ہے اور ہر ظاہر و باطن سے آگاہ ہے تاکہ وہی ہمارے تمام کاموں کا قبلۂ مقصود قرار پا سکے اور اُس کی رضا جوئی اور اسی کی مرضی کی تعمیل ہمارے اعمال کی تنہا غرض و غایت ہو اور ہم جلوت کے سوا خلوت میں بھی گناہوں اور بُرائیوں سے بچ سکیں اور ہر نیکی کو اس لئے کریں اور بُرائی سے اس لئے بچیں کہ یہی ہمارے خالق کا حکم اور یہی اس کی مرضی ہے اس طرح ہمارے اعمال ناپاک اغراض اور ناجائز خواہشوں سے

مبرّا ہو کر خالص ہو سکیں اور جس طرح ہمارے جسمانی اعضاء گناہوں سے پاک ہوں، ہمارا دل بھی ناپاک خیالات اور ہوا و ہوس کی آمیزش سے پاک ہو اور اس کے احکام اور اس کے پیغام کی سچائی پر ایسا دل سے یقین ہو کر ہمارے جذبات ہمارے غلط استدلالات ہماری گمراہ خواہشیں بھی اس یقین میں شک اور تذبذب پیدا نہ کر سکیں۔

خدا کے رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ خدا کے ان احکام اور ھدایات اور اس کی مرضی کا علم انہیں کے واسطے سے انسانوں کو پہنچا ہے اگر ان کی صداقت سچائی اور راست بازی کو کوئی تسلیم نہ کرے تو پیغام ربانی اور احکام الٰہی کی صداقت اور سچائی بھی مشکوک اور مشتبہ ہو جائے اور انسانوں کے سامنے نیکی اور نداہت اور معصومیت کا کوئی نمونہ موجود نہ رہے جو انسانوں کی قوائے عملی کی تحریک کا باعث بن سکے پھر اچھے اور بُرے صحیح اور غلط کاموں کے درمیان ہماری عقل کے سوا جو ہمارے جذبات کی محکوم ہے کوئی اور چیز ہمارے سامنے ہماری رہنمائی کے لیے نہیں ہوگی۔

خدا کے فرشتوں پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان قاصد اور سفیر ہیں اور جو مادیت اور روحانیت کے مابین واسطہ ہیں اور ہمارے اعمال و افعال کے ایک ایک حرف کو ہر دم اور ہر لحظہ محفوظ کرتے جاتے ہیں تاکہ ہم کو ان کا اچھا یا بُرا معاوضہ مل سکے۔

خدا کے احکام و ھدایات جو رسولوں کے ذریعہ انسانوں کو پہنچائے گئے اور اُن کو دُور دراز ملکوں اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے لئے ضروری ہوا کہ وہ تحریری شکل اور کتابوں اور صحیفوں کی صورت میں یا لفظ و آواز سے مرکب ہو کر ہمارے سینوں میں محفوظ رہیں۔ اس لئے خدا کی کتابوں اور صحیفوں کی صداقت پر اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سچائی پر ایمان لانا ضروری ہے ورنہ رسولوں کے بعد خدا کے احکام اور ھدایتوں کے جاننے کا ذریعہ مسدود ہو جائے اور ہمارے لئے نیکی و بدی کی تمیز کا کوئی ایسا معیار باقی نہ رہے جس پر تمام ادنیٰ و اعلیٰ جاہل و عالم بادشاہ و رعایا سب متفق ہو سکیں۔

اعمال کی باز پرس اور جواب دہی کا خطرہ نہ ہو اور اس کے مطابق جزاء اور سزا کا خیال نہ ہو تو دنیاوی قوانین کے باوجود دُنیائے انسانیت سراپائے درندگی اور بہیمیت بن جائے یہی عقیدہ ہے جو انسانوں کو جلوت و خلوت میں ان کی ذمہ داری کو محسوس کراتا ہے اس لئے روز جزا اور یوم آخرت پر ایمان رکھے بغیر انسانیت کی اصلاح و فلاح ناممکن ہے اور اسی لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے اس پر بے حد زور دیا ہے بلکہ مکی وحی کا بیشتر حصہ اس کی تلقین اور تبلیغ پر مشتمل ہے۔

یہی پانچ باتیں اسلام کے ایمانیات کے اصلی عناصر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر اس کے تمام رسولوں پر اس کی کتابوں پر اس کے فرشتوں پر اور روز جزاء پر ایمان لانا یہ عقائد خمسہ یکجا طور پر سورۃ بقرہ میں متعدد جگہ کہیں مجمل اور کہیں مفصل بیان کئے گئے ہیں۔

الذین یؤمنون بالغیب ...... الخ	جو لوگ غیب (خدا کی صفات اور ملائکہ) پر ایمان رکھتے ہیں ...
والذین یؤمنون بما انزل الیک وما	اور جو کچھ اے محمد تم پر اتارا گیا اور تم سے پہلے (دوسرے پیغمبروں) پر

انزل من قبلک ، وبالاخرۃ ھم یوقنون ۔ (بقرۃ۔۱)

اتارا اس پر یقین رکھتے ہیں۔ یعنی انبیاء اور اگلی کتابوں پر اور آخرت (روزِ جزا) پر یقین رکھتے ہیں۔"

یہ تو سورت کے آغاز کی آئتیں ہیں۔ سورۃ کے بیچ میں پھر ارشاد ہوا:

ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبیین۔

لیکن نیکی یہ ہے کہ جو شخص خدا پر، آخری دن پر فرشتوں پر اور کتابوں پر اور سب نبیوں پر ایمان لائے۔

سورۃ کے آخر میں ہے:

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ۔

پیغمبر پر جو کچھ اتارا گیا وہ اور تمام مومن اس پر ایمان لائے۔ سب خدا پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے۔

اور آگے سورۂ نساء میں انہیں عقائد کی تعلیم ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالاً بعیداً۔

اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے ہو ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے اتاری اور جو شخص خدا کا اور اسکے فرشتوں کا اور اسکی کتابوں کا اس کے پیغمبروں کا اور آخرت کے روز کا انکار کرے گا سخت گنہگار رہے گا۔"

(ندائے سُنّت لکھنؤ)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور تشریف لے جا رہے تھے۔ کچھ گنے بھی ساتھ تھے جن کو محصول ادا کرنے کی غرض سے اسٹیشن پر تلوانا چاہا کسی نے نہ تولا۔ بلکہ از راہ عقیدت ریلوے کے غیر مسلم ملازمین نے بھی کہدیا کہ آپ یوں ہی لے جائیے ہم گارڈ سے کہدیں گے۔ حضرتؒ نے کہا گارڈ کہاں تک جائے گا؟ کہا غازی آباد تک۔ فرمایا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا؟ کہا گیا بس وہ کانپور تک لیجائیگا اور وہاں آپ کا سفر ہی ختم ہو جائے گا۔ فرمایا نہیں وہاں سفر نہ ختم ہوگا آگے ایک اور سفرِ آخرت ہے وہاں کیا انتظام ہوگا؟ یہ سن کر سب دنگ رہ گئے اور بیحد متاثر ہوئے۔ (اکابر کا تقویٰ)

فلسفہ ولی اللّٰہی

ظہور الدین بٹ

تعلیمات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

طالب علموں کے نام پیغام

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ طالب علموں سے کہتے ہیں :
"علم نام ہے قرآن پاک کی کسی آیت مبارکہ کا ، یا ایسی سُنّت کا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو ، جسے اُمت کا بہت بڑا حصہ تسلیم کرتا ہو اور اس پر عمل بھی کرتا ہو ۔ تم پر لازم ہے کہ تم علم حاصل کرو ، قرآن پاک پڑھو ، اسے سمجھو اور اس پر عمل کرو ۔ قرآن پاک کے مشکل الفاظ کے معانی یاد کرو ۔ اس کی آیات کریمہ یا سورتوں کے نازل ہونے کی وجوہات تلاش کرو ، ان پر غور و فکر کرو کہ کس وقت اور کن حالات میں قرآن کریم کی کونسی سورت یا آیت نازل ہوئی کیونکہ اس قسم کے غور و فکر سے آیات پاک کے سچے اور حقیقی معنی اور مقاصد کو پانا آسان ہو جاتا ہے ۔
جسطرح ان آیات کی شان نزول تلاش کرو بالکل اسی طرح تم اس بات پر بھی خوب سوچو کہ جو حدیث حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے اسکے بیان کرنیوالے کون صحابی اور بزرگ ہیں ؟ اگر اس کے بیان کرنیوالے قابل اعتماد ہیں تو تم اس حدیث پر عمل کرو ۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طریقے سے پڑھا کرتے تھے ، آپ وضو کس طریقے سے کرتے تھے انہوں نے حج بیت اللہ کس طرح کیا ، ان کے جہاد کرنے کا طریقہ کیا تھا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی آدمی سے بات چیت کرتے تو ان کا گفتگو کرنیکا انداز کیا ہوتا تھا آپ دوستوں اور دشمنوں سے کس طرح پیش آیا کرتے تھے ، جب آپ کسی غیر مسلم سے ہمکلام ہوتے تو اُسے کس طرح مخاطب کرتے ؟ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے ملتے تو اُن پر کیسے شفقت فرماتے تھے ؟ نوجوانوں سے کس انداز میں بات کیا کرتے تھے ؟ اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں سے ملتے تو انہیں کیسے خوش آمدید کہتے ؟ جب تم ان باتوں کی تحقیق کر لو تو پھر ان تمام باتوں پر اس طور پر عمل کرو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت زندہ ہو جائے بالکل اسی طرح فرائض کو سمجھنے کی کوشش کرو کہ وضو میں کتنے ارکان ہیں ، نماز کے ارکان کیا ہیں کتنے مال پر زکوٰۃ دینا فرض ہے ، اگر کوئی فرد مر جائے تو اس کی جائیداد اور مال کو اس کی اولاد اور اس کے عزیزوں رشتہ داروں میں کس طرح تقسیم کیا جائے ؟
آپؒ نے فرمایا : "اے طالب علموں یاد رکھو ، ان فرائض کا سمجھنا اور جاننا تم میں سے ہر ایک کے لئے نہایت ہی

ضروری ہے۔ ہمیں یہ بات بھی اپنے ذہن میں بٹھا لینا چاہیئے کہ یہ علوم انسانوں کی منزل نہیں ہیں بلکہ آپ کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں۔

علم کے سیکھنے کا بہترین مقصد یہ ہے کہ علم جسے تم نے سیکھا ہے اسے عام کرو اور دوسرے مسلمانوں تک پہنچاؤ ان کی بستیوں تک پہنچاؤ تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان دین کی تعلیمات اور اس کے فرائض کو سمجھ سکیں۔

جھوٹوں اور دکھاوے کی عبادت کرنے والوں سے خطاب

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جھوٹے اور ظاہری عبادت گذاروں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں تم سے پوچھتا ہوں تم نے دین کو مسلمانوں کے لئے مشکل کیوں بنا دیا ہے؟ اے خانقاہوں میں رہنے والو تم نے دین کو زبردستی اپنے ارد گرد کیوں لپیٹ رکھا ہے؟ کیا تمہاری عادت میں یہ بات شامل ہو گئی ہے کہ تم ہر فضول اور بے کار شے پر ایمان لے آؤ اور اسے دین کا حصہ بنا دو اس وجہ سے کہ وہ تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ تم نے لوگوں کو جھوٹی اور خود ساختہ باتیں سُنا سُنا کر دین کو ان پر بھاری بنا دیا ہے۔ حالانکہ تم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تم دینِ حق کے ماننے والوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو۔ انہیں اسلام کے بتائے ہوئے سیدھے اور سچے راستے پر چلاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک اہم ذمہ داری سونپ رکھی ہے کہ تم دین کو اس کی اصلی صورت میں لوگوں تک پہنچاؤ اگر تم دنیا کے لالچ میں پھنس کر لوگوں کو ان کے صحیح راستہ سے بھٹکا اور گمراہ کر رہے ہو تو تم یقین کر لو کہ تم نقصان میں ہو تمہیں ایک نہ ایک دن خدا کے سامنے جوابدہ ہونا ہوگا۔"

عام مسلمانوں سے خطاب

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ عام لوگوں سے فرماتے ہیں:

"اے لوگو! اپنے پیٹ کی خواہشوں کو کھانوں سے پورا کرو۔ بادشاہوں اور امیروں کے وظیفوں پر پلنے کی بجائے تمہیں محنت اور مشقت کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ محنت کر کے اتنا کماؤ جس سے تم اپنی ضرورتیں آسانی سے پوری کر سکو۔ صبح نماز سے پہلے اٹھو اور اس وقت تک مت سوؤ جب تک تم اپنا رزق تلاش نہ کر لو۔

اے اولادِ آدمؑ! تمام دن اللہ تعالیٰ کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ تم نے غلط رسمیں اختیار کر رکھی ہیں۔ عاشورہ کے دن تم جمع ہو کر غلط حرکتیں کرتے ہو۔ ایک جماعت نے اس دن کو ماتم کا دن بنا رکھا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ کربلا کے میدان میں جو کچھ بھی ہو گذرا اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل تھی؟

اگر اس دن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے عزیز رشتہ دار شہید کر دیئے گئے تھے تو ذرا بتاؤ وہ کونسا دن ہے جس دن کسی اللہ کے نیک بندے کو موت نہ آئی ہو؟ شب برات پر تم جاہلوں کی طرح تم کھیل تماشے

کرتے ہو۔ شادیوں کے موقع پر فضول خرچی سے کام لیتے ہو۔ نماز سے غافل اور دین سے بیزار ہو۔
جب مؤذن اذان دیتا ہے تو تم اس پر توجہ نہیں دیتے۔ تم تو صرف مال و دولت کمانے اور جمع کرنے کی حرص میں لگے رہتے ہو۔ اسی طرح تم رمضان شریف میں روزوں سے کوتاہی کرتے ہو اور سو طرح کے بہانے تراش کر کے روزے ضائع کر دیتے ہو۔

تم میں سے بعض لوگ حاجتیں اور منتیں ماننے کے لئے کافروں کی طرح بزرگوں کے مزارات پر جاتے ہیں۔ تم جانتے ہو تم ایسا کرنے سے کتنے بڑے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہو؟ تم ہی بتاؤ آخر ان بزرگوں کے مزاروں پر جا کر منتیں اور حاجتیں مانگنے میں اور خود اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے معبودوں کی پوجا کرنے میں کیا فرق ہے؟
اے آدمؑ کے بیٹو اور بیٹیو! تم دینی اور اخلاقی اصولوں اور اچھائیوں کو بھول چکے ہو۔ تمہیں اپنے اسلاف اور اکابر کے کارنامے اور اچھی اچھی باتیں بھی یاد نہیں۔ حرام جس سے تمہیں روکا گیا ہے تمہیں اچھا لگتا ہے اور حلال جس کی تمہیں اجازت ہے بُرا لگتا ہے۔ جس کام کے کرنے سے تمہیں منع کیا گیا ہے وہ کام تم ضرور کرتے ہو اور جس کام کے کرنے کی تمہیں اللہ اور رسولؐ نے ھدایت کی اس سے تم آنکھیں چراتے ہو۔
تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم بُرائی کا راستہ چھوڑ کر نیکی کا سیدھا راستہ اختیار کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہو کر تم پر اپنی رحمتیں اور نعمتیں نازل فرمائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حج بیت اللہ اور روضۂ نبویؐ سے واپسی کے بعد تقریباً بتیس یا ۳۲ سال زندہ رہے۔ اپنی زندگی کے ان سالوں میں آپ مسلمانوں کی اصلاح اور ایک صحیح اسلامی ریاست کے قیام کی کوشش کرتے رہے انگریز آہستہ آہستہ پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے اور یہاں پر ایک ظالمانہ حکومت قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا بنگال کے بعض حصوں پر اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔
حضرتؒ کو ان سامراجیوں سے شدید نفرت تھی۔ آپ ان کے منصوبوں کو سمجھ رہے تھے مگر اکیلے اور بے بس تھے۔ ساری مسلمان قوم تو خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی اور اپنی ذمہ داریوں کو بھول چکی تھی۔
آپ کی وفات سے چند سال پہلے مسلمانوں کی حکومت اتنی کمزور ہو چکی تھی اور مسلمانوں کی عیش پرستی، کاہلی اور سستی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ سکھ اور مرہٹے ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کی حکومت کے لئے خطرہ بن چکے تھے۔ کوئی پتہ نہ تھا وہ کب دہلی جو مسلمانوں کا دار الخلافہ تھا پر حملہ کر دیں۔ شاہ ولی اللہؒ کی خواہش پر احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا مگر خدا جانے کیوں وہ دہلی کا تخت شاہ عالم کے لئے چھوڑ کر واپس چلا گیا۔
احمد شاہ ابدالی کی ہندوستان سے واپسی کے صرف دو سال بعد شاہ صاحب ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں اکسٹھ سال کی عمر میں بیماری کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ آپ کو انگریزوں سے سخت نفرت تھی۔ آپ کی ساری زندگی ہندوستان کو انگریزوں کے

ظالمانہ قبضہ سے بچانے میں گذری لیکن افسوس انگریز جو ۱۷۵۷ء میں ہندو سیٹھوں کی ملی بھگت سے ، بنگال کے مسلمان حکمران نواب سراج الدولہ شہید کے سپہ سالار کو خریدنے میں کامیاب ہوگیا۔ اب وہ مرہٹوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ مرہٹوں کو شکست دے کر پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔

برطانوی غاصب آخر کار مسلمان بادشاہ شاہ عالم کے حلیف سندھیا (مرہٹہ سردار) کی فوج کو ۱۸۰۳ء میں علی گڑھ کے قریب شکست دینے میں کامیاب ہوگئے۔ مرہٹہ سردار کی شکست کے بعد لارڈ کلائیو دہلی کے شاہ عالم اور وزیر مملکت شجاع الدولہ سے الہٰ آباد کے مقام پر بنگال بہار اور اڑیسہ کے صوبوں کے مالیہ کی وصولی کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ انگریزوں کے مالیہ کی وصولی کی سند حاصل کرنے کے ساتھ ہی مسلمانوں کے بادشاہ کی حیثیت کٹھ پتلی کی سی ہوگئی جو انگریزوں کے اشارے پر ناچتا تھا وہ صرف نام کا بادشاہ رہ گیا تھا۔ اس حقیقت کا اندازہ اس زمانے میں ہونے والے اس اعلان سے لگایا جاسکتا ہے کہ "خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا"

دہلی پر انگریزوں کے قبضہ نے مسلمانوں کے گلے اور پاؤں میں ایک مرتبہ پھر غلامی کی زنجیر ڈال دی۔ ان زنجیروں کو کاٹنے کے لئے اور وطن کو آزاد کرانے کے لئے آخر کار شاہ ولی اللہؒ کی اولاد، شاگردوں اور پیروکاروں نے عظیم جدوجہد شروع کی۔ انگریزوں اور سکھوں کی غلامی سے مسلمانوں کو نجات دلانے اور مسلمانوں کی علیحدہ اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے ہندوستان سے نکل کر شمال مغربی سرحدی (اب صوبہ سرحد) علاقے میں پہنچے جہاں پر انہوں نے آزادی کی جدوجہد کا آغاز کیا اور بالاکوٹ کے مقام پر انہوں نے آزادی کی خاطر بے پناہ قربانیاں دیں اور آزادی کی تاریخ میں انہوں نے ایک نئے اور روشن باب کا اضافہ کیا۔　　(ترجمان اسلام)

از افادات شیخ الاسلام پاکستان علامہ عثمانی رحمہ اللہ

مبسوط امام محمدؒ کی ایک مختصر عبارت آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

واسلم حکیم من اھل الکتاب بسبب مطالعۃ المبسوط ھذا قائلا ھذا کتاب لمحمدکم الاصغر، فکیف کتاب محمدکم الاکبر۔ (طبع الاولی)

یعنی علماء اہل کتاب میں سے ایک بڑے عالم اور حکیم نے امام محمدؒ کی کتاب مبسوط کا مطالعہ کیا تو اس کتاب کے مطالعہ نے اس کے قلب میں حقانیت اسلام کا یقین پیدا کر دیا اور یہ کہہ کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا کہ جب تمہارے محمد اصغر (یعنی محمد بن حسنؒ) کی کتاب کا یہ حال ہے جو میرے مشاہدہ میں آیا تو محمد اکبر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہوگا...... انتہی۔　　(علمی کشکول از حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ)

باب الحدیث

مولانا مجیب اللہ ندوی
مدیر جامعۃ الرشاد
(اعظم گڑھ)

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصّہ

اسلام سے پہلے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح علم و فن کے شعبہ میں بھی خواتین کے کارناموں کا بہت کم سراغ ملتا ہے۔ خاص طور پر عرب میں تو اس صنف کی حالت ورزار و زبوں تھی، پورے ملک میں مشکل سے دو چار عورتیں پڑھی لکھی مل سکتی تھیں، لیکن یہ اسلام کی علم پروری کا فیض تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مردوں کی طرح عورتوں میں بھی اس نے ایسا انقلاب پیدا کر دیا، کہ ان کی دنیا بدل گئی اور زندگی کے مختلف شعبوں کے ساتھ علم و فن میں بھی انہوں نے اپنا ایک مقام پیدا کر لیا، اور اسلام کا یہ چشمۂ فیض عرب ہی تک محدود نہیں رہا، بلکہ ساری دنیا اس سے سیراب ہوئی۔

لیکن سوء اتفاق سے عام طور پر یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ گذشتہ زمانے میں پردہ کی وجہ سے مسلم خواتین زندگی کے کسی شعبہ اور خاص طور پر علم و فن میں کوئی خاص حصّہ نہیں لے سکیں اور نہ انہوں نے کوئی قابلِ ذکر یادگار چھوڑی اور اس زمانہ میں بھی ان کی دنیا گھر کی چار دیواری تک محدود ہے، پھر اسی وہم و خیال کے ماتحت یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ پردہ میں رہ کر مسلم خواتین کی ترقی ممکن نہیں ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ان کو اس قید سے آزاد کر کے میدانِ عمل میں آنے کی اجازت دی جائے، کہ وہ بھی مردوں کے دوش بدوش زندگی کی جد و جہد میں حصّہ لے سکیں، اس وقت اس پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے، کہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر اور مسلم خواتین کی واقعی ترقی پردہ میں رہ کر ہو سکتی ہے یا اس قید سے آزاد ہو کر، لیکن تاریخ سے موجودہ بالا خیال کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے برعکس پتہ چلتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اس وقت تک سیکڑوں ہزاروں پردہ نشین مسلم خواتین نے حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے گوشۂ علم و فن سے لے کر میدانِ جہاد تک ہر شعبۂ زندگی میں حصّہ لیا، اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں اپنا پورا حق ادا کیا، اس مضمون میں صرف ان کی علمی کوششوں کے ایک گوشہ یعنی علم حدیث کے سلسلے میں ان کی خدمات کا تذکرہ مقصود ہے۔

خواتین نے علم حدیث کی جو خدمات انجام دی ہیں، ان کی سب سے پہلی نمائندگی صحابیات پھر تابعیات کرتی ہیں، اس لئے سب سے پہلے انہی کے کارناموں کا اجمالی نقشہ پیش کیا جاتا ہے، صحابہ کی طرح صحابیات بھی

اپنے ذہن و دماغ کے لحاظ سے ایک درجہ اور مرتبہ کی نہیں تھیں اور نہ سب کو یکساں طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی، اس لئے ان کی خدمات بھی اسی کے اعتبار سے کم و بیش ہوں گی، کیونکہ حدیث کی خدمت کے لئے سب سے زیادہ ضرورت صحبت اور فہم و فراست ہی کی تھی۔

صحابیات میں ازواج مطہرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ خصوصیت حاصل تھی، اس لئے اس سلسلہ میں ان کی خدمات سب سے زیادہ ہیں، ان میں بھی حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے کارنامے سب سے زیاں ہیں۔

حضرت عائشہؓ مکثرین رواۃ صحابہ (یعنی صحابہ جن کی روایات کثرت سے موجود ہیں) میں ہیں، ان کی مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے، جن میں ۲۸۶ حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں، مرویات کی کثرت کے لحاظ سے صحابہ میں ان کا چھٹا نمبر ہے۔

مرویات کی کثرت کے ساتھ احادیث سے استدلال اور استنباط مسائل، ان کے علل و اسباب کی تلاش و تحقیق میں بھی ان کو خاص امتیاز حاصل تھا، اور ان کی اس صفت میں بہت کم صحابہ ان کے شریک تھے، کتب حدیث میں کثرت سے اس کی مثالیں موجود ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک روایت متعدد صحابہ سے مروی ہوتی ہے، اور حضرت عائشہ بھی وہی روایت کرتی ہیں، لیکن وہ اپنی روایت میں اس کی علت و حکمت کا بھی تذکرہ کردیتی ہیں، جس سے اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے، بلکہ بسا اوقات وہ عمل کے لئے زیادتی شوق کا باعث بن جاتی ہیں، مثلاً غسل جمعہ کے سلسلہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اس دن غسل کرنا چاہیے، اول الذکر دونوں بزرگ صرف اتنا بیان کرتے ہیں، کہ جمعہ کا غسل ضروری ہے مگر عائشہؓ نے اپنی روایت میں اس کی علت و حکمت بھی بیان کر دی ہے۔

کان الناس یتناوبون من منازلھم و العوالی فیأتون فی الغبار تصیبھم الغبار والعرق فیخرج منھم العرق فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان منھم وھو عندی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو انکم تطھرتم لیومکم ھذا (بخاری کتاب الجمعہ)

لوگ اپنے اپنے گھروں اور مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے (نماز کے لئے) آتے تھے اور گرد و غبار اور پسینہ سے شرابور ہوتے تھے، ایک دفعہ ایک صاحب آپ کے پاس آئے اور میرے قریب ہی بیٹھے تھے، آپ نے ان سے فرمایا! کہ اگر تم آج کے دن غسل کر لیتے تو کیا بہتر ہوتا۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھایا جائے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ نے اسے دائمی حکم سمجھا، حضرت عائشہ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حکم واجب اور دائمی نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ اس حکم سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ قربانی کا گوشت لوگ جمع نہ کریں۔ بلکہ دوسروں

کو کھلا دیا کریں[1]۔

بعض مرتبہ راوی کو پوری حدیث محفوظ نہیں ہوتی تھی، صرف حدیث کا ایک ٹکڑا یاد رہ جاتا تھا، یا روایت کے مغز شخن تک نہ پہنچنے کی وجہ سے جب وہ حدیث روایت کی جاتی تھی تو روایت کا پورا مفہوم سامنے نہیں آتا تھا بلکہ بسا اوقات حدیث کے معنی بھی بدل جاتے تھے، حضرت عائشہؓ جب بھی ایسی حدیث سنتی تھیں تو انکی تصحیح یا تردید کر دیتی تھیں، اس سلسلے میں انہوں نے اکابر صحابہ تک سے اختلاف یا ان کی روایات پر استدراک کیا ہے تقریباً ایسی چالیس حدیثیں ہیں جن میں انہوں نے صحابہ پر استدراک کیا ہے، امام سیوطیؒ نے ان روایات کو ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے، اس کا نام عین الاصابہ ہے۔ سید صاحب نے اس کو ازسرنو آڈٹ کرکے اپنی کتاب سیرت عائشہ کے آخر میں شامل کر دیا ہے، اور اس کے کچھ نسخے الگ سے بھی چھپوائے ہیں، جو دار المصنفین سے مل سکتے ہیں، اس رسالہ کے دیکھنے سے احادیث میں ان کی دقت نظر اور نکتہ سنجی کا اندازہ ہوتا ہے، توضیح کے لئے ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ایک دفعہ لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ تین چیزوں میں بدشگونی ہے، عورت میں، سواری میں اور گھر میں، حضرت عائشہؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ ابوہریرہؓ نے پوری حدیث نہیں سنی، پوری حدیث یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے وہ کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے، عورت میں، گھوڑے میں اور گھر میں" ابوہریرہؓ نے حدیث کا پہلا ٹکڑا تو نہیں سنا اور آخری سنا[2]۔

بعض صحابہ سے روایت ہے کہ مردوں پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ نے جب یہ روایت سنی تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں فرمایا ہے کہ گھر والوں کے رونے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے، بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک یہودی کے جنازہ کے پاس سے گذرے، اس کے گھر والے اس کا ماتم کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ روتے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ تو روتے ہیں اور مردہ اپنے اعمال کی سزا میں مبتلا ہے پھر فرمایا کہ ہر شخص اپنے فعل کا جوابدہ ہے اور استدلال میں یہ آیت تلاوت کی۔

ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

عین الاصابہ میں اسکی اور بہت سی مثالیں ہیں، حضرت عائشہؓ سے جن بزرگوں نے استفادہ کیا ہے، ان میں بہت سے صحابہ اور کبار تابعین ہیں مثلاً عروہ بن زبیر، سعید بن المسیب، عبداللہ بن عامر، مرزوق بن ابدع، عکرمہ

---

[1] سیرۃ عائشہ ص ۱۸۴ مولفہ مولانا سید ندویؒ [2] عین الاصابہ بحمد اللہ ۱۳۳۸ھ میں جب اس کا نیا ایڈیشن چھپا تو حضرت سید صاحب نے اس کے مسودہ کے اغلاط میں تصحیح راقم الحروف کے سپرد کی تھی۔

علقمہ، صفیہ بنت جبید، عطا بن یسار یہ چند نام لکھ دیئے گئے ہیں، ورنہ ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد تنو سے متجاوز ہے۔

ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ کے بعد حضرت ام سلمہؓ ممتاز نظر آتی ہیں، محمد بن لبید کا قول ہے۔

کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ولا مثلا لعائشۃ وام سلمۃ

ازواجِ مطہرات کو کثرت سے احادیث یاد تھیں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سب سے زیادہ ممتاز تھیں۔

انہیں احادیث سننے کا بیحد شوق تھا، ایک مرتبہ گھر میں بال گندھوا رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، زبان مبارک سے جوں ہی ایھا الناس (اے لوگو) نکلا، آپ نے مشاطہ سے کہا کہ بال باندھ دو، اس نے کہا جلدی کیا ہے، ابھی تو آپ نے ایھا الناس ہی کہا ہے، بولیں کیا خوب ہم آدمیوں میں نہیں ہیں۔ اس کے بعد بال خود باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے سے پورا خطبہ سنا[1]۔

حضرت عائشہؓ حدیث میں گو خود بلند درجہ رکھتی تھیں، لیکن بعض مرتبہ انہیں بھی ام سلمہؓ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کے واسطے سے حدیث بیان کی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے، حضرت عائشہؓ کے پاس تصدیق کے لیے آدمی بھیجا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث ام سلمہؓ سے پہنچی ہے حضرت ام سلمہؓ کے پاس آدمی گیا اور قول نقل کیا تو فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ عائشہؓ کی مغفرت کرے، انہوں نے یہ بات نہیں سمجھی، کیا میں نے ان سے نہیں کہا تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے[2]۔

حضرت ام سلمہؓ کی مرویات کی تعداد ۳۷۸ ہے، ان کے فتاوے بھی کثرت سے ہیں، علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاوے جمع کیے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے (ج ۱ ص ۱۳) ان کا شمار محدثین کے تیسرے طبقے میں ہے، حضرت ام سلمہؓ کے تلامذۂ حدیث میں بے شمار تابعین اور بعض صحابہ شامل ہیں، چند مشاہیر کے نام یہ ہیں۔

اسامہ بن زید، سلیمان بن یسار، سعید بن مسیب، عبداللہ بن رافع، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، عروہ بن زبیر، عکرمہ، ابوسلمہ، ابوعثمان النہدی، ہند بنت الحارث، خیرہ والدۂ حسن بصری، زینب آپ کی صاحبزادی وغیرہ

حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات نے بھی حدیث کی روایت اور اشاعت میں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۲۶ [2] مسند ج ۶ ص ۳۰۲

[3] بخاری ج ۲ ص ۶۲۷

حصہ لیا۔ حضرت حفصہؓ سے مسند میں ۶۰ حدیثیں مروی ہیں ——— حدیث میں ان سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ روایت کرتے ہیں حضرت ام حبیبہؓ سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے تلامذۂ حدیث بھی کچھ کم نہیں ہیں، مثلاً عروہ بن زبیر، زینب بنت ام سلمہؓ، ابوصالح السمان وغیرہ، حضرت میمونہؓ سے ۴۶ حدیثیں منقول ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبدالرحمن بن سائبؓ، یزید بن عاصمؒ، عطا بن یسارؒ وغیرہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہؓ سے بھی متعدد حدیثیں مروی ہیں۔

صحابیات میں مشکل ہی سے کوئی صحابیہ ایسی ہوں گی، جن سے کوئی نہ کوئی روایت موجود نہ ہو، جن سے متعدد روایتیں موجود ہیں ان کے نام مع تعداد حدیث یہ ہیں۔

حضرت ام الفضلؓ ان سے ۳۰ حدیثیں مروی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں، حضرت ام رومانؓ اور ام سلیمؓ سے چند حدیثیں مروی ہیں۔ ام سلیمؓ سے بڑے بڑے صحابہ مسائل دریافت کرتے تھے، ایک بار کسی مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ میں اختلاف ہوا تو ان دونوں بزرگوں نے انہی کو حکم مانا ان دونوں بزرگوں کے علاوہ متعدد صحابہؓ و تابعینؒ انسے روایت کی حضرت ام عمارہؓ اور حضرت ام عطیہ سے بھی متعدد روایتیں منقول ہیں حضرت ام عطیہ سے متعدد صحابہ و تابعین مثلاً حضرت انسؓ، محمد بن زبیرؒ حفصہ بنت سیرین وغیرہ نے روایت کی ہے۔ صحابہ و تابعین ان سے میت کے نہلانے کا طریقہ سیکھتے تھے[2]۔ حضرت ربیع بنت معوذ سے ۲۱ حدیثیں مروی ہیں۔ علمی اعتبار سے ان کا پایہ بہت بلند ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام زین العابدین ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ ان بزرگوں کے علاوہ عائشہ بنت انسؓ، سلیمان بن یسار، ابوسلمہؓ، نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ ان کے رواۃ میں ہیں[3]۔ حضرت ام ہانی گو قدیم الاسلام نہیں تھیں۔ لیکن ان کی روایت سے چالیس حدیثیں مسند میں موجود ہیں۔ ان کے رواۃ کی تعداد ۲۰ کے قریب ہے۔ ان میں عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ متعدد کبار تابعین مثلاً امام شعبی، عروہ بن زبیر، مجاہد، ابن ابی لیلیٰ، عطا بن یسار، کریب، محمد بن عقبہ وغیرہ ہیں

خانوادہ صدیقی میں حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت صدیق کی زوجہ مکرمہ اور حضرت اسماءؓ آپ کی صاحبزادی روایت حدیث میں ممتاز تھیں، بلکہ عام صحابیات میں کثرت روایت کے اعتبار سے ان کو سب پر فوقیت حاصل ہے، اسماء بنت عمیس سے ۶۰ حدیثیں اور حضرت اسماؓ بنت ابی بکر سے ۵۶ حدیثیں مروی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت کافی ہے، جن میں حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر جیسے صحابہ اور سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، فاطمہ بنت علی، ام عون، عبداللہ بن کیسان، صفیہ بنت شیبہ جیسے تابعین

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۳۰ [2] تہذیب ج ۲ ص ۴۵۵ [3] اصابہ مسند

اور تابعیات شامل ہیں، ان کے علاوہ فاطمہ بنت قیس، شفا بنت عبداللہ، زینب بنت ابی معاویہ، اسماء بنت ابی بکر، اسماء بنت یزید، زینب بنت ابی سلمہ و سبیعہ بنت الحارث وغیرہ بھی اس سلسلۃ الذہب میں شامل ہیں۔

مسانید صحابیات

صحابیات کی کثرت روایت اور ان کی خدمت حدیث کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے امام احمد بن حنبلؒ نے ۱۲۰ صحابیات کی مسند جمع کی ہیں۔ جن کی مجموعی ضخامت ۴۲۴ صفحات ہیں، ان میں کئی کئی ہزار حدیثیں ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں ۲۹۸ صحابیات کا تذکرہ لکھا ہے۔ اسی طرح اسد الغابہ اور اصابہ میں ۵۰۰ سے زائد صحابیات کے تراجم موجود ہیں اور مشکل ہی سے کوئی صحابیہ ہوں گی جن سے کوئی روایت نہ موجود ہو۔ تہذیب میں ۳۳۳ عورتوں کا تذکرہ ہے، جن میں بیشتر صحابیات ہیں مگر ان تمام صحابیات کی روایتیں جمع کی جائیں تو ان کی مسانید کے لئے کئی جلدیں درکار ہوں گی، کاش اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی توفیق دیتا کہ وہ انکی مسانید کتب احادیث سے چھانٹ کر یکجا کر دیتا تو بڑا مبارک اور مفید کام انجام پاجاتا۔

تابعات

صحابیات کی صحبت میں جن خواتین نے پرورش پائی یا ان سے استفادہ کیا ان کو تابعات کہا جاتا ہے۔ صحابیات کی طرح تابعات نے بھی فن حدیث کی حفاظت اور اشاعت اور اسکی روایت اور درس و تدریس میں کافی حصہ لیا، اور بعض نے تو اس فن میں اتنی مہارت بہم پہنچائی کہ بہت سے کبار تابعین نے ان سے اکتساب فیض کیا، چند مشہور تابعات کی خدمات حدیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حفصہ بنت سیرین، انہوں نے متعدد صحابہ اور تابعین سے روایت کی ہے، جن میں انس بن مالک، ام عطیہ ام الرائح، غیرہ ام الحسن البصری، ابو العالیہ، ربیع بن زیاد وغیرہ ہیں۔ ان سے روایت کرنیوالوں میں ابن عون، خالد الحذاء، قتادہ، ہشام بن حسان وغیرہ تابعین شامل ہیں، جرح و تعدیل کے امام یحییٰ بن معین نے ان کو "ثقہ حجۃ" فرمایا ہے۔ ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں کہ ما ادرک احداً افضلہا میں نے حفصہ سے زیادہ فضل والا کسی کو نہیں پایا۔ ان کے اس فضل کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ بارہ برس کی عمر میں انہوں نے قرآن و حدیث پڑھ لیا تھا[1]۔

امام بخاری اور ابو داؤد نے ان کا تذکرہ کیا ہے ابن حبان نے ان کو ثقہ لکھا ہے[2]، ۱۰۱ھ میں وفات پائی، امام ذہبی نے انہیں حفاظ حدیث کے دوسرے طبقہ میں شامل کیا ہے[3]۔

معاذہ بنت عبداللہ، انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ اور ام عمرو سے اور ان سے ابو قلابہ، قتادہ

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ اور تہذیب ج ۱۲ [2] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۱

[3] ایضاً [4] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹

یزید الرشک، ابو عاصم، حسن بصری کی والدہ وغیرہ نے روایت کی ہے، یحییٰ بن معین نے ثقہ اور حجۃ کہا ہے۔ ابن حبان نے بھی توثیق کی ہے، جن احادیث کا انہیں علم تھا، ان پر سختی سے عمل بھی کرتی تھیں، ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے پیٹ میں درد تھا، انہوں نے مجھ سے درد کا حال بتایا، بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ کچے گھڑے میں رکھی ہوئی نبیذ ان کو استعمال کرائی جائے، جس میں نشہ آجاتا ہے، چنانچہ میں نے ایک پیالہ نبیذ لا کر ان کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے نبیذ دیکھ کر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اللہ کی پناہ تم کو معلوم نہیں، کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے نبیذ جر سے منع فرمایا ہے، خیر جو کچھ میرے لئے کیا ہے کافی ہے، خدا کی شان کہ وہ پیالہ الٹ گیا اور نبیذ زمین پر گر پڑی، اور ان کو افاقہ بھی ہو گیا[۱]۔

عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص، مشہور صحابی حضرت سعدؓ کی صاحبزادی تھیں چھؓ امہات المومنین کو دیکھا تھا اپنے والد حضرت سعدؓ اور ام ذرؓ سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں آٹھ تابعین ہیں، امام ذہبی نے ان کا شمار حفاظ حدیث میں کیا ہے اور تابعین کے تیسرے طبقہ میں ان کو جگہ دی ہے[۲]، یہ تنہا خاتون ہیں جن سے امام مالک نے روایت کی ہے[۳]۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ لکھا ہے۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

صفیہ بنت عبید، حضرت عبداللہ بن عمر کی اہلیہ تھیں، حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ حضرت قاسم بن محمد وغیرہ سے روایت کرتی ہیں، ان سے متعدد کبار تابعین مثلاً سالم بن عبداللہ، نافع، عبداللہ بن صفوان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ عجلی نے انکو تابعیۃ ثقۃ لکھا ہے۔ ابن حبان نے بھی توثیق کی ہے[۴]۔

عائشہ بنت طلحہؓ، حضرت ابو بکرؓ کی نواسی تھیں، اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں ان سے اجلہ تابعین نے روایت کی ہے، ابن معین اور ابن حبان نے انکی توثیق کی ہے، عجلی مدنیۃ تابعیۃ ثقۃ لکھتے ہیں، ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ ان کے فضل کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے، اور اہل علم ان کا ادب کرتے تھے[۵]۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن، یہ حضرت عائشہؓ کی خاص تربیت یافتہ اور انکی احادیث کی امین تھیں، ابن حبان کا قول ہے کہ کانت من اعلم الناس لحدیث عائشۃ (حضرت عائشہ کی احادیث کی سب سے بڑی جاننے والی تھیں)، ابن المدینی فرماتے ہیں "حضرت عائشہؓ کی حدیثوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد احادیث عمرہ

---

۱ تہذیب ج ۱۲ ص ۴۸　۲ ایضاً ج ۱۲ ص ۴۳۹　۳ ایضاً ج ۱۲ ص ۴۳۶
۴ ایضاً ص ۴۳۰　۵ تہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۶

قاسم اور عروہ کی ہیں؛ عمرہ کے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں، کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ "مابقی احد اعلم بحدیث عائشۃ منہا"[۱] اس وقت حضرت عائشہؓ کی احادیث کا ان سے بڑا جاننے والا کوئی موجود نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن حزم کو خاص طور پر لکھا تھا۔ "عمرہ کی تمام احادیث ان کے لئے لکھ لیں"۔ ابن سعد نے عالمۃ لکھا ہے[۲]۔ امام ذہبی نے ان کو تابعین کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے[۳]، اور ان کو فقیہہ لکھا ہے ابن معین نے ان کی شان میں ثقۃ حجۃ اور عجلی نے تابعۃ ثقۃ اور ابن المدینی نے احد الثقات العلماء کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

حضرت عائشہ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی انہوں نے روایتیں کی ہیں۔ ان سے روایت کرنیوالوں میں سے زیادہ کبار تابعین ہیں۔ ۱۰۳ھ یا ۱۰۶ھ میں وفات پائی[۵]

فاطمہ بنت المنذر، حضرت زبیر بن العوام کی پوتی، مشہور تابعی ہشام بن عروہ کی بیوی تھیں، انہوں نے متعدد صحابیات وتابعات مثلاً حضرت اسماءؓ حضرت ام سلمہؓ ام المومنین اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن وغیرہ سے روایت کی ہے، اپنے علم وفضل کے باوجود ہشام بن عروہ نے ان سے روایت کی ہے، عجلی نے ان کے بارے میں مدنیۃ تابعۃ ثقۃ لکھا ہے، اور ابن حبان نے بھی توثیق کی ہے[۶]۔

قیمر بنت عمرو مشہور محدث مسروق بن الاجدع کی بیوی ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ اور اپنے شوہر مسروق سے روایت کی ہے ان سے روایت کرنے والوں میں امام شعبی، محمد بن سیرین، مقدام بن شریح اور عبداللہ بن شبرمہ وغیرہ کبار تابعین ہیں، ابو داؤد اور نسائی میں ان کی روایات موجود ہیں۔ عجلی نے تابعۃ ثقۃ لکھا ہے[۷]۔

ام الدرداء صغریٰ، حضرت ابو درداء کی بیوی تھیں اور عمر میں ان سے بہت چھوٹی تھیں۔ یہ یتیم تھیں، حضرت ابو درداء نے ان کی پرورش کی تھی، اور وہ چھوٹی ہی عمر میں ہر وقت حضرت ابو درداء کے ساتھ رہتی تھیں، اور ان کے ساتھ صحابہ کی مجلسوں میں شریک ہوتی تھیں، ان ہی کی تربیت کا فیض تھا، کہ تابعین کے دوسرے طبقہ میں شمار کی جاتی تھیں، انہوں نے حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو ہریرہؓ فضالہ بن عبید اور حضرت عائشہ وغیرہ کے علاوہ ام الدرداء الکبریٰ صحابیہ سے کثرت سے روایت کی ہیں، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے،

وھی شٰ وی عنہا الحدیث الکثیر ۔ یہ ام الدرداء کبریٰ سے بہت کثرت سے روایت کرتی ہیں ان سے روایت کرنے والوں میں تقریباً بیس تابعین ہیں جن میں زید بن اسلم مکحول الشامی مروق التیمی اور عون

---

[۱] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۶ [۲] ایضاً [۳] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۴ [۴] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۸
[۵] تہذیب جلد ۱۲ ص ۴۴۴ [۶] ایضاً

بن عبیداللہ وغیرہ ہیں۔

خیرہ حضرت حسن البصری کی والدہ ہیں، یہ حضرت ام سلمہؓ کی لونڈی تھیں اور ان ہی سے استفادہ حدیث بھی کیا تھا، حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کرتی ہیں ان سے ان کے صاحبزادے حسن اور سعید اور علی بن زید حفصہ بنت سیرین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا تابعات کے علاوہ بے شمار تابعات ہیں جنہوں نے اس فن کی ترقی واشاعت میں حصہ لیا ہے چند نام یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

جیلہ بن مصفح، جسرہ بنت دجاجہ، جمیلہ بنت واثلہ، ہبابہ بنت عجلان، جلیبہ بنت میسرہ، حفصہ مخزومیہ زینب بنت ابوسعید خدری، صفیہ بنت الحارث، صفیہ بنت شیبہ، الرباب، حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر زفرہ، رمیشہ، فاطمہ بنت حسین، فاطمہ بنت علی، ام بلال، کریمہ بنت المحساس وغیرہ، یہ وہ تابعات ہیں جنہوں نے متعدد صحابہ سے روایتیں کی ہیں، اور ان سے صحاح میں روایات موجود ہیں، اور ائمہ جرح و تعدیل نے ان کی توثیق کی ہے۔

ہم نے زیادہ تر ان تابعات کا تذکرہ کیا ہے، جن کا تذکرہ تہذیب یا تذکرۃ الحفاظ میں ہے، ورنہ ان تابعات کی تعداد جنہوں نے روایت حدیث میں حصہ لیا اس سے بہت زیادہ ہے، صرف ابن سعد نے ۹۳ تابعات کا تذکرہ کیا ہے، اصابہ میں تیسری اور چوتھی قسم میں جن میں خواتین کا تذکرہ ہے، تقریباً ان سب کا شمار تابعات میں ہے اور ان کی مجموعی تعداد دو سو سے زیادہ ہے۔ (جاری ہے)

"ثمرات الاوراق" — از مفتی محمد شفیعؒ

فائدہ مسئلہ فقہیہ

لہو ولعب، گانے بجانے وغیرہ کی ایسی چیزیں جن کا استعمال شرعاً جائز نہیں انکو گھر میں رکھنا بھی گناہ اور مکروہ ہے۔ اگرچہ ان کا استعمال نہ کیا جائے۔ جیسے گانے کے ریکارڈ کیسٹ وغیرہ۔

کما فی خلاصۃ الفتاویٰ؛

لو امسك فى بيته شيئا من المعازف والمزامير والملاهى كره ويأثم. وان كان لا يستعملها. لان امساك هذه الاشياء يكون لهو عادة. انتهى

فقہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ گھر میں ایسی چیزیں وغیرہ رکھنا بھی مناسب نہیں جن سے گھر والوں کے اخلاق واعمال پر برا اثر پڑے۔ جیسے ٹی۔وی۔ وی سی آر وغیرہ۔

سُرورِ بندگی

نتیجۂ فکر: قائدِ احرار جانشین امیرِ شریعتؒ حافظ سید ابو معاویہ عطاء المنعم ابو ذر بخاری مدظلہٗ

○

حقیقت میں سُرورِ بندگی پایا نہیں کرتے — جو عشقِ مصطفیٰؐ سے دل کو گرمایا نہیں کرتے
زباں پر شکوۂ رُودادِ غم لایا نہیں کرتے — کہ مخلص آزمائش میں بھی گھبرایا نہیں کرتے

حیا والے وفاداروں سے کترایا نہیں کرتے
جو اُن کا ہو اُسے ہرگز وہ ٹھکرایا نہیں کرتے

وہ زخموں پر رکھیں مرہم وہی بسمل کو جاں بخشیں — وہ ترسایا نہیں کرتے وہ تڑپایا نہیں کرتے
دعاءِ نیم شب آہِ سحرگاہی کا ثمرہ ہے — کہ اب وہ خواب میں محروم فرمایا نہیں کرتے[1]

"تو یک راگیر و محکم گیر" کس سے دوستی ناداں؟
جو ہرجائی ہو اُس سے دِل کو اٹکایا نہیں کرتے

مُوحِّد وہ ہیں جو غیر اللہ کے آگے نہیں جھکتے — وہ پیشانی پہ داغِ شرک لگوایا نہیں کرتے
ہزاروں آفتیں سنگِ مزاحم بن کے آتی ہیں — مگر مردانِ حق آگاہ تھرّایا نہیں کرتے

وہ توپوں کے دہانوں پر بھی سچی بات کہتے ہیں
کبھی بھی موت کا ہولے سے غم کھایا نہیں کرتے

گدایانِ محمدؐ سارے عالم سے ہیں مستغنی! — کسی کے سامنے جھولی وہ پھیلایا نہیں کرتے
وہ ہیں کہ چشمۂ غیرت، مُرقّع ہیں وفاؤں کا — کسی سائل کو خالی ہاتھ لوٹایا نہیں کرتے

ادب شرطِ محبت ہے ادب بنیادِ طاعت ہے
جو محرومِ ادب ہیں کوئی پھل پایا نہیں کرتے

---

[1] حضرت بخاری مدظلہٗ خواب میں زیارتِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرّف ہوئے۔

جو عاشق ہیں وہ گستاخی کا یارا ہی نہیں رکھتے وہ اُن کے در پہ خود جاتے ہیں بُلوایا نہیں کرتے

غمِ ہجرِ نبیؐ عُشّاق کی فصلِ بہاراں ہے یہ موسم زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے

خُدا کا سایہ اُن پر اُن کا سایہ اپنی اُمّت پر
وہ اپنوں کو کُجا غیروں کو بے سایہ نہیں کرتے

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ پھول ہیں اُن کے اور اُن کے پھول صحرا میں بھی مُرجھایا نہیں کرتے

صحابہؓ سب کے سب پروردۂ دامانِ مُرسل ہیں جو مومن ہیں کسی کو بھی وہ جُھٹلایا نہیں کرتے

یہ دُنیا سَربَسر مقصود ہے بَس دُنیاداروں کی
خُدا والے کبھی دُنیا کو اَپنایا نہیں کرتے

سفر لمبا ہے منزل دُور، یاں کچھ دیر سُستا لے سرائے کو کبھی گھر جان کر آیا نہیں کرتے

ٹھکانا گور ہے تیرا عبادت کچھ تو غافل کر کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جایا نہیں کرتے

کبھی تو اَپنا سویا بخت بھی جاگے گا اسے حافظؔ
سخی داتا ہیں وہ محروم فرمایا نہیں کرتے

حضرت شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ

عرصہ سے بیمار۔ صاحبِ فراش۔ پہلے فالج کا حملہ ہوا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم اور تبلیغی حضرات کی ادعیہ اور ڈاکٹر مطیع الرحمٰن (میو ہسپتال لاہور) اور حکیم حنیف اللہ خاں، حکیم محمد شریف لاہور کی توجہ سامی سے افاقہ ہوا۔ کہ اچانک نمونیہ ہوگیا۔

مدرسہ خیر المدارس ملتان میں قیام اور "محلہ خیر" کی خدمات و معاونت کے ساتھ ڈاکٹر صاحبان نشتر ہسپتال ملتان کی مساعی سے علاج ہو رہا ہے۔

جملہ حضرات و اصحاب و احباب سے دُعائیں صحت و شفا کی استدعا ہے۔ اللہ کریم و رحیم حضرت شیخ کا ظلِ عاطفت جامعہ پر قائم رکھے اور ان کے فیوضات سے ہم مستفیض رہیں۔

اب جامعہ واپس تشریف لا چکے ہیں۔ (ادارہ)

ع اِک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

آہ مرحوم سیّد نورالحسن شاہ بخاری مغفور

ہمارے رفیق محترم، حضرت مولانا الحاج سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری بانی تنظیم اہلسنت پاکستان، ملتان میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! ع آسماں تیری لحد پر گل افشانی کرے۔

حضرت بخاری صاحب، رحمہ اللہ کے پیش رو علامہ سید دوست محمد قریشی اور آپ کے رفیق کار شہید فی سبیل اللہ حضرت قاری لطف اللہ رحمہ اللہ ایک ہی قافلۂ خدام صحابہؓ کے فردِ فرید تھے........

بخاری صاحب ہند و پاک میں حضراتِ صحابہؓ کے نہ صرف وکیل بلکہ اس محاذ کے بہت بڑے مبلغ، خطیب مصنف، مدیر اور اہل قلم و علم سے تھے۔ علاقہ داجل ڈیرہ غازیخاں کے ساکن اور اولا معلم تھے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری قدس سرہٗ اور سردار احمد خاں صاحب پتافی مرحوم کی مساعی سے سکول سے مدرسہ ڈابھیل حضرت علامہ عثمانیؒ کے پاس پہنچا دیئے گئے اور پھر قسمت نے یاوری کی تو دارالعلوم دیوبند حضرت شیخ سید مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں دورۂ حدیث کے لئے پہنچ گئے۔ آپ نے درس نظامی نصف عرصہ میں حاصل کر کے حضرت امام اہلسنت والجماعت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ علیہ کے دارالمبلغین میں تربیت حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے تنظیم اہل السنۃ کی اساس رکھی۔ آپ کے رفقاء میں سردار احمد خاں صاحب پتافی تھے۔ لاہور میں آپ نے عظیم اجلاس و اجتماعات طلب کئے جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ۔ مفتی کفایت اللہؒ دہلویؒ۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ۔ حضرت مولانا عثمانیؒ۔ حضرت مولانا احمد علیؒ۔ مولانا سید داؤد غزنوی۔ مولانا ظہور احمد بگویؒ۔ حضرت امیر شریعت شاہ بخاریؒ۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ جیسے اکابر اہلِ علم و فضل کو مدح صحابہؓ کے مشن اور دفاع صحابہؓ کے محاذ کے لئے مدعو کیا اور تنظیم اہلسنت قائم کی۔ آپ نے تقریر، تحریر، تبلیغ، تصنیف کے ذریعے علمی و قلمی جہاد کیا۔ مجلہ "دعوت" نکالا۔ جریدہ "دعوت" کے مدیر شہیر آپ ہی تھے جس کے خصوصی نمبرات میں سیرت امیر معاویہؓ پر آپ نے خوب قلم اٹھایا۔ تقریباً دو درجن کتب میں اسوۂ حسنہ نبویہ اور سیرتِ صحابہ پر آپ نے زبردست کام کیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں راقم آثم، ناظم ملتان ڈسٹرکٹ جیل میں حضرت بخاری صاحبؒ کے ساتھ نظر بند تھا

جبکہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ جیسے آفتاب علم و ماہتاب عمل ملتان جیل میں نظر بند تھے۔ حضرت بخاریؒ کی تالیفات کی تصحیح، نظر ثانی اور نقل کا کام راقم آثم کے سپرد تھا۔ ان دنوں حضرت بخاری صاحبؒ "الاصحاب فی الکتاب" اور "شہادۃ مظلوم و سیرۃ عثمانؓ" پر کام کر رہے تھے اور "عادلانہ دفاع" کی تکمیل کے بعد جامعہ رشیدیہ کے اجلاس پر بھی مسودہ لیکر آئے اور راقم خادم کو دکھایا اور ہماری معلومات میں اضافہ فرمایا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے وطن ڈیرہ غازیخان سے اللہ کریم و رحیم نے عظیم شخصیات کو پیدا کیا جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کے علماء سے استفادہ کیا خصوصاً مولانا عبدالرشید صاحب نسیمؒ (علامہ طالوت مرحوم)، علامہ عبدالستار تونسوی، مولانا عبداللہ اسلام آبادی، علامہ قریشیؒ، مولانا عبدالمجید ندیم وغیرہم نے دین کی خدمات کا کام کر کے علاقہ کو سیراب کیا۔

حضرت بخاری صاحبؒ کی وفات سے تنظیم اہلسنّت میں جو تصنیفی خلا پیدا ہوا۔ اللہ کرے تنظیم کے باقیات صالحات شاہ صاحبؒ کے صدقہ ساریہ کو صدقہ جاریہ بنائے رکھیں۔ علامہ تونسوی، مولانا ضیاء القاسمی پر بڑی ذمہ داری عائد ہو گئی۔ اُمید کہ یہ حضرات شاہ صاحبؒ کی روایات کو قائم و دائم رکھیں گے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات حسرت آیات کی خبر، خیرالمدارس ملتان کے فون سے معلوم ہوئی جملہ طلبہ و اساتذہ جامعہ رشیدیہ نے متعدد قرآن حکیم ختم کر کے حضرت شاہ صاحبؒ کے لئے ایصال ثواب و دعائے مغفرت کی۔ جمعہ کے اجتماعات میں فاضل رشیدی خطیب نے اسلامیانِ ساہیوال کی طرف سے قرار دادِ تعزیت پیش کی اور حضرۃ شاہ صاحبؒ کے کارنامے۔ ان کی خدمات، تعلیمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ادعیہ مغفرت کرائیں۔

اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہ واعف عنہ وادخلہ فی جنۃ النعیم۔

ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں .... اور

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

فاضل رشیدی

یاد داری کہ وقت زادنِ تو
ہمہ خنداں بدند تو گریاں

ایں چنیں زی کہ وقتِ رفتن تو
ہمہ گریاں بُوند و تو خنداں

نامے میرے نام

مکتوبات

(۱)

گرامی قدر قبلہ جناب مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی صاحب مہتمم جامعہ رشیدیہ
و مدیر "الرشید" زیدمجدکم السامی

سلام مسنون نیاز مقرون! اُمید کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں کہ جناب محترم "جامعہ رشیدیہ" "مؤتمرابناء دارالعلوم واخوانِ دیوبند" اور "الرشید" کے پلیٹ فارم سے دین کی جو گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں اس کی نظیر مشکل ہے اور مستقبل کا اسلامی مؤرخ ان سے کسی طرح اغماض وچشم پوشی نہیں کرسکتا۔

تحریک دیوبند اور اس کے علمبردار "جامعہ اسلامیہ دارالعلوم" سے آپ کا عمیق تعلق کسی سے مخفی نہیں؛ الرشید کا "دارالعلوم نمبر" بلاشبہ خدماتِ دارالعلوم اور اس کے کارناموں کے لئے ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے اس خصوصی نمبر کے ذریعے "دارالعلوم دیوبند نمبر" کا ہند و بیرونِ ہند بیحد تعارف ہوا ہے۔ اور یہ ہر طرح سے صحیح ہے کہ جو کام خود "دارالعلوم" کے کرنے کا تھا وہ آپ کے ہاتھوں انجام پایا۔

ع یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اور ؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آج بالخصوص ہند و پاک میں دین کی جو تحریری یا تدریسی خدمت کسی بھی طرز سے ہو رہی ہے اس کا سہرا دارالعلوم ہی کے سر ہے۔ ندوہ ہو یا مظاہر، تبلیغی جماعت ہو یا ندوۃ المصنفین سب اسی سلسلۂ قاسمیہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

اگرچہ حضرت قطب العالم شیخ الاسلام حضرت مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کی انتھک کوششوں سے آسام میں دینی فضا قائم ہوگئی اور سینکڑوں کی تعداد میں فضلاء دیوبند پیدا ہوئے لیکن چونکہ آسامی زبان میں کوئی تحریری کام اب تک نہیں ہوسکا تھا اس لئے پڑھے لکھے طبقہ میں، جو اگرچہ نام کے مسلمان تھے، بیحد بے دینی ہے۔

اس کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ بعض خاندان یہاں ابتک ایسے ہیں جو صحیح کلمہ تک پڑھنے سے عاجز ہیں آسامی زبان میں حدیث کی کوئی کتاب نہیں، قرآن کریم کا کوئی ترجمہ نہیں۔ اسلامی تعلیمات پر مشتمل کوئی بھی کتاب نہیں ہے۔ اس

بھیانک اور تاریک فضا کو ختم کرنے دینی شعور پیدا کرنے، ان کو اسلام کے قریب لانے، آسامی زبان میں ترجمۂ قرآن و تفسیر کی ترتیب کیساتھ ساتھ علماء آسام کی مفصل تاریخ کی اشاعت کے علاوہ صنعتی میدان میں مسلمان بچوں کی رہنمائی کے لئے ایک علمی تحقیقی اور تصنیفی ادارہ مرکز "المعارف" کے نام سے ھوجائی شہر ضلع نوگاؤں آسام میں سال گزشتہ قائم کیا گیا ہے۔

الحمد للہ ہندوستان کے علمی حلقوں نے اسے سراہا۔ مختلف عربی اردو اخبارات نے اس کا تعارف شائع کیا۔ ضرورت تھی کہ پاکستان کے علمی حلقہ تک بھی یہ آواز پہنچائی جائے۔ اس کے لئے ہم جناب محترم کی خدمت میں مرکز کا مفصل تعارف اخبارات کے تراشے اور علماء کرام کی آراء کے ساتھ ارسال خدمت کر رہے ہیں اور ساتھ ہی جناب محترم سے درخواست کریں گے کہ براہ کرم مرکز کے قیام کی خبر اور اس پر تبصرہ اپنے مؤقر ماہنامہ الرشید میں شائع فرمائیں۔ نیز مرکز کے نام اپنے مؤقر جریدہ کو جاری فرمائیں۔ تو یہ مزید نوازش ہوگی۔ اور مرکز کے ساتھ جناب محترم کا عظیم و گرانقدر تعاون ۔ مرکز انشاء اللہ آسام میں دیوبند کا علمی بازو ثابت ہوگا۔ دعا فرمائیں۔ اس مختصر مدت میں مرکز نے دو کتابیں شائع کیں، ایک بہشتی زیور کا آسامی ترجمہ اور ایک مستقل آسامی تصنیف فاضل دیوبند حضرت مولانا عبد الجلیل راغبی صاحب بنام "اولاد اسلام میں"۔

ہم جناب کے جواب کے شدت سے منتظر ہیں۔ اُمید کہ مزاج بعافیت ہوں گے۔ والسلام

بدر الدین القاسمی

ڈائریکٹر جنرل مرکز المعارف ہوجائی، نوگاؤں۔ آسام

(۲)

مکرمی و محترمی جناب مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدیؔ مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اُمید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے!

جیساکہ ہم سب جانتے ہیں کہ خدائے پاک کے ہاں سب سے قیمتی چیز اس کا دین ہے جس کی محنت کے لئے اپنے محبوب ترین بندوں کو منتخب فرمایا۔ سب سے آخر میں سب نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی دین کی عالمی محنت کے لئے مبعوث فرمایا اور آپ کی ختم نبوت کے صدقے آپ کی اُمت کو بھی اسی مبارک محنت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ آپ اور ہم ضعفاء کو بھی اپنے دین کی عالی محنت کے لئے قبول فرمائیں تو یہ ان کا احسان و کرم ہے اور ہمارے لئے دارین کی سعادت کا باعث۔

۴، ۵، ۶ نومبر رائے ونڈ کا اجتماع ہوا۔ ہزاروں انسان اپنی جان، مال اور اقارب کی قربانی کیساتھ خدائے پاک کے راستہ میں دین سیکھنے کے لئے نکلے۔ ملک کے چاروں اطراف آٹھ آٹھ ماہ کی پیدل جماعتیں تشکیل ہوئیں۔ ہمارے شہر حیدر آباد کے لئے بھی آٹھ ماہ والی پیدل جماعت بہاولپور تک تشکیل ہوئی۔ والد محترم قاری عبد الغفور مرحوم حسب معمول اجتماع میں شرکت کا ارادہ فرمائے ہوئے تھے۔ عین اس موقع پر شدید بیمار پڑ گئے۔ باوجود علاج کے نقاہت کمزوری بڑھتی چلی گئی

کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ ہمت و حوصلہ بہت تھا۔ دمہ کی سخت تکلیف میں ۴ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ شب جمعرات انتقال فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم تہجد کا بہت اہتمام رکھتے تھے اور نمازوں کا جماعت کی پابندی کیساتھ اہتمام تھا جب ذرا کچھ پیسے بن جاتے تو جماعت میں چلہ یا کم و بیش وقت کے لئے نکل جاتے۔ اپنی برداشت سے زیادہ دین کے لئے مجاہدہ کرتے دیکھا۔ مرتے دم تک مدرسہ مفتاح العلوم کی خدمات سے متعلق رہے۔ اپنے بیٹوں میں سے کسی کا بار احسان نہ بنے۔ بیماری کے باوجود ہفتہ واری محلہ کا گشت نہ چھوڑا۔ کوئی ساتھ جڑنے والا تو کیا ہوتا لوگ مذاق بھی اڑاتے مگر ان کا اس طرف دھیان نہ تھا۔

آں محترم سے والد صاحب مرحوم کے تعلقات قدیمی تھے۔ اگر باہمی شکر رنجی ہوئی ہو تو اللہ کے لئے معاف فرمادیں دعاؤں کے لئے تو بہت لجاجت کیساتھ درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماویں اور درجات کی بلندی فرماویں۔
حضرت رشیدی صاحب دامت برکاتہم، اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو انتہائی قبول فرماویں اور بارآور فرماویں۔ آں محترم کی میرپور خاص آمد سے ہم تین یوم تک بیانات سے مستفید ہوتے رہے اور بہت ہی فائدہ پہنچا۔ اسی طرح اگر علماء کرام اپنے تبلیغی دورے فرماتے رہے تو ان شاء اللہ تشنہ لوگ آپ حضرات کی آمد سے یقیناً سیراب ہوسکیں گے۔
حضرت والد صاحبؒ کے نام "ماہنامہ الرشید" آتا ہے۔ اس میں آپ کی مساعی "اتحاد" وغیرہ پڑھ کر بہت متاثر ہوں اور متحیر جب ہوا تھا جبکہ آپ کی پہلی تقریر مدینہ مسجد میرپور میں سنی۔ اوّلاً میں نے سوچا کہ یہ بزرگ کیا گفتگو فرمائیں گے پیرانہ سالی ہے جسم میں ہمت و قوت نظر نہیں آتی مگر جب بیان شروع ہوا تو معلوم ہوا کہ "اسد الغابہ" کا للکارا ہے۔
توحید و رسالت کے موتی لٹائے جارہے ہیں بلا اشتہار اچھا خاصا مجمع ہوگیا۔ الفاظ بہت واضح اور صاف، سلجھا ہوا بیان سبھی کو پسند آیا۔ اور ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ آں محترم کی آمد سے شہر کے اکثر علماء کرام بیان میں جمع ہوئے آپس کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات علماء کرام کا سایہ ہم سب مایہ لوگوں پر تادیر قائم رکھے اور آپ حضرات کی آمد ہمارے شہر حیدرآباد اور میرپور خاص کے لئے باعث ہدایت اور ظاہری و باطنی روحانیت کو بیدار ہونے کا ذریعہ فرمائیں۔ آمین!۔

والسلام

ظہور احمد بن قاری عبدالغفور صاحبؒ مرحوم

معرفت حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ ناظم مدرسہ مفتاح العلوم حیدرآباد

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

ع آہ اک صاحبِ دماغ تھا نہ رہا

ع ہوئی تاخیر تو باعث تاخیر بھی تھا۔ "الرشید" اشاعت کے لئے پریس جا رہا تھا کہ ریڈیو پاکستان نے مجلس تحفظِ ختم نبوت کے بے تاج بادشاہ تاج العلماء مولانا تاج محمود، مدیر "لولاک" فیصل آباد کے وصالِ پُرملال کی خبر دہشت اثر سنا کر قیامتِ صُغریٰ برپا کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا تاج محمود مرحوم مجلس تحفظ ختم نبوّت کے دل و دماغ تھے اور انہیں حضور علیہ السلام کی ختم نبوت سے عشق اور بے پناہ محبت اور والہانہ عقیدت تھی۔

ان کی بیماری بھی یہی تھی کہ منکرین ختم نبوت پاکستان میں ایسا سوراخ کر رہے ہیں جس کی مولانا کو بڑی فکرمندی تھی۔ وہ ہر وقت اسلامیانِ پاکستان کو اس فتنے سے خبردار کرتے رہتے تھے!

ان کا اخبار "لولاک" اس مسئلہ کے لئے وقف تھا، ان کے خطبات بھی انہی احساسات کے مظہر تھے ان کا فکر پاکستان میں صرف تحفظِ ختم نبوت تھا۔ ابھی حالیہ علماء کنونشن میں انہوں نے جناب محترم صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے جس دلسوزی سے اس فتنہ کی نقاب کشائی کی جناب صدر معظم بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے بعض اقدامات شروع کرائے تھے۔

مولانا نے فیصل آباد آتے ہی فون پر راقم، خادم، آثم، ناظم کو صورت حال سے مطلع فرمایا اور بہت سے حقائق سے آگاہ فرمایا ——— آہ۔ مولانا اپنا مشن پورا کر گئے!

اب اس کی تکمیل اور ذمہ داری پوری قوم خصوصاً مخدوم ومحترم حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر پر تو عظیم ذمہ داریاں آن پڑی ہیں اللہ رحیم و کریم ہم سب کو عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

(باقی جاری ہے)

نقشہ امتحانات سالانہ ۱۴۰۴ھ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

برنامج اختبار النہائی للثانویۃ العامہ (مساوی میٹرک)

ایام	تاریخ ۱۴۰۴ھ	تاریخ ۱۹۸۴ء	پرچہ	نام فن	نام کتاب
ہفتہ	۳ شعبان	۵ مئی	پہلا پرچہ	تفسیر	ترجمۃ القرآن پارہ عم
اتوار	۴ / "	۶ / "	دوسرا پرچہ	حدیث	زاد الطالبین
سوموار	۵ / "	۷ / "	تیسرا پرچہ	فقہ	قدوری صرف عبادات
منگل	۶ / "	۸ / "	چوتھا پرچہ	نحو	ہدایۃ النحو
بدھ	۷ / "	۹ / "	پانچواں پرچہ	صرف	علم الصیغہ مع خاصیات ازفصول اکبری یا از علم الصرف
جمعرات	۸ / "	۱۰ / "	چھٹا پرچہ	ادب	القراءۃ الراشدہ ج ۱-۲
نوٹ:	وقت	۳ گھنٹے صبح ۷ بجے تا ۱۰ بجے تک			

ثانویہ خاصہ سال آخر

ثانویہ خاصہ کے سال آخر کا امتحان وفاق کے تحت درج ذیل کتب میں ہوگا۔

برنامج اختبار النہائی للثانویۃ الخاصہ (مساوی ایف اے)
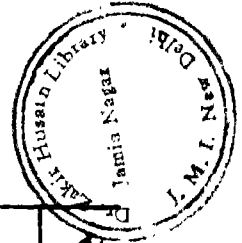
ایام	تاریخ ۱۴۰۴ھ	تاریخ ۱۹۸۴ء	پرچہ	نام فن	نام کتاب
ہفتہ	۳ شعبان	۵ مئی	پہلا پرچہ	تفسیر	تفسیر سورہ یونس تا سورہ عنکبوت
اتوار	۴ / "	۶ / "	دوسرا پرچہ	فقہ	شرح وقایہ اولین یا الاختیار
سوموار	۵ / "	۷ / "	تیسرا پرچہ	اصول فقہ	نور الانوار تا قیاس
منگل	۶ / "	۸ / "	چوتھا پرچہ	نحو	شرح جامی تا مبنیات
بدھ	۷ / "	۹ / "	پانچواں پرچہ	منطق	شرح تہذیب
جمعرات	۸ / "	۱۰ / "	چھٹا پرچہ	ادب	مقامات دس مقامے

نوٹ: وقت ۳ گھنٹے صبح ۷ بجے سے دس بجے تک

درجہ عالمیہ

(دورہ حدیث) کا امتحان حسب سابق درج ذیل کتب سے ہوگا

برنامج اختبار السنانی فی علم الحدیث (درجہ عالمیہ۔ ایم۔ اے)

الیوم	التاریخ		الورقہ	الوقت		اسماء الکتب
	۱۴۰۴ھ	۱۹۸۴ء		من	اِلیٰ	
یوم السبت	۳/شعبان	۵/مئی	اُولیٰ	۷	۱۱	السنن للنسائی وابن ماجہ والشمائل للترمذی
یوم الاحد	۴/ "	۶/ "	الثانیہ	۷	۱۱	الصحیح لمسلم
یوم الاثنین	۵/ "	۷/ "	الثالثہ	۷	۱۱	الجامع الترمذیؒ
یوم الثلاثاء	۶/ "	۸/ "	الرابعہ	۷	۱۱	الصحیح البخاریؒ
یوم الاربعاء	۷/ "	۹/ "	الخامسہ	۷	۱۱	السنن لابی داؤدؒ
یوم الخمیس	۸/ "	۱۰/ "	السادسہ	۷	۱۱	المؤطان مع الطحاویؒ

تاریخ داخلہ

تمام درجات میں داخلہ کی آخری تاریخ ۱۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ مقرر کی گئی ہے۔ ہر مدرسہ ان درجات کا امتحان دینے والے طلبۂ کرام کی مکمل فہرست فوری طور پر مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان کو بھیجدیں۔ تمام درجات میں داخلہ بذریعہ مطبوعہ فارم ہوگا۔ جو مرکزی دفتر وفاق سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔

فیس امتحان

امتحان کے لئے داخلہ فیس کی شرح درج ذیل ہے۔ جو داخلہ کے ساتھ بھیجی جاتی ہے۔

- درجہ کامل الحفظ ۲۰/روپے ○ درجہ ثانویہ عامہ ۲۵/روپے
- درجہ ثانویہ خاصہ ۳۰/ " ○ درجہ عالمیہ (دورہ حدیث) ۵۰/ "

مراکز امتحان

- تمام درجات کے لئے امتحانی مراکز کا تعین کرنا امتحانی کمیٹی کی صوابدید پر ہے۔
- امتحانی مراکز کم سے کم رکھے جائیں گے۔
- اور مختلف مدارس کے جملہ درجات کے طلبہ کو کسی قریبی مرکز میں جمع کیا جائے گا۔

احصائیہ (شماریات)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے شعبہ امتحانات کے مطابق گزشتہ سالانہ امتحان شعبان ۱۴۰۲ھ میں درج ذیل طلبہ کرام نے مختلف درجات کا امتحان دیا۔

درجہ	شرکاء امتحان	کامیاب
درجہ عالمیہ (دورہ حدیث)	۸۱۴	۵۳۲
درجہ ثانویہ خاصہ	۲۹۵	۱۸۲
ضمنی امتحان	۳۶	۲۸
درجہ کامل الحفظ	۱۹۴۷	۱۶۹۰
درجہ ناظرہ وغیر کامل الحفظ	۱۶۳۵۸	۱۵۳۶۰

درجہ عالمیہ، درجہ ثانویہ خاصہ کے امتحان شعبان ۱۴۰۲ھ میں منعقد ہوئے۔ اسی طرح شعبۂ قرآن مجید کے امتحانات رجب وشعبان ۱۴۰۲ھ میں منعقد ہوئے۔ جبکہ بلوچستان کے موسمی حالات کے پیش نظر سالانہ امتحان درجہ عالمیہ ۱۱ سے ۱۶ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ تک کوئٹہ میں ہوا۔ البتہ ضمنی امتحان ۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو جامعہ قاسم العلوم ملتان میں منعقد ہوا۔

اسناد

وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے گزشتہ سالوں کے اسناد کے سائز میں مناسب تبدیلی کرلی ہے اور اب چھوٹے سائز میں مختصر عبارت کے ساتھ غیر ملکی جامعات کے معیار کے مطابق اعلیٰ طباعت سے مزین مندرجہ ذیل اسناد طبع کراکر اس سال سے کامیاب طلبہ کو جاری کردی گئی ہیں۔

- الشہادۃ العالمیہ فی العلوم الاسلامیہ والعربیہ
- شہادۃ الثانویۃ الخاصہ
- شہادۃ حفظ القرآن الکریم

شعبہ امتحانات نے سابقہ سالوں کے وفاق کے فضلاء کرام کو ان کے مطالبہ پر نئے اسناد جاری کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اس نئی سند کے حصول کے لئے درج ذیل طریق کار مقرر کیا گیا ہے:

سابقہ سند (شہادۃ الفضیلۃ) واپس لیکر بادائیگی -/۵۰ روپے فیس سند جدید (الشہادۃ العالمیہ فی العلوم الاسلامیہ والعربیہ) جاری کی جائے گی۔

وفاق سے ملحقہ مدارس کی تعداد

		المجموعہ
عدد المدارس الفوقانیہ (مستوی العالمیہ)	۱۰۱	
عدد المدارس الوسطانیہ (مستوی الثانویۃ العامہ والثانویۃ الخاصہ والعالیہ)	۳۵۲	۹۴۵
عدد المدارس الابتدائیہ (متوسطہ، ابتدائیہ وتحفیظ القرآن)	۴۹۲	

Phone
2356

جریدہ سلامیہ شہریۃ تصدر عن الجامعۃ الرشیدیۃ

REGD. L.
NO. 8054

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE PAKISTAN

جامعہ رشیدیہ

- رائے پوری بزرگوں کی یادگار۔ اکابر حضرات کا قائم کردہ صدقہ جاریہ و ساریہ!
- بحمد اللہ جامعہ رشیدیہ نہ صرف تعلیمگاہ بلکہ معیاری تربیت گاہ اور بہترین درسگاہ ہے۔
- جامعہ میں از ابتداء تا انتہا، اسلامی تعلیمات کے قابلِ اعتماد و لائقِ فخر انتظامات ہیں۔
- جامعہ میں جملہ علوم و فنونِ اسلامیہ کے قابل اساتذہ، اور دو مقامات پر مدارس ہیں۔

طلباء کے قیام، طعام، لباس، معالجہ ادویہ، کتب، نقد وظائف اور معاشی مصارف کا انصرام انجمن رشیدیہ کرتی ہے۔

- جامعہ میں دارالعلوم دیوبند کے نصاب، وفاق المدارس العربیہ کے نظام تعلیمات سے مطابق تدریس ہوتی ہے جس کی اسناد کو حکومت پاکستان نے باضابطہ تسلیم کر لیا ہے!
- جامعہ رشیدیہ حکومت کا مسلّمہ خیراتی ادارہ ہے۔

جس سے انکم ٹیکس معاف مطابق مراسلہ حکومات مالیات پاکستان ....

- جامعہ رشیدیہ کے طلباء زکوٰۃ، عشر و چرمہائے قربانی و اجناس کے اولین مستحق اور بہترین مصرف ہیں۔
- جامعہ کا میزانیہ ماہوار ایک لاکھ، سالانہ بجٹ بارہ لاکھ تک ترقی پذیر ہے۔

آمدن محدود، مستقل آمدن ندارد۔ اخراجات توکل بر خدا۔

؏ قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا۔

مدیر الترتیب و ناظم اعلیٰ
خدام اسلام — فاضل حبیب اللہ رشیدی
جامعہ رشیدیہ ساہیوال پاکستان

الرشید
لاہور
بادارت
فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند
مُدیر الرشید و ناظمِ اعلیٰ جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ، ساہیوال، پاکستان
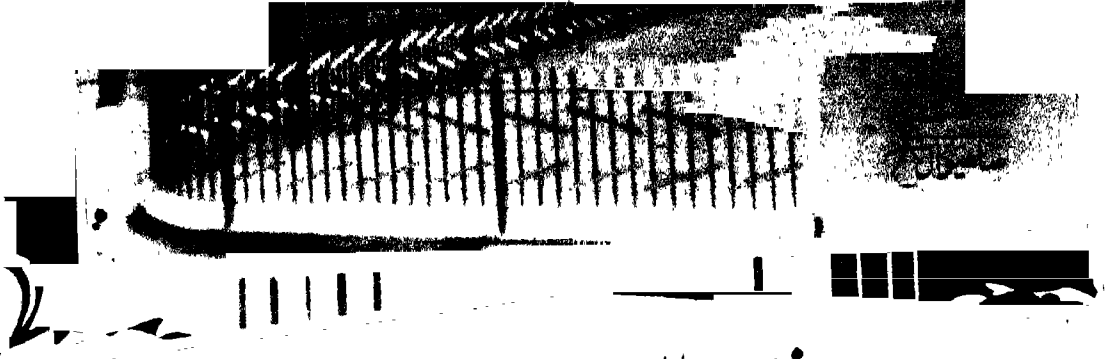
مکتوب : مولانا حافظ محمد جمیل احمد صاحب ایم۔ اے۔ فاضل جامعہ رشیدیہ

مکتوبِ نائیجیریا

مخدومی وسیدی حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے مزاج عالیہ خیریت وعافیت سے ہوں گے۔ یہاں کے کچھ مشاغل اور زیادہ اپنی سُستی کی بناء پر عریضہ لکھنے میں تاخیر ہوگئی۔ اُمید ہے تسامح فرمائیں گے۔ احقر ہر طرح سے بخیریت ہے۔

نائیجیریا ۱۹ ریاستوں پر مشتمل ہے۔ افریقہ کا یہ سب سے بڑا ملک ہے۔ جنوب میں عیسائیوں کی اکثریت ہے اور شمال میں مسلمانوں کی۔ میں جس اسٹیٹ میں ہوں اس کا نام "سکوٹو" ہے اور یہ شمال میں واقع ہے۔ نوّے فیصد سے اوپر مسلمان ہیں۔ مجموعی طور پر نائیجیریا میں ساٹھ فیصد مسلمان ہیں۔ سکوٹو اسٹیٹ الشیخ الکبیر والامام عثمان فوڈیو فلانی اور ان کے چھوٹے بھائی الشیخ عبداللہ فوڈیو کا وطن ہے۔ کیونکہ ان کی کتب ہمارے ملک میں نہیں پہنچ سکیں اسلئے ابھی تک ان کا نام نہیں سن رکھا تھا۔ البتہ عرب دنیا میں شیخ عثمان فوڈیو معروف ہیں۔ ان کا زمانہ تیرھویں صدی ہجری کا ہے۔ ان حضرات کی پوری زندگی قربانیوں اور مجاھدات سے لبریز ہے۔ اس علاقہ میں کفار سے جہاد کیا اور اسلام کو پھیلایا اور اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈال۔ بعد میں ان کی اولاد سے بھی رجال کار پیدا ہوئے۔ یہاں کے بڑے بڑے ادارے مثلاً یونیورسٹیاں، کالجز ان کے نام کے ساتھ موسوم ہیں۔ ان کی حکومت کو سلاطین کی حکومت کہا جاتا ہے۔ اب بھی سلطان آف سکوٹو موجود ہے جس کا نام ابوبکر ہے۔ بہت بوڑھے ہیں۔ اگرچہ اب ان کے پاس کوئی اختیار تو نہیں رہا لیکن ان کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور عوام میں ان کا بہت اونچا مقام ہے۔ صدر بھی سکوٹو میں آئے تو ان سے سب سے پہلے ملنے جاتا ہے ان سلاطین نے اپنے طرز حکومت میں خلفاء کی یاد کو تازہ کر دیا تھا۔

شیخ عثمان فوڈیو کی قبر بھی سکوٹو شہر میں ہے اسلامی علوم کے شعبہ میں ان کی عربی زبان میں تالیفات موجود ہیں۔ میں نے اب یہاں کے علماء اور کتب خانوں سے ان کی تحریک جہاد کے متعلق کتب تلاش کرنا شروع کی ہیں۔ ان علاقوں میں پہنچ کر اپنے اسلاف کی جہد و مساعی یاد آتی ہیں۔

انگریز نے تقریباً ساٹھ سال اس علاقہ میں حکومت کی اور ۱۹۶۰ء میں یہ ملک آزاد ہوا۔ ہمارے ایشیائی ممالک کی طرح انگریز جاتے وقت اپنا ملعون نظام حکومت عُریاں مغربی تہذیب اور اپنا نظام تعلیم ان لوگوں پر مسلط کر گیا۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی مخلوط حکومت ہے لیکن سربراہِ مملکت پہلے بھی مسلمان تھا اور اب جیسا کہ آپ نے اخبارات

باقی ٹائٹل ص۳ پر

مؤتمر ابناء دار العلوم و اخوان دیو بند کا ترجمان

سلاکار: حضرت مولانا حافظ مفتی فقیہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ رائپوری بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

اَلرَّشِید

جلد: ۱۱
مارچ
۱۹۸۴ء

شمارہ: ۵
جمادی الاولیٰ
۱۴۰۴ھ

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبد الرشید ارشد

بنظامت
(پیرجی) عبد العلیم رائپوری

خطاط
حزب اللہ خالد

مقام اشاعت
۳۲/۱ے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر
منہاج الدین اصلاحی
شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

سالانہ چندہ : ۲۰ روپے
فی شمارہ : ۲ روپے

آئینۂ مضامین

فاضل حبیب اللہ رشیدی
الرشید ...
جامعہ رشیدیہ ...

راشدات

ادارہ

علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم کی جامعیت، روشنی طبع بلا بشکتی یا بنا دی گئی...... انگریز کی آمد کے بعد انگریز کے تسلط و اقتدار کو علماء حق نے کسی صورت برداشت نہ کیا۔ انگریز کے خلاف جہاد، تحریکِ علماء دیوبند کا سب سے بڑا قصوری کارنامہ ہے۔ انگریز کی مخالفت میں صف آراء ہونے والے جمعیۃ علماء ہند کے اکابر کی فہرست طویل ہے۔ خصوصاً سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ اور ان کے اعوان و انصار و خلفاء بالخصوص حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سرپرست دارالعلوم دیوبند اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی (اسیر مالٹا) حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ مولانا سجاد بہاریؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ، مفتی فقیر اللہ رائپوریؒ، مفتی محمود مرحوم (صدر قومی اتحاد) مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ رئیس الاحرار، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔

انگریز کے بعد ہندو دنیا میں کانگریس، آریہ سماج، سناتن دھرم، شدھی سنگھٹن، فتنۂ ارتداد وغیرہ کے محاذات پر علماء دیوبند کے مبلغ، مناظر، خطیب، مقرر و متکلم نیز مصنف حضرات نے جو جو کام کئے وہ عظیم کارنامے ناقابلِ فراموش اور قابلِ ذکر و لائق تقلید ہیں۔ ہندوستان کی تحریکات میں علماء دیوبند کا یہ کارنامہ تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے، من شاء فلیراجع الی تاریخ الہند

مسلم لیگ، جو کچھ جیسی کیسی جماعت تھی اس میں رُوح ڈالنے والے لوگوں کی فہرست میں مجدد ملت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دیوبندی، محدث اعظم مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا ظہر علی بنگالیؒ، اور حضرت تھانویؒ کے خلفاء علماء اور ان کے تلامذہ کی تعداد بھی خاصی ہے۔

اور یہ بات تو شاہراہ پاکستان (اردو) شاہراہِ پاکستان (انگریزی) میں چوہدری خلیق الزمان مرحوم نے بصراحت سے لکھ دی کہ مسلم لیگ میں حضرت مدنیؒ کی شمولیت سے جان پڑ گئی تھی۔ انتہیٰ۔ چوہدری خلیق الزمان مرحوم نے مسٹر اصفہانی کو

تردید کرتے ہوئے بہت کچھ لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے۔ اور یہ بات پوری مسلم لیگ سے معلوم فرمائیے کہ پاکستان کی تحریک میں حضرت تھانویؒ۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ۔ مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے تحریک پاکستان کو کتنا فائدہ پہنچا۔ خصوصاً قائد اعظم مسٹر جناح اور شہید لیاقت علی مرحوم کے خطبات و تقاریر ملاحظہ فرمائیے!

غرض ۱۸۵۷ء کا جہادِ حریت ہو یا تحریکِ خلافت، جنگ آزادی کا نگریس ہو یا مسلم لیگ! پھر اس کے بعد انگریز کے خود کاشتہ پودے کے قلع قمع کرنے والوں کی اکثریت بھی علماء دار العلوم دیوبند پر مشتمل ہے۔ مجلس احرار اسلام ہو یا مجلس تحفظ ختم نبوت۔ تنظیم اہلسنت ہو یا تحفظ حقوق اہلسنت، اشاعۃ التوحید والسنۃ ہو یا تحریکِ احیاءِ سُنّت مجلس صیانۃ المسلمین ہو یا تبلیغی جماعت! جمعیۃ علماء اسلام ہو یا قومی اتحاد! سواد اعظم اہلسنت ہو یا وفاق المدارس! غرضیکہ ہر ایسے محاذ پر علماء دیوبند کے مجاہد کارکن موجود ہوں گے۔ اور علماء دیوبند اپنے علمی اجتہاد۔ سیاسی بصیرت، دینی صوابدید اور مذہبی فکر کے مطابق عصر حاضر کے ہر دور میں باطل قوتوں کے مقابلہ پر نبرد آزما ہوں گے اور پوری دیانتداری مساعی سے جس تحریک کو اقرب الی الصواب، اصون البلیین، ملک و ملت کیلئے مفید سمجھتے ہوں گے اس میں بلاخوف لومۃ لائم شامل، قائم و دائم نظر آئیں گے!

علماء دیوبند کی تحریک سے سب سے بڑا دھکا تو انگریز کو لگا۔ اس لئے دیوبندیوں کا سب سے بڑا مخالف انگریز ہے۔ دوسرے نمبر پر انگریز کی پیدا کردہ معنوی ذریت (جو مختلف اقسام میں پھیلی ہوئی ہے) اور انگریزی خود کاشتہ پودا غلام مرزا علماء دیوبند کا سب سے بڑا دشمن ہے کہ علمائے دیوبند سے قادیان اور پاکستان میں ربوہ تک تعاقب کیا۔ تیسرے نمبر پر غلام پرویز۔ وائسرائے ہند کے دفتر سے لیکر پاکستان کی تحریک تحفظ ختم نبوت تک علماء حق کا حریف بننے کی ناپاک مساعی کرتا رہتا ہے۔ غلام مرزا مقام نبوت کا منکر اور غلام پرویز کلام نبوت کا منکر۔ دونوں ایک ہی قسم کے چٹے بٹے ہیں۔ اور دونوں کا حکم بھی تقریباً ایک سا ہے۔ غلام مرزا کے متعلق ڈاکٹر اقبالؒ نے فرمایا تھا؛

عصرِ من پیغمبرے ہم آفرید ۔۔۔ آنکہ در قرآں بغیر از خود ندید

اور غلام پرویزی فتنہ کے متعلق بھی ڈاکٹر صاحب پرویزان این عصر کی نشاندہی کرتے ہوئے یوں فرما گئے؛

ترا وجود سراپا تجلیٔ افرنگ ۔۔۔ کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر

در جہاں ہر آنکہ پرویزی کند ۔۔۔ نامہ ہائے مصطفیٰ را مے درد

علماء دیوبند کی تحقیقات۔ سیاسیات وغیرہ سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کی علمی بصیرت اسلامیات کی

صحیح تعبیرات، ان کی خدمات وکارنامے اور ان کی دیانتداری کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم — اذا جمعتنا یا جریر المجامع

سیاسیات کا اختلاف کوئی وحی نہ ازد۔ سیاسیات آیات من آیات اللہ نہیں۔ سیاسی امور بدلتے رہتے ہیں اور ملکی مسائل کی بناء پر سیاسیات کے رُخ بھی تبدیل ہوجاتے ہیں۔ سیاسیات میں بڑے بڑے قائدین حالات کی بناء پر پلیٹ فارم بدلتے چلے آ رہے ہیں اس لئے سیاسی اختلافات کی بناء پر کسی کو غدار، بدنیت یا غلط کار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اگر یہ کلیہ صحیح مان لیا جائے تو ملک کا کوئی بڑے سے بڑا قائد یا لیڈر ایسے فتاوی سے بچ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ ملک کے بڑے بڑے لوگ جملہ جماعتوں میں نظر آتے ہیں۔

جب یہ بات صاف اور منقح ہوگئی تو جمعیۃ علماء ہند یا احرار کا کیا قصور؟ اور مسلم لیگ یا پاکستان سے مخالفت کی اب کیا ضرورت ہے؟ قضاء و قدر کے فیصلوں سے جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ اب گڑے مُردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے تو یوں بھی فرمادیا تھا:

ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں — حق ترا چشمے عطا کر دست غافل در نگر

مرزا و پرویز، غلام احمدیوں کو علماء دیوبند کی مخالفت کرنا ہے تو کانگرسی، احراری وغیرہ گھسی پٹی زنانہ گالیوں سے طعنہ دینے کی بجائے میدان میں اُتر کر مقابلہ، مناظرہ، مباہلہ کرنا چاہیئے۔ اور علماء دیوبند کی حقانیت، صداقت، شجاعت، دیانت، امانت کو آزمانا چاہیئے۔

ادھر آپیارے ہُنر آزمائیں — تُو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم — سو بار کرچکا ہے تو امتحاں ہمارا

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے — آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

علماء دیوبند میں سب سے زیادہ جن اکابر نے جہاد حریت میں حصہ لیا۔ ان کے خلاف تکفیری فتاویٰ لکھنے والے مجدد بدعات نے پورے زور شور سے کفر سازی کی۔ خصوصاً مولانا شہیدؒ، حضرت بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت گنگوہیؒ سرپرست دارالعلوم، حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ، حضرت مولانا سید مدنیؒ، حضرت امیر شریعت بخاریؒ اور علماء، موحدین و محدثین کثر اللہ سوادھم کے خلاف انگریز سے لیکر اب تک جو کچھ لکھا جارہا ہے اس کا پس منظر یہی ہے۔

اس پس منظر کی ایک بات قدر مشترک یوں بھی ہے کہ علماء حقانی کے خلاف جو کچھ مرزائی یا جس انداز سے

پرویزی لکھتے ہیں اور پھر انہی باتوں کو رافضی یا رضائی اپنے الفاظ میں دہرا رہے ہیں اس قدر مشترک سے جو نتائج نکالے جا سکتے ہیں وہ بالکل ظاہر و باہر اور صاف عیاں ہیں۔ ع۔ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

سیاسی اختلافات کی ایک تمثیل اسطرح بھی جا سکتی ہے کہ اولاد کے رشتہ سے متعلق والدین اور خاندان میں اختلاف رائے بلکہ بسا اوقات شدید مخالفت بھی ہو جاتی ہے لیکن جب رشتہ طے ہو کر عقد ہو جاتا ہے تو پھر سابقہ اختلافات ختم ہو جاتے ہیں۔ اب والدین، سارا خاندان دُعا گو ہوتا ہے کہ نیک تمناؤں کے ساتھ یہ رشتہ قائم و دائم رہے۔ پھلے پھولے۔ کوئی بھی سابقہ اختلاف کو ہوا نہیں دیتا۔ بلکہ اتفاق، اتحاد اور محبت کی باتیں ہوتی ہیں۔ یا کسی مقام پر مسجد کے بنانے میں اختلاف رائے ہوا مگر جب کسی ایک جگہ مسجد بنانے پر نمازیوں کی کثرتِ رائے سے اتفاق ہو گیا تو اب تعمیر مسجد کے بعد اہل محلہ کو اختلاف کی بجائے مسجد کو آباد کرنا چاہیئے نہ کہ اختلافات کو ہوا دی جائے۔ پاکستان کی تقسیم سے پہلے اختلاف رائے تھا پاکستان بن جانے کے بعد اختلافات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب تو سب کو مل کر اس کے استحکام اور اس میں اسلامی نظام رائج کرنے کے لئے مساعی و جدوجہد کرنا چاہیئے!

بقیہ: تذکرۂ اسلاف

اور تیز فہم علماء میں سے تھے۔ آپ کی تقریر مشہور اور معروف تھی زبردست مناظر تھے مبتدعین اور قادیانیوں کو تا بہ دروان آپ ہی نے پہنچایا۔ عرصہ دراز تک دربھنگہ اور مُراد آباد میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیئے اور آخر میں دارالعلوم کے عہدہ نظامت تعلیم اور پھر نظامت تبلیغ پر فائز ہوئے۔ دارالعلوم میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ کی نمایاں اور پر اثر خطابت نے ملک کے گوشہ گوشہ کو مستفیض کیا۔ آپ کو ردِ بدعات اور ردِ قادیانیت سے خاص شغف تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ کی بہت سی قابل قدر تصانیف ہیں جو طبع ہو چکی ہیں۔" (تاریخ دارالعلوم دیوبند)

وطن واپسی چونکہ عوارضات ضعف پیری عیاں ہو چکے تھے۔ اس لئے تقریباً نصف صدی سے زائد اپنے وطن چاندپور سے باہر رہ کر واپس آ گئے اور یہاں صرف ذکر و عبادات اور اوراد میں تا حیات مصروف رہے۔

وفات دسمبر ۱۹۵۱ء میں آپ کو عشاء کے وضو کے بعد معمولی سردی معلوم ہوئی کچھ دیر بعد حرارت ہو گئی۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی اس کے بعد پھر وہی سردی کی کیفیت طاری ہو گئی اور حالت غشی طاری ہو گئی۔ اس حالت میں بھی زبان متحرک اور مصروف ذکر رہی۔ کچھ ہوش آنے پر ذکر میں آواز بلند ہو جاتی تھی۔ تقریباً ایک ہفتہ تک یہی حالت رہی۔ ذکر کے سوا زبان سے کچھ نہیں نکلتا تھا۔ اس عرصہ میں توجہ الی اللہ کے ساتھ ذکر کرتے رہے ۲۰ دسمبر ۱۹۵۱ء کو بآوازِ بلند کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

بحمد اللہ

"دارالعلوم دیوبند میں اچھا ہے"

دارالعلوم دیوبند' نہ صرف ایک درسگاہ ہے بلکہ بہت بڑی دینی تربیت گاہ اور اسلام کی عربی یونیورسٹی ہے۔
جس کا نظام کوئی بادشاہ یا حکومت نہیں چلا رہی بلکہ علماء دیوبند کی ایک مجلس مشاورت اس کے نظم و نسق کے لئے جد و جہد کرتی ہے۔ اتنے بڑے ادارہ میں مد و جزر آتے رہتے ہیں اور آیا کرتے ہیں جیسا کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ وغیرہ جامعات میں حالات و کوائف میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ . . . . .

لیکن ایک بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ایک ہے دارالعلوم دیوبند کا جامعہ' اور دوسرے ہے اس کی مجلس شوریٰ۔ دونوں کے کام اور امور اپنے اپنے ہیں۔ دارالعلوم کی شوریٰ میں اختلاف رائے ہوتا رہتا ہے۔ پہلے بھی ہوتا تھا اور اب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن دارالعلوم میں بحمد اللہ و بفضلہ بالکل خیر و عافیت ہے اور ہر طرح سے حالات پُر سکون اور تعلیمی مسائل جاری ہیں۔ دارالعلوم کی تعلیمات میں معمولی عبوری دور آیا تو دریا کے تنکوں کی طرح بہہ گیا اور خس و خاشاک کو بہا کر لے گیا۔ سمندر کے موتی اور جواہرات بدستور اپنے مقام پر کارفرما ہوتے رہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح دارالعلوم کے بحرِ ذخار میں جب کبھی مد و جزر آیا تو دارالعلوم کی تعلیمی تحریک اور جماعتی مشن میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انجمنوں اور انتظامیہ کے اختلافات چلتے رہتے ہیں جیسا کہ جملہ یونیورسٹیوں میں ایسا ہوتا ہے لیکن دارالعلوم کے داخلی تعلیماتی حلقوں میں کوئی انقلاب نہ دارد۔ اسی طرح دارالعلوم میں تعلیم و تدریس اور تربیت کا کام باضابطہ اور بدستور جاری و ساری رہتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ مجلس شوریٰ دارالعلوم کی اکثریت اراکینِ سابقہ دارالعلوم پر مشتمل ہے جو کمیٹی حضرت مرحوم و مغفور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی قدس اللہ اسرارہم و نور اللہ مرقدہٗ سابق مُدیر اعلیٰ و صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند کے زمانہ میں کارفرما تھی۔ . . . خلاصۃ المرام دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی کام پوری جد و جہد سے ہوتا رہتا ہے۔ جہاں ہزاروں طلباء مقیم ہوں وہاں ایسے واقعات ناگزیر ہو جاتے ہیں اس سے اصل مشن و مسلک کا کام بند نہیں کیا جاتا ہے۔ قبل ازیں بھی دارالعلوم کی چار دیواری چند ماہ کے لئے بند ہوئی مگر دارالعلوم دیوبند شہر میں قرآن و حدیث و فقہ اسلامی اور فنونِ عربی کا کام بدستور حسب سابق چلتا رہا۔

اخبارات و پریس' دیانتدارانہ صحافی حقوق ادا نہیں کر سکتے۔ خصوصاً مخالف لوگ مخالفت و انتشار کی نزاعی باتیں اور

جھوٹی افواہیں پھیلاتے ہیں اور پھر پاکستان میں ماشاء اللہ ترقی پسند اخبارات خوب اس کی غلط تشہیر کرتے ہیں۔ دارالعلوم کے حالات سے متعلق خود دیوبند شہر کے اخبار سے اور جمعیۃ طلبائے دارالعلوم کی طرف سے مراسلات "الرشید" میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

مجلس شوریٰ کی تجاویز، متعلقہ دارالعلوم سے ان کی حسن کارکردگی کا علم ہوتا رہتا ہے۔ ابنا و دارالعلوم و اخوان دیوبند کو مطمئن ہونا چاہیئے اور ادعیہ کرتے رہنا چاہیئے دینی مدارس کے مخالف اور نظریاتی اختلاف رکھنے والے لوگ ایسی غلط افواہیں پھیلاتے رہتے ہیں جملہ اصحاب و احباب کو مدارس کے خلاف جھوٹی افواہوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

بعد میں مجلہ دارالعلوم، اور دیوبند کے شہری احباب کے مراسلات سے معلوم ہوا کہ صرف بارہ چودہ شر پسند مخرب شان کا یہ گروہ پرامن اور نہتے طلبہ پر غیر آئینی مسلح حملہ کے بعد سہارنپور میں فروکش ہے اور جھوٹی افواہیں پھیلا کر اپنے جرائم پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔......

کچھ سیاسی لوگوں نے سیاسی مقاصد کے لئے پناہ دے رکھی ہے اور دارالعلوم، ارباب دارالعلوم اور مسلک دارالعلوم سے دیرینہ اختلاف رکھنے والے لوگ یا جماعتیں ان کو امداد فراہم کر رہی ہیں۔ تأسف کہ ہندوستانی جماعت اسلامی کے بعض نادان دوست ان کی سرپرستی میں پیش پیش ہیں۔ اور سہارنپور کے محلہ کیوبان میں ان کے جلسے وغیرہ ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ حادثہ ضرور پیش آیا لیکن دارالعلوم میں تعلیمات بدستور باضابطہ جاری ساری۔ مسلمانوں کو دارالعلوم کی اعانت و نصرت پہلے سے زیادہ کرنی چاہیئے۔ مدارس اور ارباب حل و عقد مدارس کے خلاف ایسے اتہامات، غلط افواہیں پاک و ہند میں چلتے رہتے ہیں۔

جہاں تک اندرونِ دارالعلوم کا معاملہ ہے وہ بالکل پرسکون ہے۔ اتنے بڑے حادثے اور ہنگامے کے باوجود تعلیمی سلسلہ ایک دن کے لئے بھی منقطع نہیں ہوا۔ اسباق پابندی سے ہوتے رہے اور ابھی پچھلے ہفتے ششماہی امتحان ہوا تمام طلبہ نے ذوق و شوق سے شرکت کی۔

بقیہ: خدمتِ حدیث

خواتین گذری ہیں، ابن جوزی نے المنتظم میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن عماد نے چند در خواتین کو بھی اس فہرست میں داخل کیا ہے مثلاً خدیجہ بنت احمد۔ زمرد خاتون۔ خاتون بنت احمد، زمرد خاتون حافظِ قرآن بھی تھیں اور انہوں نے دینی علوم کی تدریس کے لئے ایک مدرسہ بھی بنوایا تھا۔

(جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ)

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

دعوتِ حق اور صراطِ مستقیم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق امر معروف سے مراد دینِ حق کے اتباع کا حکم ہے اور نہی منکر سے مراد کفر و شرک سے باز رکھنے کا حکم ہے اس تفصیل سے امت مسلمہ کا اصل فرض منصبی بھی معلوم ہو گیا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ دین حق کی دعوت کا جو سلسلہ انبیاء سابقین کے ذریعہ جاری تھا ختم نبوت کی وجہ سے وہ بند نہیں ہوا بلکہ اس کی پوری ذمہ داری امت مرحومہ ملت اسلامیہ پر عائد کی گئی ہے تاکہ جو کام پہلے افراد و اشخاص سے لیا جا رہا تھا آئندہ اس کی ادائیگی اجتماعی طور پر جماعتی نظم سے ہوتی رہے اس لئے علماء امت نے ہر دور میں اسلام کی دعوت کو فریضۂ اسلامی قرار دیا بعض علماء امت نے دلائل کی عمومیت کی وجہ سے اس کو فرض عین قرار دیا اور دیگر بعض نے عام صلاحیت کے فقدان کی وجہ سے اس کو فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ قرار دیا ہے تفاسیر اور شروح احادیث سے اس کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے دعوت دین کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ہر اسلامی بستی میں پانچ وقت دعوت اسلام کے اعلان عام کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور اس کو اہم شعائرِ اسلام سے قرار دیا گیا پانچ وقت اذان کا اصل مقصود دعوت ہے جس کی وضاحت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی تصانیف میں اچھی طرح فرمائی ہے، یہی وجہ ہے کہ شیطان اذان کی آواز سے بھاگتا ہے کیونکہ یہ شیطانی دعوت کا اصل توڑ ہے۔ اور باطل دعوتوں کے مقابلے میں دعوت حق کا اعلان عام ہے اسی لئے اذان کی اجابت کو مسلمانوں کیلئے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے

اس امر پر غور کر لینا ضروری ہے کہ جب الفاظ دعوت میں یہ قوت و تاثیر ہے کہ شیطان سنکر بھاگتا ہے تو اصل دعوت میں کس قدر قوت و طاقت ہو گی مگر افسوس غیر مسلم تو درکنار ہم خود بھی اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں صرف اذان کے ہی معنی اور مفہوم کو ذہن نشین کر کے ہم عند اللہ کسی نہ کسی حد تک اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

غرض منصب نبوت و رسالت کو اگرچہ درجۂ کمال و تمام تک پہنچا کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔ مگر نبوت و رسالت کی ہدایت ختم نہیں کی گئی بلکہ اس کی ساری امت پر ذمہ داری عائد کی گئی ہے جو روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور اپنے اطراف و جوانب کی خیر خواہی اور صحیح رہنمائی کی ذمہ دار ہے الدین النصیحۃ (دین سراسر خیر خواہی ہے)

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انفرادی دعوت کو اجتماعی نوعیت دی اور اطراف وجوانب میں دعوتی وفود بھیجے۔ سردارانِ قوم اور شاہانِ عالم کو دعوتی خطوط بھیجے اور باطل طاقتوں کو زیر کرنے کیلئے معاندین کیساتھ جنگ وقتال بھی فرمایا تاکہ دعوتِ حق کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔

"اور قتال کرو تم ان سے یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے"

ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہو۔ مذہب کے بارے میں کسی پر جبر و اکراہ نہ کرو۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ جس کے متعلق اوامر واحکام اور اصول وہدایات مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں نازل ہوتے اس سلسلہ کی بہ کثرت آیات قرآن مجید میں موجود ہیں اس جہاد وقتال کا مقصد ملک گیری، زر اندوزی نہ تھا کلمہ حق کو سربلند کرنا تھا اور باطل کو سرنگوں کرنا تھا۔ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔ چنانچہ چالیس سال کے (دس سال عہد نبوت اور تیس سال عہد خلافت راشدہ) قلیل عرصہ میں روئے زمین پر حق غالب آگیا اور باطل طاقتیں اور جبروتی سلطنتیں ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں اور وہ کعبہ محترم جو ہجرت سے پہلے صنم خانہ بنا ہوا تھا نسلِ انسانی کیلئے مرکز توحید بن گیا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

امت مسلمہ کو شر وفساد کے انسداد کے لئے جنگ وقتال کا اسی لئے حکم دیا گیا تاکہ اس کی ہر آمرانہ حیثیت برقرار رہے اور روئے زمین پر اس کو اقتدار اعلیٰ حاصل رہے جب جہاد فی سبیل اللہ کی غرض وغایت پر نظر کی جائے گی تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یہ ملت اسلامیہ کا وہ اہم فریضہ ہے جس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے "الجہاد ماض الی یوم القیامۃ" او کما قال، کیونکہ ملت کا عروج وفروغ اسی سے وابستہ ہے اور جس وقت بھی ملت میں ضعف انحطاط آئے گا اور مقصد بعثت چھوٹ جائے گا دنیا سے خیر مفقود ہو جائے گی اور شر وفساد کی وبا عام ہو جائے گی انسانی خوبیاں مٹ جائیں گی اور شیطانی باتوں کو عروج وفروغ ہوگا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے اور بیلوں کو اختیار کرلو گے اور کھیتی کو پسند کرلو گے اور جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایک ذلت مسلط فرمائے گا جس کو اس وقت تک تم سے نہ ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف رجوع نہ کرو گے یعنی جب تک تم اللہ کے دین کے لئے جہاد اور جد وجہد اختیار نہ کرو گے اس وقت تک تمہارے اوپر سے وہ ذلت ونکبت دور نہ ہوگی جو تم پر مسلط کی گئی ہے۔

ارشاد نبوی میں جہاد فی سبیل اللہ کو دین سے تعبیر فرمانا اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ مہمات دین سے ہے جس سے ملت اسلامیہ کا عروج وابستہ ہے اس حقیقت کی طرف امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے اپنی بیعت کی تکمیل کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں صحابہ کو متوجہ فرمایا کہ "تم میں سے کوئی بھی جہاد کو نہ چھوڑے کیوں کہ جو قوم بھی اسے چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت مسلط فرما دیتے ہیں (محاضرات الحضری ۶ الطبقہ) ان ارشادات کے مطابق اب اگر مسلمان ذلت و نکبت سے خلاصی پا سکتے ہیں۔ تو جو کام ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی عزت و شوکت کا باعث بنا وہی اب بھی مسلمانوں کو قعر ذلت سے نکال کر اوج کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ لن یصلح اخر ھذہ الامۃ الا ما اصلح اولھا اگرچہ معاندین کے ساتھ جنگ و قتال کرنا جہاد کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے پھر بھی جہاد فی سبیل اللہ جنگ و قتال میں محصور نہیں۔ جنگ و قتال کے مقاصد اگر بے جنگ و قتال کے دیگر ذرائع سے حاصل ہو جائیں تو وہ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہیں۔ اسی لئے جہاد کو عام رکھا گیا ہے اور ان تمام مساعی کو جہاد قرار دیا گیا جو اسلامی دعوت کے لئے عروج و فروغ کے لئے اختیار کی جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مشرکوں سے جہاد کرو، اپنے اموال سے بھی اور اپنی جانوں سے بھی اور اپنی زبانوں سے بھی (سنن ابی داؤد) زبانی جہاد اور زبانی مدافعت میں قلمی جہاد اور قلمی مدافعت بھی داخل ہے کیونکہ قلم زبان کا ترجمان ہے اور بات کو اس حد تک پہنچاتا ہے کہ جہاں تک رسائی سے زبان قاصر ہے زبانی جہاد کے اثرات وقتی ہوتے ہیں قلمی جہاد کے نقوش دیرپا ہوتے ہیں اور صدیوں تک باقی رہ سکتے ہیں۔ واعدوا لھم ما استطعتم۔ (اور تیاری کرو تم ان کے مقابلہ کے لئے جس کی بھی تم طاقت رکھتے ہو۔)

حق و باطل کے بارے میں عادت خداوندی یہ ہے کہ حق کو واضح کر کے پہنچا دیا جاتا ہے جب حق بات دماغوں میں پہنچ جاتی ہے تو باطل خیالات دماغوں سے نکل جاتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق (بلکہ حق کو باطل پر پھینک کر مارتے ہیں وہ کھوپڑیوں کو توڑ کر دماغوں کو پہنچتا ہے۔ تو باطل کو مٹا دیتا ہے۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ حق و باطل کو روشنی اور تاریکی سے تعبیر فرمایا گیا ہے پس جس طرح تاریکی اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک کہ روشنی نہ آئے اسی طرح باطل کی ظلمت اس وقت تک زائل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے سامنے حق کا نور نہ آئے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

"اور محمد اعلان کر دو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے ہی کے لئے ہے"

اس دور میں تبلیغ و دعوت اور اسلامی اصول کی عام اشاعت کی اہمیت و ضرورت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ آج دنیا میں اصولی، نظریاتی سرد جنگ چھڑی ہوتی ہے اور طاقت نشر و اشاعت کے ہاتھوں میں ہے۔ غلط سے غلط اور باطل سے باطل گمراہی کو نشر و اشاعت کے ذریعہ مقبول عام بنایا جا رہا ہے۔ دین حق کے فطری اصول انسانیت

باب الحدیث

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا مجیب اللہ ندوی
مُدیر جامعۃ الرشاد
(اعظم گڑھ)

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصّہ

تابعات کے بعد دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی میں بھی بے شمار خواتین نے علم حدیث کی روایت اور اس کی ترقی و اشاعت میں حصّہ لیا، لیکن افسوس ہے، کہ ان صدیوں میں خواتین کے کارناموں کا سلسلہ میں جو کتابیں لکھی گئیں، وہ سب ناپید ہیں، مثلاً ابن مندہ متوفی ۳۹۵ھ، ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ۔ ابوموسیٰ اصفہانی ۵۸۱ھ کی کتابیں اور خصوصیت سے ابن اثیر جزری کی تاریخ النساء وغیرہ تاہم جن کا تذکرہ متداول کتابوں میں ملتا ہے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسری صدی کے آخر میں اور تیسری صدی میں بھی جن خواتین نے علم حدیث کی روایت کی اور اس کی ترویج و اشاعت میں حصّہ لیا ان کے نام اور کارنامے حسب ذیل ہیں۔

ام عمر۔ حسان بن زید تابعی کی صاحبزادی تھیں، انہوں نے اپنے والد اور اپنے شوہر یحییٰ بن سعید سے متعدد روایتیں کی ہیں اور ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، ابو ابراہیم محمد الصباح، ابراہیم بن عبداللہ علی بن مسلم وغیرہ ہیں۔ ان کے والد نے حضرت علی کو دیکھا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے والد کی روایت سے

جامعہ کا نظریہ و نصب العین

خدا کو ہے وہی پیارا محمدؐ کو جو پیارا ہے	محمدؐ بے کسوں اور بے سہاروں کا سہارا ہے!
ہمیں محشر کا ڈر کیا ہے محمدؐ جب ہمارا ہے	وہی ہے ناخدا تو قعرِ دریا بھی کنارا ہے!
محمدؐ کی غلامی میں شفاعت ہی شفاعت ہے	شفاعت کے لئے قرآن و سنّت کی اشاعت ہے!

حضرت علی کے متعلق یہ نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ خطبہ دے رہے تھے، اور بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے، کہ لوگو! تم نے میرے اور عثمان بن عفان کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور کر رکھی ہیں، لیکن ہمارا ان کا حال بالکل وہی ہے جو نقشہ قرآن نے اہلِ جنت کا کھینچا ہے، پھر یہ آیت پڑھی۔

ونزعنا ما فی صدورھم من غلٍ اخوانا علیٰ سُرُرٍ متقٰبلین ۔ "اوران کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کردیں گے، اور سب بھائی بھائی کی طرح تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔"

امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین ام عمر کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ دار معاذیں میں نے ان سے سماع کیا ہے۔ ان میں کوئی خاص بات نہیں ہے مگر میرے بہت سے اصحاب ان سے روایت کرتے ہیں[2]۔

زینب بنت سلیمان الہاشمیہ یہ اس خانوادے کی چشم وچراغ تھیں جن کے چشمۂ فیض سے دُنیا سیراب ہوئی، یعنی ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی پرپوتی تھیں، ان کے والد سلیمان کا شمار حفاظ حدیث میں تھا انہی کی تربیت کا اثر تھا، کہ زینب کو علم حدیث سے لگاؤ پیدا ہوا، ان سے متعدد اتباع تابعین نے روایت کی ہے، مثلاً قاضی جعفر بن عبداللہ، عاصم بن علی، احمد بن حنبل وغیرہ، خطیب ان کی روایت سے متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

من افاضل النساء (ج ۱۴ ص ۴۳۴) خواتین میں نہایت فاضلہ تھیں۔

خلفاء تک ان کا احترام اوران کی عزت کرتے تھے، چنانچہ مامون جن کا معمول تھا کہ پردۂ شاہی کے اوٹ سے گفتگو کرتا تھا، لیکن جب زینب پہنچی تھیں تو پردہ ہٹا دیا جاتا تھا[3]۔

ان کے علاوہ اسی خانوادہ کی انہی کی ہم نام ایک دوسری زینب بھی تھیں، جن سے کوئی مرفوع حدیث تو مروی نہیں ہے لیکن اپنے والد کی سند سے عبداللہ بن عباس کے وہ ایک اثر کی روایت کرتی ہیں۔

عبدہ بنت خالد بن معدان۔ حمص کی رہنے والی تھیں، خالد بن معدان مشہور تابعی ہیں، یہ انہی کی صاحبزادی ہیں، اپنے والد سے روایت کرتی ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کے حالات متداول کتابوں میں ملتے نہیں۔ تہذیب میں ان کے حالات والد کے سلسلہ میں یہ واقعہ درج ہے، کہ امام اوزاعی خالد بن معدان کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے تلامذہ سے دریافت کیا کہ انکی اولاد میں کوئی ہے؟ لوگوں نے عبدہ کا نام لیا، انہوں نے کہا جاکر ان سے خالد کے حالات دریافت کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا[4]۔

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۲۳۲ [2] ایضاً ج ۱۴ ص ۴۳۴ [3] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۳۴
[4] تہذیب ج ۳ ص

عبدہ بنت عبدالرحمٰن بغدادیہ ، ان کا نسبی تعلق ابوقتادہ انصاری کے خانوادہ سے تھا ، یہ حضرت ابوقتادہؓ کی پرپوتی ہیں ، اپنے والد عبدالرحمٰن سے روایت کرتی ہیں ، ان سے روایت کرنے والوں میں محمد بن مخلد ، سلیمان بن احمد وغیرہ شامل ہیں ، ابوقاسم طبرانی نے ان سے چند مرفوع احادیث نقل کی ہیں ۔ ان کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ، کہ یہ احادیث حضرت ابوقتادہؓ کی اولاد ہی سے مروی ہیں اور میں نے ان احادیث کو عبدہ کے علاوہ کسی سے نہیں سُنا ہے ، اس کے بعد فرماتے ہیں ۔

وکانت امرأة عاقلة فصيحة متدينة　　یہ ایک عاقل ، فصیح البیان اور حدیث کی روایت میں متدین تھیں ۔

(بغدادی ج ۱۴ ص ۴۴۴)

خدیجہ ام محمد ۔ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے سماع کیا تھا ۔ اور ان سے روایت بھی کرتی ہیں امام احمد کے علاوہ یزید بن اسحاق بن یوسف اور ہاشم بن القاسم سے روایت کرتی ہیں ، امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ ان سے روایت کرتے ہیں ، وہ فرماتے ہیں کہ

کانت تجئ الى ابى تسمع　　میرے والد (امام احمد) کے پاس سماع کیلئے آتی تھیں ۔

خطیب نے ام محمد کی سند سے ام درداء کا ایک اثر نقل کیا ہے جس کے ایک راوی عبداللہ ہیں وہ اثر یہ ہے ،

حدثنا عبد الله بن احمد قال حدثتنى خديجة محمد سنة ست وعشرين ومائتين قالت حدثنا اسحاق الازرق حدثنا المسعودى عن عون بن عبد الله قال كنا نجلس الى ام الدرداء فتذكر الله عندها فقالوا لعلنا قد امللناك ؟ قالت تزعمون انكم قد امللتمونى فقد طلبت العبادة فى كل شيئ فما وجدت شيئا اشفى لصدرى ولا ارى ان اصيب به الذى اريد من مجالس الذكر ۔

(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۲۶)

۲۲۶ھ کے بعد تک زندہ رہیں ۔

یہ ذوق صرف آزاد خواتین ہی تک محدود نہیں تھا ۔ بلکہ اس میں لونڈیاں اور باندیاں بھی شریک تھیں ۔ امام محمد کے پاس متعدد لونڈیاں رات کے وقت آکر تحصیل حدیث کرتی تھیں ، ابراہیم بن سعد ایک حافظ حدیث گذرے ہیں ، ان سے ایک بار مسند ابوبکر کے متعلق سوال کیا گیا ، تو انہوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ مسند ابوبکر کی ۲۳ ویں جلد نکال لاؤ ، اس سے ان کے علم حدیث کی واقفیت اور ذوق کا اندازہ ہوتا ہے ۔

سمانہ بنت حمدان ، تیسری صدی کے آخر میں دمناح بن حسان ایک محدث گذرے ہیں ، جنہوں نے حدیث میں ایک یادگار تحریر بھی چھوڑی ہے ، سمانہ انہی کی نواسی تھیں ۔ وہ اپنے نانا سے روایت کرتی ہیں ، ان سے روایت کرنیوالوں

میں ابوبکر الشافعی اور ابوالقاسم طبرانی ہیں، خطیب نے ان سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۴)

اسی صدی کے آخر میں ایک خاتون فاطمہ بنت محمد بھی تھیں، جنہوں نے حدیث کی خدمت میں حصہ لیا، ان کی زندگی نہایت ہی زاہدانہ تھی۔ وہ مصلے ہی پر سوتی تھیں، ۳۱۲ھ میں وفات پائی۔

چوتھی صدی میں بھی متعدد خواتین نے حدیث کی روایت سماع میں حصہ لیا۔ مثلاً ام موسیٰ بنت ابراہیم خطیب نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، لوگ ان سے مسائل پوچھنے کے لیے آتے تھے، اور وہ بے تکلف فتوے دیتی تھیں۔ ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

ام سلمہ فاطمہ بنت ابی بکر یہ مشہور محدث ابوداؤد سجستانی کی پوتی تھیں، اپنے والد سے روایت کرتی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں متعدد علماً شامل ہیں۔

اس وقت روایت حدیث کے دو طریقے رائج تھے، بعض محدثین تحریری طور پر املا کراتے تھے۔ یعنی جتنی روایتیں انہیں اپنے شاگردوں سے روایت کرنا ہوتی تھیں۔ وہ ان کو لکھ کر لے جاتے تھے اور بعض غیر معمولی حافظہ کے لوگ زبانی املا کراتے تھے، ام سلمہ اسی دوسرے گروہ سے تھیں، خطیب نے لکھا ہے۔ کہ میں نے ابوالقاسم عبدالواحد جو ام سلمہ کے شاگرد ہیں، ان کی کتاب میں جو خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی، دیکھا ہے کہ انہوں نے جہاں ام سلمہ سے روایت کی ہے، وہاں یہ عبارت درج ہے۔

املاء من حفظها فی منزل ابی اسحاق المزنی ۳۶۲ھ — ۳۶۲ھ میں ابواسحاق مزکی کے گھر میں انہوں نے اپنے حفظ سے یہ روایتیں املا کرائیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے گھر کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں بھی لوگوں کو حدیثیں قلم بند کراتی تھیں۔ پھر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ پردہ کے خیال سے خواتین کی مجلس درس زنانخانہ ہی میں ہوتی تھیں، اور اسوقت کے عام دستور کے مطابق وہ مساجد یا خانقاہ کو اپنی درس گاہ نہیں بناتی تھیں۔

امۃ الواحد۔ قاضی محاملی کی صاحبزادی تھیں۔ اپنے والد اور دوسرے بزرگوں سے روایت کرتی ہیں، ابوبکر البرقانی فرماتے ہیں، کہ ابو علی بن ابی ہریرہ کے ساتھ ساتھ فتویٰ دیتی تھیں، دارقطنی کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے والد اسماعیل بن عباس، عبدالغافر، ابوالحسن مصری وغیرہ سے روایت کی ہے، قرآن کی حافظہ تھیں۔ فقہ شافعی میں بھی ان کو درک تھا فرائض، حساب، نحو، وغیرہ سے بھی واقف تھیں، خطیب نے لکھا ہے۔

وکانت فاضلۃ فی نفسہا وکتبت عنہا الحدیث — یہ بڑی فاضلہ تھیں، میں نے ان سے روایت کی ہے، اور تحریری طور پر بھی ان سے احادیث نقل کی ہیں۔

۳۷۷ھ میں وفات پائی۔

امۃ السلام - یہ قاضی ابوبکر احمد بن کامل کی صاحبزادی تھیں، بڑی فاضلہ تھیں، اپنے والد کے مجموعہ تحریر سے روایت کرتی تھیں، ان کے علاوہ محمد بن اسمٰعیل بصیلانی اور محمد بن الحسین سے بھی روایت کی ہے، خطیب نے لکھا ہے کہ شیخ تنوخی اور ازہری جب امۃ السلام کا ذکر کرتے تھے، تو ان کی بڑی تعریف کرتے تھے اور ان کو صاحب عقل و فضل کہتے تھے، انہوں نے کافی عمر پائی، ۳۱۲ھ میں پیدا ہوئیں اور ۳۹۰ھ میں وفات پائی، یعنی اٹھانوے برس کی عمر میں۔

فاطمہ بنت ہلال ابوعمرو بن السماک اور ابوبکر الشافعی سے روایت کرتی ہیں، خطیب نے لکھا ہے، کہ میں نے کچھ حدیثیں اُن سے لکھی تھیں، اس کے بعد لکھتے ہیں، کہ

وکانت صادقۃ تسکن بالجانب الشرقی ناحیۃ الوثلاث (۱۴۶۷۰ ص ۴۴۵) یہ صادقہ تھیں، و ثلاثا کے مشرقی کنارے میں رہتی تھیں۔

ان کی سند سے ایک روایت صلوا علی اخ لکم مات بغیر بلادکم [1] بھی نقل کی ہے، اس حدیث کا سنہ روایت ۴۰۹ھ لکھا ہے۔

اس چوتھی صدی کے آخر میں لیلیٰ یا لیتی بنت عبدالصمد ایک راویۂ حدیث گذری ہیں۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں دو جگہ ان کا تذکرہ کیا ہے، دونوں جگہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی شریح سے روایت کی ہے اور ان سے عبدالاول بن عیسےٰ نے، ان میں سے ایک حدیث کا ذکر بخاری نے اور دوسری کا ترمذی نے کیا ہے [2]، فاطمہ بنت محمد اسی صدی کے نصف یا آخر میں موجود تھیں، ان کے متعلق خطیب نے افسوس کے لہجہ میں لکھا ہے کہ مجھے اُن سے سماع نصیب نہیں ہوا، لیکن ابوطاہر اشنانی نے ان کی سند سے مجھ سے روایت کی ہے، پھر لکھتے ہیں۔ وکانت ثقۃ (وہ ثقہ تھیں)

طاہرہ بنت احمد بن یوسف، یہ غیر معمولی علم و فضل کی مالک تھیں، خطیب ان کے شاگردوں میں ہیں، وہ اپنے سماع کے متعلق لکھتے ہیں۔

سمعنا ھانی دار القاضی ابی القاسم التنوخی ہم نے ان سے قاضی تنوخی کے گھر میں سماع کیا ہے۔

اس سماع میں قاضی تنوخی بھی شریک تھے، اور انہی کی کتاب کے ذریعہ سماع ہوا تھا، خطیب لکھتے ہیں، کہ طاہرہ نے مجھ سے اپنی ولادت اور روایت حدیث کے متعلق خود کہا تھا، کہ "میں ۳۵۹ھ میں پیدا ہوئی، اور میں

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ نجاشی شاہ حبشہ کی موت کی خبر سُن کر فرمایا تھا، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو جس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۱ (۳۴۷)

نے ابو محمد بن مانبی، مخلد بن جعفر، ابو الحسن بن لولو، ابوبکر اسماعیل وغیرہ نے روایت کی ہے، لیکن افسوس ہے کہ میری کتابیں ضائع ہوگئیں۔ اس معلوم ہوا کہ اُن کی مرتب کردہ کچھ کتابیں بھی تھیں۔"

خدیجہ بنت موسیٰ ان کا زمانہ چوتھی صدی کا آخر یا پانچویں صدی کا شروع ہے، خطیب کی معاصر تھیں، یہ ابو حفص بن شاہین سے روایت کرتی ہیں، خطیب ان کی روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

كانت ثقة صالحة فاضلة — یہ ثقہ، صالحہ اور صاحب علم و فضل بھی تھیں۔

یہ واعظہ بھی تھیں، اور اسی لقب سے مشہور تھیں، ۴۲۷ھ میں وفات پائی۔

پانچویں اور چھٹی صدی میں بھی بے شمار ایسی خواتین ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی حیثیت سے حدیث کی خدمت کی ہے چند مشاہیر خواتین کے نام اور کارنامے درج ذیل ہیں۔

سبیہ بنت ابی قاسم، سبیہ اپنے والد اور عمر بن محمد سے روایت کرتی ہیں، خطیب نے ان سے روایت کی ہے ان کے بارے وہ لکھتے ہیں،

كانت صادقة فاضلة — نہایت سچی اور فاضلہ تھیں،

۴۲۷ھ میں وفات پائی۔

خدیجہ بنت محمد۔ خطیب ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ صالحہ اور صادقہ تھیں خطیب نے ان کی سند سے یہ روایت خاص طور پر نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"قیامت کے روز میں امت کے ہر شخص کو پہچان لوں گا"

اسی صدی میں عائشہ بنت الحسن ایک محدثہ گزری ہیں، جن کا تذکرہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں متعدد جگہ کیا ہے، ان سے محمد بن فضل اور اسماعیل بن محمد صاحب ترغیب و ترہیب جیسے محدثین نے روایت کی ہے۔ (ج ۳ ص ۳۱۹، ۳۲)

انہی صدیوں میں فاطمہ جوزانیہ اصبہان میں ایک مشہور و معروف محدثہ گذری ہیں جو علم حدیث کی پوری عالمہ تھیں امام ذہبیؒ نے انکو مسندہ اصبہان لکھا ہے[1]۔ طبرانی کی معاجم ثلاثہ کا انہوں نے خاص طور سے سماع کیا تھا، صاحب شذرات الذہب لکھتے ہیں سمعت ابن زیدۃ المعجم الطبرانی ۵۳۵ھ (ج ۴ ص ۴) انہوں نے ابن زیدہ سے طبرانی کی معاجم ثلاثہ کا سماع کیا تھا۔ تقریباً سو برس کی عمر پائی، یعنی ۴۳۲ھ میں پیدا ہوئیں اور ۵۳۰ھ میں وفات پائی، انہی کی ہم نام اور ہم عصر ایک دوسری خاتون فاطمہ بنت الحسن ہیں، جو مشہور صوفی ابو الحسن الدقاق کی صاحبزادی اور شیخ ابو القاسم قشیری کی زوجہ تھیں، اپنے والد اور اپنے شوہر کی طرح یہ بھی علم و تقویٰ میں ممتاز تھیں۔ علم حدیث سے انہیں خاص لگاؤ تھا

---

[1] دول الاسلام ج ۲ ص ۳۲ [2] طبرانی کی حدیث میں تین کتابیں مشہور ہیں۔ جن کا نام معجم کبیر، معجم اوسط، اور معجم صغیر ہے
[3] شذرات الذہب ج ۳ ص ۶۵۔ [4] ص ۲۴۲

اور اس میں انہیں علوئے سند حاصل تھا، ابن عماد لکھتے ہیں۔

کانت کبیرۃ القدر عالیۃ الاسناد — بڑی عزت قدر اور علوئے سند کی حامل تھیں۔

شیخ ابو نعیم اسفرائینی علوی اور حاکم جیسے محدثین سے سماع حاصل کیا تھا، ۴۳۸ھ میں وفات پائی[1]، اور اس وقت ان کی عمر ۹۰ برس کی تھی، اس لحاظ سے سن پیدائش ۳۴۸ھ ہوتا ہے، اسی نام کی ایک اور خاتون بھی تھیں جن کو علم حدیث سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ لیکن نام اور سنہ وفات کے اشتراک کی وجہ سے صاحب السیر الحثیث[2] نے دونوں کے کارناموں کو ملا دیا ہے۔ مثلاً ان کے متعلق لکھا ہے کہ فاطمہ خطاطی کی ماہر تھیں، حالانکہ خطاطی کی ماہر فاطمہ بنت الحسن نہیں بلکہ دوسری فاطمہ ہیں۔ جن کی کنیت ام الفضل ہے، شذرات الذہب میں دونوں کے حالات الگ الگ درج ہیں۔

کریمہ بنت احمد، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث کی رکن رکین تھیں۔ ان کے درس حدیث کی اتنی شہرت تھی کہ بڑے بڑے علماء اس میں شریک ہوتے تھے۔ مثلاً ابو المحاسن المصری، خطیب بغدادی، ابو عبداللہ بن محمد نصر جو حمیدی کے نام سے مشہور ہیں، تمام ہم عصر علماء ان کے علم و فضل کے معترف تھے، ہرات کے مشہور محدث ابو ذر نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی تھی، کہ ان کے بعد بخاری شریف کا درس کریمہ کے علاوہ کسی دوسرے سے نہ لیں، بخاری شریف پر ان کو اس قدر عبور تھا، کہ خطیب بغدادی نے محض پانچ روز میں ان سے بخاری کا دورہ کیا تھا[1]۔

اسی پانچویں اور چھٹی صدی کے درمیان فاطمہ بنت محمد ایک محدثہ گذری ہیں، یہ اصبہان کی رہنے والی تھیں۔ محدثین ان کو مسندۃ اصبہان لکھتے ہیں، انہوں نے حدیث کا سماع ابو الفضل المرازی، احمد بن محمود الثقفی وغیرہ سے کیا تھا صحیح بخاری خاص طور سے مشہور محدث سعید بن العیار سے پڑھی تھی، امام ذہبی نے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ۵۲۴ھ میں وفات پائی، ان میں مسندۃ وقت فاطمہ بنت عبداللہ بھی تھیں، پھر آخر میں لکھتے ہیں، کہ

خاتمۃ من روی عن ابی ذبدۃ[2] — محدث ابن زبدۃ سے روایت کرنیوالوں میں آخری تھیں

۸۴ برس کی عمر میں وفات پائی، یعنی ۴۵۵ھ میں پیدا ہوئیں، ۵۳۹ھ میں وفات پائی[3]۔

انہی کی ہم عصر اور ہم نام ایک محدثہ ام الخیر فاطمہ بنت علی ہیں جنہوں نے صحیح مسلم اور خطابی کی غریب الحدیث خاص طور سے شیخ ابو الحسن فارسی سے پڑھی تھی، اور خود اس کا درس دیتی تھیں، وہ عورتوں کی اصلاح و تعلیم پر خصوصیت کے ساتھ بہت خیال رکھتی تھیں، ۵۳۱ھ میں وفات پائی، اسوقت ان کی عمر ۸۷ برس کی تھی[4]۔

---

[1] السیر الحثیث ص ۲۴۶
[1] شذرات الذہب ج ۴ ص ۱۲۳
[2] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۷
[2] شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۰۰

اس نام کی دو اور خواتین اس زمانہ میں پیدا ہوئیں جن کی خدمات حدیث بھی قابلِ ذکر ہیں۔

فاطمہ بنت سعد الخیر۔ انہوں نے حافظ ابونصر الحسن البورانی سے سماع حدیث کیا تھا۔ امام ذہبی نے ان کو مسندۃ مصر لکھا ہے[1]، اسی طرح فاطمہ شہرزوریہ صاحب علم وفضل اور صحیح مسلم کا درس خاص طور پر دیتی تھیں[2]۔

ان کے علاوہ ام الغیث ابو ہبانیہ ایک شامی خاتون ہیں، جن کو امام ذہبی نے مسندۃ شام لکھا ہے، ان سے عبدالمنعم، زینب بنت کندی اور زینب بنت عبدالرحمٰن[3] وغیرہ حفاظ حدیث نے روایت کی ہے۔

اصبہان میں ایک مشہور محدثہ عین الشمس تھیں جن سے شام کے مشہور حافظ حدیث زکی الدین برزلی نے حدیث پڑھی تھی[4]۔ یہ امام بغوی کے تلامذہ میں ہیں، ایک محدثہ خدیجہ بنت الرضی گذری ہیں جن کا تذکرہ تذکرۃ الحفاظ میں ضمناً آیا ہے[5]۔

اسی صدی میں ایک بہت مشہور ومعروف محدثہ شہدۃ الکاتبہ گذری ہیں، خطاطی میں انہیں کمال حاصل تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ کاتبہ ان کے نام کا جز بن گیا ہے، حدیث و فقہ میں انہیں خاص درک تھا، صاحب اعلام ابن خلکان کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

فقیہۃ من کبار العلماء   فقیہ تھیں اور ان کا شمار بڑے بڑے علماء میں تھا۔

انہوں نے علم حدیث اپنے والد سے جو خود بڑے پایہ کے محدث تھے حاصل کیا تھا، ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے والوں کی تعداد بھی بہت کافی تھی، انکو علو سند بھی حاصل تھا، اس لئے لوگ ان سے روایت کرنے میں فخر سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے غلط طور پر ان سے اپنا تلمذ ثابت کیا ہے۔ بعض اہلِ رجال نے انکو مسندالحدیث اور فخر النساء لکھا ہے، ان کے شوہر علی بن محمد جو خلیفہ مقتفی عباسی کے خاص ہم نشینوں میں تھے بڑے علم دوست تھے۔ شاید انکی یہ علم دوستی اور اپنی عالمہ بیوی کی دلداری کا نتیجہ تھی، کہ انہوں نے دجلہ کے کنارے ایک مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کرائی تھی[6]۔

شہدہ اصل میں دینور کی رہنے والی تھی، لیکن غالباً اُن کے والد نے بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۴۸۲ھ میں پیدا ہوئیں۔ اور ۵۷۴ھ میں وفات پائی، یعنی ۹۲ برس کی عمر میں[7]، ابن جوزی نے منتظم میں ان کا تذکرہ بڑے اچھے الفاظ میں کیا ہے، ان کے شیوخ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

سمعت الحدیث من ابن السراج وطراد وغیرھما   ابن سراج اور طراد سے سماع حدیث کیا تھا۔ انہوں نے

---

۱ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۸۳   ۲ مجموعہ مضامین ص ۲۲۸   ۳ ان دونوں خواتین کا ذکر آگے آتا ہے۔
۴ تذکرہ جلد ۴ ص ۲۱۵   ۵ ایضاً ص ۵۵   ۶ ان دونوں خواتین کا تذکرہ آگے آتا ہے۔   ۷ تذکرہ ج ۴ ص ۲۱۵

همام معاشرة مخالطة للداں ولاهل　اپنے گھر میں اور اہل علم کی صحبت میں زندگی بسر کی۔ ان سے
العلم وقرأ عليها الحديث سنين [1]　برسوں حدیث پڑھی گئی۔

شہدہ کے علم و فضل کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ ابن عبید کی کتاب الاحوال کی یہ راویہ ہیں، راویہ ہی نہیں بلکہ اس کتاب کے جتنے سلسلۂ روایات ہیں، وہ سب شہدہ ہی پر منتہی ہوتے ہیں۔

مثلاً کتاب کے راوی کہتے ہیں،

"اخبرتنا الشيخة العالمة الكاتبة المدعوة فخر النساء شهدة بنت ابى نصر"

یہ تو دمشقی نسخہ کے راوی کا بیان ہے، شافعی نسخہ کے راوی کا بیان ہے کہ

قرأت هذا الجزء و ما قبله من كتاب الاموال على شهدة بنت احمد بن الفرج

ایک دوسرے سماع کے یہ الفاظ ہیں۔

سمع جميع هذا الجزء و ما قبله من　اس کتاب کے تمام اجزاء کا سماع شہدہ کاتبہ
الاجزاء على الجهة العالمة الكاتبة فخر النساء شهدة بنت ابى نصر　جو فخر النساء کے نام سے معروف ہیں کیا گیا ہے

ان عبارتوں سے ان کی عظمت اور علمی مرتبہ کا پورا اندازہ ہوگیا ہوگا۔

رابعہ بنت حکیم۔ ان کا شمار بھی اسی صدی کے محدثات میں ہوتا ہے۔ ابن جوزی کے شیخ ابن ناصر کی یہ والدہ تھیں۔ حدیث میں انہوں نے متعدد علماء سے استفادہ کیا تھا، مثلاً ابن المسلمہ، ابن النقور اور جوہری وغیرہ ان سے ان کے صاحبزادے ابن ناصر نے استفادہ کیا تھا، ۵۱۲ھ میں وفات پائی [2]۔

فاطمہ بنت الحسین، نہایت زاہدہ و عابدہ تھیں۔ انہوں نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کرائی تھی، جس میں اس وقت کی زاہدات جمع ہو کر ان سے رُوحانی فیض حاصل کرتی تھیں۔ زہد و تقویٰ کے علاوہ صاحب علم و فضل بھی تھیں، علم حدیث سے خاص شغف تھا۔ ابن مسلمہ ابوبکر الخطیب اور ابو جعفر وغیرہ سے سماع حاصل کیا تھا، ابن جوزی کے شیوخ میں ہیں، ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ابراہیم حربی کی "ذمۃ النعیبہ" اور "مجالس ابن سمعون" وغیرہ کا سماع میں نے ان ہی سے کیا تھا۔ اس کے علاوہ مسند الشافعی اور دوسری کتب حدیث کا بھی ابن جوزی نے ان سے سماع کیا تھا، رے کی رہنے والی تھیں۔ ۵۲۱ھ میں وفات پائی۔

ان کے علاوہ ام عفیفہ بنت حسن ہیں، جن کو امام ذہبی نے مسندۃ بغداد لکھا ہے [3]۔

بنت عبداللہ، فاطمہ بنت نصر، فاطمہ بنت جوہر وغیرہ بھی اسی صدی کے صاحب علم و فضل اور صاحب زہد و تقویٰ
باقی صک پر

---

[1] تذکرہ ج ۴ ص ۵۵　[2] المنتظم ج ۹ ص ۲۰۱
[3] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۵۰

راؤ محمد اسلم خالد صاحب

سیرۃ صحابہ

—— دنیا کا عظیم جرنیل ——

حضرت خالد بن ولیدؓ

آج قومی عصبیت کا دور دورہ ہے دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے تاریخ نویس اس بات پر زیادہ سے زیادہ زور صرف کرتے ہیں کہ ان کے ہیرو کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کر لیا جائے تاریخوں میں بے شمار ایسے نام ملیں گے جن کے ساتھ "فاتح اعظم"، "عظیم الشان سپاہی"، "دنیا کے سب سے بڑا جرنیل"، وغیرہ القاب لکھے ہوئے ہوں گے لیکن اگر کوئی مورخوں کے عطا کردہ ان اعزازات کو دلیل اور انصاف کے ترازو میں تولنے لگے تو مایوسی اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا تحقیق کرنے والا دیکھے گا تاکہ محض قوم پرستی کے جوش میں بعض ایسے لوگوں کو ان معزز خطابات سے نوازا دیا گیا ہے۔ جن کے قابل نفرت کارناموں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں اُن کو کوئی ادنیٰ سی پوزیشن بھی نہیں ملنی چاہیے

لیکن حضرت خالد بن ولیدرضؓ کے حالات پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند اور صاحب ذہن انسان یہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ اسلام کے اس عظیم الشان سپاہی کے نام کیساتھ دُنیا کا سب سے بڑا جرنیل بہت ادنیٰ درجے کا خطاب ہے اس کے محیر العقول کارنامے دلیل بن کر قدم قدم پر مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف اسلام کی بلکہ دُنیا کی تاریخ میں اسے وہ مقام دیا جانا چاہیئے جس کا مستحق دنیا کے کسی فاتح کسی جرنیل اور کسی سپاہی کو نہیں سمجھا گیا بقیہ دوسری قوموں اور ملکوں کی تاریخوں میں بھی ایسے لوگوں کے تذکرے ملیں گے جنہوں نے اپنی تلوار اور تدبیر کی بدولت زمانے سے اپنا لوہا منوایا جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کرکے قوموں کی قسمتیں اور دُنیا کا نقشہ بدل دیا لیکن اپنی پوری زندگیوں میں کتنی بار یہ کارنامے انجام دیئے؟ جن قوموں اور ملکوں کو انہوں نے شکست دی ان کی حربی قوتیں کیا تھیں۔

اگر ان سوالوں پر غور کیا جائے تو دُنیا کے فاتحین کو حضرت خالد بن ولیدرضؓ کے مقابلے میں ہرگز نہیں گرایا جاسکتا۔

تاریخ شاھد ہے کہ ہمیشہ قوت کے نشے میں سرشار ہو کر طاقت ور قوموں نے اپنی کمزور ہمسایہ قوموں پر یلغار کی اور شہنشاہوں کی شجاعت کا ملمع چڑھا کر تاریخ کے اوراق کی زینت بنا دیا۔

سکندر، نپولین اور دُنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ طاقت نے کمزوری کو کثرت نے قلت کو اور ظلم نے مظلومی کو فتح کیا۔

ان فاتحین کی داستانوں میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی داستان سب سے نمایاں ہے۔ کہیں یہ مظلومی نے ظلم کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو قلت نے کثرت کو چیلنج کیا ہو بے سروسامانی نے سازوسامان والوں سے ٹکر لی ہو یا پیادہ غازیوں نے آہن پوش سواروں کو پچھاڑ دکھایا ہو۔

دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں میں ایسے تابندہ ٹکڑے کہاں کہ جنگ یرموک میں دشمن کی ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے کیلئے حضرت خالد بن ولیدؓ صرف ساٹھ مجاہد لے کر نکلتے ہیں اور اس شان سے فتح حاصل کرتے ہیں۔ کہ دشمن پیٹھ پھیر کر دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کرتا۔

جنگ موتہ میں مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی اور رومی ایک لاکھ سے زیادہ تھے پھر حضرت خالدؓ نے ایسے وقت فوج کی کمان سنبھالی تھی جب حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تین جلیل القدر سالاروں کی شہادت کے باعث مسلمانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور بے مثل شجاعت سے ایک لاکھ رومیوں کو شکست فاش دی حضرت خالدؓ بن ولید کی کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کم و بیش سوا سو (۱۲۵) لڑائیاں لڑیں جن میں ان کی فوج، طاقتور دشمن کے مقابلے میں پاسنگ کے برابر ہوتی تھی۔ لیکن کسی ایک لڑائی میں بھی شکست نہیں کھائی۔

واٹرلو کی شکست کا حال پڑھ کر ہمیں نپولین کے یہ الفاظ بالکل مذاق معلوم ہوتے ہیں کہ ناممکن مہمل لفظ ہے اسے لغات سے خارج کر دینا چاہیئے لیکن حضرت خالدؓ بن ولید کی زندگی کا ہر واقعہ اس فقرے پر گواہی دیتا ہے۔

حضرت خالدؓ کو عراق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خط ملتا ہے کہ ابو عبیدہؓ کی امداد کیلئے فوراً آ جاؤ وہ شام کی طرف کوچ کرنے کا قصد فرماتے ہیں اور عین التمر کی راہ سے جو سب سے قریب راستہ ہے حدود شام میں داخل ہونے کی تجویز پیش کرتے ہیں۔ اس دشوار گذار صحرا کی مشکلات سے واقفیت رکھنے والے حضرت رافعہؓ حضرت خالدؓ کو مشورہ دیتے ہیں کہ عین التمر کی راہ سے تشریف کا قصد ترک کر دیجئے کیونکہ اس خوفناک صحرا میں قدم رکھنا جان بوجھ کر موت کو دعوت دینا ہے یہ ایسا راستہ ہے پانچ دن کی منزل پانی کا ایک قطرہ بھی کہیں سے دستیاب نہ ہوگا سواری اور بار برداری کے جانوروں کا ہو جانا یقینی ہے کوئی اور ہوتا تو حضرت رافعہؓ کے اس مشورے کو قبول کر کے قریبی راہ سے جانے کا ارادہ ترک کر دیتا لیکن حضرت خالدؓ بن ولید کسی مشکل سے گھبرانے کی جگہ اس پر قابو پانے کی تجاویز سوچتے ہیں۔ کہ چالیس اونٹوں کو اچھی طرح پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے اور ہر مسلمان اپنی ضرورت کے مطابق پانی ساتھ لے لے۔

آپ ہر منزل پر ایک اونٹ ذبح کرواتے ہیں اور ان کے پیٹ سے نکلا ہوا پانی ٹھنڈا کر کے جانوروں کو پلواتے ہوئے موت کی اس وادی کو نہایت کامیابی سے عبور کر لیتے ہیں۔ یہ عزم استقلال و تدبیر کا کتنا بڑا مظاہرہ ہے! اس کا

اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں عرب کے وسیع ریگستانوں میں پیاس کے سبب ہلاک ہونے والے قافلوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی دیکھی ہوں جو اس سے آشنا ہیں کہ بڑے سے بڑا بہادر بھی کسی ایسے راستے پر قدم بڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتا جس میں پانچ دن تک پانی ملنے کا امکان نہ ہو۔

ان تمام باتوں کے علاوہ حضرت خالدؓ کی زندگی میں سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ ان کے ہمراہی صحرائے عرب کو غیر تربیت یافتہ مٹھی بھر افراد تھے خود انہوں نے بھی کسی فوجی کالج میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی پھر مقابلہ کس کے ساتھ تھا قیصر روم اور شہنشاہ ایران) کے آہن پوش منظم لشکروں کے ساتھ جن کے وسائل اور سامان حرب کا کوئی اندازہ بھی قائم کرنا مشکل تھا وسیع اور دولت مند سلطنتیں ان کی پشت پر تھیں اور اپنے سالاروں کو برابر کمک بھیجتی رہتی تھیں ادھر مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے پاس تلوار ہے تو نیام ندارد، نیزہ ہے تو ڈھال نہیں اور گھوڑا ہے تو زین سے محروم۔ اپنے وطن سے منزلوں دور پرائے ملک میں جاکر بے سرو سامان لشکر کا رومیوں کو شکست دینا معجزے سے کم نہیں حضرت خالدؓ بن ولید نے عراق اور شام میں جتنی لڑائیاں لڑیں ان تمام میں کوئی ایک جنگ بھی ایسی نہیں جس میں، مسلمانوں کی تعداد دشمن کی فوج کے برابر ہو یا نصف کے برابر ہو لیکن ہر معرکہ میں کامیاب رہے ہر لڑائی میں دشمن کو نیچا دکھایا

یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی بھی قوم کے ہیرو اور دنیا کے کسی جرنیل کی زندگی میں نہیں ملتیں انسانیت کی پوری تاریخ میں صرف حضرت خالدؓ بن ولید ہی ایک ایسے جرنیل ہیں جنہوں نے سامان حرب کی کثرت اور ٹڈی دل دشمن سے بتیس کی بتیس لڑائیاں حسن تدبیر اور شجاعت کے بل بوتے پر فتح کیں۔ انہیں اسلام کی صداقت اور اپنی مہم کی کامیابی کا اسی طرح یقین تھا جس طرح دوسرے دن سورج نکلنے کا وہ قبل از وقت دشمن کی چالوں کو سمجھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے انہیں اپنے سپاہیوں کی جان اور عزت کا ہر وقت خیال رہتا تھا ان کی زیادہ سے کوششیں ہوتی تھیں۔ کہ کم سے کم جانی نقصان کیساتھ لڑائی میں فتح ہو بے غرضی اور اولوالعزمی کے ساتھ وفاداری کا یہ عالم تھا کہ اپنی معزولی کی خبر سن کر ان کے تیور پر بل نہیں آیا اور نہ ان کی جدوجہد اور جنگی مساعی میں فرق آیا۔　　(دلاک)

بقیہ : دعوت حق

کے مقابلہ میں چونکہ باطل نظریات کی اشاعت و دعوت زیادہ سے زیادہ پھیل رہی ہے اس لئے دین حق روز بروز معطل ہو رہا ہے اور حق کی روشنی ماند پڑ رہی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ انسانیت کی نجات اسلامی اصول سے وابستہ ہے اسلام کے خلاف جس قدر بھی نظریات قائم کئے گئے تھے وہ آج ناکام ہی نہیں بلکہ نوع انسانی کی تباہی اور بربادی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

آستانہ

تحریر: جناب محمد انور صاحب قریشی

سپر طاقت

اسلامی انقلاب

اسلامی قوانین ضرور نافذ ہوں کیونکہ ان کی بنیادی اہمیت ہے مگر اسلامی نظام صرف اسلامی قوانین کا نفاذ ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے دل و دماغ، خواہشات و نظریات، جذبات اور ظاہر و باطن کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنا ہے مسلمانوں کے چہروں، سادہ لباس اور رہن سہن سے شرافت اور عظمت ٹپکتی ہو۔ ان میں امانت و دیانت اور جہاد کا جذبہ ہو۔ اس کے لئے اسلامی انقلاب لانے کی ضرورت ہے۔ اب تک اصلاح نفس کے لئے کچھ نہیں ہوا ہے۔ بے دینی بڑھ رہی ہے۔ اور معاشرہ پراگندہ ہو رہا ہے۔ تدریجی عمل اور جزوی تبدیلیاں بے اثر ثابت ہوئی ہیں حکومت نے اب تک کوئی موثر پلان نہیں بنایا ہے اور نہ ہی سنجیدہ اقدام کئے ہیں۔ اسلامی نظام مردِ مومن ہی چلا سکتے ہیں اس لئے دیندار سیاسی وغیر سیاسی جماعتوں کا فرض اولین ہے۔ کہ وہ اسلامی انقلاب لانے کیلئے وسیع پیمانے پر ہر شعبہ زندگی میں منصوبہ بندی کریں اور ٹھوس پروگرام بنائیں۔ مغربی تعلیم و تہذیب کے پروردہ اسلامی نظام سے ناواقف ہیں۔ اس لئے وہ نہ ہی اسلام لا سکتے ہیں اور نہ اسلامی نظام۔

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ جدید اسلحہ اور ایٹمی ہتھیاروں نے دُنیا میں خطرناک جنگی حالات پیدا کر دیئے ہیں اور مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان ممالک خوفناک تباہ کن جنگوں کا مرکز بن چکے ہیں کمیونزم، سوشلزم، عیسائیت اور یہودیت مسلمانوں کو غلام بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کی دوستی زہر آلود شہد ہے اور ان کی دشمنی جارحیت کا پیش خیمہ ہے۔ روس امریکہ سے بدتر ہے اور امریکہ روس سے بدتر ہے اسرائیل ہندوستان سے بدتر ہے۔ اور ہندوستان اسرائیل سے بدتر ہے اُن کی مسلمانوں سے دشمنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہمیں بین الاقوامی حالات کا صحیح جائزہ لینا چاہیئے۔ روسی کمیونزم مشرقی جرمنی، چیکوسلواکیہ، ویت نام اور پولینڈ میں بھی زبردستی مسلط ہوا۔ روس افغانستان پر فوجی قوت سے دندناتا ہوا قابض ہو گیا ہے۔ اور دُنیا منہ دیکھتی رہ گئی ہے۔ حالانکہ گنتی کے چند سینکڑوں زر خرید ایجنٹوں کے علاوہ افغانستان کے تمام مسلمان کمیونزم کے مخالف بلکہ دشمن ہیں وہ تین سال سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ روسی کمیونزم کو ان یورپی ممالک سے کئی سالوں کی جدوجہد کے باوجود اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے بھرپور تعاون کے ساتھ بھی نکالا،

نہیں جا سکا لیکن افغان عوام کی دینی غیرت اور اسلامی حمیت ہے کہ وہ ایک سپر طاقت سے اپنے دین کی حفاظت کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔

اسرائیل نے امریکہ کی مدد سے لبنان پر حملہ کیا ہے اور مکمل کنٹرول کر کے کٹھ پتلی حکومت قائم کردی ہے اور ہو سکتا ہے کہ مزید توسیع کے لئے اس کے کچھ حصے ضم کرے۔ فلسطینیوں کو پہلے اپنے ملک سے خارج کیا اور پھر زبردست فوج کشی سے شکست دیکر لاکھوں انسانوں کو تتر بتر کر دیا اور اب فلسطینی لیڈروں میں انتشار اور خانہ جنگی سے ان کے سیاسی و ملکی وجود کو بھی ختم کیا جا رہا ہے۔

ہم یہ نہ بھولیں کہ جس طرح اسرائیل امریکہ کی پُر زور امداد سے عرب ممالک پر جارحیت کر رہا ہے روس اور ہندوستان بھی پاکستان پر توسیعی جارحیت کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ وہ پر تول رہے ہیں اور صرف موقع کے منتظر ہیں۔

آئندہ اگر کوئی بے دین پارٹی پاکستان میں برسر اقتدار آگئی تو وہ روس کے اثر سے پورے تشدد کے ساتھ زبردستی سیکولرزم اور کمیونزم مسلط کرے گی اور یہ خدشہ بھی لاحق ہے۔ کہ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ جس طرح جنگ عظیم کے بعد مشرق وسطیٰ میں سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے کر دیئے تھے اور پھر عرب ممالک کبھی اکٹھے نہیں ہو سکے مشرقی پاکستان کی علیحدگی بھی کیمونسٹ پارٹی کی ہوس اقتدار کے سبب ہوئی۔

ہم اپنا جائزہ لیں، کیا ہمارا تعلق باللہ قوی ہے۔ کمزور ہے یا منقطع؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور عظمت سے مرعوب ہیں، عبادت کا فرض منصبی ادا کرتے ہیں، دل میں خوف خدا اور غریب سے محبت ہے۔ اسلامی نظام کے لئے دل و جان سے جدوجہد کر رہے ہیں اور دینی ملی اتحاد پیدا کرتے ہیں اور انتشار سے بچتے ہیں؟۔

جب مسلمان قوم تعلق باللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو جاتی ہے۔ تو وہ صراط مستقیم سے بھٹک جاتی ہے وہ آزادی کو خطرہ میں ڈال کر غلامی کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ اور لامتناہی مصائب اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتی ہے۔

اگر دنیائے اسلام کے مسلمان اپنے شہنشاہ حقیقی مولا اور والی سے تعلق نہ جوڑیں کوئی اسلامی مملکت روس کی حلیف بنے اور کوئی امریکہ کی اور کفار کے ہمنوا بن کر آپس کے تعلقات بھی کمزور یا منقطع کردیں تو کیا مسلمان سزاوار اور ذلیل نہ ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائیں۔

پاکستان کا مسئلہ سیاسی ہے نہ ہی اقتصادی بلکہ خالص اسلامی اخلاق و کردار کی تشکیل کا ہے۔ اس کے بغیر ہماری سیاست اور اقتصادیات دونوں ناکام ہو رہے ہیں۔ محض انتقال اقتدار مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اقتصادی اور دفاعی قوت کی اپنی اہمیت ہے۔ مگر یہ اعلیٰ اسلامی جذبہ اور کردار کا بدل نہیں ہے۔ ارشاد رب العزت ہے "اگر بستی والے یعنی قوم ایمان لے آتی اور تقویٰ اختیار کرتی تو یقیناً ہم آسمان اور زمین سے ان پر برکتوں کے خزانے کھول دیتے۔" (۹۶/ اعراف)

اگر مسلمان اسلامی اخلاق و کردار اور جذبہ پیدا کریں تو اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ آسمان سے بروقت بارش اور زمین سے تیل گیس پانی سونا چاندی یورینیم اور لوہا وغیرہ سے ملک کو مالا مال کر دیں گے۔ جس سے اقتصادی حالت مستحکم ہوگی۔

سُپر طاقت بنو

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے انڈسٹریل ترقی اور اسلحہ سازی سے عرب قوم کو سُپر نہیں بنایا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہل، خود سر، قبیلہ پرور، کینہ پرور اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے والے ظالم لوگوں کو اسلامی انقلاب سے انسان بنایا، بلکہ اللہ سے تعلق جوڑ کر سُپر انسان، مومن مجاہد بنایا۔ جو آپس میں مکمل اتحاد سے سُپر طاقت بن گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے کی سُپر طاقتوں قیصر و کسریٰ کا خوف ان کے دلوں سے نکال دیا اور خلفائے راشدین کے دور میں تو صحابہ کرامؓ نے ان سلطنتوں کو فتح کر لیا۔ آج چودہ سو سال بعد بھی اگر مسلمان شہنشاہِ کائنات سے مضبوط تعلق بنا کر اسلامی انقلاب لائیں تو وہ سُپر طاقتوں سے ہرگز خوفزدہ نہ ہوں گے۔ وہ سیاسی، اقتصادی اور دفاعی اتحاد سے سیسہ پلائی فصیل بن جائیں گے اور سُپر طاقتیں ایک ارب مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنے کیلئے بے چین ہوں گی۔ مسلمانوں کیلئے اللہ تعالےٰ کی رحمت اور نصرت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاقیامت قائم و دائم ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

"وہ جو کوئی پرہیزگاری کرے اور اصلاح کرے پس ان لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے"

(۳۵/۱اعراف)

بین الاقوامی اور ملکی حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ اسلامی انقلاب بغیر تاخیر کے جلد از جلد لایا جائے تحریک پاکستان کی طرح شہر شہر گاؤں گاؤں محلہ محلہ اسلامی بیداری پیدا کی جائے کمیونزم، سوشلزم، اور باطل مذاہب کو بے نقاب کیا جائے تحریک پاکستان کی طرح اسلامی انقلاب کیلئے ہمہ گیر تحریک چلائی جائے اور جذبہ ایثار سے محنت کی جائے حاکم اور محکوم امیر اور غریب، بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت سب ہی کو اسلامی تہذیب سے روشناس کرا کے انقلابی تعمیر نو کیلئے تیار کیا جائے

دینی مدارس میں چاروں امام عظام کا فقہی مسائل تقابل اور کسی مسلک کی برتری کے ساتھ کمیونزم، سوشلزم، عیسائیت یہودیت کے باطل پروپیگنڈا کا بین الاقوامی سطح پر سدباب کیا جائے طلباء کو ایسی تعلیمات دی جائیں جس سے وہ شریعت کے ماہر ہوں اور جج، قاضی، وکیل اور انتظامیہ کے بڑے اور چھوٹے عہدوں پر فائض ہونے کے قابل ہوں۔ تاکہ انتظامیہ کی تطہیر ہو سکے

حضرات علماء کے علاوہ اسلامی مملکت میں اسلامی نظام کی اعلیٰ کارکردگی کے لئے غور و فکر کریں۔ دین اسلام صرف مسجد کی چار دیواری میں بیٹھنے والے لوگوں کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ ایک ارب مسلمانوں کی سربراہی اور مشرق سے مغرب تک چار سو کروڑ انسانوں کی اصلاح اور قوت سے دنیا میں امن و امان قائم کرنے کیلئے ہے۔ اعلیٰ تعلیمات کیلئے تمام ایسے

جامعات دارالعلوم میں خصوصی تربیت دی جانی چاہیئے تاکہ وہ اسلامی انقلاب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں

پاکستان میں دینی و سیاسی اتحاد لازم ملزوم ہیں دینی انتشار کے خاتمہ سے ہی سیاسی اور ملکی استحکام پیدا ہوگا۔ ہر دلعزیز اسلامی انقلاب لانے کیلئے دینی تعصب اور تفرقہ ڈالنے والے متشدد احباب تمام مسلمانوں کے نمائندہ اور قائد نہیں ہو سکتے ہیں جب تک وہ خلوص دل کے ساتھ تفرقہ بازی کو ترک نہ کریں، دینی مسائل میں اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر اس کو فرقوں اور جماعتوں کی بنیاد بنا کر مسلمانوں میں نفرت اور انتشار پھیلانے کا کوئی جواز نہیں ہے اسی وجہ سے ہمارے علماء کسی حد تک دینی اور سیاسی پسماندگی کے ذمہ دار ہیں۔

بے دین لوگوں کو حکومت کرنیکا حق نہیں ہے

اسلام پسند جماعتوں کو چھوڑ کر بے دین جماعتوں سے اتحاد اللہ کے احکام کی نافرمانی ہے۔ اور اسلام سے دشمنی اور خودکشی کے مترادف ہے۔ بے دین لوگ نظام مصطفیٰ کبھی عملاً نافذ نہیں کریں گے اس لئے اسلامی ملک میں بے دین لوگوں کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حکومت دینے کا وعدہ صرف نیک لوگوں سے کیا ہے۔ اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلام کو قوت دینے سے حکومت کو قوت ملے گی۔ جس کیلئے اسلامی انقلاب ناگزیر ہے پھر سپر طاقتوں کا خوف جاتا رہے گا۔ بشرطیکہ وہ نماز قائم کریں سورہ نور میں ارشاد ربانی بالکل واضح ہے۔

"اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائیں گے جس طرح ان سے پہلے (نیک) لوگوں کو حکومت دی تھی اور دین اسلام کو قوت دیں گے اُن کیلئے (یعنی حکومت کو طاقت دینے کیلئے) جس دین کو اُن کیلئے پسند کیا اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دیں گے بشرطیکہ وہ اللہ کی عبادت کرتے رہیں اور کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں" ۵۵

پاکستان کو سب سے زیادہ خطرہ روس کمیونزم سوشلزم اور اس کے پٹھو ہندوستان سے ہے اس کا واحد حل اسلامی انقلاب ہے۔ تمام دیندار سیاسی جماعتیں اور غیر سیاسی جماعتیں اور علماء کرام ہمہ وقت عوام کو کمیونزم اور سوشلزم کے خطرات اور حربوں سے آگاہ کریں۔ اور ایسے زر خرید لیڈروں اور ایجنٹوں کو بے نقاب کریں جو اپنی لیڈر شپ چمکانے کیلئے حصول اقتدار اور جاگیروں کے تحفظ کیلئے لسانی صوبائی اور طبقاتی تعصب پھیلاتے ہیں۔ یہ نظریات اللہ سے عدم تعلق کا ثبوت ہیں جبکہ اسلامی ریاست میں آزادی تقریر و تحریر اور سیاست کے نام پر غیر اسلامی نظریات کے پرچار کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ اسلام کے خلاف ایک سازش ہے اور اسلامی مملکت کیخلاف بغاوت ہے یہ لوگ صریحاً منافق ہیں انتخابات میں ووٹ اس جماعت اور ان لوگوں کو دیئے جائیں جو اسلامی انقلاب لانے کا بہترین اور ٹھوس پروگرام پیش کریں اسلامی انقلاب پُر امن ہو، باطنی اصلاح جنگی بنیادوں پر ہر شعبہ زندگی میں کی جائے ذہنی تربیت، تبلیغ اور تلقین بھی ہو۔ مگر مغربی تہذیب و تمدن کے ساتھ کوئی مفاہمت نہ کی جائے اور پورے عزم کیساتھ پیش رفت کی جائے ہم ایرانی انقلاب کے تجربہ سے فائدہ اٹھائیں اور اس کی غلطیوں سے اجتناب کریں اسلامی نظریاتی کونسل اس پر غور و فکر کرے۔

مردِ مجاہد

چوہدری افضل حق مرحوم

خُدا کا سپاہی

چودہ سو سال کی الٹی زقند لگا کر چشمِ تصور سے ایک مردِ مجاہد کو دیکھو، جو پہلو میں تلوار لٹکائے ساحلِ عرب پر کھڑا ہے اور عجم کی کل کائنات کو اپنی رائے کے مطابق چلانے کے لئے فکرمند ہے۔ خوفناک سمندر نے تیور چڑھا کر کہا،

"خدا کی نرم و نازک مخلوق! سات سمندر پار جانا تو درکنار، تو میری آغوشِ بلا میں آنے کے بعد قیامت تک نہ اُبھر سکے گا دُنیا میں رُکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے ہیں اور لق و دق صحرا موجود ہیں۔ کہاں کہاں سر ٹکراتا اور خاک چھانتا پھرے گا؟

جا نوجوان! بُری بھلی روٹی کما کھا۔ بیوی بیاہ اور بال بچوں کی فکر میں لگ جا"

نوجوان نے جرأت شکن بل ماتھے پر ڈال لئے اور شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ سمندر میری تلوار کی دھار کے سامنے بے حقیقت حباب ہیں اور پہاڑ بے کس تنکے کی مانند ہیں۔ میرے آہنی عزم کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکے گا۔

تاریخِ عالم نے کتمِ عدم سے پکار کر کہا کہ تو سچا ہے۔

دنیا کو زیر و زبر کر دینے والے ان مجاہدوں کی اولاد کا حال ہندوستان میں دیکھو۔ لاہور اور لکھنؤ کے بازاروں کا سیر کرو دھان پان سے مرد، چھوئی موئی کی طرح ہاتھ لگاتے ہی میلے ہو جائیں۔ سردیوں میں اکتاری ململ کا کرتہ پہنے پھر رہے ہیں۔ تاکہ رنگ برنگ کا ریشمی ازار بند قوسِ قزح کی طرح نظر افروز رہے۔ منہ میں پان ہاتھ میں خوشنما رومال ہے ہلکے غازے کے باعث ذرا احتیاط سے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ مبادا رنگِ رُخ اُڑ جائے۔ پاؤں میں دو دوزی جوتا ہے۔ آہستہ خرام بلکہ محرام کی شانِ محبوبی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ دلربائی کی تمام اداؤں کے حامل یہ نوجوان داستانِ عشق کے زیبِ عنوان ہونے کے سوا کس کام آسکتے ہیں۔

چاق و چوبند جنگجوؤں کے مقابلہ میں اپنے مدقوق اور مفلوج نوجوانوں کو دیکھ کر کشمکشِ حیات میں یہ کیسے ٹھہر سکتے ہیں پنجاب میں تلوار مل گئی تھی مگر اسے پہلو میں لٹکانے والے نوجوان کہاں سے آتے جن کا فولادی جسم اور آہنی ارادہ مملکت کی ذمہ داریاں اٹھا سکے۔ مسلمان والدین کو کس طرح سمجھایا جائے کہ فولادی جسم میں اکثر آہنی ارادہ چھپا ہوتا ہے جو کاہلیں اپنے جسم کا وزن اُٹھا نہ سکیں وہ اوروں کے بوجھ کیا ہلکے کریں گے۔ مضبوط جسم اور بلند ارادوں کی اولاد پیدا کرو۔ جن افراد و اقوام میں یہ دو قابلیتیں بیدار ہو جائیں اُن کی شمشیر یں تقدیریں بدل سکتی ہیں۔

سپین میں اپنی ترقی کی داستان قرطبہ کے کھنڈرات سے سن لو۔ اور اسے ہندوستان کی شاہی عمارتوں کے

درو دیوار پر کندہ دیکھ لو۔ جو کل ہم سے پیچھے تھے آج آگے نکل گئے جو آج پیچھے ہیں وہ بھی سعی و عمل سے آگے نکل سکتے ہیں۔ شاہانِ سلف کی اولاد کی طرح "پدرم سلطان بود" کی رٹ لگا کر مایوسیوں کے گڑھے میں پڑے رہنا مصیبت اور ادبار کو اپنے گھر ڈیرے ڈالنے کے لئے بلانا ہے۔

اٹھو! اس دار العمل میں اٹھ کر مصیبتوں کا مقابلہ کرو شاہانِ کابل کے خوانِ کرم کے خوشہ چینوں کی طرح نہ کرو کہ جب گھر کے سرمایہ کو پانی کی طرح بہا کر پائی پائی کے محتاج ہو گئے تو راولپنڈی کے بازار میں جوتے گانٹھنے بیٹھ گئے۔

کسی نے کہا "یار پٹھان جوتا تو ٹھیک نہیں گانٹھا" ...... ماتھا کوٹ کر بولے:

"خدا غارت کند امیر عبدالرحمن را، با غنا داشتیم، جاہ ہا داشتیم، پیشہ آبا سپہ گری بود، ما کفش دوزی ندانم"

کفش دوزی قابلِ ملامت نہیں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ مسلمان ہر پیشہ سے خود ہی شرم محسوس کرتا ہے۔ ہر کام میں ہمت ہارنے کی خو پیدا ہو گئی ہے۔ دُنیا میں ہم نے قلعے تو کیا فتح کرتے ہیں۔ عزم کی کمی کے باعث دین اور دنیا دونوں کی دولت سے محروم ہیں۔

مسولینی نے کل توپ کے دہانے پر کھڑے ہو کر تقریر کی کہ ہماری قوم موسیقی اور مصوری کی استاد ہے، اس لئے دنیا کی فتح ان ہی کی لونڈی غلام ہوگی۔

اللہ اللہ! میراثی اور مصور ظفر مندیوں کے عزم سے اٹھیں اور "خدا کا سپاہی مسلمان" غفلتوں کی نیند سوئے!

ع تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو!

موسیقی اور مصوری مسلمانوں کے لئے مکروہ و حرام اس لئے ہوئی کہ مبادا خدا کا سپاہی فنونِ لطیفہ کی رنگین وادیوں میں بھٹک کر رہ جائے اور نغمہ و سرود میں محو ہو کر کشور کشائی کے فرض کو بھول جائے چنانچہ جنگ کی شہنائی اس کا ساز و سرود قرار پایا اور میدانِ جنگ کا نقشہ بمنزلہ مصوری تصور ہوا۔

کائنات کی رونق مسلمان آج کہاں ہے؟ نہ زینتِ بزم نہ ہنگامۂ رزم۔ خدا کے سپاہی! تو کن گوشوں میں پڑا خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا ہے؟ تلوار کو کمر سے لٹکا اور پھر کائنات کو دعوتِ عمل دے۔

مسلمانوں پر ہی کیا موقوف ہے بھیشم اور ارجن کی اولاد کا حال بھی مسلمانوں سے بہتر نہیں۔ تب ہی تو ہندوستانی ہر میدانِ مقابلہ میں بے بسی سے دانت نکال کر رہ جاتے ہیں۔ آزادی کی دیوی اربابِ عزم پر مفتون ہے مضبوط جسم بلند ارادوں کی تربیت گاہ ہے۔ آزادی کمزور قوموں کی لونڈی نہیں بن سکتی۔ دنیا میں سربلندی چاہتے ہو تو اولاد کی صحت کا خیال رکھو۔ انہیں معشوق مزاج ہونے کی بجائے سپاہی بناؤ۔

مسلمان سپاہی ـــــ خدا کا سپاہی

تذکرۂ اسلاف

رئیس المناظرین
حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ

مولانا عطاء الرحمان رحمانی مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ ڈیرہ اسمٰعیل خان

ولادت آپ کی ولادت ۱۲۸۵ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ آپ کے والد حکیم سید بنیاد علی صاحب قصبہ چاند پور ضلع بجنور کے مشہور اور حاذق طبیب تھے آپ کے اجداد میں عارف باللہ شیخ طریقت اور صاحب کرامات جناب سید عارف علی شاہ صاحبؒ تھے جن کا سلسلۂ نسب حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم آپ درس نظامی کی تعلیم کے لئے ۱۲۹۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ آپ ہمیشہ اپنی جماعت میں اعلیٰ و امتیازی نمبر حاصل کرتے رہے۔ آپ کے جلیل القدر اور ممتاز اساتذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، مولانا ذوالفقار علیؒ، مولانا محمد محمودؒ اور مولانا منفعت علی شامل تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں رہ کر مکرر دورۂ حدیث پڑھا اور فیض صحبت حاصل کیا۔ فن معقولات میں تحصیل کمال کی غرض سے معقولات کے نامور اور مشہور استاذ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوریؒ کی اعلیٰ کتب پڑھ کر اس فن میں مہارت تامہ حاصل کی۔

مراجعت وطن تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ اپنے وطن چاند پور واپس آگئے اور اپنے والد کے مطب میں مشغول ہو کر تشخیص امراض و تجویز نسخہ جات میں اور فن دواسازی میں بدرجۂ کمال عبور حاصل کیا۔ اب آپ عالم ہونے کیساتھ ساتھ ماہر و حاذق طبیب بھی تھے۔

تدریس اسی زمانہ میں مولانا منور علی صاحب خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی نے دربھنگہ کے قریب مدرسہ امدادیہ قائم کیا اور حضرت تھانویؒ سے ایک قابل مدرس کی فرمائش کی۔ حضرت تھانویؒ کی فرمائش پر آپ طبی شغل چھوڑ کر دربھنگہ تشریف لے گئے اور وہاں علمی درس میں مصروف ہو گئے۔ ایک زمانہ تک وہیں صدر مدرس رہے پھر کچھ عرصہ مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں صدر مدرس رہے۔ ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند میں واپس آنے کا حکم دیا اور حضرت حافظ محمد احمد صاحبؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے غیر معمولی اصرار فرمایا۔

چنانچہ آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کو ناظم تعلیمات مقرر کیا گیا۔ ساتھ ہی سلسلہ تدریس بھی جاری رہا۔

بیعت و ارشاد

تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور حضرت شاہ صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر تعلیم و تربیت سے مستفیض ہوئے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی اور مکرر حدیث پڑھی اور تعلیم و تربیت و ارشاد سے ایک عرصہ تک مستفیض رہے۔ زمانہ قیام کانپور اکثر مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کی طرف رجوع کیا۔ پھر حضرت شاہ عبدالرحیمؒ رائپوری کی سرپرستی میں زندگی بسر کرنے لگے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیریؒ کو اپنا سرپرست اور مربی بنایا۔ حضرت مونگیریؒ کے بعد آپ نے اپنا بزرگ و سرپرست حضرت تھانویؒ کو بنالیا۔ باوجودیکہ حضرت تھانویؒ آپ کے ہم عصر تھے۔ اور دونوں حضرات نے ایک ہی اساتذہ سے استفادہ کیا تھا لیکن اس کے باوجود حضرت تھانویؒ سے آپ کو تعلق اور عقیدت ایسی ہی تھی جیسے اکابر و اسلاف سے تھی۔

حج بیت اللہ

فراغت علوم کے بعد جب آپ اپنے والد کے پاس طبی مشغلہ میں مصروف تھے۔ اسی زمانہ میں جناب حکیم بنیاد علی صاحب اپنے دونوں صاحبزادوں کو ہمراہ لیکر حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ اسوقت حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی بقید حیات تھے۔ حکیم صاحب کو حضرت حاجی صاحبؒ سے بیحد عقیدت تھی اور حضرت حاجی صاحبؒ کو بھی ان سے خصوصی تعلق تھا۔ حکیم صاحب نے مع مولانا چاندپوریؒ حج کی سعادت حاصل کی۔ اور ساتھ ہی حضرت حاجی صاحب کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوتے رہے۔ بعد فراغت حج حکیم صاحب کا مدینہ منورہ ہی میں انتقال ہو گیا۔ صاحبزادگان کو حکیم صاحب کی جدائی کا بے حد صدمہ ہوا۔ حضرت حاجی صاحب مہاجر مکیؒ نے دونوں کی سرپرستی فرمائی اور ان کو تسلی و تشفی دیتے رہے۔ دوسری مرتبہ جب مولانا چاندپوری حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں سے کتب علمیہ کا کافی ذخیرہ خرید کر لائے تھے۔ تیسری مرتبہ آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کی رفاقت میں حج کیا۔ اس سفر میں مخصوص رفقاء شامل تھے جب فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد سب لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو کچھ عرصہ قیام کے بعد مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کو امیر قافلہ بنادیا تھا۔ کیونکہ مولوی صاحب موصوف کو انتظام سے خاص دلچسپی ہے اور منجملہ دیگر کمالات کے اس میں بھی ان کو خاص کمال ہے مولوی صاحب موصوف نے ہر قسم کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا تھا اور جملہ خدمات نوبت بنوبت انجام پاتی تھیں۔ چونکہ تمام رفقاء اہل علم ایک مذاق تھے اس لئے نہایت خوش اسلوبی سے یہ سفر فرحت و سرور کے ساتھ طے ہوا (سفرنامہ شیخ الہندؒ)

دعوت و تبلیغ

مولانا چاندپوریؒ اپنے دور کے مشہور و مقبول مقرر تھے۔ ملک کے اطراف و اکناف کا کوئی بھی حصہ ایسا نہ ہوگا جو آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید نہ ہوا ہو۔ آپ کو فن تقریر میں ملکۂ تامہ حاصل تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ وعظ سے قبل دل میں کوئی مضمون نہیں ہوتا خطبہ پڑھنے کے بعد ہی مضمون اسوقت ذہن میں آتا ہے۔ اسی پر بعونہ تعالیٰ تقریر

شروع کر دیتا ہوں آپ کی تقریر پند و نصائح کے ساتھ لطائف علمیہ و نکات حکمیہ، معرفت، عبادات، قصص و حکایات سے مملو ہوتی تھی۔ آپ کو فنِ مناظرہ میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آریہ سماج کے مشہور و معروف مقرر پنڈت رام چندر سے امروہہ میں مناظرہ ہوا اور پنڈت کو لاجواب ہو کر دہلی واپس جانا پڑا۔

تصنیف و تالیف

آپ نے باطل فرقوں کے خلاف بکثرت رسائل تصنیف فرمائے۔ ابتداء میں جناب احمد رضا خانصاحب بریلوی کی تردید میں بکثرت رسائل تصنیف کئے۔ جن میں سے چند رسائل بنام "مجموعہ رسائل چاندپوری" پاکستان میں انجمن ارشاد المسلمین لاہور کی طرف سے طبع ہو چکے ہیں۔ آپ کے زمانۂ قیام مراد آباد میں آریہ سماج مراد آباد کی جانب سے بنام اہلِ مراد آباد متعدد سوالات شائع کئے گئے تھے۔ مولاناؒ نے ان کے جواب میں بے مثال جوابی رسائل تحریر فرمائے۔

آپ نے قادیانیت کے رد میں بھی بہت سے رسائل تحریر فرمائے جو اس وقت خصوصیت کے ساتھ پنجاب صوبہ سرحد میں بہت مقبول اور پسندیدہ ہوئے۔ جن میں سے کچھ رسائل بنام "مجموعہ رسائل" مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے طبع ہو چکے ہیں جس میں درج ذیل رسائل شامل ہیں؛

فتح قادیان کا مکمل نقشۂ جنگ، مرزائیوں کو چیلنج، قادیان میں قیامت خیز زلزلہ، مرزائیت کا خاتمہ، مرزائیت کا جنازہ بے گور و کفن، مرزائیوں سے خدائی مباہلہ، مرزا اور مرزائیوں کو دربارِ نبوت سے چیلنج، الابطال لاستدلال الدجال، تعلیم الخبیر فی حدیث ابن کثیر، مرزائیوں کے گلے میں لعنت کا طوق، صاعقۂ آسمانی بر قادیانی، اس کے علاوہ مولاناؒ کا رسالہ "اشد العذاب علیٰ مسیلمۃ الفنجاب" بھی ہے۔

مولانا ردِّ مرزائیت کے سلسلہ میں اپنے رسائل کے متعلق نہایت پُر اعتماد لہجہ میں فرماتے ہیں؛

"مسلمانوں کے پاس اگر کفریاتِ مرزا، اول السبعین، دوسری سبعین، یعنی یہی مرزائیت کا جنازہ، دفع العجاج، مرزائیت کا خاتمہ، مرزائیوں کی تمام جماعتوں کو چیلنج صرف یہی رسائل اور اشتہارات ہوں تو بڑے سے بڑا مرزائی بھی خدا چاہے ایک ادنیٰ مسلمان سے بات نہ کر سکے گا۔ اور ان رسائل میں عام فہم باتیں ہیں جو لاجواب ہیں اور بفضلہ تعالیٰ لاجواب ہیں۔ بڑا بھاری مایۂ ناز مسئلہ جو مرزائیت کا لُبِ لباب ہے بلکہ تخم اور درخت اور پھل پھول وہی ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا اور کسی مثیلِ مسیح کا آنا، عروج اور نزولِ جسمانی کا محال ہونا یہ بھی اس رسالہ میں بفضلہ تعالیٰ مرزا صاحب کے اقرار سے ایسا ثابت ہوا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مرزائی جواب نہیں دے سکتے چاہے سب کے سب متفق ہو جائیں اور ہمت ہو تو متفق ہو کر دیکھ لیں۔ اپنی طرف سے کچھ کہا ہی نہیں۔ مرزا صاحب کی عبارات ہیں اور ان کا مطلب ہے۔" (مجموعہ رسائل ص۲۲)

"تاریخ دار العلوم دیوبند" میں آپ کا سوانحی تذکرہ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں کیا ہے؛

"آپ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے اور حضرت نانوتویؒ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ کئی علماء

باقی ص ۔۔ پر

از: مولانا عبید اللہ چترالی
جامعہ اشرفیہ پشاور

ایک لمحۂ فکریہ

آغاخانیوں کے زیر زمین منصوبے

زمانۂ قدیم سے اہل حق کا باطل کے ساتھ مقابلہ چلا آرہا ہے۔ قانونِ قدرت کہ جب تک حق باطل کے مقابلے میں میدان میں نہیں آتا تو باطل عروج پاتا ہے۔ مگر جونہی حق میدان میں اُترتا ہے تو باطل زوال پذیر ہوتا ہے۔ حق و باطل کا یہ فطری معرکہ اسلامی تاریخ میں بھی جاری و ساری رہا۔ اسلام کے عروج و شباب ہی کے دور میں بعض شریر لوگ اسلام کے لبادے میں مختلف سازشوں میں مصروف رہے۔ جب بھی ان کو موقع ملا مختلف شکلوں میں نمودار ہوئے۔ ان میں سب سے زیادہ خطرناک طبقہ تھا جو اسمٰعیلی نام سے ظہور پذیر ہوا۔ اس طبقے کے باطل باطنی عقائد لکھنے کے لئے تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں پر مختصراً ان کے صرف ان سیاہ کاریوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو انہوں نے محض اسلام دشمنی کی بناء پر مسلمانوں سے روا رکھا۔

اسماعیلی فرقہ کی اسلام دشمنی کے سنگین واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے تاہم اسماعیلی فرقہ کے سیاہ کاروں میں سب سے خطرناک اور مہیب چہرہ حسن بن صباح کا تھا جو تقریباً ۱۰۳۴ء میں مشرقی ایران میں پیدا ہوا اور اسماعیلی فرقہ کا ایک مشہور داعی اور مشنری ہو گذرا ہے۔ اس نے اسلام کے لبادے میں عام مسلمانوں، علماء کرام اور زعماءِ اسلام کو قتل کرنے کا مکروہ منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنی باطنی جماعت کے فدائین کو "الموت" کے پہاڑی علاقے میں مصنوعی جنت کا لالچ دیکر تربیت دیتا رہا۔ اسطرح انہوں نے زعماءِ اسلام کا اس طرح قتل عام کیا کہ جب چنگیز مسلمانوں کے خلاف حملہ آور ہوا تو مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے کوئی ایسی قد آور اور باصلاحیت شخصیت موجود نہیں رہی تھی جو مسلمانوں کی منتشر قوت کو مجتمع کرکے چنگیزی یلغار کا مقابلہ کرتا۔ چنانچہ اس کا جو نتیجہ نکلا وہ بصراحت آپ کے سامنے موجود ہے۔

اسماعیلیوں کی اسلام دشمنی کا مظاہرہ صلیبی جنگوں میں بھی اپنی کامل قوت کے ساتھ دیکھنے میں آیا۔ ان جنگوں کے دوران جب صلیبیوں نے شام پر حملہ کیا تو وہاں کے اسماعیلیوں نے مسلمانوں کے خلاف ان کا ساتھ دیا۔ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ اسماعیلیوں نے صلیبی جنگوں کے خلاف لڑنے والے مجاہد "سلطان صلاح الدین ایوبیؒ" کو بھی قتل کرنے کی سازش کی تھی مگر وہ اپنے اس مذموم منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

فتنۂ تاتار کے آغاز میں بھی اس فرقہ نے مسلمانوں کے قتلِ عام میں تاتاریوں کی مدد کی۔ گویا انہوں نے مسلمانوں کے قتلِ عام میں کوئی لمحہ بھی فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کی طرف سے مسلمانوں کا قتل عام اس وقت تک جاری رہا جب تک قلعہ الموت

چنگیزیوں کے ہاتھوں تہس نہس نہیں ہوا۔ قلعۂ "الموت" فتح ہونے کے بعد اسماعیلیوں کی مصنوعی جنت کا پول کھل گیا۔ ان کی قوت منتشر ہوگئی اور اس فرقہ کے افراد مختلف پہاڑیوں میں چھپ گئے اور اپنی عادات و تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کے خلاف اپنا سلسلۂ عمل جاری رکھا مگر منظم طریقے سے ان کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں ملا۔ اس دوران اس فرقہ کی پیشوایاں ضعیف العقیدہ لوگوں کو گمراہ کرکے اپنے خود ساختہ دامن تقدس میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے رہے اور اسطرح ان سے مادی مفادات حاصل کرتے رہے اس مفاد پرستی کی وجہ سے ان کے کئی فرقے وجود میں آئے جن میں آغا خانی، النصیری، دروزی اور بوہرہ زیادہ مشہور ہیں۔

ان سب فرقوں میں اول الذکر اسماعیلی فرقہ "آغا خانی" زیادہ منظم ہوا۔ مختلف ملکوں کے اسماعیلیوں کو آغا خان کی امامت پر متحدہ کرنے کی کوشش کی گئی اور مال و زر کے سہارے ان کو اس مقصد میں کامیابی بھی ہوئی۔ آغا خانیوں کو منظم کرنے میں انگریزوں کا بڑا ہاتھ رہا۔ انہوں نے ہی مختلف ملکوں کے اسماعیلیوں کی مردم شماری کرکے آغا خان کی امامت کے جھنڈے تلے جمع کیا اور ابھی تک اکثر اسماعیلی ان کی امامت پر متفق ہیں۔

باطنیت کی اشاعت اور آغا خانیوں کے چند تارہائے عنکبوت

جب یہ فرقہ طاقتِ زر میں خود کفیل ہوا تو زندگی کے مختلف پہلوؤں میں باطنیت کی اشاعت کے جال پھیلا دیئے۔ مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کا سارا کام زیرِ زمین منصوبوں کے ذریعے انجام دینا اور اصولی عقائد کو مخفی رکھنا اس فرقے کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ ان کو باطنی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ اس ضمن میں ان کی اشاعتِ مذہب کے چند رازہائے سربستہ کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ان کے مکروہ عزائم سے پردہ ہٹ سکے۔

تعلیم

سب سے پہلے آغا خان نے اپنے فرقہ کے لوگوں کی تعلیم پر توجہ دی۔ تعلیم کا محکمہ قائم کر دیا جس کا باقاعدہ ڈائریکٹریٹ ہے۔ جس کا تمام عملہ آغا خانی ہے جماعت خانوں میں تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ یہ اپنے جماعت خانوں میں اسکول کھول کر یا جہاں آبادی کی اکثریت آغا خانی ہے پرائیویٹ اسکول قائم کرکے تعلیم کا ایک علیحدہ اور مستقل نظام چلا رہے ہیں۔ تعلیم کا یہ سلسلہ سکول سے لیکر اعلیٰ تعلیم تک جاری ہے۔ حال ہی میں قائم ہونے والا آغا خان میڈیکل کالج کراچی بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کے علاوہ عام سکولوں اور کالجوں میں بھی اسماعیلی طلباء کو آغا خان کی طرف سے مناسب وظیفہ ملتا ہے۔ اکثر گورنمنٹ سکول جو دیہات میں ہیں کیساتھ آغا خان کی طرف سے ایک ہاسٹل ہوتا ہے جس میں اسماعیلی طلبہ کے قیام و طعام کا بندوبست کیا جاتا ہے اور ان میں باطنی عقائد کی بھی خوب تعلیم دی جاتی ہے اسطرح ان سے نکلنے والے طلبہ نمک حلال کے طور پر آغا خان کے پکے پیروکار اور باطنی مذہب کی اشاعت کے روح رواں بن جاتے ہیں۔

حکومت کی چشم پوشی

عجب ستم ظریفی یہ ہے کہ سرکاری ملازمت میں بھرتی کے دوران ان مسلمان دشمن اور سچے مسلمانوں کے درمیان تمیز نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ ایسے عہدوں میں بھی جو خاص مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں

یہ باطل عقائد کے پروردہ گھس آتے ہیں اور مسلمانوں کے عقائد میں تذبذب پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کی ایک روشن مثال یہ ہے کہ گورنمنٹ کالج چترال میں اسلامیات کے لیکچرار کی آسامی پر ایک اسماعیلی مقرر تھا جو وہاں کے ہنگامے کے بعد از روئے مصلحت وہاں سے تبدیل کر دیا گیا اور اب بھی دوسری جگہ اسی اسامی پر کام کر رہا ہے۔ ایسے عہدوں تک ان کی رسائی دراصل اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکومت ان کے زیر زمین منصوبوں سے اور ان کے عقائد سے بالکل بے خبر ہے اس ٹولے کو اس حد تک کامیابی ہوئی ہے کہ عالمی اسلامی بنک جیسے خالص اسلامی اداروں میں بھی یہ فرقہ اپنے آدمی بھرتی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے حالانکہ بہت سے مسلم ممالک جیسے سعودی عرب، کویت وغیرہ میں اس فرقے پر پابندی ہے۔

انتظامیہ ان کے اس مخصوص شعبۂ تعلیم کے بعد دوسرا اہم شعبہ شعبۂ انتظامیہ ہے جو ان کے مفادات اور باطنی مذہب کی اشاعت کے لئے زیر زمین کام کرتا ہے۔ خصوصاً ان علاقوں میں جہاں اکثریت آغا خانیوں کی ہوتی ہے انتظامیہ کی تمام مشینری آغا خانیوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ان کی مختلف سطح پر تنظیمیں اور کونسلیں ہیں جن کو آغا خان کی طرف سے باقاعدہ ہدایات ملتی رہتی ہیں کہ اسماعیلیوں کے جملہ معاملات کا تصفیہ اپنے ہی (اسماعیلیہ) کونسلوں سے کرائے جائیں۔ حکومت کی انتظامیہ اور عدالت کو پیش نہ کئے جائیں چونکہ یہ تنظیمیں مرکز سے لیکر دیہات تک مختلف سطحوں پر مصروفِ کار ہیں۔ اس لئے اسماعیلی آبادی میں حکومت کی انتظامیہ محض بے کار ہے۔

رفاہِ عامہ عام لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے فلاح عامہ کے ادارے بھی ہیں جن میں صحت کا محکمہ قابلِ ذکر ہے جو اسماعیلی علاقوں میں بھرپور کام کر رہا ہے جگہ جگہ ہسپتال اور ڈسپنسریاں کھول گئی ہیں جن میں مفت علاج معالجے کی سہولتیں میسر ہیں۔ ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کا سارا عملہ اسماعیلی ہے جو اس مقصد کے لئے باقاعدہ ٹریننگ شدہ ہے اور اپنی دوسری ذمہ داریوں کے ساتھ آغا خانیت کا بھی پرچار کرتا ہے۔ اس طرح فلاحِ عامہ کے پردہ میں ان کی تمام تگ و دو باطنی عقائد کی اشاعت کے لئے ہوتی ہے۔ فلاح عامہ کے جو کام اس کی طرف سے کئے جاتے ہیں ان میں عام لوگوں کی مالی امداد شامل ہے۔ یہ مالی امداد گلگت اور چترال جیسی اسماعیلی آبادی کی معتدبہ تعداد رکھنے والے علاقوں میں تقسیم کی جا رہی ہے۔ یہ امداد پہلے پہل گندم، خشک دودھ، گھی وغیرہ کی صورت میں صرف آغا خانیوں کو مل رہی تھی مگر اب مصلحت کے طور پر مسلمانوں کو بھی دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مگر عام مسلمان اسے آغا خانی چال قرار دے کر مسترد کر رہے ہیں۔

آغا خان فاؤنڈیشن اشاعتِ آغا خانیت میں آغا خان کا اہم اور آخری حربہ "آغا خان فاؤنڈیشن" کا قیام ہے جس کا مقصد عام لوگوں کی فلاح اور بہبود ہرگز نہیں بلکہ درحقیقت یہ لوگ اس کے سہارے کسی مناسب موقع اور مقام پر ایک باطنی سٹیٹ قائم کرکے اپنی کھوئی ہوئی شہرت بحال کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ

فاؤنڈیشن شہروں کی بجائے گلگت اور چترال جیسے پسماندہ علاقوں کی طرف اس لئے توجہ دے رہا ہے کہ ان علاقوں کے لوگ آغاخانی نہ نہیں تو کم ازکم ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بھی نہ بنیں اس فاؤنڈیشن نے چترال میں تیزی سے کام شروع کیا ہوا ہے۔ لوگ سرکاری ملازمتیں چھوڑکر اس میں ملازمتیں حاصل کر رہے ہیں اور تعمیرات کے نام پر یہ فرقہ اپنا سکہ جمانے کی کوشش میں مصروف ہے۔

اشتراکیت پسندی

آغا فاؤنڈیشن کا قیام چترال جیسے پسماندہ علاقے میں عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کی وجہ جہاں چترال کے عوام کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں اپنے دین سے بیگانہ کرنا ہے تو وہاں اس کی سیاسی اور کئی دوسری وجوہات بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ آغا خانی لادینیت ہونے کی وجہ سے اشتراکیت پسند ہیں اور چترال کا علاقہ ایک اشتراکی ملک "روس" سے لگا ہوا ہے۔ ضرورت کے موقع پر وہ روس سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

آغا خانیوں کی اشتراکیت پسندی کا بین ثبوت یہ ہے کہ افغانستان میں واخان کے علاقہ پر روس اس لئے آسانی سے قبضہ کرنے پر کامیاب ہوا ہے کہ وہاں کی آبادی آغاخانی ہے۔ افغانستان میں یہ وہ واحد علاقہ ہے جہاں روس نے بغیر مزاحمت کے قبضہ کیا ہے جبکہ افغانستان کے دیگر علاقوں میں روس کو زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور خود ساختہ سُپر پاور کی ساری انانیت خاک میں مل گئی ہے۔

آغا خانی طبقہ کی اشتراکیت پسندی کی دوسری مثال یہ ہے کہ گذشتہ سال آغاخان نے چیکوسلواکیہ کا دورہ کیا۔ حالانکہ چیکوسلواکیہ میں کوئی آغاخانی آبادی نہیں اور یہ کہ یہ ایک اشتراکی ملک ہے۔ جس کے دورہ کرنے کا مقصد تجارتی امور بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ اس دورے میں آغاخان نے رُوس کے ساتھ بالواسطہ مذاکرات کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ تاکہ مجوزہ سٹیٹ کے بارے میں گفت وشنید ہو سکے۔ الغرض آغا خانیت کے استحکام اور آغاخانی سٹیٹ کے قیام کی زیرِ زمین جو کوشش ہو رہی ہے اس کے متعلق پاکستان کے جید علماء، صدر مملکت کو آگاہ کر چکے ہیں اور یہاں تک واضح کر چکے ہیں کہ آغا خان مختلف تنظیموں اور فلاحی اداروں کے پسِ پردہ آغاخانی سٹیٹ کی جو منصوبہ بندی کر رہے ہیں اس مجوزہ سٹیٹ کے لئے پرچم اور تخت تک تیار ہو چکے ہیں۔ علماء کرام نے باوثوق ذرائع اور ٹھوس شواہد کی بنیاد پر جناب صدر مملکت سے اس سلسلہ میں اعلیٰ علمی تحقیقات کا مطالبہ بھی کیا ہے۔

حکومت پاکستان اور مسلمانانِ پاکستان خصوصاً علماء کرام کا یہ فریضہ ہے کہ وہ آغا خانیوں کے اس فتنے کی طرف خاص توجہ دیں جو مختلف اداروں کے پس پردہ کام کر رہا ہے اور جنگی تباہ کاریوں سے تمام تاریخ بھری پڑی ہے۔ اس فتنہ نے غفلت برتنے سے وہ وقت دُور نہیں کر پھر ان کو اقتدار نصیب ہو اور اس کے سہارے پھر سے اسلام دشمنی کا اسطرح آغاز کریں جیسا کہ حسن بن صباح کے زمانہ میں کر رہے تھے۔

فوجی فورس

یہاں مختصراً یہ بھی عرض کروں گا کہ آغاخان اسماعیلی جوانوں کا ایک فوجی فورس بھی بنا رکھا ہے جن کی باقاعدہ تنظیم ہے جس کے تحت ان سادہ لوح ضعیف العقیدہ جوانوں کو فوجی تربیت دی جا رہی ہے۔ اور ہم

باقی ص ۳۵ پر

طلباء دارالعلوم دیوبند کا اظہار حقیقت

> دارالعلوم میں چند شرپسندوں کی جانب سے حالیہ ہنگامہ کے بارے میں جمعیۃ الطلبہ نے ذیل کے اعلان میں چند حقائق بیان کئے ہیں جس سے عوام کی مفسدین طلباء کارکردگی اور صحیح صورتحال سامنے آجائے گی۔ ہم اس اعلامیہ کو بعینہٖ شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

طلبہ دارالعلوم دیوبند عرصے سے چند شرپسند اور خودسر ساتھیوں کی روش سے بہت پریشان تھے جو دارالعلوم کے اندر اپنی دہشت انگیزیوں اور تخریب کاریوں کی بناء پر دارالعلوم اور طلبۂ دارالعلوم کے لئے باعث رسوائی تھے۔ اور اب یہی خودسر عنصر دارالعلوم سے فاسد عضو کی طرح کٹ جانے کے باوجود جمعیۃ الطلبہ کے نام کو استعمال کر کے اپنی رسوائیوں پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔

مؤرخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۲ء کو ان بارہ شرپسند طلبہ کے اخراج کا انتظامیہ کی جانب سے اعلان کیا گیا تو ہم طلبۂ دارالعلوم نے اطمینان کا سانس لیا اور اس فیصلہ پر خوشی محسوس کی کیونکہ بارہ شرپسندوں کا یہ گروہ پڑھنے لکھنے کے بجائے طلبہ کو ہمیشہ اپنی دہشت انگیزیوں کے رعب میں رکھ کر اساتذہ اور انتظامیہ کے خلاف مختلف قسم کی سازشیں کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ یہ طبقہ اپنی انانیت اور سرکشی کے سبب اساتذہ اور کارکنان کے ساتھ اہانت آمیز رویّہ، نامناسب طرز گفتگو اور تحکمانہ انداز اختیار کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا تھا جس سے عام طلباء کے درمیان ان کی جانب جذبہ نفرت بڑھتا جا رہا تھا اور ایسے ناگفتہ بہ حالات پیدا کر رہا تھا جو دارالعلوم کے مسلک کو بھی نقصان پہنچا رہا تھا۔

یہ طبقہ جمعیۃ الطلبہ دارالعلوم کے نام پر بھولے بھالے عوام سے جمعیۃ الطلبہ کی رسید پر زکوٰۃ و خیرات کی رقمیں وصول کرتا رہا اور بار بار کی تنبیہہ اور ممانعت کے باوجود اس نے سرکشی اور بغاوت کی راہ اختیار کی اور ان رقموں کا کوئی حساب بھی جمعیۃ الطلبہ کے سامنے پیش نہیں کیا۔ یہ گروہ اصلاح کی ہر جدوجہد کو اپنے لئے موت کے مرادف سمجھتا رہا اسی لئے

ماضی قریب میں اساتذہ کرام اور نظمائے دارالاقامہ نے اصلاح و تربیت کا پروگرام مرتب کیا تو یہ گروہ اپنے بدنما چہروں سے نقاب الٹنے پر مجبور ہو گیا اور دارالعلوم کی تاریخ میں سب سے بھیانک واقعہ اساتذہ کی بے حرمتی اور پھر اخراج کے رد عمل میں مسلح غنڈہ گردی کا مظاہرہ کر کے اپنی بدبختی کی تصدیق کر دی۔

ہم عوام سے مخلصانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان شرپسندوں کے جھوٹے اور گمراہ کن پروپیگنڈہ سے متاثر نہ ہوں۔ ان کو آج کچھ مسلم دشمن سیاسی پارٹیاں اپنا آلۂ کار بنا کر وقتی طور پر اسٹیج آرائی کے لئے میدان میں لے آئی ہیں اور یہ خوف خدا سے بے نیاز ہو کر سفاکانہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان شرپسندوں کے بارے میں دارالعلوم کا ایک ایک فرد اظہار نفرت کرتا ہے۔ جنہوں نے اپنی مادر علمی پر چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح مسلح ہو کر حملہ کیا اور غریب و نہتے طلبہ کو زخمی کر ڈالا اور اس کی عظمت کو روندنے کی کوشش کی۔ ایسے ظالموں کی کسی قسم کی مدد کرنا مذہبی و اخلاقی اور سماجی جرم ہے پھر حیرت ہے کہ یہ دہشت پسند ابھی تک نہتے طلبہ کے نام دھمکیاں بھیج رہے ہیں۔ ضلع انتظامیہ کا فرض ہے کہ اس طرح کے مجرمین کو قانونی طور پر گرفتار کرے تاکہ عوام ان کی دہشت انگیزیوں سے محفوظ رہیں۔

(منجانب: جمعیۃ الطلبہ دارالعلوم دیوبند)

دیوبند/دسمبر/ (دیوبند ٹائمز پندرہ روزہ) دارالعلوم کی انتظامیہ نے ۱۲ طالب علموں کا دارالعلوم میں تخریب کاری کے جرم میں اخراج کر دیا تھا۔ ان تخریب کار مخرج طلبہ نے شہر کے مفسد اور دارالعلوم مخالف عناصر کی سازش سے ۱۲ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو ۲ بجے دن میں آتشیں اسلحوں سے مسلح ہو کر ٹیکسی کے ذریعہ دارالعلوم کے جنوبی گیٹ سے ہاتھ گولے پھینکتے ہوئے اور ریوالوروں سے فائر کرتے ہوئے دارالعلوم میں داخل ہو گئے۔ ان شرپسندوں کے ساتھ پچاسوں کی تعداد میں غیر متعارف افراد بھی تھے۔ فائرنگ کی آواز سن کر دارالعلوم کے صدر المدرسین اپنے کمرہ سے نکل کر باہر آئے تو ان پر ایک شرپسند نے ریوالور تان لیا۔ یہ دہشت پسند مختلف ٹولیوں میں بٹ کر پورے دارالعلوم میں پھیل کر بورڈنگ ہاؤس میں موجود طلبہ پر خشت باری اور ریوالوروں کی اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس سے بہت سے طلبہ زخمی ہو گئے اور حفاظت کی غرض سے اپنے اپنے کمروں میں جا کر دروازے بند کر لئے تو ان شرپسندوں نے کمروں کے دروازے توڑ کر طلبہ کو لاٹھی اور ڈنڈوں سے زدوکوب بھی کیا۔ دارالعلوم میں موجود طلبہ و اساتذہ کو اس طرح ہراساں و خوف زدہ کرنے کے بعد ان لوگوں نے تمام گیٹوں کے دروازے اندر سے بند کر لئے اور دارالعلوم کے لاؤڈ سپیکر پر قبضہ کر کے یہ اعلان شروع کر دیا کہ دارالعلوم پر اب ہمارا قبضہ ہے۔

فائرنگ اور لاؤڈ سپیکر کی آواز سن کر شہر کی ایک بڑی جماعت دارالعلوم کے اردگرد جمع ہو گئی جس پر ان دہشت پسندوں نے اینٹیں برسائیں اور چھتوں پر سے فائر کئے اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد جو باہر تھی دارالعلوم کے

اساتذہ وطلبہ کی جانوں کو خطرہ میں دیکھ کر انہیں بچانے کی غرض سے اہل شہر نے دارالعلوم میں داخل ہونے کی کوشش کی جس میں وہ بڑی دقتوں کے بعد کامیاب ہو گئے۔ ان لوگوں نے دارالعلوم میں داخل ہو کر ان دہشت پسندوں کا مقابلہ کیا اور انہیں پسپا کر کے بھاگنے پر مجبور کر دیا اور تقریباً چودہ افراد کو پکڑنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ چونکہ طلبہ میں ان کے خلاف سخت اشتعال تھا اس لئے طلبہ ان پر ٹوٹ پڑے مگر اہل شہر اور اساتذہ نے ان شر پسندوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور بڑی مشکلوں سے انکی جانیں بچائیں۔ یہ گرفتار شدہ تخریب کار اسوقت پولیس کی حفاظت میں داخل ہسپتال ہیں۔ ان کے علاوہ چار طالب علم بھی زخمی ہیں لیکن تمام مجروحین خطرہ سے باہر ہیں اور بعض صحتیاب بھی ہو گئے ہیں۔

ڈیڑھ دو گھنٹہ کے اس ہنگامہ کے بعد بفضلہ تعالیٰ دارالعلوم میں مکمل سکون ہو گیا اور دوسرے دن سے ہی باقاعدگی کے ساتھ اسباق جاری ہو گئے۔ اور تمام طلبہ اطمینان وسکون کے ساتھ اپنی اپنی تعلیم میں مصروف ہیں۔

بعد کی اطلاع کے مطابق تخریب کار طلبہ ہسپتال سے ڈسچارج ہو گئے ہیں اور ضمانت کرا کر تخریب کاری میں لگے ہوئے ہیں۔ دیوبند سے باہر لوگوں کو غلط طور سے واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کر رہے ہیں۔ سیاسی جماعتیں بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں عام لوگوں سے اپیل ہے کہ وہ خود دیوبند تشریف لا کر تحقیقات فرمائیں اور افسران بالا سے یہ درخواست ہے کہ وہ دہشت گردوں اور تخریب کاروں کے خلاف سخت سے سخت قدم اٹھائے۔

دارالعلوم میں دہشت گردوں اور شر پسندوں کے شور وشغب کی آوازیں سن کر دارالعلوم کے بہت سے عامی شہری وطلباء اور مولانا ارشد مدنی اور دیگر اساتذہ بھی جب دارالعلوم میں داخل ہوئے تو حملہ آور بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ بھاگتے ہوئے حملہ آور گھیراؤ میں آگئے۔ مجمع میں خاص طور سے شر پسندوں کا سرغنہ محمد عثمان بھی گھیراؤ میں آگیا تو مولانا ارشد مدنی نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر اس کی جان بچائی اور دوسرے شر پسندوں کو بچایا۔ دارالعلوم نے اپنی گاڑی سے سب زخمیوں کو ہسپتال پہنچایا۔

بقیہ : آغا خانی منصوبے

قسم کے اسلحے سے لیس کئے جا رہے ہیں۔ خصوصاً چترال کے انقلاب کے بعد وہاں کے اسماعیلیوں کو جدید ترین اسلحوں سے لیس کیا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد وہی ہے جو فدائی لورس بناتے وقت حسن بن صباح نے سوچا تھا یعنی یہ کہ قائدین اسلام اور زعماء کرام کو قتل کرنا اور عالم اسلام میں خونریزی کے ذریعے دہشت پھیلانا اور اسلامی حکومتوں کا قلع قمع کرنا۔

اللہ تعالیٰ ان کے حربوں سے اسلام مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

ع ۔ الٰہی عاقبت محمودؒ گرداں

ادارہ

مولانا تاج محمود رضی اللہ ذمتہ ورحمتہ اللہ

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان اور آل پارٹیز مجلس عمل پاکستان کے دل و دماغ اور روحِ رواں مولانا تاج محمود مغفورلہٗ کی ذات سے جو خلا پیدا ہو گیا۔ خدا کرے پوری مجلس عمل ملکر اسکو پورا کر کے عہدہ برآ ہو جائے ـــــــ جنازہ پڑھنے اور تعزیتی اجلاس سے فارغ ہو کر راقم خادم آثم ناظم نے پہلی رات خواب میں مولانا تاج محمودؒ کی زیارت کی..... فاضل رشیدی نے دیکھا کہ مولانا کی مسجد ریلوے روڈ فیصل آباد میں عظیم اجتماع اور نہایت اہم اجلاس ہو رہا ہے۔ مولانا مرحوم نہایت ہشاش بشاش خوش لباس میں ملبوس، ہاتھ میں "لولاک" لئے بڑی تیزی سے سٹیج کی طرف جا رہے ہیں....

راقم، آثم کو دیکھتے ہی مسکرا کر فرما گئے کہ "مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" کے اجلاس کیلئے جا رہا ہوں (او کما قال)..... آہ باتیں ان کی یاد رہیں گی۔

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے طلبہ، اساتذہ نے مولانا تاج محمودؒ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے متعدد قرآن ختم کئے۔ ایصالِ ثواب دعائے مغفرت کی گئی اور فاضل خطیبؒ نے جمعہ کے اجتماع میں مولانا مرحوم کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے اسلامیان ساہیوال کی طرف سے تعزیت اور خراجِ عقیدت پیش کیا اور ادعیۂ مغفرت ہوئیں۔ عزیز طارق محمود اور پسماندگان سے خصوصی تعزیت۔

عربی زبان کی عجیب و غریب وسعت

"کتاب البلغۃ فیما یتعلق بالمؤنث والمذکر" میں ہے : "عربی زبان میں شہد کے ۸۰ نام ہیں اور سانپ کے دو سو اور شیر کے پانچسو اور اونٹ کے ایک ہزار، تلوار اور مصیبت کے چار ہزار۔

اور اصمعی نے کہا کہ مجھے پتھر کے ستر نام یاد ہیں۔ حماد راویہ نے ایک دن خلیفۂ وقت سے کہا کہ میں اس مجلس میں سو قصیدے سناتا ہوں جن کے اشعار بیس سے سو تک ہوں گے اور اسی وقت تمام سنا دیئے۔

(ثمرات الاوراق)

مشہور فقہ کی کتاب "ھدایہ" ایک انگریز مسٹر برک کی نظر میں :

"اس کتاب میں دماغ کی ایک بڑی طاقت نظر آتی ہے اور ایسا فلسفۂ قانون ہے جس میں بہت باریکیاں پائی جاتی ہیں"

یہ صرف ہدایہ کے خلاصہ کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اگر اصل عربی کتاب "ہدایہ" ملاحظہ کرتا تو اس کی رائے ہدایہ اور صاحب ہدایہ کے متعلق کس قدر عظیم ہوتی۔ (بحوالہ صدق)

مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کا مسلک و مشرب

اصحاب حق واقتصاد کا طریقہ ہے کہ تمام ائمہ سلف کو حق وراستی پر یقین کرتے ہیں۔ اور تمام ائمہ مجتہدین اہل سنت کو اپنے اپنے مجتہدات میں برسر حق و بصیرت سمجھتے ہیں اور سب کی تعظیم و محبت اور عمومی حسن ظن کو اہلسنت کے لئے ایک علامت بتلاتے ہیں۔

سب کا علم وعمل کتاب وسنت پر تھا۔ کوئی نہیں جس نے بلا کسی دلیل و بصیرت کے اجتہاد کیا ہو۔ البتہ عصمت صرف انبیاءؑ کے لئے مخصوص ہے..... انتہیٰ (تذکرہ مولانا آزاد مرحوم)

جہل مرکب

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
درجہل مرکب تا ابد الدہر بماند

قحط الرجال

آنچہ بر جستیم و کم یابیم و بسیار ست و نیست
نیست جز آدم! وریں عالم کہ بسیار و نیست

بقیہ: مکتوب نائجیریا

میں پڑھ لیا ہوگا یہاں کے کچھ معاشی حالات کی بناء پر فوجی حکومت آچکی ہے۔ سربراہ مملکت اب بھی مسلمان ہی ہے اور اکثر گورنر بھی مسلمان ہیں۔

میری یہاں کے علماء طلباء اور عوام میں کافی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ الحمدللہ دینی اعتبار سے ان لوگوں کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ دین کی بات کو بڑے احترام سے سُنتے ہیں۔ ہمارے ملک کے برعکس ان میں علماء کا بہت احترام ہے اور چھوٹے بڑے سب ان کو عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہاں کے امیر وغریب میں تواضع کی صفات پائی جاتی ہیں۔ میرے پاس یونیورسٹی اور کالجز کے نوجوانوں کا حلقہ آتا ہے۔ ان کے دینی جذبات کو دیکھ کر رشک آتا ہے کہ کسقدر اپنے اسلاف کی قربانیوں کو حفظ کئے ہوئے ہیں۔ الحمدللہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہے۔ گشت و تعلیم بھی ہوتے ہیں بہت سے طلباء پاکستان میں اعلیٰ دینی تعلیم کے خواہاں ہیں۔ نوّے فیصد لوگ نمازی ہیں لیکن دینی تعلیم کے بہت کم ہونے کی وجہ سے مسائل سے بے بہرہ ہیں۔ امام مالکؒ کے مقلّدین ہیں۔

ہر سال جماعت نائجیریا رائیونڈ آتی ہے لیکن ابھی کافی محنت کی ضرورت ہے تاکہ کچھ لوگ یہاں کے باشندے پاکستان جانے کے لئے تیار ہو جائیں اور کام کو سیکھ کر اپنے ملک میں اس عظیم کام کو زندہ کرنے کا ذریعہ بنیں۔ عیسائی مشنریوں نے افریقی ممالک کو عیسائیت پھیلانے کا میدان بنایا کیونکہ یہاں جہالت زیادہ تھی اور سادہ لوگ ہیں اسی طرح مرزائیوں نے بھی کوشش کی۔ اب الحمدللہ یہاں اکثر لوگوں کو مرزائیوں کا پتہ چل چکا ہے کہ یہ غیر مسلم ہیں اور اب نائجیریا میں ان کا کچھ بھی زور نہیں بلکہ پاکستان کی طرح اپنے آپ کو چھپانے میں بس پروپیگنڈہ ہے۔ دسمبر میں ایک چھوٹا سا تبلیغی اجتماع ہوا تھا اب اپریل میں انشاء اللہ سارے نائجیریا کا اجتماع ہوگا۔ دُعا کی درخواست کہ اللہ تعالیٰ اخلاص کیساتھ دینی کام میں لگائے رکھے۔ میری تقرری سکوٹو شہر کے ایک کالج میں ہوگئی ہے۔ ابھی تک ہوٹل میں وزارت کے خرچہ پر مقیم ہوں۔ اس کالج میں عربی علوم زیادہ ہیں۔ ہماری طرح قرآن و حدیث، فقہ، ادب، منطق سب پڑھائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری جو تمنّا تھی پوری کردی کہ وہی مضامین مل گئے۔ یہاں ذریعۂ تعلیم انگریزی و عربی دونوں ہی ہیں ورنہ باقی کالجوں میں صرف انگریزی ہے۔ عربی سے ان لوگوں کو بہت محبّت ہے اور نوجوان عربی سیکھنے کی تمنّا کرتے ہیں باہر نکلکر معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی اور عربی کتنی اہم ہے۔ یہاں میں یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ہمارے مدارس میں اگر انگریزی نہیں تو کوئی بات نہیں لیکن عربی تو بولنی آنی چاہیئے۔ پتہ نہیں اس پر کیوں توجہ نہیں دیجاتی۔ اگر اظہار و بیان نہ کر سکے تو کسی کے علم کا کیا پتہ چلے گا۔ بلکہ ہمارے ہاں بھی ذریعہ تعلیم عربی ہونا چاہیئے۔ نائجیریا میں پاکستان کا پڑھا لکھا طبقہ بے شمار ہے۔ "الرشید" کا پرچہ مجھے بھی ارسال فرمایا کریں تو زہے کرم تاکہ اپنی مادرِ علمی کی یاد تازہ ہوتی رہا کرے جسکو میں کبھی بھی بھول نہ سکوں گا۔ اس سال ماہ رمضان میں عمرہ کا ارادہ ہے۔ دُعا کی درخواست ہے۔ حضرت العالی استاذی بڑے مولانا صاحب، پیر جی عبدالعلیم صاحب مولانا مطیع اللہ صاحب کی خدمت میں سلام۔ والسلام: محمد جمیل احمد استاذ سلطان ابوبکر کالج سکوٹو۔ نائجیریا۔

ع ہے دل روشن مثال دیوبند

دارالعلوم دیوبند

ہند میں تو نے کیا اسلام کا چرچا

حکیم محمد عبدالحمید بیگ دہلوی

مرحبا صد مرحبا دارالعلوم دیوبند / [illegible] نے ڈالی ہے کمند

دوڑ میں خدمات دیں کی سبقت لے گیا / [illegible]

سنت خیر الوریٰ کا درس کر کے عام پھر / نافذ ہر اہل بدعت کا کیا ہے تو نے بند

راستہ روکا ہے ہر باطل کا ہر الحاد کا / باندھ کر سیلاب طاغوتی کے آگے تو نے بند

کس ادائے خاص سے سر تو نے ہر میداں کیا / کیا خرام ناز سے ڈلکی چلا تیرا سمند

بند لادینی کو یکسر کاٹ کے یوں رکھدیا / کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے تو نے اسکا بند بند

تیرے مفتی تیرے واعظ اور مدرس مہتمم / سب کے سب ہیں جوہر للہیت سے بہرہ مند

راہ حق پہ گامزن تو ہر قدم ہر موڑ پر / اہل اہوی چوں سراسیمہ سوئے باطل میروند

تیرے سر سہرا ہے قرآن وحدیث پاک کا / چشم باطل سے پہنچ سکتی نہیں تجھ کو گزند

دیو کے بندے تجھے کہتے ہیں جو کہتے رہیں / دیو کو تو بند کر کے ہوگیا ہے دیوبند

جشن صد سالہ ترے شایان شاں کیونکر نہ ہو / چوں نظر بازاں ترا یکسر مجدد گفتہ اند

حکمت شاہ ولی اللہؒ کا افسوں پھونک کر / علم کے شیشے میں تو نے کر دیا" ہر دیوبند"

آئینہ میں حال کے روشن ہے مستقبل ترا / جیسے ماضی کی درخشاں ہیں روایات بلند

حضرت قاسمؒ نے جو پودا لگایا تھا کبھی / حکمت طیبؒ سے بڑھ کر آج ہے وہ سربلند

ہے دعا یہ شاعر لاہور کے الفاظ میں / شادباش وشادزی اے سرزمین دیوبند

ڈاکٹر محمد حبیب اللہ رشیدی
مدیر "الرشید" و ناظم اعلیٰ
جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال (پاکستان)

[جمعیۃ اسلامیہ پشاور]

ماہنامہ
الرشید
لاہور
بادارت
فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند
مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ جدید ساہیوال پاکستان

مؤتمر ابناء دار العلوم واخوانِ دیوبند کا ترجمان

سلسلۂ کار: حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ رائپوری بانی جامعہ رشیدیہ

جلد: ۱۲ — اپریل، مئی ۱۹۸۴ء

ماہنامہ

اَلرَّشِید

شمارہ ۵، ۶ — رجب / شعبان ۱۴۰۴ھ

مدیر اعلیٰ — فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر — عبدالرشید ارشد

بنظامت — (پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

خطاط — حزب اللہ خالد

مقام اشاعت — ۳۲ / اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر — منارج الدین اصلاحی، شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

سالانہ چندہ: ۲۰ روپے

فی شمارہ: ۲ روپے

آئینہ مضامین

راشدات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ استقبالیہ

برائے

اجلاس مجلس شوریٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملتان

از: مولانا فیض احمد صاحب مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان

معزز علماء کرام و ضیوف عظام!

میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کا ہر بُن مو سے لاکھ بار شکر ادا کرتا ہوں جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم خدام کو پاکستان کی عظیم تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے معزز مندوبین علماء کرام و مشائخ عظام کی زیارت و ملاقات کا شرف مرحمت فرمایا ہے۔

میں اکابر وفاق کا احسان مند اور شکر گذار ہوں کہ آپ حضرات کی ذرہ نوازی و شفقت سے ہمیں اس مقدس و مبارک اجتماع کی برکات سے استفادہ کا موقع بخشا گیا ہے۔

میں جامعہ قاسم العلوم ملتان کے اساتذہ و طلبہ اور کارکنان کی طرف سے خصوصاً اور اہالیان ملتان کی طرف سے عموماً انتہائی واجب الاحترام معزز و مکرم مندوبین، ضیوف کرام کا صمیم قلب سے خیر مقدم کرتا ہوں کہ آپ حضرات سفر کی صعوبتیں و کلفتیں برداشت کرتے ہوئے ایک عظیم مقصد کے لئے یہاں تشریف لائے اور ہم خدام کو میزبانی و خدمت کا موقع بخشتے ہوئے ہماری عزت افزائی فرمائی۔ فجزاکم اللہ عز وجل

بزرگان محترم!

اس حقیقت میں اختلاف کی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول اور دنیا کے مدبرین کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ معاشرہ کو جس نہج پر چلانا مقصود ہوتا ہے سب سے پہلے اس نہج کے مطابق تعلیم و تربیت کا نظام ترتیب دیا جاتا ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ہمہ گیر جامع فکری، عملی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اصلاحی انقلاب لائے تھے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے پناہ قربانیاں دے کر جس انقلاب کو اس کی آخری منزل تک پہنچایا تھا اس انقلاب کی بسم اللہ ''اقرأ'' سے کی گئی تھی اور اس کی اساس و بنیاد کتاب و حکمت کی تعلیم و تربیت پر رکھی گئی تھی۔

ارشادِ ربانی ہے!

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ؕ

اسی طرح آج سے سوا سو سال قبل برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کا نظام تعلیم و تربیت اور اس کے بالمقابل لارڈ میکالے کا نظام تعلیم و تربیت اسی مسلمہ اصول و معمول کے تحت وجود میں لائے گئے تھے۔ ایک صدی سے ان متضاد نظام ہائے تعلیم کے عواقب و نتائج سب کے مشاہدہ کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔

کوئی بھی منصف دانشور اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا کہ موجودہ دور میں دینی جامعات و مدارس اسلام اور علوم اسلام کی اشاعت و حفاظت کا سب سے اہم ذریعہ ہیں۔ انہی کے فضلاء کرام سے مساجد آباد ہیں جو اصلاح معاشرہ اور ملک و ملت کی تعمیر و اصلاح میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ ملک میں جتنی جماعتیں، ادارے اور افراد کسی بھی صورت میں صحیح دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ الحادی فتنوں کا مقابلہ کر رہے ہیں وہ سب براہ راست یا بالواسطہ انہی مدارس دینیہ کے خوشہ چیں اور فیضیافتہ ہیں۔ اس لئے ان مدارس عربیہ کا تحفظ و استحکام، ان کی آزادی و استقلال اور تشخص کو برقرار رکھنا ازحد ضروری ہے۔

محترم قائدین ملت!

بلا ریب پوری انسانیت کی صلاح و فلاح علوم نبوت کی نشر و اشاعت اور ان کے ملک و ملت کی تعمیر و اصلاح پر موقوف ہے۔ علوم نبوت کی نشر و اشاعت صرف انہی ظروف و احوال میں مؤثر و مثمر بن سکتی ہے جن ظروف و احوال میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت نے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی ظروف و احوال سے مراد اخلاقِ نبوت ہیں۔ اخلاص و للٰہیت، زہد و قناعت، توکل و اعتماد علی اللہ صبر و استقامت، ایثار و قربانی، سادگی و جفاکشی، اتحاد و یکجہتی۔

آج کے دور میں ان ظروف و احوال کے حاصل کرنے کا آسان طریقہ تبلیغی جماعت سے ربط اور اس کے پروگراموں میں شرکت ہے۔ ہمارے اکابر کی چلائی ہوئی اس جماعت کی شب و روز بے لوث قربانی اور محنت سے لاکھوں انسان اس وقت پوری دنیا میں مسلسل دینی حرکت میں ہیں۔ اپنی اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق مال، وقت، آرام کی قربانی دے رہے ہیں جن کے عملی نقشوں سے متاثر ہو کر متمدن ترقی یافتہ ممالک کے غیر مسلم دانشور جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش بن رہے ہیں یا کم از کم اسلام کے قریب آ رہے ہیں۔ تمام اقوام عالم اس کا جواب و مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ بندہ کی ناقص رائے میں ہفتہ وار اور سالانہ تعطیلات کے دوران اساتذہ کرام ارباب انتظام اور عزیز طلبہ کا جماعت کے پروگرام میں شرکت فرمانا ہر لحاظ سے مفید اور باعث برکت ہوگا۔ اس وقت ہمارے تعلیمی ماحول میں تربیت کا جو خلا محسوس کیا جا رہا ہے وہ اس

اضافی محنت سے کافی حد تک پُر ہو جائے گا۔ انشاء اللہ الکریم۔

محترم بزرگانِ ملت!

یہ اہلِ اسلام کی سعادت و خوش بختی ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آخری نظامِ حیات کتاب و سنت کی صورت میں محفوظ ہے۔ یہ اللہ پاک کی امانت ہے۔ تمام اقوامِ عالم تک اسکو پہنچانا اور اس کی اہمیت و ضرورت، افادیت و برتری سے ان کو روشناس کرانا اہلِ اسلام کی ذمہ داری ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

ظاہر ہے کہ ملتِ اسلامیہ اس اہم دینی عالمی فرض سے صرف اس صورت میں سُرخ رُو ہو سکتی ہے کہ پہلے وہ خود اسے پڑھے، سمجھے، اپنائے۔ پھر اقوامِ عالم کی تمام زبانوں میں ان تک پہنچائے۔ لیکن انتہائی افسوس ہے کہ اسوقت اُمتِ محمدیہ کی غالب اکثریت اس نعمتِ خداوندی سے ناآشنا اور اس کے تقاضوں سے بے خبر ہے۔ بلکہ خدا فراموش عناصر اور طبقوں کے بنائے ہوئے نظاموں سے مرعوب اور فکری و عملی طور پر ان کے تابع ہیں۔ آج لارڈ میکالے کا نظامِ تعلیم و تربیت ملک کے گاؤں گاؤں پہنچ چکا ہے۔ مسلمانوں کے لاکھوں بچے بچیاں اس سے متاثر ہیں۔

ادھر عیسائیت و قادیانیت، اشتراکیت، مغربیت، صیہونیت و اباحیت، الحاد و تحریف اور رفض و بدعت کے بیشمار بیرونی و اندرونی فتنوں نے پوری اُمت کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے۔ سکول و کالج، یونیورسٹی، دفتر، بازار کارخانہ کھیت زندگی کے سارے میدان ان فتنوں کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔

ان نازک حالات نے علماءِ حقانی اور ان سے وابستہ دردِ دین اور دردِ دل رکھنے والے حضرات کو بے چین رکھا ہے۔ ان غیر معمولی حالات میں ضروری ہے کہ ہمارے مدارسِ دینیہ کے فضلاءِ کرام اقوامِ عالم تک پیغامِ حق پہنچانے کے لئے اور اندرونی و بیرونی فتنوں کے دامِ تزویر سے ملتِ اسلامیہ کو نکالنے کے لئے ایک طرف تمام علومِ دینیہ میں مہارت و رسوخ رکھتے ہوں۔ دوسری طرف بقدرِ ضرورت تاریخ، جغرافیہ، حساب وغیرہ علومِ عصریہ سے آشنا ہوں۔ تاکہ جس زبان و عنوان سے باطل کے نمائندے گمراہی پھیلائیں اس زبان و عنوان سے حق کے نمائندے ان کی پھیلائی ہوئی گمراہی کا ازالہ کر سکیں اور ان کی بکھری ہوئی زہر کا تریاق بن سکیں۔

لائقِ صد احترام علماءِ کرام!

ہر اجتماعی کام میں کامیابی حاصل کرنے کی ایک اہم شرط یہ ہے۔ نظم و ضبط اور مسلمہ اصول و قواعد کی پاسداری کرنا۔ اربابِ حل و عقد کی ہدایت کی پابندی کرنا۔

حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل و کرم سے آج وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا مقام اور وزن ملک و ملت کے ہر طبقے میں محسوس کیا جا رہا ہے۔ بڑے بڑے منظم ادارے اور طبقے اسے قابلِ رشک قرار دے رہے ہیں۔ بیرونِ ملک مکۃ مکرمہ،

مدینہ منورہ، ریاض، قاہرہ کے جامعات اور یونیورسٹیوں تک اس کی اہمیت و افادیت تسلیم کی جا رہی ہے۔

وفاق المدارس کی یہ مقبولیت حقیقت میں نتیجہ و ثمرہ ہے، اس کے بانی حضرات کے اخلاص، تدبر، دوراندیشی کا، اور اس کے موجودہ قائدین کے خلوص، صحیح فکر و عمل اور جہد مسلسل کا۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اس عظیم تنظیم کے بانی و مؤسس تھے جنہوں نے بروقت حالات کی رفتار و نزاکت کا احساس کرتے ہوئے صحیح خطوط پر اسکی اساس و بنیاد قائم کی۔

یہ اُن بانی حضرات کا ملک و ملت، مدارس دینیہ اور علماء و طلباء پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان کے کمالات سے متمتع فرمائے۔

میں اس عظیم تنظیم کے قائدین صدر وفاق حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ اور ناظم اعلیٰ مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ اور ناظم وفاق مولانا محمد انور شاہ صاحب کی خدمت عالیہ میں مبارکباد اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان اکابر کے خلوص و تدبر اور جہدِ مسلسل سے اور ان کے رفقاءِ کار و احباب کی شب و روز محنت سے وفاق المدارس العربیہ اس قابل رشک مقام تک پہنچا ہے۔ (اللھم زد فزد)

یہاں پہنچ کر میں وفاق سے ملحق تمام جامعات و مدارس و مکاتب کے ارباب حل و عقد کی خدمت میں یہ گذارش پیش کرتا ہوں کہ:

"ہم سب لوگ طلبہ کی تعلیم و تربیت، درجہ وار امتحانات، مدارس کے باہمی ربط، اساتذہ کرام کی یکجہتی وغیرہ تمام شعبوں میں جس قدر وفاق المدارس کے قواعد و ضوابط کی پابندی کریں گے۔ جس قدر اکابر کی ھدایات اور احباب کے مشوروں کی پاسداری کریں گے اُتنا ہی وفاق مضبوط و مستحکم ہوگا۔ اس کی افادیت و معنویت میں اضافہ ہوگا۔ ملک و ملت کے دینی و دُنیاوی مفاد میں اس کے دُور رس اثرات سامنے آئیں گے۔ انشاء اللہ"

آخر میں بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ یا اللہ پوری اُمت کو ہدایت عطا فرما۔

یا ارحم الراحمین!

اس راہ کی مشکلات دُور فرما، ہمیں اکابر سے وابستہ رکھ ہم سب کو اپنے دین حق کی خدمت کے لئے قبول فرما۔ آمین!

افتتاحیہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

از : حضرت مولانا سمیع الحق صاحب رکن مجلس شوریٰ و مدیر "الحق"
خلف الرشید حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ
سرپرست وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدارس عربیہ پاکستان کی تنظیم وفاق المدارس کے ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ مارچ ۱۹۸۴ء کو قاسم العلوم ملتان میں نصاب تعلیم کمیٹی، مجلس عاملہ اور مجلسِ شوریٰ کے کئی مختلف اجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں صدر وفاق المدارس مولانا محمد ادریس صاحب اور ناظم اعلیٰ مولانا سلیم اللہ خان صاحب کراچی کے علاوہ ملک کے چاروں صوبوں سے سینکڑوں مقتدر علماء اور دینی مدارس کے مہتممین، اکابر علماء و اساتذہ اور دینی جرائد کے مدیرانِ گرامی نے شرکت کی۔ سہ روزہ اجلاس کی مختلف نشستوں میں وفاق کی تنظیم، استحکام، وسعت اور طریق کار کے سلسلہ میں غور و خوض کیا گیا۔ مدارس عربیہ کے نصابِ تعلیم کی یکسانیت اور درسِ نظامی کی تشکیلِ جدید کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ اور الحمدللہ کہ وفاق المدارس کو اس سلسلہ میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔

علمی انحطاط، اجتماعی پراگندگی، بے نظمی، سیاسی بے شعوری، افتراق و انتشار اور تعلیمی و علمی حلقوں کے زوال و اضمحلال کے اس دور میں صرف " وفاق المدارس العربیہ" کی تنظیم ہی ایک ایسا نقطۂ وحدت ہے جس پر ولی اللّٰہی قافلہ سے تعلق رکھنے والے تمام طبقے جمع ہیں اور الحمدللہ کہ اب " وفاق " ایک غیر منقسم وحدت بن چکا ہے۔

برصغیر میں جب انگریزی استعمار کے نتیجے میں انگریزی تمدن، انگریزی تہذیب اور اباحیت والحاد کا سیلاب بڑھنے لگا تو انگریزی تعلیم و تہذیب، عزت و وقار کا معیار بن گئی اور قوم کا عمومی رُخ دینی علوم کی بجائے لارڈ میکالے کی تعلیم کی طرف موڑ دیا گیا اور استعماری طاقتیں اپنے خاص منصوبوں کے ساتھ تخویف و تحریص اور طمع و لالچ کے ساتھ اور تمام وسائل کو بروئے کار لا کر اہلِ اسلام کو دینِ حقہ سے برگشتہ کرنے لگیں ایسے پُر آشوب حالات اور کٹھن دور میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور آپ کے رفقاء نے بالہام ربانی ایک منظم شکل میں دینی مدارس قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور دیگر کئی مدارس کی بنیادیں رکھیں۔ رفتہ رفتہ یہ تحریک پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور دینی مدارس کا ایک وسیع جال پھیلا دیا گیا۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں مدارس عربیہ اسلامیہ کو جو سب سے زیادہ خطرہ لاحق رہا وہ یہ کہ یکے بعد دیگرے ہر حکومت مدارس عربیہ کو اپنی تحویل میں لے کر انکا رُخ جدید عصری علوم کی طرف موڑنا چاہتی تھی اور اس طرح دینی مدارس کو اپنے مقصد و موضوع کے اعتبار سے اپاہج کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ دینی مدارس جو کسی حکومت کے دخل کے بغیر آزادانہ و خود مختارانہ خدمات انجام دے رہے ہیں کارضاکارانہ طور پر ایک ایسا بورڈ اور تنظیم تشکیل دی جائے جو مدارس عربیہ کے تحفظ و بقا اور استحکام کے ساتھ ساتھ نصاب تعلیم میں یکسانیت، تعلیمی معیار کی بلندی امتحانات اور ان کے طریق کار اور نظم و ضبط کو بہتر سے بہتر اور معیاری بنانے کا کام کرے اور سب کو ایک لڑی میں پرو کر ملت کی وحدت کو برقرار رکھے۔

چنانچہ اکابر علماءِ دیوبند نے اپنے ایک اہم اجلاس میں اس تجویز کی منظوری دیدی جو مختلف مراحل سے گزر کر بالآخر ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ کو وفاق المدارس العربیہ کے نام سے ایک جامع، عالمگیر اور وسیع تنظیم کی صورت میں وجود میں آئی:

چنانچہ وفاق نے اپنے یوم تاسیس سے لیکر آج تک مرحلہ وار جتنی خدمات بھی سرانجام دی ہیں سب کا اصل محور اور خلاصہ مدارس عربیہ کو ایک نقطۂ وحدت پر جمع کرنا ہے۔ اور بحمد اللہ کہ اس مقصد میں وفاق اور خاص کر موجودہ قیادت کو کافی حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ مدارس جو انفرادیت، بدنظمی اور علمی و فکری انحطاط و اضمحلال کا شکار تھے فکری و علمی ترقیوں کی طرف گامزن ہوئے اور وفاق کی برکت سے دینی علوم اور تعلیمی نصاب و نظام اور باہمی ربط و اعتماد اور آپس میں اتحاد و اتفاق میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ اور اب بحمد اللہ وفاق سے وابستہ مدارس کی تعداد ایک ہزار کے قریب پہنچ چکی ہے۔ جبکہ اس سے قبل وفاق سے وابستہ مدارس کی تعداد تین سو کے لگ بھگ تھی۔

حکومت کے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اور مدینہ یونیورسٹی سے سندات کا معادلہ اور معاولہ کے لئے انگریزی کی شرط ختم کرانے کیساتھ وفاق کو ملک و بیرون ملک اور اعلیٰ علمی حلقوں میں متعارف کرانا اور اس نوع کی کئی خدمات کا سہرا وفاق المدارس کی موجودہ قیادت کے سر ہے۔

(کلمۃ الحق)

معراج جسمانی و حقیقی

سفر اسراء و معراج

مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم

انسانوں کی ھدایت و راہنمائی کے لئے جتنے بھی رسُول حق تعالیٰ نے مبعوث فرمائے ہیں۔ ان کو نشانِ صداقت کے طور پر کچھ ایسی علامات عطا فرمائیں جو دوسروں کے لئے باعثِ حیرت ہوں اور ان کا مقابلہ کرنا بس سے باہر ہو۔

پیغمبروں کی انہی علامتِ صداقت کو شرعی اصطلاح میں معجزات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تمام پیغمبروں اور رسولوں کو جتنے بھی معجزے عطا فرمائے گئے وہ اور ان سے بڑھ کر معجزات آخر الانبیاء اور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے۔

انبیاء سابقین کے تمام معجزات کا تعلق زمین سے تھا اور ان کا ظہور صرف زمین پر ہوا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اور بہت سے کمالات اور منصبِ نبوت و رسالت کے اعتبار سے امتیاز بخشا گیا اسی طرح معجزات کی کمیت اور کیفیت اور ان کی نوعیت کے لحاظ سے بھی خصوصیت عطا کی گئی۔

آپ کے معجزات کا ظہور زمین پر بھی ہوا اور کواکب و سموات کی بلندیوں پر بھی۔ پھر آپ کے خصوصی اور امتیازی معجزات بھی بہت سے ہیں۔ جن میں سے بعض کا وجود دائمی اور استمراری ہے۔ جیسے قرآن پاک اور دین اسلام کا بقاء و تحفظ قیام قیامت تک اور بعض معجزات اپنے وجود کے اعتبار سے وقتی ہیں۔ اور بقائے شہرت کے اعتبار سے دائمی، نیز یہ کہ بعض کا تعلق عالمِ شہادت اور عالمِ مثال سے ہے اور بعض کا تعلق عالمِ غیب سے اور عالمِ آخرت سے۔ جیسے شفاعتِ کبریٰ کہ اس کا ظہور عالمِ آخرت میں ہوگا، جو کہ عالمِ غیب ہے۔ اور معجزۂ اسراء و معراج جو آپ کے خصوصی اور مشہور ترین معجزات میں سے ہے۔ اس کا ظہور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہوا اور اس معجزے کا تعلق عالمِ دُنیا اور عالمِ شہادت سے بھی ہے اور عالمِ مثال سے بھی۔

اس معجزے کے بارے میں تمام صحابہ و تابعین اور علماءِ اسلام کا اتفاق ہے کہ اسراء و معراج یعنی اس معجزے کے دونوں حصوں کا وقوع ایک مرتبہ جسمانی طور پر بحالتِ بیداری ہوا ہے جس پر اس واقعہ کی تفصیلات شاہد ہیں۔

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو جب کفار قریش کے سامنے بیت المقدس تک کے سفر اسراء کو بیان فرمایا تو کفار نے نہ صرف اس پر تعجب کیا بلکہ آپ کا مذاق اُڑایا اور بیت المقدس اور اس کے راستے کی علامتیں اور نشانیاں دریافت کیں۔

اگر یہ محض ایک خواب ہوتا تو اس طرح کا خواب دیکھنا نہ کوئی معجزہ ہے اور نہ رسولوں اور پیغمبروں کی یہ کوئی خصوصیت ہے ایک عام مسلمان بلکہ ایک کافر بھی دور دراز مقامات میں جانے کا خواب دیکھ سکتا ہے نہ اس طرح کا خواب دیکھنے کی ایسی اہمیت تھی کہ آپ مجمع کفار میں جاکر اسکو امتیازی شے کے طور پر بیان فرماتے اور نہ کفار ہی اسپر تعجب کرتے۔ آخر آپ کا مذاق اڑانے کی کوئی وجہ ہو سکتی تھی۔ نہ بیت المقدس وغیرہ کی نشانیاں دریافت کرنا کوئی معقولیت تھی۔ اس معجزہ اسراء و معراج کے علاوہ بھی آپ کو روحانی اور منامی طور پر بھی معراج ہوئی ہے۔ اور ایک دو صحابہ سے جو مروی ہے کہ انہوں نے معراج کو معراج روحانی کہا ہے۔ اس سے مراد یہ معجزانہ معراج نہیں ہے بلکہ دوسری منامی اور روحانی معراج ہے۔

غرض یہ معجزہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور ترین اور خصوصی معجزات میں سے ہے۔ اس معجزے کے دو حصے ہیں۔ ایک مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا بیت المقدس سے عرش الٰہی تک۔ پہلے حصے کو اصطلاحی طور اسراء کہا جاتا ہے اور دوسرے کو معراج۔ اور کبھی دونوں حصوں کے مجموعے کو بھی معراج یا اسراء کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

معجزہ اسراء و معراج کب پیش آیا۔ اس بارے میں علماء سیرت کی مختلف رائیں ہیں۔ راجح قول یہی ہے کہ ۱۰ نبوی میں شعب ابی طالب سے واپس مکہ مکرمہ آپ کے تشریف لے آنے کے بعد خواجہ ابوطالب اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا ہے جس کا آپ کو بیحد صدمہ ہوا۔ اور یہ سال عام الحزن کہلایا۔ اور روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے ہوئی۔ بہر حال راجح اور قوی رائے یہی ہے کہ سفر طائف سے واپسی کے بعد ۱۱ھ یا ۱۲ھ نبوی میں معراج کا واقعہ پیش آیا ہے۔ اسی طرح مہینہ کی تعین میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے۔

مشہور رائے یہی ہے کہ ۲۷ رجب کی شب میں آپ نے سفر اسراء و معراج کیا ہے

سفر اسراء یعنی مسجد حرام سے بیت المقدس تک آپ کا تشریف لے جانا قرآن کریم میں دوسری جگہ ذکر کئے گئے ہیں۔ متعدد احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس معجزے کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ایک شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے مکان میں آرام فرما رہے تھے۔ آپ پوری طرح سوئے ہوئے نہیں تھے۔ نیم خوابی کی حالت میں دفعتاً آپ نے دیکھا کہ مکان کی چھت کھلی۔ اور اس میں سے حضرت جبرائیل امینؑ اترے اور ان کے ساتھ کچھ اور فرشتے بھی تھے۔ جبرائیلؑ نے آپ کو اچھی طرح بیدار کیا اور اپنے ہمراہ مسجد حرام لیگئے۔ وہاں جاکر آپ نے حطیم کعبہ میں آرام فرمایا تھوڑی دیر کے بعد جبریل امین اور حضرت میکائیل نے آپکو بیدار کیا۔

اور چاہ زمزم کے قریب لے گئے وہاں آپ کے سینہ کا آپریشن کیا اور شق صدر کر کے قلب اطہر نکالا اور آب زمزم سے دھویا اور اسکو ایمان والیقان اور حکمت و معرفت سے پُر کر کے سینہ میں رکھدیا اور سینہ کو درست کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ کے سامنے جنت کی نہایت تیز رفتار سواری براق کو پیش کیا گیا۔ آپ اسپر سوار ہوئے اور بیت المقدس کے سفر کا آغاز ہوا۔ راستے میں ایک ایسی جگہ آپ کا گذر ہوا جہاں کثرت سے کھجور کے درخت تھے۔ حضرت جبریلؑ نے کہا کہ آپ یہاں اُتر کر نماز پڑھیئے آپ نے وہاں نماز نفل پڑھی۔ جبریل امینؑ نے دریافت کیا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟

آپ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا آپ نے یثرب میں نماز پڑھی ہے جہاں آپ ہجرت کریں گے۔

آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو راستے میں وادیٔ سینا پر گذر ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے وہاں بھی اسی طرح نماز پڑھوائی اور بتایا کہ یہ وادیٔ سینا ہے اور آپ نے شجر موسیٰ کے قریب نماز پڑھی جہاں حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ یہاں سے بُراق پر سوار ہو کر آپ چلے تو راستہ میں شہر مدین آیا جو حضرت شعیبؑ کا وطن تھا اسطرح آپ نے وہاں بھی نماز پڑھی اور روانہ ہوئے پھر راستہ میں ایک مقام آیا حضرت جبریلؑ نے وہاں بھی نماز پڑھنے کو کہا آپ نے اس جگہ بھی نماز نفل ادا کی۔ بعد میں جبریلؑ نے بتایا کہ یہ بیت اللحم ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے۔

گویا اس سفر میں ان مقاماتِ ارضی کی بھی آپ کو سیر کرائی گئی جن کو الگ الگ انبیاءِ سابقین کے ساتھ شرفِ نسبت حاصل تھا۔ اسی طرح آپ کو عالمِ مثال کی بھی بہت سی چیزیں اس معجزے کے دوران مشاھدہ کرائی گئیں اور روایات میں بیان کی ترتیب سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ مشاھدات سفر اسراء میں بیت المقدس پہنچنے سے پہلے کرائے گئے ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر براق پر سوار ہونیکے متصلاً اور مسجد اقصیٰ پہنچنے کے واقعات سے پہلے کیا گیا ہے۔ اس لئے ظاہر یہی ہے کہ عالم مثال کے یہ مشاھدات عروج وسموٰات سے پہلے کے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ راستے میں ایک بوڑھی عورت کے پاس سے آپ کا گذر ہوا اس نے آپ کو آواز دی۔ جبریل علیہ السلام جو آپ کے ساتھ تھے انہوں نے فرمایا آپ چلئے اس کی طرف التفات نہ کیجئے پھر آگے چلے تو ایک بوڑھا مرد نظر آیا۔ اس نے بھی آواز دی۔ جبریل امینؑ نے کہا آپ چلتے رہئے اس کی طرف توجہ نہ کیجئے پھر آگے چلے تو آپ کو چند حضرات ملے جنہوں نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت جبریل نے کہا ان کے سلام کا جواب دیجئے اس کے بعد جبریل امینؑ نے بتایا کہ؛

"وہ بوڑھی عورت جو راستے میں ایک طرف کھڑی تھی اور آپ کو آواز دے رہی تھی وہ دُنیا تھی۔ دنیا کی اب اتنی ہی عمر باقی رہ گئی ہے جتنی اس عورت کی عمر باقی ہے۔ اور وہ بوڑھا مرد جس نے آپ کو بعد میں آواز دی تھی وہ شیطان تھا۔

ان دونوں کا مقصد آپ کو اپنی طرف مائل کرنا تھا اور وہ چند حضرات کی ایک جماعت جو آخر میں ملی تھی جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ تھے۔"

راستہ میں آپ کا گذر ایک قوم پر بھی ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے اور وہ ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور کھروچ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا جبریل امینؑ سے کہ یہ کون لوگ ہیں؟

حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں اور ان کی آبرو ریزی کرتے ہیں۔

ایک شخص کو آپ نے دیکھا کہ نہر میں تیر رہا ہے اور پتھروں کا لقمہ بنا بنا کر چبا رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب دیا کہ یہ سُود خور ہے۔

کچھ لوگوں کے پاس سے آپ کا گذر ہوا جو اس طرح کاشت کر رہے ہیں کہ ایک دن میں تخم ریزی بھی کرتے ہیں اسی دن میں کھیتی بھی کاٹ لیتے ہیں اور کاٹنے کے بعد پھر ویسے ہی سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتا ہے جیسی پہلے تھی آپ نے جبریل امینؑ سے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟

"حضرت جبریلؑ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ان کی ایک نیکی اسی طرح سات سو گونہ سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں حق تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے" پھر آپ کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے اور کچل جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے تھے جیسے پہلے تھے۔ یہی سلسلہ جاری تھا جو ختم نہیں ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تو جبریل امینؑ نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں میں کاہلی کرتے تھے۔

اثنائے راہ میں آپ نے ایک قوم کو دیکھا کہ جن کی زبانیں اور ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ اور کٹ جانے کے بعد پھر صحیح و سالم ہو جاتے ہیں اور پھر کاٹے جاتے ہیں یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ آپ نے دریافت فرمایا تو جبریل امینؑ نے کہا کہ یہ آپ کی اُمت کے وہ واعظ و خطیب اور مقرر جو دوسروں کو تو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس سفرِ اسراء کے یہ واقعات ہیں جن کا تعلق عالمِ مثال سے ہے اور اُمت کے لئے سبق آموز اور درسِ عبرت ہیں۔

غرضیکہ آپ نہایت تیز رفتار بُراق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے۔ براق اس حلقہ میں باندھا جس میں انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ مسجد اقصیٰ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز کے طور پر استقبال کے لئے حق تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمع فرمایا تھا تھوڑی دیر میں اذان دی گئی اس کے بعد صفیں بنا کر تکبیر کہی گئی۔ حضرت جبریلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر امامت

کے لئے آگے بڑھایا۔ آپ نے امام بن کر سب کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت جبریلؑ نے پوچھا آپ کو علم ہے کہ یہ کون لوگ ہیں جن کو آپ نے نماز پڑھائی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جبریل امینؑ نے کہا کہ جتنے نبی حق تعالیٰ نے مبعوث فرمائے ہیں اُن سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ بیت المقدس میں آپ کے تشریف لانے کے بعد آسمان سے فرشتے بھی نازل ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملائکہ نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام اور ملائکہ کا آپ کو امام بنانا اشارہ تھا آپ کے سید الاولین والآخرین ہونے کی طرف۔

اس کے بعد حضرت جبریل امینؑ اور دوسرے ملائکہ کی معیت میں آپ کے دوسرے سفر کا آغاز ہوا۔ اور سمٰوٰت کی طرف آپ نے عروج فرمایا۔ آسمان دُنیا پر پہنچے تو وہاں کے دربان فرشتوں نے دریافت کرنے کے بعد دروازہ کھولا، اندر داخل ہوئے تو ایک نہایت بزرگ شخص کو آپ نے دیکھا۔ حضرت جبریل نے تعارف کرایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں۔ انکو سلام کیجئے، آپ نے سلام کیا حضرت آدمؑ نے جواب دیا اور مرحبا کہا اور دُعائے خیر دی۔ آپ نے دیکھا کہ کچھ صورتیں حضرت آدمؑ کے داہنی جانب ہیں اور کچھ بائیں جانب۔ جب حضرتِ آدمؑ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ آپ کے دریافت کرنے پر حضرت جبریلؑ نے بتایا کہ دائیں جانب ان کی نیک اولاد اور بائیں جانب بری اولاد کی صورتیں ہیں۔ پھر آپ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ اسی طرح وہاں بھی دربان فرشتوں نے استقبال کیا۔ اندر تشریف لے گئے۔ تو حضرت یحییٰؑ اور حضرتِ عیسیٰؑ سے آپ کی ملاقات کرائی گئی۔ انہوں نے دُعائیں دیں۔ تیسرے آسمان پر اسی طرح حضرت یوسفؑ سے تعارف اور سلام و کلام ہوا۔ چوتھے آسمان پر حضرتِ ادریسؑ سے، پانچویں آسمان پر حضرتِ ہارونؑ سے اور چھٹے پر حضرتِ موسیٰؑ سے اور ساتویں آسمان پر حضرتِ ابراہیم خلیل اللہؑ سے ملاقات کرائی گئی۔ ان سب نے آپ کا پُرجوش استقبال کیا۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس ترتیب سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملاقات کرانا اشارہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ادوار کی طرف اشارہ تھا۔ اس کے بعد آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف عروج کیا سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بہت بلند بیری کا درخت ہے۔ زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ پہلے یہیں تک جاتی ہے اس کے بعد اوپر اٹھائی جاتی ہے اسی طرح ملاءِ اعلیٰ سے جو چیز نازل ہوتی ہے وہ پہلے وہاں آکر ٹھہرتی ہے پھر وہاں سے نیچے اترتی ہے۔ یہاں سے مقام حریف الاقلوب کی جانب آپ تشریف لے گئے جہاں کا تبانِ قضا و قدر لوحِ محفوظ سے فرشتے جو امور اور احکامِ خداوندی نقل کرتے ہیں ان کے قلموں کی لکھتے ہوئے آپ نے آواز سُنی۔ اس کے بعد قرب خداوندی کے اس بلند ترین مقام میں آپ تشریف لے گئے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپسے کلام فرمایا اور آپ کو خاص وحی سے نوازا۔ اس وحی میں حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف اور خصوصیات بیان فرمائیں جو آپ کے سوا کسی اور مخلوق کو عطا نہیں کی گئیں۔

(صدائے اسلام)

مسلسل ۲

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصّہ

تحریر: مولانا حافظ علامہ مجیب اللہ صاحب مدظلہ ندوی مدیر جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ

اس دور قحط الرجال میں مردوں کیساتھ ساتھ بہت سی خواتین نے بھی اپنی ساری توجہ اس فن پر مبذول رکھی۔ ان میں سے کچھ خواتین کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور محدثات ہیں جن کا فرداً فرداً تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ اس لئے صرف ان کا نام مع تاریخ وفات نقل کر دیا جاتا ہے۔

نغمہ بنتِ علی متوفیہ ۶۰۴ھ، یہ ست الکتبہ کے نام سے مشہور ہیں۔ لعقیہ بنتِ محمد، زینب بنت ابراہیم متوفات ۶۱۱ھ، عین الشمس بنتِ احمد بن الفرج متوفاۃ ۶۱۱ھ، یاسمین بنتِ عبداللہ متوفاۃ ۶۱۱ھ، زہرہ بنت محمد متوفاۃ ۶۲۲ھ، جمال النساء بنت احمد متوفاۃ ۶۴۰ھ، سعید بنتِ عبدالملک متوفاۃ ۶۱۱ھ فاطمہ بنتِ سعید الخیر متوفاۃ ۶۴۳ھ ربیعہ خاتون متوفاۃ ۶۶۳ھ فاطمہ متوفاۃ ۶۷۰ھ یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی پوتی تھیں۔ امۃ الحق بنتِ الحافظ، ابوالحسن البکری متوفاۃ ۶۸۵ھ [1]

یہ ساتویں صدی کی ان خواتین کی فہرست ہے جن کا شمار مشاہیر میں ہے اور جنہوں نے اسوقت کے کبار علماء و محدثین سے سماع یا روایت کی ہے ورنہ یہ فہرست اور طویل ہو سکتی تھی۔

علم حدیث کی خدمت کے لحاظ سے آٹھویں اور نویں صدی کو بڑی اہمیت حاصل ہے روایت و حدیث کے علاوہ "فنِ رجال" جو علم حدیث کی بنیاد ہے اس کا منتشر ذخیرہ انہی صدیوں میں مدون ہوا۔ حدیث کی متعدد کتابیں اور اس کی شرحیں لکھی گئیں۔ تذکرہ و تراجم کی متعدد اہم کتابیں انہیں صدیوں میں تصنیف ہوئیں۔ امام ذہبی، حافظ ابن حجر کی، زین الدین العراقی، ابوبکر ہیثمی سرآمد روزگار علماء و فضلاء انہی صدیوں میں پیدا ہوئے۔ خواتین نے بھی ان دو صدیوں میں علم و فن کی خدمت میں جتنا حصہ لیا ان کی مثال عہد تابعین کے بعد نہیں ملتی۔ ان خواتین کی تعداد کئی سو تک پہنچتی ہے۔ زینب بنت مکی، زینب بنتِ شکر، زینب بنتِ سلیمان، ست الوزراء، ست الفقہا، عائشہ بنت الہادی، ام ہانی، جویریہ وغیرہ انہی صدیوں کی شذرات الذہب ہیں۔ صرف حافظ ابن حجر نے سو سے زائد محدثات کا ذکر کیا ہے، حافظ سخاوی نے الضوء اللامع میں ۱۰۰۵ خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں نصف سے زیادہ علم حدیث سے ذوق رکھنے والی خواتین ہیں۔

---

[1] ان خواتین کے زیادہ تر نام شذرات الذہب جلد ۵ سے لئے گئے ہیں

اوپر جن بزرگوں کا ذکر ہوا ہے ان میں سے ہر ایک کے شیوخ و تلامذہ میں مردوں کیساتھ بیشمار عورتوں کے نام بھی ملتے ہیں۔ صرف ابن فہد نے ۱۳ محدثات سے اکتساب حدیث کیا ہے[1] اسی طرح حافظ ابن حجر، امام سخاوی، زین الدین العراقی وغیرہ کے شیوخ و تلامذہ میں سینکڑوں عورتیں ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ آگے آئے گا۔

ان تمام خواتین کا تذکرہ دشوار ہے۔ اس لئے صرف مشاہیر محدثات کی خدمت حدیث کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

آٹھویں صدی کی مشہور محدثات

ست الوزراء اس صدی کی سب سے مشہور خاتون ہیں۔ انہوں نے علم حدیث میں اپنے والد قاضی شمس الدین کے بیشتر مشاہیر سے استفادہ کیا اور اس میں مہارت بہم پہنچائی۔ ان کے درس حدیث کا اسقدر چرچا تھا کہ لوگ ابوالعاص بن نخختہ، ابن الفخر اور الحجار وغیرہ کے ساتھ ساتھ ان سے بھی استفادہ کرنے کے لئے لوگ آتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنیوالوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس صدی کے پچاس سے زائد علماء نے ان سے روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر کے شیوخ میں متعدد اصحاب ہیں جنہوں نے ان سے استفادہ کیا ہے ان سے حدیث کی اجازت لینے کو لوگ فخر محسوس کرتے تھے۔ صحیح بخاری اور مسند الشافعی کا وہ درس خاص طور سے دیتی تھیں انہوں نے دمشق اور مصر میں متعدد بار ان کتابوں کا درس دیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سماع کے ذریعے سند کی آخری راویہ تھیں[1] امام سخاوی نے ایک جگہ ضمناً لکھا ہے کہ ست الوزراء ابو عبداللہ الزبیدی سے اپنے زمانہ میں آخری راویہ تھیں[2] علم و فضل کے ساتھ نہایت صالحہ بھی تھیں۔ دو بار حج کیا تھا۔ ۶۲۴ھ میں غالباً دمشق میں پیدا ہوئیں اور ۷۱۶ھ میں وفات پائی۔

اسی نام کی ایک اور خاتون بھی ہیں۔ ان کو بھی فن حدیث سے قدرے لگاؤ تھا مگر ان کا اصلی رجحان علم و فن سے زیادہ زہد و تقویٰ کی طرف تھا اور وہ اسی حیثیت سے زیادہ مشہور رہیں[3]

زینب بنت کمال اسی صدی کی دوسری مشہور محدثہ ہیں۔ بغداد، قاہرہ، اسکندریہ، حران اور شام کے مشہور محدثین سے انہوں نے اکتساب فیض کیا تھا۔ جن میں احمد بن عبدالدائم، محمد بن عیسیٰ البکری، زکی المنذری وغیرہ شامل ہیں۔ امام ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر احادیث کی روایت و اجازت میں منفرد تھیں۔ ان کے درس کا اسقدر شہرہ تھا کہ طلباء کا ہجوم لگا رہتا تھا۔

"ان پر طلبہ ٹوٹتے تھے اور ان سے وہ بڑی اہم کتابیں پڑھتے تھے"

بسا اوقات دن کے بیشتر حصہ میں لوگ ان سے روایت و سماع کرتے رہتے تھے اور وہ نہایت صبر و تحمل سے

---

[1] درر کامنہ ج۲ ص۱۲۸ و شذرات الذہب ج۶ ص۸ [2] الضوء اللامع ج۱۰ ص۸۱
[3] درر کامنہ ج۲ ص۱۲۸ [4] ایضاً۔

ان کا تشنگی علم بجھاتی رہتی تھیں۔

درر کامنہ میں ہے کہ ان کی موت سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر حدیث سے لوگ محروم ہو گئے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سبط السلفی اور ان کے معاصرین سے یہ آخری راویہ تھیں[1]

وہ ۷۲۶ھ میں پیدا ہوئیں، بچپن ہی سے آشوب چشم کی شکایت تھی ۸۲۰ھ میں وفات پائی۔ یعنی ۹۴ برس کی عمر میں زندگی بھر نابینا رہیں۔ اخلاق و عادات اور زہد و تقویٰ میں اپنے زمانہ کی رابعہ بصریہ تھیں۔ امام ذہبی کا بیان ہے؛

"نہایت دیندار، نیک کردار، خوش اخلاق اور زندہ دل، قانع، عفیفہ، پاک نفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں"[2]

ان کی ایک چچازاد بہن اسماء تھیں۔ انہوں نے بھی حدیث کی روایت اور سماع میں حصہ لیا ہے[3]

اسماء بنت مصری، یہ قاضی نجم الدین ابن مصری کی بہن تھیں۔ انہوں نے اپنے نانا مکی بن علان سے بغیۃ المفید کے بعض حصے اور اسحاق بن راہویہ کی احادیث کا سماع کیا تھا[4]

برزالی کا خیال ہے کہ محدثین کو ان کی مرویات ان کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ نہیں پہنچیں۔ حافظ ابن حجر برزالی کے اس خیال پر استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیخ برہان الدین اور ابوبکر بن العز العرضی وغیرہ نے بھی ہم کو روایتیں سماع کرائی ہیں۔ وہ تقریباً پچاس برس تک حدیث کا درس دیتی رہیں اور موت سے چار روز پہلے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

ابن عماد لکھتے ہیں، "یہ قابلِ اعتماد خاتون تھیں"

علم و فضل کے ساتھ زُہد و تقویٰ کے زیور سے بھی آراستہ تھیں۔ درر کامنہ میں ہے کہ وہ صالحہ تھیں اور قرآن کریم کی تلاوت سے انہیں خاص شغف تھا۔ (ج ۱ ص ۳۶۱)

شذرات الذہب میں ہے؛

"صاحبِ فضل تھیں اور کثرت سے صدقہ کرتی رہتی تھیں۔ کئی بار حج کیا"

۶۳۵ھ میں پیدا ہوئیں اور ۹۰ برس کی عمر میں ۷۲۳ھ میں وفات پائی۔

ابوالمحاسن حسینی نے ذیل طبقات الحفاظ میں ان کا تذکرہ کیا ہے[5]

اسماء بنتِ یعقوب۔ ان کا شمار بھی اس صدی کی محدثات میں ہے ان کے والد شرف الدین یعقوب ممتاز محدثین میں سے تھے اسماء نے انہی سے حدیث پڑھی تھی۔ انہوں نے عز العرضی سے بھی روایت اور سماع کیا ہے[6] (جاری ہے)

---

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۱ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] اسحاق بن راہویہ نے احادیث کا ایک مجموعہ چھوڑا تھا جو اس وقت ناپید ہے اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آٹھویں صدی تک پڑھا جاتا تھا [5] ذیل طبقات الحفاظ ص ۱۰۷

[6] درر کامنہ ج ۱ ص ۵۴۴۔

حجیت حدیث — مولانا سید عبدالغفار حسن صاحب

تدوین سُنّت

تحریف دین کی ایک صورت انکار سنت کی شکل میں آج کل منظر عام پر آرہی ہے۔ اس گروہ نے منزلِ سنت کی عظمت و اہمیت کم کرنے کے لئے مختلف نوع کے شبہات لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ:

ا۔ سنت کا کیا اعتبار۔ یہ تو دوسری تیسری صدی ہجری میں تحریری شکل میں مرتب ہوئی تھی۔

ب۔ سنت اگر واقعی اسلامی شریعت کا ماخذ اور سرچشمہ ہوتی تو کیوں نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں اسے کتابی شکل میں مدون اور مرتب فرمادیا۔

ج۔ بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری شدت کے ساتھ حدیث کو قلمبند کرنے سے روک دیا تھا۔

زیر نظر مضمون میں مولہ بالا حدیث کے صحیح مفہوم کو متعین کرتے ہوئے اس سلسلے کی غلط فہمیوں یا مغالطوں کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی تدوین سنت کی مختصر تاریخ بھی پیش کر دی گئی ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ (باب التثبت فی الحدیث صحیح مسلم۔ ج ۲ ص۴۱۴)

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھو اور جس نے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہو تو اسے مٹا دے۔

عام طور پر منکرین سنت اس حدیث کے صرف مذکورہ بالا الفاظ ہی بیان کرتے ہیں۔ پوری حدیث نقل نہیں کرتے۔ آخر یہ کونسی دیانت اور قرآنی اتباع ہے کہ ایک ہی روایت میں سے اپنے مطلب کے الفاظ لوگوں کے سامنے انتہائی زور و شور سے پیش کئے جائیں۔ اور باقی اجزا کو نظر انداز کر دیا جائے۔

اسی روایت میں مزید یہ الفاظ ملتے ہیں

وحدثوا عنی ولاحرج ومن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار

اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

حدیث کے ان دونوں آخری جملوں سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ غیر قرآن کے لکھنے کی ممانعت اس بنا پر نہ تھی کہ دین میں حدیث کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اگر یہی منشا ہوتا تو آپ حدیثوں کو بیان کرنے کا حکم کیوں دیتے۔ اور جھوٹی من گھڑت کے نقل و روایت پر

وعید کیوں سناتے۔

اس سے واضح ہوا کہ صحیح روایات کے سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے احادیث یاد کرنے والے اور دوسروں تک پہنچانے والے کے لئے دعا فرمائی ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا
(مشکوٰۃ صـ۳۵ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازہ اور خوش و خرم رکھے، جس نے میری بات سنی اور اسے خوب محفوظ رکھا اور دوسروں تک اسے پہنچایا۔

یہ تاکید و ترغیب اسی لئے دی جارہی ہے کہ سنت اسلامی شریعت کا دوسرا ماخذ ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا فہم بھی ناممکن ہے۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے:

لولا السنۃ ما فھم احد منا القرآن
(قواعد الحدیث صـ۱۲)

اگر سنت نہ ہوتی، تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کا فہم حاصل نہ کر سکتا[1]

سنت کی تفصیلات کو قلم بند کرنے کا حکم نہ صرف یہ کہ حدیث سے ملتا ہے، بلکہ خود قرآن بھی اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن اور کتابت حدیث:- قرآن میں ارشاد ہے:

ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیراً اوکبیراً الیٰ اجلہ ذالکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ و ادنیٰ الا ترتابوا۔
(پ۳ - البقرہ)

یعنی قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے لکھنے میں سستی نہ کرو، اس کو مدت کے تعین کے ساتھ لکھو۔ یہ لکھنا خدا کے ہاں انصاف کی بات ہے اور شہادت کو ٹھیک رکھنے والا ہے اور یہ طرز عمل اس امر کے زیادہ قریب ہے کہ تم شک و شبہ سے بالاتر رہوگے۔

امام ابوحنیفہؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لما امر اللہ بکتابۃ الدین خوف الریب کان العلم الذی حفظہ اصعب من حفظ الدین احری ان یباح کتابتہ خوف الریب والشك فیہ۔
(شرح معانی الآثار طحاوی ج ۲ صـ ۳۸۴)

جب اللہ تعالیٰ نے شک و شبہ سے بچنے کے لئے قرض کے لکھنے کا حکم دیا ہے، تو علم (حدیث) کا یاد رکھنا قرض کے یاد رکھنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اسی بنا پر علم حدیث میں شک و شبہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے لکھنے کی اجازت ضروری ہے۔

---

[1] یہ قول خاص طور پر یہاں اس لئے نقل کیا گیا ہے کہ منکرین سنت امام ابوحنیفہ کو اپنے گروہ میں شمار کرتے ہیں۔ (مقام حدیث شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام)

دوسرا استدلال : کتابت حدیث کے لئے علامہ ابوالملیح نے دوسری آیت سے استدلال کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں :

یعیبون علینا الکتاب وقد قال اللہ تعالیٰ علمها عند ربي فی کتاب

(جامع بیان العلم ج ۱ صـ۷۰)

لوگ ہم محدثین کو حدیث لکھنے کا طعنہ دیتے ہیں حالانکہ پہلی قوموں کا حال خود اللہ تعالیٰ کے پاس لکھا ہوا موجود ہے ۔ جس کی شان یہ ہے کہ نہ وہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے ، تو انسان جو سراپا نسیان ہے آخر وہ کیسے کتابت (لکھنے) سے بے نیاز رہ سکتا ہے ۔

واضح رہے کہ محدثین میں کتابت حدیث کے بارے میں دو رائیں پائی جاتی ہیں :

۱۔ صحابہ کا ایک گروہ اس کا قائل اور حامی تھا ۔

۲۔ بعض صحابہ اس بنا پر اس کے مخالف تھے کہ اس طرح اہل علم حافظہ سے کام لینے کے بجائے سارا اعتماد اپنے نوشتوں پر کریں گے ۔
(مقدمہ ابن الصلاح صـ۲۱)

لیکن بعد کے دور میں کتابت حدیث کے جواز پر اجماع ہو گیا ۔ (مقدمہ ابن الصلاح صـ۱۷)

اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ بعض اہل علم کے نزدیک سرمایہ سنت قلم بند کرنے سے اختلاف اس بنا پر نہ تھا کہ ان کے نزدیک حدیث شرعی حجت نہ تھی ۔ بلکہ اس کی اصل وجہ وہی ہے جس کی وضاحت سطور بالا میں کی گئی ہے ۔

کتابتِ حدیث کی ممانعت کیوں : زیر تشریح حدیث غیر قرآن لکھنے کی ممانعت دائمی اور قیامت تک کے لئے نہیں تھی ۔ بلکہ یہ ایک وقتی اور ابتدائی دور میں حکم دیا گیا تھا تاکہ کہیں روایات اور قرآنی آیات کے اختلاط سے قرآن کی امتیازی شان ختم نہ ہو جائے ۔

علماء حدیث نے اس روایت کا یہی مفہوم متعین کیا ہے :

۱۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں :

النهی متقدم والاذن ناسخ له (فتح الباری صـ۱۰۱ پ ۱)

۲۔ ابن الجوزی کا بیان ہے :

نهی فی اول الامر ثم اجاز الکتابة (رسالہ الناسخ والمنسوخ صـ۱۳)

۳۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں :

نهی فی اول الامر عن ان یکتب ثم رای ان تکتب وتقید (تاویل مختلف الحدیث صـ۳۶۵)

ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ پہلے آپ نے لکھنے کی ممانعت کی تھی ، بعد میں اس کی اجازت دے دی ۔

کتابتِ حدیث کی اجازت : کتابتِ حدیث کی اجازت پر مشتمل احادیث قولی بھی ہیں اور فعلی بھی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں مرض الموت کی حالت میں صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا تھا :

ائتونی بکتاب اکتب لکم (صحیح بخاری مصری جلد ۱ صـ۳۹) میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ میں تمہیں کچھ لکھوا دوں ۔

ظاہر ہے کہ یہاں "کچھ لکھوا دوں" سے مراد قرآن تو ہو نہیں سکتا کیونکہ قرآن کا نزول مکمل ہو چکا تھا اور آیت

"الیوم اکملت لکم دینکم" نازل ہو چکی تھی۔ اس لئے قرآن کے سوا کچھ اور باتیں آپ لکھوانا چاہتے تھے۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی منقول ہے:

حسبنا کتاب اللہ۔　ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔

منکرین سنت نے حضرت عمرؓ کے اس قول کو تو خوب اچھالا لیکن ارشاد نبوی "ائتونی بکتاب اکتب لکم" کو بالکل پی گئے۔ حالانکہ اس سے کتابت حدیث کا جواز واضح طور پر سامنے آتا ہے (حضرت عمرؓ کے اس قول کا صحیح مطلب بعد میں عرض کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ)

کتابت حدیث کے بارے میں آنحضورؐ کی فعلی احادیث کی وضاحت سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرین سنت کے اس شبہ کو صاف کر دیا جائے کہ اگر حدیث شرعی حجت ہوتی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اسے کتابی شکل میں مدون کروا دیتے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر قرآن کی کون سی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز دین میں حجت ہو، اس کا کتابی شکل میں ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ تو اسی قسم کا مغالطہ یا مطالبہ ہے جو قرآن کے مقابلہ میں قریش مکہ کی طرف سے پیش کیا گیا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے:

او ترقیٰ فی السمآء ولن نؤمن لرقیك حتیٰ تنزل علینا کتابا نقرؤہ　(پ: ۱۵، سورہ بنی اسرائیل)	یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے پر یقین نہیں کریں گے۔ تا وقتیکہ تو ہم پر ایسی کتاب اتار کر نہ لائے جسے خود ہم پڑھ سکیں۔

اسی طرح اہل کتاب نے مطالبہ کیا تھا:

یسئلك اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السمآء	اہل کتاب سوال کرتے ہیں کہ آپ آسمان سے کتاب اتار کر لائیں۔

یعنی جب تک قرآن کتابی شکل میں لکھا لکھایا ان کے سامنے نہ آجائے، وہ ایمان لانے کے لئے تیار نہ تھے۔ قرآن نے ان کے اس مطالبے کے جواب میں کہا:

ولو نزلنا علیك کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم قال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین　(پ۷ سورہ انعام)	اور اگر ہم آپ پر کاغذ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کر دیتے، جس کو وہ اپنے ہاتھوں سے مس بھی کر لیتے، تب بھی یہ لوگ کہتے کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو۔

قرآن نے ان کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کے بجائے، قرآنی عظمت کی نشانی یہ قرار دی کہ وہ اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔ بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم (سورہ عنکبوت پ۲۱) ٹھیک اسی طرح سنت کے ذخائر بھی شروع شروع سینوں میں محفوظ رہے اور پھر آہستہ آہستہ سفینوں میں منتقل ہوتے چلے گئے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ سنت نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر[1] کا۔ اور آپؐ کے قول، فعل اور تقریر کا سلسلہ آپ کی زندگی کے آخری سانس تک جاری رہا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ سنت کا سارا ذخیرہ آپ کی زندگی ہی میں کتابی شکل میں

---

[1] تقریر کے معنی یہ ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا گیا ہو اور اس پر آپؐ نے انکار نہ فرمایا ہو۔

مدون ہو جاتا۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظ عہد نبوی ہی میں مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے تھے۔ ان کو یکجا کئے بغیر کسی وسیع اور جامع مجموعہ حدیث کی تدوین کیسے ہو سکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں اس قسم کا اہتمام قطعاً ناممکن تھا۔ پھر یہاں یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ سنت کے وسیع سرمایہ کو قلم بند کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ بہت سے کاتبوں کو یکجا کیا جائے اور ان کو دوسرے کاموں سے فارغ کر کے صرف اسی کام پر لگا دیا جائے۔ یہ شکل بھی اس وقت ناممکن تھی۔ مسلمانوں میں کاتبین کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ اسی بنا پر آپ نے بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لئے کتابت کی تعلیم کو زر فدیہ کے ہم پلہ قرار دے دیا تھا۔

(مسند احمد، جلد ۱، ص ۲۴۶)

ویسے عقلی طور پر بھی یہ اعتراض غلط ہے کہ چونکہ عہد نبوی میں حدیثیں کتابی شکل میں مدون نہیں ہوئی تھیں، اس لئے ان کو حجت تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

آج کے "ترقی یافتہ" دور میں بھی متعدد ملکوں کا کاروبار مملکت غیر مدون دساتیر پر چل رہا ہے۔ اس کی واضح مثال انگلستان کا روایاتی، غیر تحریری دستور ہے۔ مذکورہ بالا تمام مشکلات اور مجبوریوں کے باوجود سنت کا ایک بہت بڑا ذخیرہ عہد نبوی اور عہد صحابہؓ میں قلم بند کر لیا گیا تھا۔ اس بارے میں مستند اور قابل اعتماد شواہد و نظائر ملتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا انتہائی غلط ہے کہ سنت کی کتابت و تدوین کا آغاز دوسری یا تیسری صدی ہجری میں ہوا۔

سنت کا تحریری سرمایہ: احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک تین قابل اعتماد ذرائع سے پہنچی ہیں:

۱۔ تعامل امت،

۲۔ تحریری یادداشتیں اور صحیفے،

۳۔ حافظہ کی مدد سے روایت یعنی سلسلۂ درس و تدریس،

اس لحاظ سے جمع و ترتیب اور تصنیف و تالیف کے پورے زمانے کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ **عہد نبوی سے پہلی صدی ہجری کے خاتمہ تک:** اس دور کے جامعین حدیث اور قلم بند کی ہوئی یادداشتوں اور مجموعوں کی تفصیل یہ ہے:

مشہور حافظین حدیث

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ (عبدالرحمن) وفات ۵۹ھ ہجری بعمر ۷۸ سال، تعداد روایات ۵۳۷۴۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ۸۰۰ تک پہنچتی ہے۔

۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عباسؓ۔ وفات ۶۸ھ ہجری بعمر ۷۱ سال۔ تعداد روایات (۲۶۶۰)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ وفات ۵۸ھ ہجری بعمر ۶۷ سال۔ تعداد روایات (۲۲۱۰)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ وفات ۷۳ھ ہجری بعمر ۸۴ سال۔ تعداد روایات (۱۶۳۰)

۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔ وفات ۷۸ھ ہجری بعمر ۹۴ سال۔ تعداد روایات (۱۵۶۰)

۶۔ حضرت انس بن مالکؓ۔ وفات ۹۳ھ ہجری بعمر ۱۰۳ سال۔ تعداد روایات (۱۲۸۶)

۷۔ حضرت ابوسعید خدریؓ۔ وفات ۷۴ھ ہجری بعمر ۸۴ سال۔ تعداد روایات (۱۱۷۰)

یہ وہ جلیل القدر صحابہؓ ہیں، جن کو ہزار سے زیادہ احادیث حفظ تھیں۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، وفات ۶۳ھ ہجری، حضرت علیؓ وفات ۴۰ھ ہجری، حضرت عمرؓ، وفات ۲۳ھ ہجری کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے، جن کی روایات کی تعداد پانسو اور ہزار کے درمیان ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ وفات ۱۳ھ ہجری، حضرت عثمانؓ وفات ۳۶ھ ہجری، حضرت ام سلمہؓ وفات ۵۹ھ ہجری، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وفات ۵۲ھ ہجری، حضرت ابوذر غفاریؓ وفات ۳۲ھ ہجری، حضرت ابوایوب انصاریؓ وفات ۵۱ھ ہجری، حضرت ابی بن کعبؓ وفات ۱۹ھ ہجری اور حضرت معاذ بن جبلؓ وفات ۱۸ھ ہجری، سے سو سے زیادہ اور پانسو سے کم روایات منقول ہیں۔

ان کے ماسوا اس دور کے ان کبار تابعین کو بھی نہیں بھلایا جا سکتا جن کی سرفروشانہ اور پُر خلوص کوششوں کی بدولت سنت کے خزانوں سے اُمتِ محمدیہ قیامت تک مالا مال ہوتی رہے گی۔

چند بزرگوں کا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ سعید بن مسیبؒ:۔ عہدِ فاروقی کے دوسرے سال مدینہ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ حضرت عثمانؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا۔

۲۔ عروہ بن زبیرؒ:۔ آپ کا شمار مدینے کے ممتاز اہلِ علم میں ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے خواہر زادے ہیں۔ زیادہ تر انہوں نے اپنی خالہ محترمہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ نیز حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ صالح بن کیسانؒ اور امام زہری جیسے اہلِ علم ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۹۴ھ میں ہوئی۔

۳۔ سالم بن عبداللہ بن عمرؒ:۔ مدینہ کے فقہا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے والد محترم اور دوسرے صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ نافع، زہری اور دوسرے مشہور تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔ ۱۰۶ھ میں رحلت فرمائی۔

۴۔ نافع مولیٰ عبداللہ بن عمرؒ:۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خاص شاگرد اور امام مالک کے استاد ہیں۔ محدثین کے نزدیک یہ سند (مالک عن نافع عبداللہ بن عمرؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سلسلۃ الذہب (طلائی زنجیر) شمار ہوتی ہے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

دورِ اوّل کا تحریری سرمایہ:۔ ۱۔ صحیفہ صادقہ: یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (وفات ۶۳ھ بعمر ۷۰ سال) کا مرتب کیا ہوا ہے۔ آپ کو تصنیف و تالیف کا خاص ذوق تھا۔ یہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتے اسے قلم بند کر لیا کرتے تھے۔ اس بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی ہوئی تھی[1]۔ یہ مجموعہ تقریباً ایک ہزار احادیث پر مشتمل تھا۔ عرصہ تک ان کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اب یہ مسند امام احمد میں بہ تمام و کمال مل سکتا ہے۔

---

[1] مختصر جامع البیان العلم صفحہ ۳۶، ۳۷۔

۲۔ صحیفہ ہمام: مرتبہ ہمام بن منبہ (وفات ۱۰۱ھ) یہ حضرت ابوہریرہؓ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے استاد محترم کی روایات کو یکجا قلمبند کر لیا تھا۔ اس کے قلمی نسخے برلن اور دمشق کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نیز امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مشہور مسند میں ابوہریرہؓ کے زیر عنوان یہ پورا صحیفہ بجنسہٖ سمو دیا ہے[1] (ملاحظہ ہو مسند احمد ج ۲ صفحہ ۳۱۲ تا صفحہ ۳۱۸) یہ مجموعہ کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کی کوششوں سے طبع ہو کر حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں ۱۳۸ روایات ہیں۔ واضح رہے کہ صحیفہ ہمام کے قلمی نسخے اور امام احمد بن حنبلؒ کی روایت کردہ احادیث دونوں کے الفاظ اگرچہ یکساں ہیں لیکن سلسلہ اسناد مختلف ہے۔ راویوں کے اختلاف کے باوجود متن حدیث میں اختلاف نہ ہونا اس امر کی واضح شہادت ہے کہ محدثین نے کتنی محنت و جانفشانی سے علم حدیث کی حفاظت کی ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ کے دوسرے شاگرد بشیر بن نہیک نے بھی ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جس کی انہوں نے رخصت ہوتے وقت حضرت ابوہریرہؓ کو سنا کر تصدیق کرالی تھی[2]۔

۴۔ مسند ابوہریرہؓ: اس کے نسخے عہد صحابہ ہی میں لکھے گئے تھے۔ اس کی ایک نقل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے والد عبدالعزیز بن مروان (گورنر مصر وفات ۸۶ھ) کے پاس بھی تھی۔

انہوں نے کثیر بن مرہ کو لکھا تھا کہ تمہارے پاس صحابہ کرامؓ کی جو حدیثیں ہوں، ان کو لکھ کر بھیج دو۔ لیکن حضرت ابوہریرہؓ کی روایات بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں[3]۔

مسند ابوہریرہؓ کا ایک نسخہ امام ابن تیمیہؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا جرمنی کے کتب خانے میں موجود ہے[4]۔

۵۔ صحیفہ حضرت علیؓ: امام بخاری کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ کافی ضخیم تھا[5]۔ اس میں زکوٰۃ، حرمت مدینہ، خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامی دستور کے نکات موجود تھے۔

۶۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری خطبہ: فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوشاہ یمنی کی درخواست پر اپنا مفصل خطبہ قلم بند کرنے کا حکم دیا تھا[6]۔ یہ خطبہ حقوق انسانی کی اہم تفصیلات پر مشتمل ہے۔

۷۔ صحیفہ حضرت جابرؓ: حضرت جابر بن عبداللہ کی روایات کو ان کے تلامذہ وہب بن منبہ (وفات ۱۱۰ھ) اور سلیمان بن قیس[7] یشکری نے تحریری طور پر مرتب کر لیا تھا۔ یہ مجموعہ مناسک حج، خطبہ حجۃ الوداع پر مشتمل تھا۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دیباچہ صحیفہ ہمام مرتبہ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب۔

[2] جامع العلم۔ ج ۱ ص ۷۲۔ تہذیب التہذیب۔ ج ۱۔ ص ۴۷۰

[3] دیباچہ صحیفہ ہمام صفحہ ۵ بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۵۷

[4] مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی صفحہ ۱۶۵

[5] صحیح بخاری۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج ۱، ص ۱۰۸۴

[6] صحیح بخاری مطبع احمدی ج ۱ ص ۲۰، مختصر جامع العلم صفحہ ۳۶، صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۴۳۹۔ [7] تہذیب التہذیب ج ۴۔ ص ۲۱۵

۸۔ روایات حضرت عائشہ صدیقہؓ : حضرت عائشہؓ کی احادیث ان کے شاگرد عروہ بن زبیرؓ نے قلمبند کر لی تھیں۔[1]

۹۔ احادیث ابن عباسؓ : حضرت عبداللہ بن عباس کی روایات کے متعدد مجموعے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر تابعی بھی ان کی روایات تحریری طور پر مرتب کرتے تھے۔

۱۰۔ انس بن مالکؓ کے صحیفے : سعید بن ہلال کہتے ہیں کہ حضرت انس اپنی قلمی یادداشتیں نکال کر ہمیں دکھاتے اور فرماتے یہ روایات میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں اور قلم بند کرانے کے بعد آپ کو سنا کر تصدیق بھی کرالی ہے۔[2]

۱۱۔ عمرو بن حزمؓ : جن کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریری ہدایت نامہ دیا تھا انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس ہدایت نامہ کو محفوظ رکھا بلکہ اسکے ساتھ اکیس دوسرے فرامین نبویؐ بھی شامل کر کے ایک اچھی خاصی کتاب مرتب کر لی۔[3]

۱۲۔ رسالہ سمرہ بن جندبؓ : یہ ان کے صاحبزادے کو وراثت میں ملا۔ یہ روایات کے ایک بہت بڑے ذخیرے پر مشتمل تھا۔[4]

۱۳۔ صحیفہ سعد بن عبادہؓ : حضرت سعد بن عبادہ صحابی، دورِ جاہلیت سے ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

۱۴۔ مکتوبات حضرت نافعؒ : سلیمان بن موسیٰ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر املا کرا رہے تھے اور نافع لکھتے جاتے تھے۔[5]

۱۵۔ معن سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود نے میرے سامنے کتاب نکالی اور حلف اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ میرے والد عبداللہ بن مسعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔[6] اگر تحقیق و تفتیش کا یہ سلسلہ جاری رکھا جائے تو ان کے علاوہ بہت سی مزید مثالیں اور واقعات مل سکتے ہیں۔

اسی دور میں صحابہ کرام اور کبار تابعین نے زیادہ تر اپنی ذاتی یادداشتوں کو قلم بند کرنے پر توجہ دی۔ لیکن دوسرے دور میں جمع و تدوین کا کام مزید وسعت اختیار کر گیا۔ جامعین حدیث نے اپنی ذاتی معلومات کے ساتھ ساتھ اپنے شہر یا علاقہ کے اہل علم سے مل کر ان کی روایات بھی منضبط کریں۔

دوسرا دور : یہ دوسرا دور تقریباً دوسری صدی ہجری کے نصف پر منتہی ہوتا ہے۔ اس دور میں تابعین کی ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی۔ جس نے دورِ اول کے تحریری سرمایہ کو وسیع تر تالیفات میں سمیٹ لیا۔

جامعین حدیث : ۱۔ محمد بن شہاب زہری۔ وفات ۱۲۴ھ۔ یہ اپنے زمانے کے ممتاز محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے

---

[1] تہذیب التہذیب۔ ج ۷۔ ص ۱۸۳

[2] دیباچہ صحیفہ ہمام ص ۳۲۔ بحوالہ خطیب البغدادی۔ نیز مستدرک حاکم۔ ج ۳۔ ص ۵۷۵

[3] الوثائق السیاسیہ ص ۱۰۵۔ از ڈاکٹر حمیداللہ بحوالہ طبری ص ۱۰۴۔

[4] تہذیب التہذیب۔ ابن حجر۔ ج ۴ ص ۲۳۶۔

[5] دارمی ص ۶۹۔ نیز دیباچہ صحیفہ ہمام ص ۴۵ بحوالہ طبقات ابن سعد۔

[6] مختصر جامع العلم ص ۳۷

علم حدیث مندرجہ ذیل جلیل القدر شخصیتوں سے حاصل کیا ہے :

صحابہ میں سے : عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالکؓ، سہل بن سعد

تابعین میں سے : سعد بن مسیب، محمود بن ربیع وغیرہ ۔

آپ کے تلامذہ میں امام اوزاعی، امام مالک اور سفیان بن عیینہ جیسے ائمۂ حدیث کا شمار ہوتا ہے۔ ان کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۱۰۰ھ میں احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ کے گورنر ابوبکر محمد بن عمر بن حزم کو ہدایت بھیجی تھی کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس جو احادیث کا ذخیرہ ہے اسے قلم بند کر لیں ۔

یہ عمرہ حضرت عائشہؓ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور قاسم بن محمد ان کے برادر زادے ہیں، حضرت عائشہ نے اپنی نگرانی میں ان کی تربیت و تعلیم کا اہتمام کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۷۲)

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مملکت اسلامی کے تمام ذمہ داروں کو ذخائر حدیث کے جمع و تدوین کرنے کا تاکیدی فرمان جاری کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں احادیث کے دفتر کے دفتر دارالخلافہ دمشق پہنچ گئے۔ خلیفۂ وقت نے ان کی نقلیں مملکت کے گوشے گوشے میں پھیلا دیں [1]

امام زہری کے مجموعہ حدیث مرتب کرنے کے بعد اس دور کے دوسرے اہلِ علم نے بھی تدوین و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ عبدالملک بن جریج (م ۱۵۰ھ) نے مکہ میں، امام اوزاعیؒ (ف ۱۵۷ھ) نے شام میں، معمر بن راشد (ف ۱۵۳ھ) نے یمن میں، امام سفیان ثوری (ف ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں، امام حمادؒ بن سلمہ (ف ۱۶۷ھ) نے بصرہ میں اور امام عبداللہ بن المبارک (م ۱۸۱ھ) نے خراسان میں احادیث کے جمع و تدوین کے کام میں سبقت کا شرف حاصل کیا۔

۸۔ امام مالک بن انس (ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ) : امام زہری کے بعد مدینہ میں حدیث نبویؐ کی تدوین کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا ہے۔ آپ نے نافع، زہری اور دوسرے ممتاز اہل علم سے استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد نو سو تک پہنچتی ہے۔ آپ کے چشمۂ فیض سے براہِ راست حجاز، شام، عراق، فلسطین، مصر، افریقہ اور اندلس کے ہزاروں تشنگانِ سنت سیراب ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں لیث بن سعد (ف ۱۷۵ھ)، ابن مبارک (ف ۱۸۱ھ)، امام شافعی (ف ۲۰۴ھ)، امام محمد بن حسن الشیبانی (ف ۱۸۹ھ)، جیسے مشاہیر شامل ہیں ۔

اس دور میں حدیث کے بہت سے مجموعے مرتب ہوئے۔ جن میں امام مالک کی مؤطا کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس کا زمانہ تالیف ۱۳۰ھ کے درمیان ہے۔ کل روایات کی تعداد ۱۷۰۰ ہے، جن میں سے مرفوع ۶۰۰، مرسل ۲۲۸، موقوف ۶۱۳ اور اقوال تابعین ۲۸۵ ہیں۔ اس دور کی چند دوسری تالیفات کے نام یہ ہیں۔

جامع سفیان ثوری (ف ۱۶۱ھ)، جامع ابن المبارک (ف ۱۸۱ھ)، جامع امام اوزاعی (ف ۱۵۷ھ)، جامع ابن جریج (ف ۱۵۰ھ)

---

[1] تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۱، ص ۱۰۶۔ مختصر جامع العلم ص ۳۲

کتاب الخراج۔ قاضی ابو یوسف (ف ۱۸۲ھ)، کتاب الآثار۔ امام محمد (ف ۱۸۹ھ) اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، آثارِ صحابہ اور فتاویٰ تابعین کو ایک ہی مجموعہ میں مرتب کر لیا جاتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی وضاحت ہو جاتی تھی کہ یہ صحابی یا تابعی کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث۔

تیسرا دور :- یہ دور تقریباً دوسری صدی ہجری کے نصف آخر سے چوتھی صدی ہجری کے خاتمہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور کی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ احادیث نبوی کو آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین سے الگ کر کے مرتب کیا گیا۔

۲۔ قابلِ اعتماد روایات کے علیحدہ مجموعے تیار کئے گئے اور اس طرح چھان بین اور تفتیش کے بعد دوسرے دور کی تصانیف تیسرے دور کی ضخیم کتابوں میں سما گئیں۔

اس دور میں نہ صرف یہ کہ روایات جمع کی گئیں، بلکہ علم حدیث کی حفاظت کے لئے محدثین کرام نے سو سے زیادہ علوم کی بنیاد ڈالی، جن پر اب تک ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ شکر اللہ سعیہم وجزاهم عنا احسن الجزاء

مختصر طور پر چند علوم کا تعارف یہاں کرایا جاتا ہے۔

۱۔ **علم اسماء الرجال** : اس علم میں راویوں کے حالات، پیدائش وفات، اساتذہ و تلامذہ کی تفصیل، طلب علم کے لئے سفر اور ثقہ، غیر ثقہ ہونے کے بارے میں ماہرین علم حدیث کے فیصلے درج ہیں۔ یہ علم بہت ہی وسیع، مفید اور دلچسپ ہے۔

بعض متعصب مستشرقین بھی یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ اس فن کی بدولت پانچ لاکھ راویوں کے حالات محفوظ ہو گئے۔ یہ وہ خصوصیت ہے، جس میں مسلمان قوم کی نظیر ملنا مشکل ہے۔[1] اس علم میں سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں۔

۱۔ (ا) تہذیب الکمال : مؤلفہ امام یوسف مزی (وفات ۷۴۲ھ) اس علم میں یہ سب سے زیادہ اہم اور مستند کتاب ہے۔

(ب) تہذیب التہذیب : مؤلفہ حافظ ابن حجر۔ شارح بخاری۔ یہ بارہ جلدوں میں ہے۔ حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

(ج) تذکرۃ الحفاظ : مرتبہ علامہ ذہبی (وفات ۷۴۸ھ)

۲۔ **علم مصطلح الحدیث** (اصول حدیث) اس علم کی روشنی میں حدیث کی صحت و ضعف کے قواعد و ضوابط معلوم ہوتے ہیں۔ اس علم کی مشہور کتاب علوم الحدیث معروف بہ مقدمہ ابن الصلاح ہے۔ مؤلفہ ابو عمرو عثمان ابن الصلاح (وفات ۶۴۳ھ) ماضی قریب میں اصول حدیث پر دو کتابیں شائع ہوئی ہیں :

(ا) توجیہ النظر : مؤلفہ علامہ طاہر بن صالح الجزائری (ف ۱۳۳۸ھ)

(ب) قواعد التحدیث : مرتبہ علامہ سید جمال الدین قاسمی (وفات ۱۳۳۲ھ)

اول الذکر وسعتِ معلومات اور آخر الذکر حسن ترتیب میں ممتاز ہیں۔

---

[1] مقدمہ الاصابہ انگریزی شائع شدہ ۱۸۵۳ء از کلکتہ مرتب مستشرق اسپرنگر

۳. **علم غریب الحدیث** : اس علم میں حدیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی گئی ہے۔ اس علم میں علامہ زمخشری (وفات ۵۳۸ھ) کی الفائق اور ابن الاثیر (ف ۶۰۶ھ) کی نہایہ مشہور ہیں۔

۴. **علم تخریج الاحادیث** : اس علم کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ مشہور کتب تفسیر، فقہ، تصوف اور عقائد میں جو روایات درج ہیں، ان کا اصل ماخذ اور سرچشمہ کیا ہے۔ مثلاً ہدایہ از برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی (ف ۵۹۳ھ) اور احیاء العلوم از امام غزالی (ف ۵۰۵ھ) میں بہت سی روایات بلا سند اور بلا حوالہ مذکور ہیں۔

اب اگر کسی کو یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ روایات کس پایہ کی ہیں اور کون کون سی حدیث کی اہم کتابوں میں ان کا ذکر ہے تو اول الذکر کے لئے حافظ زیلعی (وفات ۷۶۲ھ) کی نصب الرایہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲ھ) کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور آخر الذکر کے لئے حافظ زین الدین عراقی (ف ۸۰۶ھ) کی تالیف المغنی عن حمل الاسفار موزوں رہے گی۔

۵. **علم الاحادیث الموضوعہ** : اس فن میں اہل علم نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ موضوع (من گھڑت) روایات کو الگ چھانٹ دیا گیا ہے۔ اس بارے میں قاضی شوکانی (ف ۱۲۵۰ھ) کی الفوائد المجموعہ اور حافظ جلال الدین سیوطی (ف ۹۱۱ھ) کی اللآلی المصنوعہ زیادہ نمایاں ہیں۔

۶. **علم الناسخ والمنسوخ** : اس فن میں امام محمد بن موسیٰ حازمی (ف ۵۸۴ھ بعمر ۳۵ سال) کی تصنیف کتاب الاعتبار زیادہ مستند اور مشہور ہے۔

۷. **علم التوفیق بین الاحادیث** : اس علم میں ان روایات کی صحیح توجیہہ بیان کی گئی ہے جن میں بظاہر تعارض اور ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے۔ سب سے پہلے امام شافعی (ف ۲۰۴ھ) نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ ان کا رسالہ مختلف الحدیث کے نام سے مشہور ہے۔ امام طحاوی (ف ۳۲۱ھ) کی مشکل الآثار بھی اس فن کی مفید کتاب ہے۔

۸. **علم المختلف والمؤتلف** : اس علم میں خاص طور پر ان راویوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے اپنے نام، کنیت، لقب، آباؤ اجداد کے نام یا اساتذہ کے نام ملتے جلتے ہیں اور اس اشتباہ کی بنا پر ایک ناواقف انسان مغالطہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس فن میں حافظ ابن حجر کی تبصیر المنتبہ زیادہ جامع کتاب ہے۔

۹. **علم اطراف الحدیث** : اس علم کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں روایت کس کتاب میں ہے اور اس کے راوی کون کون سے ہیں۔ مثلاً آپ کو "انما الاعمال بالنیات" حدیث کا ایک جملہ یاد ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ اس کے تمام مآخذ روایت کے پورے الفاظ اور راوی معلوم ہو جائیں تو آپ کو اس علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس عنوان پر حافظ مزی (ف ۷۴۲ھ) کی کتاب تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف زیادہ مفصل ہے۔ اس میں صحاح ستہ کی روایات کی پوری فہرست آگئی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں حافظ یوسف مزی کے ۲۶ سال صرف ہوئے ہیں۔ انتہائی محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب مکمل ہوئی ہے

آج کے مستشرقین نے ایسی ہی کتابوں سے خوشہ چینی کر کے ذرا نئے ڈھب سے احادیث کی فہرست مرتب کی ہے۔ مثلاً مفتاح کنوز السنہ انگریزی میں شائع ہوئی تھی جس کا عربی میں ترجمہ ۱۹۳۴ء میں مصر سے شائع ہوا ہے اور اب ایک وسیع فہرست

المعجم المفہرس کے نام سے زیر ترتیب ہے۔ جس کے کم و بیش بیس اجزاء شائع ہوچکے ہیں۔

۱۰۔ **فقہ الحدیث :** اس علم میں احکام پر مشتمل احادیث کے اسرار اور حکمتیں بے نقاب کی گئی ہیں۔ اس موضوع پر حافظ ابن قیم (ف ۷۵۱ھ) کی کتاب اعلام الموقعین اور شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اہل علم نے زندگی کے مختلف مسائل پر الگ الگ تصانیف بھی مرتب کی ہیں۔ مثلاً مالی معاملات میں ابو عبید قاسم بن سلام (ف ۲۲۴ھ) کی تالیف کتاب الاموال مشہور ہے اور زمین کے مسائل عشر، خراج وغیرہ پر قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج بہترین تصنیف ہے۔ نیز سنت کے ماخذ شریعت ہونے اور منکرین حدیث کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تصانیف کا مطالعہ مفید ہوسکتا ہے۔

کتاب الام جلد ۷۔ الرسالہ امام شافعی۔ الموافقات جلد چہارم مولفہ ابو اسحاق شاطبی (ف ۷۹۰ھ)، یسواعق مرسلہ جلد ۲۔ ابن قیم۔ الاحکام ابن حزم الاندلسی (ف ۴۵۶ھ)، مقدمہ ترجمان السنہ اردو از مولانا بدر عالم میرٹھی۔ اثبات الخبر مولفہ والد محترم مولانا حافظ عبدالستار حسن عمر پوری (وفات ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء بعمر ۴۲ سال)، حدیث اور قرآن مرتبہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی۔

نیز انکار حدیث کا منظر اور پس منظر کے نام سے جناب افتخار احمد بلخی کی تصنیف بھی دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ اب تک اس کے دو حصے شائع ہوچکے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل علامہ مصطفیٰ سباعی نے احادیث کے حجت ہونے پر رسالہ المسلمون (دمشق) میں نہایت ہی مفید سلسلہ مضامین شائع کیا تھا جس کا اردو ترجمہ محترم رفیق ملک غلام علی صاحب نے کیا ہے۔ سنتِ رسول کے نام سے یہ کتابچہ شائع ہوچکا ہے۔

تاریخ علم حدیث اور متعلقہ مباحث پر مندرجہ ذیل تصانیف اپنے اندر جامعیت اور افادیت کا پہلو رکھتی ہیں۔

مقدمہ فتح الباری۔ حافظ ابن حجر۔ جامع بیان العلم (از حافظ ابن عبدالبر اندلسی وفات ۴۶۳ھ)، معرفت علوم الحدیث۔ امام حاکم (وفات ۴۰۵ھ)۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی، مولفہ عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارک پوری (ف ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۵ء) ماضی قریب کی تصانیف میں یہ کتاب اپنی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے ایک شاہکار ہے۔ اسی طرح مقدمہ فتح الملہم مرتبہ مولانا شبیر احمد عثمانی اور اردو میں تدوین حدیث مرتبہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم وسیع معلومات کا گنجینہ ہیں۔

تیسرے دور کے جامعین حدیث : اس دور کے ممتاز اور مشہور جامعین حدیث اور مستند تالیفات کا تعارف ذیل میں کرایا جاتا ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل (ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ) آپ کی اہم تالیف مسند احمد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تیس ہزار روایات پر مشتمل ہے۔ اس کی چوبیس جلدیں ہیں۔ قابلِ ذکر احادیث سب اس میں آگئی ہیں۔ اس میں عنوان کے لحاظ سے ترتیب کے بجائے ہر صحابی کی تمام روایات یکجا مرتب کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تبویب یعنی عنوان وار ترتیب حسن البنا شہید کے والد محترم احمد عبدالرحمٰن ساعاتی نے شروع کی تھی۔ اس وقت تک ۱۴ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔

۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری (ولادت ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ) آپ کی تاریخ ولادت "صدق" اور تاریخ وفات "نور" سے نکلتی ہے۔ امام بخاری کی تصانیف میں سب سے اہم اور مستند کتاب صحیح بخاری ہے۔ جس کا پورا نام یہ ہے الجامع الصحیح المسند

المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ایامہ ۔

اس کتاب کی تالیف میں ۱۶ سال صرف ہوئے ۔ آپ سے براہ راست صحیح بخاری پڑھنے والے تلامذہ کی تعداد نوے ہزار تک پہنچتی ہے ۔ بعض دفعہ ایک ہی مجلس میں حاضرین کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ جایا کرتی تھی ۔ اس قسم کے اجتماعات میں املا کرانے والوں کا شمار ۳۰۰ سے متجاوز ہو جاتا تھا کل تعداد روایات مع تعلیقات ۹۰۸۲ ، مرفوع مسند روایات ۷۲۷۵ ، غیر مکرر روایات ۴۰۰۰ ۔ امام بخاری نے دوسرے محدثین کی بہ نسبت راویوں کے پرکھنے کا معیار زیادہ بلند رکھا ہے ۔

۳ ۔ امام مسلم ابن حجاج قشیری : (ولادت ۲۰۲ھ ، وفات ۲۶۱ھ) امام بخاری ، امام احمد بن حنبل ان کے اساتذہ میں شامل ہیں اور امام ترمذی ، ابو حاتم رازی ، ابو بکر بن خزیمہ کا شمار ان کے تلامذہ میں ہوتا ہے ۔ اس کی کتاب صحیح مسلم حسن ترتیب کے لحاظ سے زیادہ ممتاز مانی جاتی ہے ۔

۴ ۔ امام ابو داؤد اشعث بن سلیمان سجستانی (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ) ان کی اہم تالیف سنن ابو داؤد کے نام سے مشہور ہے ۔ اس میں زیادہ تر احکام پر مشتمل روایات کو پوری جامعیت کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے ۔ فقہی اور قانونی مسائل کا یہ بہترین ماخذ ہے ۔ یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل ہے ۔

۵ ۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی (ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ) ان کی کتاب میں فقہی مسالک کی تفصیل وضاحت سے کی گئی ہے ۔

۶ ۔ امام احمد بن شعیب نسائی (وفات ۳۰۳ھ) ان کی تصنیف کا نام السنن المجتبیٰ ہے ۔

۷ ۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی : (وفات ۲۷۳ھ) ان کی کتاب سنن ابن ماجہ کے نام سے مشہور ہے ۔ مسند احمد کے علاوہ ان چھ کتابوں کو محدثین کی اصطلاح میں صحاح ستہ کہا جاتا ہے ۔ بعض اہل علم نے بجائے ابن ماجہ کے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں شمار کیا ہے ۔

ان کے علاوہ اس دور میں اور بھی بہت سی مفید اور جامع تالیفات شائع ہوئی ہیں ۔ جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے ۔ بخاری ، مسلم ، ترمذی جامع کہلاتی ہیں ۔ یعنی عقائد ، عبادات ، اخلاق اور معاملات وغیرہ تمام عنوانات پر ان میں احادیث موجود ہیں اور ابو داؤد ، نسائی ، ابن ماجہ سنن کہلاتی ہیں ۔ یعنی ان میں زیادہ تر عملی زندگی سے متعلق روایات درج ہیں ۔

طبقات کتب حدیث : محدثین نے روایات کی صحت و قوت کے لحاظ سے تمام کتب حدیث کو چار طبقات پر تقسیم کیا ہے ۔

۱ ۔ موطا امام مالکؒ ، صحیح بخاریؒ ، صحیح مسلمؒ ۔ یہ تینوں کتابیں صحت ، سند اور راویوں کی ثقاہت کے اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتی ہیں ۔

۲ ۔ ابو داؤدؒ ، ترمذیؒ ، نسائیؒ ۔ ان کتابوں کے بعض راوی ثقاہت کے اعتبار سے طبقہ اول سے فروتر ہیں ۔ لیکن ان کو بہر حال قابل اعتماد مانا جاتا ہے ۔ مسند احمد کا شمار شاہ ولی اللہ کی تحقیق کے مطابق طبقہ (۲) اور (۳) کے درمیان ہوتا ہے ۔

۳ ۔ دارمی (وفات ۲۵۵ھ) ، ابن ماجہ ، بیہقی ، دارقطنی (ف ۳۸۵ھ) کتب طبرانی (ف ۳۶۰ھ) تصانیف طحاوی (ف ۳۲۱ھ) مسند شافعی ، مستدرک حاکم (ف ۴۰۵ھ) ان کتابوں میں صحیح ، ضعیف ہر قسم کی روایات موجود ہیں ۔ لیکن قابل اعتماد روایات کا عنصر غالب ہے ۔

۴۔ تصانیف ابن جریر طبری (ف ۳۱۰ھ) کتب خطیب بغدادی (ف ۴۶۳ھ) ابونعیم (ف ۴۳۰ھ) ابن عساکر (ف ۵۷۱ھ) دیلمی صاحب فردوس (ف ۵۰۹ھ)، کامل ابن عدی (ف ۳۶۵ھ)، تالیفات ابن مردویہ (ف ۴۱۰ھ)، واقدی (ف ۲۰۷ھ) اور اسی نوع کے دوسرے مصنفین کی کتابیں اسی طبقہ میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ تالیفات رطب ویابس کا مجموعہ ہیں۔ موضوع (من گھڑت) روایات تک بھی ان میں بکثرت موجود ہیں۔ زیادہ تر عام واعظین، مورخین اور اصحاب تصوف کا سہارا یہی کتابیں ہیں لیکن اگر چھان بین سے کام لیا جائے تو ان تالیفات میں سے بھی بیش بہا جواہر ریزے نکالے جاسکتے ہیں۔

چوتھا دور: تقریباً پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے اور اس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اس عرصہ میں تیسرے دور کا انداز تدوین اختتام کو پہنچ گیا تھا۔ اس طویل مدت میں جو کام ہوا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ حدیث کی اہم کتابوں کی شرحیں، حواشی اور دوسری زبانوں میں تراجم لکھے گئے۔

۲۔ جن علوم حدیث کا ذکر اوپر آیا ہے، ان پر بہت سی تصانیف اسی دور میں وجود میں آئی ہیں اور ان کی شرحیں اور خلاصے لکھے گئے ہیں۔

۳۔ اہل علم نے اپنے ذوق یا ضرورت کے مطابق تیسرے دور کی تالیفات سے احادیث منتخب کرکے مفید کتابیں مرتب کی ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

ا۔ مشکوٰۃ المصابیح: مولفہ ولی الدین خطیب۔ اس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، آداب اور حشر و نشر سے متعلق روایات جمع کر دی گئی ہیں۔

ب۔ ریاض الصالحین: مرتبہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شارح مسلم (ف ۶۷۶ھ) یہ زیادہ تر اخلاق و آداب پر مشتمل احادیث کا انتخاب ہے۔ ہر باب کے شروع میں مضمون کے مطابق قرآنی آیات بھی ذکر کی گئی ہیں۔ یہ اس کتاب کی اہم خصوصیت ہے صحیح بخاری کا بھی انداز تالیف و ترتیب یہی ہے۔

ج۔ منتقی الاخبار مولفہ مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن تیمیہ (ف ۶۵۲ھ): یہ مشہور شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کے جد امجد ہیں۔ اس کتاب کی شرح آٹھ جلدوں میں قاضی شوکانی نے نیل الاوطار کے نام سے مرتب کی ہے۔

د۔ بلوغ المرام: مرتبہ حافظ ابن حجر شارح بخاری (ف ۸۵۲ھ) اس میں زیادہ تر عبادات اور معاملات سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اس کی شرح سبل السلام عربی میں محمد بن اسماعیل صنعانی (وفات ۱۱۸۲ھ) کے قلم سے شائع ہوئی ہے۔ اور دوسری مسک الختام کے نام سے فارسی میں نواب صدیق حسن خان (ف ۱۳۰۷ھ) نے ترتیب دی ہے۔ ان میں سے اکثر کے تراجم عرصہ ہوا، اردو میں شائع ہوچکے ہیں۔

غیر منقسم ہندوستان میں سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلوی بن سیف الدین ترک (وفات ۱۰۵۲ھ) نے علم حدیث کی شمع روشن کی۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ (وفات ۱۱۷۶ھ) اور ان کی اولاد، احفاد اور ارشد تلامذہ کی جانفشانیوں اور جگر کاویوں سے اس ملک کی سرزمین نور سنت سے جگمگا اٹھی۔ واشرقت الارض بنور ربها۔

شاہ ولی اللہؒ کے بعد سے اس ملک میں تراجم شروح اور منتخب احادیث کے مجموعوں کی ترتیب و اشاعت کا مقدس سلسلہ اب تک جاری ہے۔

اس پوری تفصیل کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ عہدِ نبویؐ سے لے کر اب تک کوئی دور بھی ایسا نہیں گزرا ہے، جس میں حدیث کے لکھنے اور روایت کرنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہو۔ یہ وہ سلسلۂ علم ہے، جس کا دن بھی روشن ہے اور جس کی رات کا دامن بھی درخشانیوں اور تابناکیوں سے بھرپور ہے۔ لیلها کنهارها

سنتِ نبویؐ اور خلفائے راشدین: ذیل میں ان روایات کی تشریح کی گئی ہے، جن کی بناء پر عام طور پر منکرین حدیث و سنت، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک قرار دیتے ہیں ضمنی طور پر بعض دوسرے مباحث بھی آ گئے ہیں۔

عن بن عباسؓ لما اشتد بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط' قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع

(صحیح بخاری مصری باب کتابۃ العلم ج ۱، ص ۲۲)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد جب شدت اختیار کر گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ میں کچھ لکھوا دوں۔ تاکہ بعد میں تم گمراہی میں مبتلا نہ ہونے پاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف کی شدت کا غلبہ ہو گیا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے۔ وہ کافی ہے بس صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا اور شور بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا۔ میرے پاس سے اٹھ کھڑے ہو میرے پاس نزاع مناسب نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں مزید یہ الفاظ ملتے ہیں:

وقالوا ماشانہ اھجر استفھموہ، قال قال دعونی فالذی انا فیہ خیر ا وصیکم بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد لنحو ما کنت اجیزھم قال وسکت عن الثالثۃ اوقال فانسیتھا۔

(ج ۲۔ ص ۴۲۔ باب ترک الوصیتہ)

حاضرین نے کہا: کیا آپؐ (دنیا کو) چھوڑ چلے ہیں۔ دریافت تو کر لو (بعض روایات میں یہ الفاظ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہیں) راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے۔ میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرو (۲) غیر ملکی یا قبائلی وفود (مہمانوں) کی اسی طرح عزت کرو جس طرح میں کرتا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ تیسری بات کے ظاہر کرنے سے یا تو حضرت ابن عباس خاموش رہے یا مجھے یاد نہ رہی۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

ائتونی بالکتف والدواۃ او اللوح والدواۃ۔

یعنی شانے کی ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات (لکھنے کا سامان) لے کر آؤ تاکہ میں کچھ لکھوا دوں۔

اس حدیث کے مطالعہ کے وقت مختلف قسم کے سوالات ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

۱۔ آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے کہ جس کی بناء پر گمراہی کا امکان باقی نہ رہتا۔

۲۔ ضلالت سے کیا مراد ہے؟ کیا حاضرین کے اختلاف و نزاع کی وجہ سے پیغمبر کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسی بات کو ظاہر نہ کرے، جس کی بناء پر امت ضلالت سے بچ سکے۔

۳۔ بعض صحابہ خصوصاً حضرت عمرؓ نے آپ کے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی؟

۴۔ اس موقع پر صحابہ کے اختلاف کی نوعیت کیا تھی؟

۵۔ ھجر کے معنی عام طور پر ہذیان کے لئے جاتے ہیں۔ کیا اس میں گستاخی اور سوء ادبی کا پہلو نہیں پایا جاتا۔ کیا اس قسم کے کلمات صحابہ خصوصاً حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلنے کسی درجہ میں بھی مناسب تھے؟

۶۔ حضرت عمرؓ کے قول حسبنا کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟ کیا ان کا یہ ارشاد مسلک انکار سنت کی تائید نہیں کر رہا ہے؟

سوال نمبر ۱، ۲، ۳ کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کے فرمان "لا تضلوا بعدہ" سے یہی سمجھے تھے کہ لا تجمعون علی الضلالۃ ولا تسری الضلالۃ الی کلکم یعنی جو چیز میں لکھوانا چاہتا ہوں۔ اس کی بناء پر پوری امت اجتماعی طور پر ضلالت سے محفوظ رہے گی نہ کہ ہر ہر فرد گمراہی سے امن میں رہے گا۔ کیونکہ انفرادی طور پر ضلالت کے بارے میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ارشادات موجود ہیں، جن کی بناء پر افراد کی گمراہی کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً روایات میں ملتا ہے کہ: ستفترق الامۃ کہ امت کئی فرقوں میں بٹ جائے گی یا مثلاً آپ نے فرمایا: "ملت کے مجموعی نظم میں سے لوگ خروج کریں گے اور قسم قسم کے فتنے ظہور میں آئیں گے۔"

باقی رہا پوری امت کا ضلالت پر مجتمع اور متفق ہو جانا، تو اس کی نفی پر کتاب اللہ و سنت کی واضح نصوص موجود ہیں:

۱۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (سورہ نور پارہ ۱۸) — تم میں سے جو لوگ ایمان اور عمل صالح سے آراستہ ہیں، اللہ تعالیٰ ضرور ہی ان کو زمین میں منصب خلافت عطا فرمائے گا۔

۲۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورۃ آل عمران) — تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کے لئے برپا کی گئی ہے بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

۳۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ — میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۳۰)

۴۔ لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق او کما قال (بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۵۱۲) — میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جس کو راہ حق پر استقامت حاصل ہو گی۔

ان واضح شواہد و دلائل کے ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ یہ کیسے سمجھ سکتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس آخری

مرض میں جس تحریر کے لکھوانے کا ارادہ فرمایا ہے، اگر اسے قلم بند نہ کیا گیا تو امت گمراہ ہو جائے گی۔ بلکہ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی احتیاطا اور امت پر کمال شفقت و رحمت کی وجہ سے کچھ نصائح لکھوانا چاہتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس چیز کو بھانپ لیا اور معاملہ کی اصل حقیقت تک پہنچ گئے۔ اسی بنا پر آنحضورؐ کے درد کی شدت کو دیکھتے ہوئے رائے ظاہر کی کہ اس وقت دوات قلم لاکر آپؐ کی تکلیف میں اضافہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان کو یہ یقین تھا کہ اللہ کی کتاب جب تک ہمارے درمیان موجود ہے امت مجموعی طور پر گمراہ نہیں ہو سکتی۔ یہ عدول حکمی یا ارشاد نبویؐ سے سرتابی نہ تھی۔ بلکہ آپؐ کو زحمت سے بچانے کے لئے اپنی خیرخواہی اور مخلصانہ محبت کا اظہار تھا۔

اس صورت حال سے ملتا جلتا واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ملتا ہے، جب کہ مشرکین کے اعتراض کی بناء پر آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھ دیں لیکن انہوں نے لفظ رسول اللہ کے مٹانے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ نافرمانی نہ تھی بلکہ ادب و احترام اور اخلاص و محبت کا پہلو غالب تھا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ یہ یقین تھا کہ امت مجموعی طور پر گمراہ نہ ہوگی، اس کے باوجود آپؐ کا یہ فرمانا کہ کچھ لکھوا دوں تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ اس فرمان کی جو توجیہ و تشریح کی گئی ہے، یہ کوئی انوکھی نہیں ہے۔ سیرت میں اسی قسم کے دوسرے واقعات بھی ملتے ہیں۔

اس نوعیت کا ایک نمونہ غزوہ بدر کے موقع پر ملتا ہے۔ جنگ بدر میں فتح و کامرانی کا وعدہ خدا کی طرف سے ہو چکا تھا۔ اس غزوہ میں مارے جانے والے مشرکین کے گرنے کی جگہیں بھی آپؐ کو بتا دی گئی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے انتہائی الحاح و تضرع سے (گڑگڑا کر) دعا کی اور یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کی اس مشقت اور آہ و زاری پر صبر نہ کر سکے اور ان کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکل گئے۔ "آپ کب تک یہ مشقت برداشت کریں گے اب اس الحاح و تضرع کو ختم فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔"

جس طرح یہاں حضرت ابوبکرؓ نے کمال محبت اور انتہائی وفادارانہ جذبہ کی بنا پر طویل مناجات کے سلسلے کے ختم کرنے کی درخواست کی، اسی طرح حضرت عمرؓ کو بھی اسی جذبہ نے مجبور کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید مرض کی حالت میں لکھوانے اور املا کرانے کی زحمت سے بہرحال محفوظ رہیں۔

نیز جس غزوہ بدر کے موقع پر کامل فتح و نصرت کے الٰہی وعدے کے باوجود آپ نے طویل عرصہ تک سلسلہ دعا و مناجات جاری رکھا اور اس بناء پر انتہائی مشقت برداشت کی۔ ٹھیک اسی طرح مرض الموت میں اس علم کے باوجود کہ امت ضلالت پر مجتمع نہیں ہو سکتی، آپ نے سامانِ کتابت لانے کا حکم صادر فرمایا۔ (مستفاد از تعلیقات السندیؒ علی البخاری)

مذکورہ بالا تفصیلات کی تائید میں یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپؐ کے مرض میں تخفیف ہوئی اور کئی دن تک آپؐ بقید حیات رہے، اس کے باوجود آپؐ نے دوبارہ قلم دوات طلب نہ کی۔ اگر واقعی کوئی ضروری وصیت پیش نظر تھی تو ان ایام میں اس کا اظہار ہو سکتا تھا۔ انبیاء کرام کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ محض چند افراد کے اختلاف و نزاع کی بنا پر

فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں کوتاہی کریں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری مصری، جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

سوال نمبر ۳ کے جواب میں یہ ہے کہ دین کے بارے میں اختلاف تین قسم کا ہو سکتا ہے:

۱۔ وجود خالق اور اس کی وحدانیت کے بارے میں اختلاف، یہ صریح کفر ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اختلاف، یہ بدعت ہے۔

۳۔ ایسے فروعی مسائل میں اختلاف، جن کے بارے میں ایک سے زیادہ کا احتمال خود کتاب و سنت کے الفاظ میں موجود ہے۔ یہ اختلاف امت کے لئے زحمت کی بجائے رحمت کا باعث ہے۔ اس قسم کے اختلاف کو حدیث میں اختلاف امتی رحمۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ۲ صفحہ ۴۳ کلام خطابی)

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ اختلاف ایسا ہی تھا جیسا کہ حدیث لا یصلین احدکم صلوٰۃ العصر الا فی بنی قریظۃ کے فہم میں ہو گیا تھا۔ (یعنی تم میں سے کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے، مگر بنو قریظہ کے علاقے میں) واقعہ یہ ہے کہ صحابہ جب اس ارشاد کو سن کر مدینہ سے روانہ ہوئے تو راستہ ہی میں عصر کا وقت ہو گیا۔ اس موقع پر ایک گروہ نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر غور کرتے ہوئے بنی قریظہ کے علاقے میں پہنچ کر ہی نماز قضا کی۔ یہ لوگ عشاء کے بعد ہی مقررہ مقام پر پہنچ سکے (زاد المعاد۔ ج ۱ صفحہ ۴۲۸) دوسرے گروہ نے حدیث کے اصل منشا کو پیش نظر رکھتے ہوئے راستہ ہی میں بروقت نماز ادا کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ سارا معاملہ پیش ہوا، تو آپ نے کسی کو بھی ملامت نہ کی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ فہم و اجتہاد کے اختلاف کی بنا پر کسی کو بھی زجر و توبیخ اور طعن و تشنیع کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا بشرطیکہ نیت خالص اور مقصد صالح پیش نظر ہو۔ (فتح الباری ج ۱ صفحہ ۱۶۹)

سوال نمبر ۵ کا جواب "ھجر" کے کئی معنی آتے ہیں۔ اگر اسے ہجر سے مشتق مانا جائے، تو اس کے معنی ہذیان کے ہوں گے اور اگر ہجرت ہجران سے ماخوذ ہو، تو اس کے معنی مفارقت اور ترک وطن کے ہوں گے۔ اس حدیث میں دوسرے معنی مراد لینا صحابہ کے زیادہ شایان شان ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ایک لفظ کے صحیح معنی بن سکتے ہیں، تو بلا وجہ ایسے معنی مراد لینا جس سے بے ادبی کا پہلو نکلے مناسب نہیں ہے۔ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیراً۔ یہ ربانی ہدایت اس موقع پر نگاہوں سے اوجھل نہیں رہنی چاہیئے۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی آپ دُنیا کو چھوڑ چلے ہیں؟ اور کیا یہ آپ کی زندگی کے آخری لمحات ہیں؟ آپ سے دریافت کر لیا جائے۔ اگر واقعی صورت حال یہی ہے، تب تو تعمیل ارشاد فوراً ضروری ہے، ورنہ درد کی شدت کا خیال کرتے ہوئے مرض میں تخفیف کا انتظار کرنا مناسب ہوگا۔ اس تشریح سے حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی وابستگی اور انتہائی مخلصانہ محبت ظاہر ہوتی ہے نہ کہ گستاخی اور سوء ادبی کا پہلو۔

سوال نمبر ۶ کا جواب: حسبنا کتاب اللہ حضرت عمرؓ کا یہ جملہ عام طور پر منکرین سنت کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ وہ اسے اپنے مسلک کی حمایت میں زور شور سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات واضح ہے کہ حضرت عمرؓ ہوں یا دوسرے خلفائے راشدینؓ ان کے مسلک کو متعین کرنے کے لئے ایک دو مبہم اقوال سے استناد کرنے کے بجائے ضروری ہے کہ ان کی زندگی کے مجموعی طرز عمل کو

دیکھتے ہوئے اس حقیقت کا سراغ لگایا جائے۔ حسبنا کتاب اللہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک شریعت کے بنیادی اصول کا تعلق ہے، وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔ باقی رہا جزئیات اور تفصیلات کے تعین اور وضاحت کے لئے سنت کی طرف رجوع کرنا تو یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اس پر خود حضرت عمرؓ شدت کے ساتھ کاربند تھے۔ چند اقوال و آثار ملاحظہ ہوں۔ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا:

۱۔ قال عمر بن الخطابؓ، سیأتی قوم یجادلونکم بشبہات القرآن، فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ

(مقدمہ المیزان شعرانی مطبوعہ قاہرہ ص ۶۲)

تمہارے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے، جو قرآن کے بارے میں شبہات پیدا کرکے تم سے بحث و مناظرہ کریں گے۔ ان لوگوں پر روایات کے ذریعہ گرفت کرو۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ علماءِ سنت قرآن مجید سے زیادہ باخبر ہیں۔

(۲) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا سنت کے بارے میں کیا موقف تھا۔ اس کی وضاحت میمون بن مہران کے اس بیان سے ہوتی ہے:

"حضرت ابوبکرؓ کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس کوئی فیصلہ طلب معاملہ آتا، تو پہلے کتاب اللہ میں غور فرماتے۔ اگر اس میں حکم مل جاتا، تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے، ورنہ سنتِ نبویؐ کی طرف رجوع کرتے۔ اگر یہاں بھی ناکامی ہوتی تو صحابہ کرامؓ کو جمع کرکے ان سے دریافت فرماتے۔ حضرت عمرؓ کا طریق کار بھی اس سے ملتا جلتا تھا۔" (اعلام الموقعین امام ابن قیم۔ ج ۱ ص ۶۲)

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر۔ ج ۶ ص ۳۰۱)

میری اطاعت کرو جب تک کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی سنت پر کاربند رہوں۔ اور جب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں، تو تم پر میری اطاعت لازم نہ ہوگی۔

اس خطبہ میں اطاعت رسولؐ سے سنت ہی مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ قرآن کی اطاعت کا ذکر تو پہلے ہی " ما اطعت اللہ" میں مذکور ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رُواۃ کے لحاظ سے یہ خطبہ قابل اعتماد ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس خطبہ کے الفاظ سے اس وہم کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے کہ اطاعت کا لفظ صرف زندہ شخصیت ہی کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ جیسے اہل زبان اطاعت کا لفظ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے لئے بول رہے ہیں۔ عمر بن خطاب فرمایا کرتے تھے:

۳۔ ان عمر بن الخطاب کان یقول اصحاب الرائ اعداء السنن اعیتہم الاحادیث ان یعوھا واستحیوا حین سئلوا ان یقولوا لا نعلم فعارضوا السنن برایہم فایاکم وایاھم

(اعلام الموقعین۔ ج ۱ ص ۴۴)

رائے اور قیاس کے دلدادہ سنت کے دشمن ہیں۔ احادیث کا یاد رکھنا ان کیلئے دشوار ہو گیا ہے۔ جب کوئی ان سے مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے تو ان کو "لا نعلم" (ہم نہیں جانتے) کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ یہ لوگ اپنی ذاتی آراء اور دماغی اختراعات کو سنت کے مقابلہ میں لے آئے ان سے دور رہو۔

(۴) قال عمرؓ ردّوا الجہالات الی سنۃ — حضرت عمرؓ نے فرمایا جن باتوں کا علم نہ ہو ان کو سنت کی طرف لوٹاؤ
(جامع بیان العلم ۔ ج ۲ ۔ ص۱۵۷)

(۵) قال عمرؓ تعلموا الفرائض والسنۃ کما تتعلموا القرآن ۔ — حضرت عمرؓ نے فرمایا ۔ احکام وراثت اور سنت اس طرح سیکھو، جس طرح قرآن سیکھتے ہو ۔
(جامع بیان العلم ابن عبدالبر ۔ ج ۲ ۔ ص۱۲۳)

عملی نمونے : اب تک حضرات شیخین (ابوبکرؓ، عمرؓ) کے چند اقوال پیش کئے گئے ہیں ۔ جو قابلِ اعتماد راویوں کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں ۔ اب ذیل میں چند عملی مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

۱ ۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے اسلام مباح امور میں قابلِ اعتماد اہل علم سے مشورہ لیا کرتے تھے ۔ تاکہ سہل ترین راہ اختیار کر سکیں ۔ جب کتاب وسنت کا واضح حکم سامنے آجاتا تو پھر دوسری چیز کی طرف رُخ نہ کرتے، اور یہ محض اس بناء پر کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ اقتداء سے باہر نہ ہونے پائیں ۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے (حدیث رسول پیش کرتے ہوئے) ٹوکا کہ آپ ان پر کیسے فوج کشی کر سکتے ہیں ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد ہے، مجھے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ پڑھ لیں ۔ اسی طرح مجھ سے وہ اپنی جانیں اور مال محفوظ کر لیں گے مگر یہ کہ اسلام کا کوئی حق ان سے وابستہ ہو ۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان کے مشورہ کی پرواہ نہ کی، کیونکہ ان کے پاس نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کے قائلین کے بارے میں حکم رسول موجود تھا، یہ لوگ دین کے احکام بدلنا چاہتے تھے ۔ آپ کا فرمان ہے ۔ "من بدل دینہ فاقتلوا" (جو اپنا دین تبدیل کرلے، اسے قتل کر ڈالو) ۔ (بخاری مصری ۔ ج ۴ ۔ ص۱۹۴)

اس سلسلے میں غور طلب معاملہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو مانعین زکوٰۃ سے جہاد و قتال کرنے سے حدیث کی بناء پر روکا تھا ۔ اب اگر حضرت ابوبکرؓ حدیث کو تاریخِ دین سمجھتے تھے تو صاف طور پر کہنا چاہیئے تھا، کہ یہ کیا تم حدیث پیش کر رہے ہو، قرآن لاؤ ۔ اس کے بجائے انہوں نے حدیث کا ایسا مطلب بیان کیا، جس سے حضرت عمرؓ کی غلط فہمی بھی رفع ہو گئی اور ان کی پیش کردہ روایت کا مفہوم سامنے آگیا ۔

۲ ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب دورِ صدیقی میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ نے اپنے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا اور ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کے ذریعہ اپنا حق وراثت طلب کیا (بخاری، مسلم)، تو ابوبکرؓ نے سب کو ایک ہی حدیث سُنا کر مطمئن کر دیا ۔ یعنی لا نورث ماترکنا صدقۃ ۔ انبیاء کرام کا متروکہ مال میراث کے طور پر تقسیم نہیں ہوتا ۔ بلکہ وہ امت کے غرباء و مساکین کا حق ہے ۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۵۵۰) حضرت فاطمہؓ نے ابتداً اس پر اصرار کیا تھا، لیکن بعد میں وہ بھی راضی ہو گئیں ۔ (بیہقی ۔ ج ۶ ۔ ص۳۰۱)

حضرت ابوبکرؓ کے اس طرز عمل پر نہ حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا اور نہ دوسرے صحابہ نے کسی قسم کے اختلاف کا اظہار کیا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پاکیزہ دور میں سنت کے شرعی ماخذ ہونے پر سب کا اتفاق و اجماع تھا اور سب کے نزدیک

یہ طریقہ "سبیل المومنین" کی حیثیت رکھتا تھا۔

۳۔ حضرت عمرؓ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ مقتول شوہر کی دیت سے اس کی بیوی حصہ پائے گی یا نہیں؟ حضرت عمرؓ اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ اس موقعہ پر ضحاک بن سفیانؓ حضرت عمرؓ سے کہتے ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نوشتہ موجود ہے کہ آپ نے اشیم ضبابی کی بیوی کو اپنے شوہر کی دیت میں حصہ دار ٹھہرایا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے فیصلے سے رجوع کر لیا، اور حدیث کے مطابق حکم صادر فرمایا۔ (ابوداؤد، مؤطا امام مالک ص۲۳۹ باب میراث القتل)

۴۔ حضرت ابوبکرؓ سے جب دادی کے حقِ وراثت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے صحابہ سے دریافت کیا، تو اس موقع پر محمد بن مسلمؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلوایا ہے۔ (مؤطا امام مالک ص۲۲۵)

۵۔ اسی طرح جنین کی دیت کے بارے میں حضرت عمرؓ حمل بن مالک کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نہ تو ضحاک بن سفیان سے کہتے ہیں کہ بھائی تم نجد کے رہنے والے ہو، تمہیں ان روایات کا کیا علم اور نہ آپ حمل بن مالک سے فرماتے ہیں کہ تم تہامہ کے باشندے ہو۔ تم کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا بہت کم موقعہ ملا۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ تمہاری یہ روایتیں مہاجرینؓ اور انصار کے علم میں نہ آئیں اور تمہیں یہ شرف حاصل ہو گیا۔

ایک شخص کی روایت کے بارے میں بھول چوک کا احتمال بھی ہو سکتا ہے، بیان کرنے میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے ان دونوں حضرات کی روایت کو بغیر کسی ردّ و قدح کے قبول فرمالیا۔

زیرِ عنوان حدیث کی مناسبت سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال و آثار کی تفصیل تو کافی حد تک ناظرین کے سامنے آچکی ہے۔ لگے ہاتھوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا موقف بھی سنت کے بارے میں واضح کر دیا جائے۔

حضرت عثمانؓ اور حدیثِ نبویؐ: ۶۔ حضرت عثمان کا خیال تھا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے، وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ لیکن جب ابوسعید خدریؓ کی بہن فریعہ بنت مالک نے اپنا واقعہ پیش کیا کہ میرے شوہر کے قتل ہونے پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے شوہر کے مکان پر عدت گزارنے کا حکم دیا، تو حضرت عثمانؓ نے اس حدیث کے مطابق اپنی رائے کو بدل لیا۔ (موطا امام مالکؒ۔ باب مقام المتوفی عنہا زوجہا)

حضرت علیؓ اور سنتِ نبویؐ: ۷۔ حضرت علیؓ کے پاس چند مرتد افراد لائے گئے۔ آپ نے ان کو آگ میں جلا ڈالنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حدیث پیش کی کہ:

من بدل دینہ فاقتلوہ یعنی "جو اپنا دین بدل ڈالے۔ اسے قتل کر دو۔" یہاں قتل کا حکم ہے نہ کہ جلا ڈالنے کا۔ حضرت علیؓ نے یہ حدیث سن کر فرمایا صدق ابن عباس (ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے)۔ (ترمذی ابواب الحدود ص۱۰۶ مجتبائی دہلی)

احادیث جلانے کا واقعہ: حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں احادیث کے مجموعے جلا ڈالے تھے لیکن یہ دونوں واقعات سند کے لحاظ سے انتہائی ناقابلِ اعتماد ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ والی روایت میں ایک راوی علی بن صالح مدنی ہے، جس کو محدثین نے مستور الحال قرار دیا ہے۔ یعنی اس کے احوال و کوائف

معلوم نہیں ہو سکے۔ اس لئے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (تقریب التہذیب)

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صفحہ ۵ پر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد اس کی سند پر جرح بھی کر دی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ انکار سنت کے حامی اس روایت کو تو بڑے زور شور سے نقل کر جاتے ہیں۔ لیکن مصنف کتاب نے اس پر جو جرح کی ہے، اس کا نام تک نہیں لیتے۔ آخر یہ کونسی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے؟

اگر بالفرض اس روایت کو درست بھی مان لیا جائے، تب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابوبکرؓ حدیث کو حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی دوسری وجہ ہو، جیسا کہ قرآن مجید کے بارے میں مستند روایات میں ملتا ہے:

وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة اذا اختلفتم انتم و زيد بن ثابت في شيئ من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتى اذا نسخوا الصحف في المصاحف ردّ عثمان الصحف الى حفصة وارسل الى كل افق مصحف مما نسخوا وامر بما سواه من القرآن في كل صحيفة او مصحف ان يحرق

(بخاری مصری مع حاشیہ السندی ج ۳ صفحہ ۲۲۶ باب جمع القرآن)

حضرت عثمانؓ نے (اپنے دور خلافت میں مسلمانوں کو اختلاف قرأت سے بچانے کے لئے) تین قریشی صحابہ (عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن العاصؓ اور عبداللہ بن الحارثؓ) سے فرمایا کہ اگر تمہارے اور زید بن ثابتؓ کے درمیان اختلاف ہو جائے تو قرآن کو قریش کی زبان میں لکھو۔ اس لئے کہ قرآن ان ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ قرآن کے اجزاء کو مصاحف میں لکھ چکے تو حضرت عثمانؓ نے اصلی قرآنی اجزاء حضرت حفصہؓ کے پاس واپس بھجوا دیئے اور ان کی نقلیں تمام اسلامی صوبوں میں بھجوا دیں۔ ان کے علاوہ جو صاحف بچے، ان کے جلانے کا حکم دے دیا۔

اس روایت کے مضمون کو منکرین حدیث کے مشہور رہنما حافظ محمد اسلم صاحب جیراج پوری نے بھی تسلیم کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"بیان کیا جاتا ہے کہ مصحف اصلی کی نقل لینے کے بعد حضرت عثمانؓ نے متفرق صحیفوں کو، جو لوگوں کے پاس تھے اور صحیح قرأت کے مطابق نہ تھے جلا ڈالنے کا حکم دے دیا۔ بعض فرقے اس کو حضرت عثمانؓ کے مصائب میں بڑے شدومد کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور ان پر تحریق کا الزام لگاتے ہیں لیکن عقل کے نزدیک اگر انہوں نے ایسا کیا، تو ان کا یہ فعل مستحسن تھا کیونکہ ان اجزاء سے اختلافِ قرأت کا اندیشہ تھا جس سے وہ امت کو بچانا چاہتے تھے۔ اس لئے ایسی حالت میں جب کہ باتفاق صحابہؓ قرأت صحیحہ کے مطابق قرآن لکھ لیا گیا۔ ان اختلافی مواد کا جلا دینا امت پر بہت بڑا احسان تھا۔"

(تاریخ القرآن صفحہ ۶)

اس اقتباس میں خط کشیدہ الفاظ انتہائی غور طلب ہیں۔ کیا جس طرح قرأت صحیحہ پر صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا اور اس کو منکرین سنت نے بھی حجت تسلیم کیا، تو کیا ٹھیک اسی طرح کا اتفاق سنت کے حجت ماننے پر صحابہ کرام کے درمیان نہیں پایا جاتا؟ کیا اس کی مخالفت پر کسی ایک صحابی کا قول پیش کیا جا سکتا ہے؟ پھر لطف یہ ہے کہ قرآن کی قرأت صحیحہ پر اتفاق کا علم ہمیں کس طرح ہوا۔ اسی روایت در روایت کے ذریعہ جس پر منکرین سنت ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ابن سعد نے طبقات ج۔ ۵ میں نقل کیا ہے۔

الاحادیث کثرت علیٰ عہد عمرؓ فانشد الناس ان یاتوہ بہا فلما اتوہ بہا امر بتحریقہا

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں احادیث کثرت سے پھیل گئی تھیں حضرت عمرؓ نے لوگوں کو قسم دے کر کہا وہ احادیث ان کے پاس لائیں۔ جب لوگ ان کے پاس احادیث لے کر پہنچے، تو وہ ان کو جلا ڈالنے۔

یہ واقعہ بھی سند کے لحاظ سے ناقابلِ اعتبار ہے۔ یہ روایت منقطع ہے حضرت عمرؓ سے اس واقعہ کے راوی حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد ہیں۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ قاسم کی ولادت ۳۷ھ میں ہوئی ہے، یعنی حضرت عمرؓ کی شہادت کے تیرہ سال بعد۔ اس روایت کی سند میں ایک کڑی غائب ہے۔ جب تک اس کا علم نہ ہو اور اس کی ثقاہت قابلِ اعتماد نہ ہو یہ روایت بھی ناقابلِ قبول ہے۔ اگر کسی درجہ میں اس روایت کو قبول کر بھی لیا جائے، تو بھی حضرت عمرؓ کے طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے اس اقدام کو احتیاط پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی ان کو یہ بات پسند نہ تھی کہ لوگ بے احتیاطی کے ساتھ حدیثِ رسول بیان کرنے میں بیباک ہو جائیں۔ جیسا کہ دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا:

اقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کم بیان کرو۔

(تذکرۃ الحفاظ۔ ج۔ ۱ ص ۷)

اس قسم کی ضعیف اور ناقابلِ اعتماد روایات و آثار اور بھی ہیں، جن کو پیش کر کے عام طور پر منکرینِ سنت کی طرف سے مغالطہ دیا جاتا ہے۔ ان کی تفصیل کسی دوسرے موقع پر عرض کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

اس حدیث زیرِ عنوان سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت کا حکم عارضی تھا۔ اس روایت سے غیر قرآن لکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ واقعہ آپ کی زندگی کے آخری دور میں پیش آیا۔ اس لئے علماءِ امت کے نزدیک اس کو سابقہ ممانعت کا ناسخ قرار دیا گیا ہے۔ وللہ الحمد

امتحانات رشیدیہ

۲ر شعبان سے جامعہ کے وفاقی امتحانات ثانیہ۔ رابعہ۔ دورۂ حدیث شریف

۱۳ر ۱۴ر ۱۵ر شعبان ــــــ کامل الحفظ

۲۰ / ۲۱ / ۲۲ر شعبان ــــــ درجات قرآنیہ وراشدات

گویا شعبان کا مہینہ امتحانات رشیدیہ ہوگا!

(ناظم امتحانات)

مولانا سعید الرحمٰن علوی
مدیر خدام الدین

قرآن عزیز

اور اس کی حفاظت کے عقیدہ کو چیلنج

قرآن عزیز اپنا تعارف کراتے ہوئے خود کہتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (الشعراء ۱۹۲ تا ۱۹۶)

یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے اس کو آپ کے قلب پر ایک امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں سے میں ہوں وہ فرشتہ اس قرآن کو صاف اور واضح عربی زبان میں لے کر آیا ہے اور بلاشبہ اس قرآن کا ذکر امم سابقہ کی کتابوں میں موجود ہے (مولانا احمد سعید دہلوی رح)

اور حضور نبی مکرم قائد اعظم الاکرم محمد عربی فداہ روحنا و انفسنا ارشاد فرماتے ہیں کہ:
کہ یہ قرآن حبل اللہ المتین ہے ذکر حکیم ہے اور صراط مستقیم ہے۔ (ترمذی)

واقفان حال خوب جانتے ہیں۔ کہ یہ قرآن ایک لمبے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوا۔ علامہ فریدی وجدی لکھتے ہیں کہ یہ وہ کتاب ہے جو محمد رسول اللہ پر نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے یہ آخری آسمانی کتاب ہے متفرق طور پر نازل ہوئی اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے اس کی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (دائرۃ المعارف صفحہ ۶۶۶ ج ۷)

دشمنانِ اسلام و رسالت کا دیگر اعتراضات کے ساتھ ساتھ ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ قرآن اس رسول پر یک بارگی کیوں نازل نہ ہوا؟ ان کے اس اعتراض کو سورۃ فرقان آیت نمبر ۳۲ میں ذکر کر کے اس کا جواب دیا گیا۔

"اور کافریوں کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ جواب ہے کہ "یہ اس طرح آہستہ آہستہ نازل کیا گیا تاکہ ہم اس قرآن کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں اور اس

لئے ہم نے اس قرآن کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے رسحبان الہند مولانا احمد سعید رح)

علماء کے بقول یہ اعتراض کرکے کافر یہ شبہ پیدا کرنا چاہتے تھے کہ تھوڑا تھوڑا قرآن نبی علیہ السلام سوچ سوچ کر بنا لیتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ نے تدریجی نزول کی جو وجوہات بیان کیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ :

تھوڑے تھوڑے حصہ کو یاد کر لینا اور لکھ لینا سہل ہے پھر کفار نے جب کوئی اعتراض کیا فوراً اس کا جواب آثار کر نبی علیہ السلام کے قلب کو تقویت پہنچائی گئی ۔

حضور نبی کریم علیہ السلام پر جب وحی آتی تو ایک تو آپ حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ پڑھ پڑھ کر اپنے سینہ میں اسے محفوظ فرما لیتے دوسرے کسی لکھنے والے سے لکھوا لیتے جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ پڑھنا اور وہ بھی بعجلت تمام تاکہ کوئی لفظ چھوٹ نہ جاتے اور رہ نہ جاتے، اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس خدشہ کو بین السطور ذکر فرما کر ارشاد فرمایا۔

اے پیغمبر آپ نزولِ قرآن کے ساتھ حرکت نہ دیا کیجئے اس قرآن کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے سو جب ہم ریعنی ہمارا فرشتہ) اس کو پڑھنے لگے تو آپ توجہ کے ساتھ اس کی قرآت کے تابع رہئے ۔ پھر اس کے مطالب کو واضح کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے رسحبان الہند مولانا احمد سعید رح)
رالقیامہ ۱۶ تا ۱۹)

حفاظت قرآن کا یہ پہلا اور ابتدائی انتظام تھا جسے خود اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا اور گویا تمام تر اپنی ذمہ داری میں لے لیا کتابت وحی کے ضمن میں حضرات محققین علماء نے متعدد نام گنواتے ہیں جو یہ فرض سرانجام دیتے علامہ فرید وجدی رح دائرۃ المعارف میں حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ بن العوام، خالدؓ اور ابانؓ ابنا سعیدؓ بن العاص علاء حضرمی اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے اسماء ذکر کرکے کہتے ہیں وغیرھم وھم کثیرون
رصفحہ ۶۶۶ رج ۷)

اور وہ اس بات کی بھی تصریح کرتے ہیں کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور علیہ السلام کو یہ بھی بتلا اور سکھلا دیتے کہ اس آیت کو فلاں موقع پر درج کر دیں رایضاً)

کاتبان وحی کے متعلق علماء نے لکھا ہے

وکان ھولاء الکتاب من خیرۃ الصحابہ ردائرۃ المعارف جامعہ پنجاب صفحہ ۳۴۶/۱۶/۱)

علامہ فرید وجدی رح نے جو نام گنوائے ہیں ان کے ساتھ ساتھ جامعہ پنجاب کے دائرۃ المعارف میں امیر معاویہ، خالد بن ولید، زید بن ثابت، ثابت بن قیس، ارقم بن ابی ارقم، حنظلہ ابن ربیع اور ابو رافع قبطی

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ناموں کا اضافہ ہے (صفحہ ۲۴۶ ج ۱/۱۶)
اور علماء نے اس کی بھی تصریح کی کہ اس جمع و ترتیب کے مطابق حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبلؓ
اور حضرت ابو الدرداءؓ وغیرہ حضرات نے از خود بھی جمع کا اہتمام کیا تھا گویا اپنے لئے الگ سے نسخے بھی تیار کرتے تھے۔
اور حفظ کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں ان گنت حضرات کے نام شامل ہیں (صفحہ ۲۴۶ ج ۱/۱۶)

فن تحریر و کتابت کا جہاں تک تعلق ہے ظہور اسلام کے ساتھ ہی حجاز میں قدرتی طور پر اس کا رواج پڑ گیا اور اسے حسن اتفاق کہنا چاہیئے کہ جو حضرات اس فن کے ماہرین تھے انہیں صحبت نبوی میں بھی امتیازی مقام حاصل تھا اس ضمن میں جن اکابر کے نام لئے جاتے ہیں ان میں حضرت عمرؓ و علیؓ کے ساتھ حضرت ابو سفیان بن حرب، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، یزید بن ابی سفیان، طلحہ بن عبد اللہ، عثمان بن سعید، حاطب بن عمرو، حویطب بن عبد العزیٰ، جہم بن صلت، علاء حضرمی، ابو سلمہ بن عبد الاشہل، ابن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کے اسماء گرامی قریب قریب اس فن کی ہر کتاب میں موجود ہیں قرآن مجید کی حفاظت کے جو قدرتی اسباب اس طرح فراہم ہوتے چلے گئے ان کا نتیجہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام کے سانحہ ارتحال تک ہزاروں حفاظ کے ساتھ ایسے حضرات بھی معقول تعداد میں تھے جنہوں نے اس صحیفہ مقدسہ کی جمع کا انتظام کیا تھا۔

حفاظت قرآن کے مسئلہ پر جن علماء نے خود قرآن کی روشنی میں گفتگو کی ہے انہوں نے کتابت اور جمع صدور کی دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ جمع صدور کے ضمن میں ایک تو وہی آیات ہیں جو القیامہ کے حوالے سے پہلے ذکر ہو چکیں۔ العنکبوت کی آیت ۴۹ بھی اس ضمن میں آتی ہے جس میں ہے :

یہ قرآن روشن اور واضح آیات کا مجموعہ ہے جو اصحاب علم کے سینوں میں محفوظ ہے
کتابت کے معاملہ میں سورۂ طور کی آیات ۲، ۳ پر غور کریں جہاں ارشاد ہے :
یہ کتاب کشادہ اوراق میں لکھی ہوئی ہے۔

اس میں "رق منشور" کا لفظ ہے "رق" عربی میں پوست آہو اور ہر اس باریک کھال کو کہا جاتا ہے۔ جسے بطور کاغذ استعمال کیا جاتا ہے۔ صاحب قاموس لکھتے ہیں :

رق، جلد رقیق یکتب علیہ

اور لسان العربی میں ہے

مَا يُكْتَبُ فِيهِ وَهُوَ جِلْدٌ رَقِيقٌ

اس قسم کی کتابت کی تائید فتح الباری کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں عمارۃ بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سے پہلے اول اول قرآن مجید قطعات ادیم یعنی چمڑے کے ٹکڑوں پر ضبط تحریر میں لایا جاتا تھا۔

سورۂ عبس کی آیات ۱۱ تا ۱۶ میں بھی اس کتابت کا ذکر ہے جہاں ارشاد ہے:

بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ۔

اس سے بعض حضرات فرشتے مراد لیتے ہیں تو اہل تحقیق کی ایک جماعت وہ صحابہ مراد لیتی ہے جو کتابت کا فرض انجام دیتے۔

اگر آپ حدیث کی روشنی میں صدر اول میں کتابت اور اس حفاظتی کام کا جائزہ لیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول اسلام سے ذرا پہلے اپنے بہنوئی اور بہن سے کہا:

مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تمہارے پاس موجود ہے تاکہ میں بھی اسے پڑھوں۔

اور سنن ترمذی باب صلوٰۃ میں ہے کہ آپ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کسی کاتب کو بلاتے اور نہ صرف لکھنے کا حکم دیتے بلکہ ترتیب کے لحاظ سے اس کا محل اور مقام بھی بتاتے کہ

ضع ھذہ الایۃ فی السورۃ التی یذکر فیہا کذا وکذا (البرہان فی علوم القرآن زرکشی ص ۲۳۸ ج ۱ میں ہے) کہ کتابت قرآن نئی چیز نہیں خود حضور علیہ السلام اس کا حکم دیتے اور حضور علیہ السلام کے دور آخر کے متعلق بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے۔

یعرض القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل عام مرۃ فعوض علیہ مرتین فی العام الذی قبض

کہ ہر سال تو ایک بار حضور علیہ السلام کو قرآن سنایا جاتا سال وفات میں دو بار سنایا گیا۔

اور مسند امام احمد اور فتح الباری میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جس قرأت و انداز پر لوگوں کو جمع کیا وہ وہی تھا جس کے مطابق سال وفات میں حضور علیہ السلام کو سنایا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صحیح ترین روایت مسند احمد اور نسائی میں ہے کہ میں نے عہد رسالت میں پورا قرآن مجید جمع کیا تھا۔

اس روایت کے ساتھ ساتھ الاتقان صفحہ ۱۰۸ / ج ۱، روایت حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، البرہان فی علوم القرآن ص ۲۶۲ ج ۱ روایت اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۶۳ ج ۱ روایت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ ایسی متعدد روایات ہیں جن میں دور نبوی میں صحابہ کرام رض کی کاوشوں سے جمع قرآن اور تیاری مصحف کا ثبوت ملتا ہے

(من شاء فلیراجع)

جن حضرات گرامی نے عہد نبوی میں جمع قرآن کے معاملہ میں بے پناہ کاوش کی ان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام سر فہرست ہے اور قرآن سیکھنے کے معاملہ میں حضور علیہ السلام نے جن لوگوں کی طرف بطور خاص توجہ دلائی ان میں آپ کا اسم گرامی سب سے پہلے تھا انہوں نے جو کتابت اپنے لئے کی وہ انتہائی سادہ تھی کسی قسم کا نقش و نگار یا ایسی بات اس میں نہ تھی

اور صاحب کنز العمال نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سعادت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے قرآن سونے چاندی سے مزین کئے تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور بالکل سچ کہ

اذا حليتم مصاحفكم فعليكم الدمار

یعنی اب تم لوگوں نے اپنے قرآنوں کو مطلّٰی اور محلّٰی کیا ہے اب تمہاری ہلاکت کا وقت آگیا ہے۔

گویا یہ تازیانہ عبرت ہے ان لوگوں کیلئے جو ممنوں کے ذریعہ سے قرآن کی کتابت کا ڈھنڈورا پیٹ کر اس پر لاکھوں کا سونا خرچ کر کے قد آور بننے کی کوشش کر رہے ہیں؛ اور یہ نہیں سوچتے کہ نزول قرآن کا مقصد کچھ اور ہے؛ اس کی بجاوٹ نہیں

بہرحال حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے حضرات تو وہ ہیں جن کا تذکرہ بطور جامع قرآن خود عہد نبوی میں تواتر کے ساتھ موجود ہے جبکہ ان کے علاوہ ان گنت نام اس معاملہ میں موجود ہیں جن میں سبعہ معلقہ کے ایک شاعر لبید بن ربیعہ العامری بھی ہیں جنہوں نے شاعری ترک کر کے کتابت قرآن مجید شروع کردی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ بے ربط تحریر ان خدشات و شبہات کے ازالہ کے لئے کافی ہے جن کا تعلق اس سے ہے کہ عہد نبوی میں ایسا کوئی کام نہیں ہوا یہ دوسرے لوگوں کی ایجاد و اختراع ہے۔ یہ شبہات کون لوگ پیدا کرتے ہیں؟ اس کا ذکر میں آئندہ چل کر کروں گا اور بتاؤں گا کہ وہ ایسا آخر کیوں کہتے اور کرتے ہیں؟

اس تفصیل کے بعد قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب زمانہ رسالت میں جمع و کتابت قرآن کے اتنے مراحل طے ہوئے تو پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا کارنامہ ہے کہ اس معاملہ میں ان کا نام بڑے زور سے لیا جاتا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سن لیں کہ ان کے جو فضائل و کمالات ہیں وہ پوری اسلامی تاریخ میں کسی فرد بشر کو نصیب نہیں ہو سکتے جب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ ان کے احسانات کا بدلہ چکائے بغیر میں جا رہا ہوں تو پھر ان کے مقام کا کیا ٹھکانہ، ہمارے بہت سے مورخین اور اہل قلم نے اکابرین اسلام بالخصوص خلفاء و امراء کے ضمن میں حضرت

عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی اہمیت دی ہے گو کہ یہ بات غلط بھی نہیں لیکن بقول مولانا سعید احمد اکبر آبادی حق یہ ہے کہ اگر خلیفہ اول پورے عرب کو ایک اسلام کے علَم کے نیچے جمع کر نہ دیتے تو حضرت عمرؓ نے جو کارنامے سر انجام دیئے ان کیلئے راہ ہموار نہ ہوتی ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

لقد قمنا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما کنا نہلک فیہ لولا ان اللہ من علینا بابی بکر ۔

۲ سال سے کچھ اوپر کا دورِ حکومت اس میں ارتدادی اور باقی مختلف النوع فتنے جس کثرت سے ظہور پذیر ہوئے ان سے کوئی انسان صرف نظر نہیں کر سکتا ۔

ان کے دور خلافت میں ان کی مجتہدانہ بصیرت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

فما هو الا ان رایت اللہ قد شرح صدر ابی بکر.

میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا تھا

اور حضرت عمرؓ ہی فرماتے ہیں

رحم اللہ ابا بکر هو کان اعلم منی بالرجال

وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس ہیں

اور ازالۃ الخفا کی روایت میں ہے کہ صحابہ فرماتے

هو اعلمنا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو حضرت صدیق اکبرؓ کو دراصل یمامہ کی جنگ کے بعد حضرت عمرؓ سمیت بہت سے حضرات نے جمع قرآن کی طرف توجہ دلائی جس کا سبب یہ تھا کہ اس جنگ میں بڑی تعداد میں حفاظ شہید ہوتے کتابت کا کام، ضرور ہوا تھا لیکن محدود پیمانے پر حضرت عمرؓ سوچتے کہ اس طرح ہمارے افراد شہید ہوتے رہے تو کیا بنے گا؟ انہوں نے جب عرض کیا تو حضرت ابوبکرؓ فرماتے یہ کام میں کیسے کروں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ۔

بہرحال حضرت عمرؓ کے بار بار اصرار سے حضرت ابوبکر کو شرح صدر ہو گیا اور یہ کام جوان ہمت، جوان سال اور کاتب وحی حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سپرد ہوا انہوں نے کمال درجہ محنت شاقہ سے متفرق اجزاء کو بین الدفتین جمع کر دیا ۔ رہ گئے حضرت عثمانؓ تو اب وہ دور تھا کہ اسلامی ریاست دور دور تک پھیل چکی تھی ۔ بلاد عجم میں سے کتنے ممالک تھے جہاں اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا اور ان گنت عجمی اقوام مسلمان ہو گئی تھیں ۔

صحابہ علیہم الرضوان اور اہل عرب "سبعۃ حروف"، کے مطابق قرآن پڑھتے ۔ یعنی قریش ، بنو سعد ، بنو ھذیل

بنو ربیعہ، بنو ہوازن، بنو ازد اور بنو تمیم کی لغات کے مطابق۔ یہ عرب کے معروف قبیلے تھے ان کے اسلوب و لہجہ اور اس نوع کے اختلافات کے باوجود اصل بات میں فرق نہ ہوتا لیکن اب حالات ایسے تھے کہ اگر ایک ہی لغت کا اہتمام نہ ہوتا تو بگاڑ پیدا ہوتا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصحف صدیقی کے نسخے تیار مکہ مکرمہ، شام، کوفہ، بصرہ اور مدینہ منورہ کے مرکزی مقامات پر نقول ارسال کر دیں ان میں سے ہر نقل کو مصحف امام کہا جاتا۔ (البرہان صفحہ ۲۳۹/ج ۱)

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے کارنامہ ہائے حیات کے اس فرق کو سمجھ لینے کے بعد آپ حضرات یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ چونکہ اصل محافظ اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اس لئے ایسے عجیب و غریب واقعات سامنے آئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے مثلاً بنو امیہ کے دور میں اعراب وغیرہ کا اہتمام۔ حالانکہ لوگ ہیں کہ تاریخی روایات کے سہارے اس سنہری دور کے متعلق جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتے ہیں اور پھر میں نے اپنے دو مختلف بزرگوں سے ایک واقعہ سنا جس میں واقعہ کی نوعیت تو ایک ہے افراد مختلف ہیں واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں اہل انطاکیہ نے ان مقربین بارگاہ الست کی مہمانی سے منہ موڑ لیا جس کا قرآن میں ذکر ہے۔

فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا (مولانا اخلاق حسین قاسمی) اس کا تعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بتاتے ہیں، تو مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف سے۔ کہ اہل انطاکیہ نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی کہ یہ ابوا، اتوا بن جائے لیکن ان کا بس نہ چلا۔ حضرت علیؓ کی بات ہے تب تو خیر مسئلہ واضح ہے لیکن حجاج جیسے شخص جس کے جرائم کی فہرست ہر شخص مزے سے تیار کرتا اور اس کی جملہ خوبیوں کو بھول جاتا ہے اس کے معاملہ میں یہ قصہ واقعی حفاظت خداوندی کا شہکار ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ واقعہ اسی سے متعلق ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ازالۃ الخفاء حصہ دوم صفحہ ۵ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملہ میں لکھا ہے۔

یہی قرآن در مصاحف ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد انا لہ لحافظون منطبق ہوتا ہے اور جس کی بشارت ان علینا جمعہ وقرآنہ میں موجود ہے

شاہ صاحب جیسے جلیل المرتبت انسان نے بالکل صحیح لکھا رہتی دنیا تک صدیقی احسان امت پر رہے گا۔ لیکن حضرت صدیقؓ کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ایسے ایسے مظاہرے سامنے آئے کہ سبحان اللہ۔ حجاج کا واقعہ اسی قبیل کا ہے۔

اور پھر یہ بات مسلم ہے کہ تاریخ میں مدعیان اسلام میں صرف دو طبقات ایسے گزرے ہیں یا موجود ہیں جنہوں نے قرآن مجید کے متعلق ان مسلسل و متواتر اعتقادات کو چیلنج کیا۔ معتزلہ اور روافض۔ معتزلہ غالباً اس وقت اس حیثیت

میں دنیا میں کہیں موجود نہیں ان کا المیہ یہ تھا کہ یہ عقلیات کا ایسی بری طرح شکار ہوتے کہ اپنی محدود عقل کے خول سے نکلنا گوارا نہ کیا۔

اس عقلیت پسندی نے انہیں اس بات پر اکسایا کہ قرآن کلام نہیں مخلوق ہے۔ اس کی تفصیل کا وقت نہیں اور پھر اس فرق کو سمجھنا سمجھانا علماء کا کام ہے لیکن میں عرض کروں کہ انہیں کتاب مقدس کے متعلق یہ یقین تھا کہ یہ کتاب جامع ہے، مکمل ہے، اسی اصل شکل پر موجود ہے۔ بعض اس معاملے میں وہ الجھے اور یہ الجھاؤ عباسی خلفاء کے سبب زیادہ ہوگیا۔ عباسی دور سے قبل اموی دور کے آخر میں یہ مسئلہ ایرانی نژاد سرگرم مبلغ معبد کے توسل سے اٹھا۔ جسے ہشام بن عبدالملک نے قتل کرا دیا۔ (البدایہ صفحہ ۳۵۰/ج ۹)

اور اسی کے ایرانی شاگرد جہم بن صفوان نے پھر اس عقیدہ کو اور پھیلایا جو اس بدعقیدگی کے سبب ۱۲۸ھ میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ (حیات احمد بن حنبل ص ۱۳۹ لابی زہرہ)

اس کے بعد جہم بن صفوان کا ایک عقیدت مند بشر بن غیاث مریسی سامنے آتا ہے جس نے اس عقیدہ کی شد و مد سے تبلیغ شروع کردی۔ ہارون الرشید نے کہا تھا کہ بشر مجھے مل جائے تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔

(لسان المیزان ص ۳۰/ج ۲)

بدقسمتی یہ ہوئی کہ معتزلہ کو ہارون الرشید کے زمانہ تک کسی قسم کی سرکاری سرپرستی حاصل نہ ہوسکی گو کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس میں بھی خلق قرآن کے جراثیم تھے گو وہ ان کا کھلم کھلا اظہار نہ کرتا لیکن مامون الرشید نے اس طبقہ کی بھرپور سرپرستی کی۔ مامون الرشید کے ننھیال ایرانی برامکہ تھے ان کا دربار میں بے حد عمل دخل تھا بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے یہاں نورجہاں کی وجہ سے جہانگیر کے دربار میں ایرانی زود انعض کا اثر چلتا تھا مامون کو بے راہ کرنے میں بقول ابن کثیرؒ اسی بشر کا ہاتھ تھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک کٹر معتزلی احمد بن ابی داؤد کو قلمدان وزارت سونپ دیا گیا ان دونوں یعنی بشر اور احمد نے مل کر وہ کچھ کیا کہ الامان! معتزلہ کا خیال یہ خیال تھا کہ قدم قرآن (قرآن کا قدیم ہونا) کا خیال مسلمانوں میں عیسائیوں کی وجہ سے آیا ہے اور اس عقیدہ سے عیسائیت کو تقویت ملتی ہے اور بعض عیسائی علماء کی طرف سے ایسے مغالطے ثابت بھی ہیں کہ مثلاً قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا اور قرآن قدیم ہے تو ظاہر ہے کہ عیسیٰ بھی قدیم ہیں لیکن ان تمام چیزوں سے علماء غافل نہ تھے۔ کتاب الرد علی الجھمیہ لاحمد بن حنبل رحمہ اللہ۔ کتاب خلق افعال للامام البخاریؒ کتاب الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح للامام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس ضمن میں انتہائی مفصل اور جاندار کتابیں ہیں امام احمد بن حنبل اور بعض دوسرے علماء نے اس عقیدہ کے فاسد اثرات سے لوگوں کو بچانے کیلئے اپنی دینی ذمہ داریاں پوری کیں) —

ظاہر ہے کہ حکمران جو خلق قرآن کے خود مدعی بن چکے تھے انہیں یہ شکل گوارا نہ تھی مامون کے دور میں امام پر تشدد ہوا۔

تا آنکہ مامون کا انتقال ہوگیا تو اس کے بھائی معتصم حکمران بنے اسے مامون کی نصیحت تھی کہ خلق قرآن کی دعوت پر سختی سے کاربند رہے اور احمد بن ابی داؤد سے اپنا رابطہ مستحکم رکھے۔ معتصم کی بدنصیبی یہ تھی کہ وہ علم سے بالکل کورا تھا۔ اب آپ سوچیں کہ ایسا حکمران جو قرآن کا دشمن ہو اس نے کیا حشر بپا کیا ہوگا؟ معتصم کے بعد واثق سریر آرائے سلطنت ہوا امام احمد کے لئے اس نے حکم دیا

"تمہارے پاس کسی کو آنے اور ملنے کی اجازت نہیں نیز تم اس شہر میں قیام نہیں کر سکتے جہاں ہمارا قیام ہو"

امام احمدؒ کے علاوہ فقیہ مصر امام یوسف بن یحییٰؒ اسی سبب سے قید کئے گئے ان کا جیل میں انتقال ہوا نعیم بن حمادؒ جیل میں راہی عدم ہوئے یہی شب و روز تھے کہ یہ عقیدہ گلی و بازار کا موضوع بن گیا لوگ تمسخر کے انداز میں اس پر گفتگو کرنے لگے ایک دلچسپ مکالمہ کتابوں میں موجود ہے کہ واثق سے ایک شخص عبادہ نامی نے جو مسخرہ تھا، کہا

امیر المؤمنین قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے قرآن بے چارا اچھا ہے۔

واثق نے کہا کم بخت خاموش رہ قرآن بھی کوئی مرنے کی چیز ہے؟

عبادہ نے کہا ہر مخلوق پر موت طاری ہوگی تو قرآن جو مخلوق ہے وہ کیسے بچے گا؟ مجھے تو افسوس ہو رہا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد لوگ تراویح کیسے پڑھیں گے؟

واثق نے ہنس کر کہا خدا تجھے غارت کرے، چپ رہ۔

دمیری نے کتاب الحیوان میں تصریح کی ہے کہ اپنے دور آخر میں واثق نے لوگوں پر جبر کا سلسلہ بند کر دیا تھا شاید اسے احساس ہو چلا تھا کہ یہ بے جان عقیدہ ہے لوگ اب اس پر مذاق کرتے ہیں اور بقول دمیری ہوا یہ کہ:

ایک شخص نے سر دربار احمد بن ابی داؤد سے کہا ایک ایسی بات جس کی طرف نہ رسول نے دعوت دی نہ اس کے خلفاء نے، آپ دعوت دیتے ہیں، یہ حضرات آیا اس عقیدہ سے واقف تھے یا نہ؟ اگر ان کے یہاں سرے سے یہ عقیدہ تھا ہی نہیں تو آپ نے کہاں سے لیا اور تھا لیکن انہوں نے سکوت کیا تو انسب یہ ہے کہ آپ سکوت کریں۔ واثق یہ سن کر اچھل پڑا اور بار بار ان الفاظ کو دہراتا حتیٰ کہ ان کے بیٹے مہتدی باللہ کی روایت ہے کہ اس نے اپنے تصورات سے رجوع کر لیا۔ (حیات الحیوان صفحہ ۸۲ / ج ۱، البدایہ صفحہ ۳۰۹ / ج ۱۰)

امام احمد بن حنبلؒ اور آپ جیسے ارباب عزیمت کا تذکرہ کرتے ہوئے بعض حضرات نے ایک سوال اٹھایا ہے کہ آپ چودہ سال تک مسلسل سختیوں کا شکار رہے تو آپ نے مصلحت و تقیہ کا رویہ کیوں نہ اختیار نہ کیا۔ اس کا بہت سیدھا سادا جواب ہے کہ آخر عزیمت بھی تو کسی چیز کا نام ہے؟ اگر ہر شخص مصالح کا شکار ہو جائے تو پھر دین کا اللہ حافظ! مصالح کا شکار ہونے والے بہت ہوتے ہیں عزیمت کی راہ پر چلنے والے بہت کم، لیکن کم بالآخر مظفر و منصور ہو کر رہتے ہیں۔

"کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللّٰہ"

دوسرا طبقہ جو دعوائے اسلام کے باوصف قرآن کے معاملہ میں مخصوص نظریات کا حامل ہے۔ وہ روافض کا ہے جنہیں عرف عام میں شیعہ کہتے ہیں یہ طبقہ پہلے اپنی مخصوص حکمت عملی کے پیش نظر ہمارے معاشرے میں اپنے عقائد و نظریات اور اعمال و افکار کا جادو جگائے رکھتا تھا لیکن حالیہ ایرانی انقلاب نے معاملہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے اور بہت سے اصحاب اغراض کے ساتھ ساتھ سادہ لوح لوگوں کی ایک بھیڑ نے بھی انہیں اسلام اور اسلامی انقلاب کا علمبردار سمجھ لیا ہے خیر یہ ہمارا موضوع نہیں ہیں بتلانا صرف یہ ہے کہ قرآن عزیز کے معاملے میں اس طبقہ کی ایک مخصوص سوچ ہے اور وہ یہ کہ :۔

"اس کا علم صرف اور صرف پیغمبر اور ان کے اہل بیت کے پاس ہے" (امامیہ دینیات صفحہ ۱۸/ ج ۲)

اور علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں :۔

"کہ قدیم و جدید شیعہ احباب میں ایک بھی ایسا نہیں جو قرآن میں تبدیلی، کمی بیشی اور نقص کا قائل نہ ہو"

(الملل والنحل صفحہ ۱۸۲/ ج ۴)

کہنا چاہئے کہ عقیدہ حفاظت قرآن کے برعکس اس کو نامکمل اور کمی بیشی کا شکار کتاب کہنے کا عقیدہ پوری اسلامی تاریخ میں صرف اسی طبقہ کا ہے اور کسی کا نہیں۔

ان حضرات کا پس منظر معلوم کرنے کیلئے ہجرت رسول ﷺ کے بعد نفاق کی تحریک سے لے کر فتح ایران تک کا جائزہ لینا بے حد ضروری ہے اور پھر رسول کریم علیہ السلام کے ارتحال کے بعد خلافت کو بطور خاندانی وراثت حضرت علیؓ کا حق ماننے اور ان کے بعد تسلسل سے اپنے ائمہ معصومین میں اسے دائر رکھنے کی نظریاتی اور اعتقادی سوچ ان کا لازمی حصہ ہے جسے جانے بغیر بات نہیں بنتی، لیکن اس کا نہ یہ وقت ہے نہ موقعہ اس لئے آپ صرف اتنی سی بات ذہن میں رکھیں کہ ہجرت مدینہ کے بعد اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات کو رد کرنے کے لئے کفار و مشرکین کی سازشوں سے بڑھ کر وہ سازشیں تھیں جو یہود کے اس طبقہ کے ہاتھوں اٹھیں جنہوں نے بامر مجبوری اسلام قبول کر لیا تھا قبول اسلام کے اس فرضی عمل کا انہیں کوئی اجر نہ ملا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسفل السافلین کا انہیں مستحق گردانا۔ یہی شب و روز رہے تا آنکہ خلافت اور نبی کی مادی وراثت کے مسائل نے محبت اہل بیت کا روپ دھار کر ایک مستقل حزب اختلاف کی شکل اختیار کر لی جسے زبردست کمک فتح ایران کے بعد وہاں کے پسے ہوئے شاہی خاندان اور اس کے حواریوں سے ملی ورنہ ہرمزان کی سرپرستی میں ابولؤلؤ مجوسی ایرانی حضرت عمرؓ کو شہید نہ کرتا اور بابا شجاع کے نام پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کے دن اس ابولؤلؤ کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے عید کا اہتمام نہ کیا جاتا۔

واقعہ کربلا نے اس تحریک کو زیادہ منظم کر دیا اور ان حضرات نے ایک ایک بنیادی عقیدہ یعنی حفاظت قرآن،

صحابہ کرام رضؓ کا معیار حق ہونا وغیرہ سب پر ہاتھ صاف کرنے شروع کر دیئے۔

محدث الجزائری نے تصریح کر دی کہ اصل قرآن حضرت مہدی لائیں گے اور ان کی سب سے پہلی بیعت حضور علیہ السلام کریں گے اور یہی محدث الجزائری فرماتے ہیں کہ اصل قرآن جو حضرت مہدی لائیں گے وہ حضرت علی رضؓ کا جمع کردہ ہے اور موجودہ قرآن سے کئی گنا بڑا ہے بعض حضرات نے تین گنا بڑا کی تصریح کی۔

اس ضمن میں کتب و رسائل کی بھرمار ہے دو ہزار روایات تحریف قرآن پر شیعہ احادیث میں موجود ہیں فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب نامی کتاب سمیت درجنوں کتابیں اس عقیدہ کی غماز ہیں۔

اس حقیقت کے باوصف اس بات کا کھلا اعلان کیوں نہیں ہوتا اور اس عقیدہ کی کھلم کھلا تشہیر کیوں نہیں کی جاتی؟ اس کا سبب ذوق تقیہ ہے جو بقول "امام معصوم جعفر صادق"، ہمارا اور ہمارے آباء کا دین ہے اور یہ کہ جس کا تقیہ نہیں وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ قرآن حضور نبی مکرم رحمت دو عالم کا لازوال معجزہ ہے اس کی محافظ خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے درجنوں کتابیں لکھنے اور دو ہزار روایات کا سرمایہ فراہم کرنے کے باوصف کسی میں یہ حوصلہ نہیں کہ اس باطل عقیدہ کی سر عام تشہیر کر سکے بلکہ صاحب تفسیر مرآۃ الانوار کہتے ہیں کہ میاں ظہور مہدی تک اسی سے کام چلاؤ ورنہ گڑبڑ ہوگی۔ (ص ۳۶-۳۹) آخر جب تمہارے ائمہ تقیہ سے کام لے کر وقت پورا کر سکتے ہیں تو تم قرآن کے معاملہ میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔

بزرگان گرامی اور عزیزان ملت! معتزلہ نے عقلیت پرستی کا شکار ہو کر قرآن کو کلام الٰہی ماننے سے انکار کر دیا۔ اور بعض حکمرانوں نے اس کی باقاعدہ پشت پناہی کی اس کے باوجود وہ فرقہ و طبقہ جلد ہی اپنی موت آپ مر گیا اور مامون و معتصم کے بعد واثق نے اپنے تصورات سے دست برداری اختیار کر لی۔ لیکن شیعہ حضرات اپنی مخصوص حکمت عملی سے جب سے اب تک موجود ہے اور کتب و رسائل اور مخصوص مجالس کے ذریعہ اپنے عقائد کا اظہار بھی کرتے رہے۔ لیکن کتاب الٰہی کی اصلیت اور اس کی حفاظت کے حقیقی رخ کو وہ کھلے عام چیلنج نہ کر سکے جب انہوں نے کتابی دنیا کا سہارا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے مردان کار کھڑے کر دیئے جنہوں نے دلائل سے اس عقیدہ کا بطلان واضح کر دیا ان میں ماضی قریب میں السید محب الدین الخطیب المصری اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کے نام بہت اہم ہیں۔ السید خطیب المصری نے عرب دنیا کے علماء اور اہل دانش کو ان سے روشناس کرایا تو مولانا لکھنوی ہیں لکھنؤ جیسے چھوٹے ایران میں بیٹھ کر ارباب علم کو اس صورت حال سے مطلع کیا مولانا کی تگ و دو اس طرح کام آئی کہ علامہ سید محمد انور شاہ رح، مولانا مفتی کفایت اللہ رح مولانا حسین احمد مدنی رح اور مولانا شبیر احمد عثمانی رح جیسے اساطین ملت اس عنوان پر مستقل مبلغ بن کر خلق خدا کو اس گمراہی سے بچانے لگے وہ جملہ جو امام ولی اللہ الدہلویؒ نے ازالۃ الخفاء میں صدیقی دور کے متعلق لکھا کہ

"انا لہ لحافظون و انا علینا جمعہ کا ظہور صدیق اکبرؓ کی توجہ سے اس طرح ہوا۔"

تو میں عرض کروں گا کہ ایسی باتوں کا ظہور قرآن میں تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا جب اور جہاں کہیں اس طرح کا فتنہ رونما ہوا اس کے سبب قرآن کے متعلق کسی بھی صحیح رخ کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا تو قادر و قدیر رب کی غیرت نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جو ایسے بد اندیش لوگوں کو ان کی زبان میں جواب دے سکیں

آخر انگریزی دور کی تباہی کے زمانہ میں جب برطانوی دار الامراء میں قرآن زمین پر پھینک کر اس سے گلوخلاصی کی باتیں ہو رہی تھیں اور یہاں اس کے نسخے خرید کر جلا کر ان کی راکھ سمندر میں بہانے کے منصوبے تھے تو دوآبہ کے علاقہ میں ایک میاں جی کے پاس سینکڑوں بچوں کو حفظ قرآن کرتا دیکھ کر ہی ایک اعلیٰ انگریزی افسر نے اپنی حکومت سے کہا تھا کہ جو کتاب سفینوں کے بجائے سینوں میں محفوظ ہو اور وہ بھی بچوں کے، اسے ضائع کرنے میں اپنا وقت اور دولت خرچ نہ کرو، اس کے بعد ہی تعلیم کے نام پر قرآن سے بیگانہ کرنے کی ترکیب سوچی گئی جو ایک مستقل موضوع ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے میں یہی کہوں گا کہ الفاظ قرآن سے لے کر ان کے معانی و مفہوم کے تحفظ اور اس سے متعلقہ دسیوں علوم پر علماء امت کی کاوشیں کہ بقول مولانا افغانی مجموعی طور پر بارہ ہزار کتابوں کا میں سراغ لگا چکا ہوں، جو قرآن اور قرآنی علوم پر ہیں تو یہ سب وعدہ حفاظت ہی ہے جسے رب العزت پورا کر رہے ہیں۔ سلام ہو اللہ کے ان محبوب بندوں پر جو اب ہیں یا جا چکے جنہوں نے اس کتاب کی خدمت اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور رب العزت ایسے لوگوں میں ہمیں بھی شامل فرمالیں تو زہے قسمت! ۔

(خدام الدین)

« فی الواقع جامعة دارالعلوم ديوبند ، شهرتها قديمة ، و مكانتها عظيمة ، وخدمتها جليلة منذ تاريخ طويل »

[صاحب المعالی عبد الله عمر نصيف أمين عام رابطة العالم الاسلامی فی كلمته فی حفلة الترحيب »]

« ماقرت عينی بشئ فی الهند كما قرت برؤية مدرسة ديوبند

« إننی رأيت فی مدرسة ديوبند التی تلقب بأزهر الهند نهضة دينية وعلمية جديدة أرجو أن يكون لها نفع عظيم »

(الشيخ محمد رشيد رضا المصری صاحب تفسير المنار لدی زيارته للجامعة)

مکتوباتِ مدینہ منورہ

مدینہ شریف میں مولانا الحاج صوفی حکیم امیر علی قریشی مقیم ہیں۔ جو نہایت مخلص، متوکل بزرگ ہیں۔ متعدد بار زیارات سے مشرف ہوئے ہیں اور نہایت متصلب فی الدین ہیں۔ احقاقِ حق اور ابطال باطل ان کا شعار ہے۔ اس معاملہ میں وہ کسی چھوٹے بڑے کی پرواہ نہیں کرتے۔ بے دینی و بد دینی کے محاذ پر وہ ننگی تلوار ہیں۔ مشائخ ربانی و علماءِ حق کے خادم اور بد دین طبقات کے سخت مخالف ہیں۔

گذشتہ سالوں میں انہوں نے مدینہ منورہ، مکہ معظمہ سے مکتوبات تحریر فرمائے جن میں مخترعین رضائی پارٹی کو چیلنج کئے اور انہیں دعوتِ مباہلہ برابر دیتے چلے آرہے ہیں۔ تاحال ان کی دعوتِ مباہلہ جاری و ساری ہے۔ لیکن کوئی متبدع مولوی یا پیرِ مغاں ان کے مقابلۂ مباہلہ کے لئے تیار نہیں۔ وہ دعوتِ مباہلہ مدینہ طیبہ میں دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے بھی مدینہ طیبہ میں اہل کتاب مشرکین کو دعوتِ مباہلہ دی تھی۔ مگر ہند و پاک کا کوئی نوری ان کے مباہلہ کے چیلنج کو قبول نہیں کرتا اور وہ برابر اپنے مطالبہ پر قائم ہیں۔

قریشی صاحب کی دعوتِ مباہلہ چل رہی تھی کہ رضائی پارٹی کے بعض ذمہ دار لیڈران نے اولاً لندن میں اور آجکل پاکستان میں اس مطالبہ کا فتنہ کھڑا کر دیا کہ سعودیہ عربیہ میں آزادی کی ضرورت ہے اور حرمین شریفین کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور سرزمین حجاز میں بھی بدعات و رسومات کی آزادی ہونی چاہیئے۔ وغیر ذالک من الخرافات۔

جناب قریشی صاحب نے لکھا ہے کہ "مجھے حرمین شریفین میں قیام کو آٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ بحمد اللہ عالم اسلام کے ننانوے کروڑ مسلمانوں کو یہاں حاضر ہو کر حج و مناسک اور عبادات و مذہبی احکامات کی تعمیل کی پوری آزادی ہے۔ چاروں ائمہ کے مقلدین خصوصاً احناف جو عالم اسلام میں سواد اعظم ہیں اور باقی دنیا کے جملہ مسالک کے مسلمانوں کو پوری مذہبی آزادی ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حرمین میں خطباء، ائمہ، قاضی اور دیگر علماء مقلدین تعینات ہوتے ہیں۔ مقلدین کی تقرری ہوتی ہے اور خصوصاً حنابلہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہم خیال مقرر ہیں۔ اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ اکثر عبادات حنفیہ کے مسلک کے مطابق ادا کرتے ہیں اور عبادات نماز تراویح و نماز جنازہ وغیرہ حنفی طریق سے قریب ادا کرتے ہیں۔ البتہ مناسکِ حج میں چاروں ائمہ کے معتقدین اور دیگر مسلمانوں کو مکمل آزادی ہے۔ حج و عمرات و زیارات میں بھی جملہ مسلمان آزاد ہیں۔ مدینہ منورہ کی حاضری اور زیارت پر کبھی کسی قسم کی پابندی کبھی نہیں ہوئی اور دُنیا بھر کے مسلمان اور ہر طبقہ و خیال کے لوگ مسلکی آزادی سے اپنی عبادات کرتے ہیں حکومت کی طرف سے کسی کو سعودی حتیٰ کہ حنبلی کی کوئی دعوت ندارد۔ البتہ سعودی موحد ہیں۔ شرک سے نفور ہیں اسلئے توحید کی دعوت عام اور

تردید شرک کرتے ہیں۔

سعودی حضرات توحید و سنت کے داعی ہیں۔ ہمارے ملکوں کے لوگ شرک کرتے ہیں، بدعات میں مبتلا ہیں۔ وہاں جاکر بھی شرک و بدعت کرتے ہیں اس لئے وہ شرک و بدعات سے روکتے ہیں اور یہ ان کا حق ہے۔ ایران و افغانستان ہندوستان و پاکستان کے لوگوں کے اپنے قوانین وضوابط ہیں۔ اسی طرح سعودیہ کے مسائل ہیں جن سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن ان کو کافر قرار دینا کہاں کی آزادی ہے..... ؟

قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ جو لوگ ائمہ حرمین شریفین اور سعودی حکومت کو کافر قرار دیتے ہوئے کفر کے فتوے صادر کرتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے ہیں انکو ایسے مطالبات کا کیا حق ہے اور کسی ملک کے معاملات میں دخل اندازی دخل در معقولات ہے۔ کوئی حکومت ایسی مداخلت کو برداشت نہیں کر سکتی۔

قریشی صاحب کا کہنا ہے کہ دنیا کے ننانوے کروڑ مسلمانوں کی نماز حرمین کے ائمہ کے پیچھے ہو جائے لیکن پاکستان کے چند مبتدعین کی نماز میں خلل آجائے۔ یہ منطق ناقابل فہم ہے۔ دنیا بھر کے ننانوے کروڑ مسلمان سعودی عرب اور ائمہ حرمین اور حنابلہ مقلدین کو مسلمان سمجھیں ان کے پیچھے نماز پڑھیں اور کبھی نکیر نہ کریں لیکن پاک و ہند کے مٹھی بھر بدعتی نمازیں نہ پڑھیں یہ ان کی بدقسمتی اور بدنصیبی ہے۔ سوائے پاکستان کے چند بدعتی ملاؤں، پیروں کے سارا عالم اسلام اس مسئلہ میں ایک طرف ہے مگر چند مبتدعین ملک میں فساد پھیلاتے ہیں۔

قریشی صاحب مکرر چیلنج کرتے ہیں اور دعوتِ مباہلہ دیتے ہیں کہ جن لوگوں کو ان مسائل میں اختلاف ہو وہ ان سے مباہلہ کریں۔ انہوں نے بعض لیڈروں کے نام بھی لئے ہیں۔

ہم جملہ حضرات سے اپیل کریں گے کہ وہ ایسے مسائل کو ہوا نہ دیں اور حرمین شریفین کے تقدس کو مجروح نہ کریں۔ اور عالم اسلام کے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کریں اور عیسائیوں، یہودیوں ایرانیوں کی طرح ایسے مطالبات پیش نہ کریں۔

جو بات یہودی اور یہودی پارٹی ابن سبا کر رہی ہے اس سے اجتناب کریں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کاشغر

(ادارہ)

مرزا طاہر خلیفہ ربوہ ۔ اسرائیل ۔ اور اکھنڈ ہندوستان

کا خطرناک پاکستان دشمن منصوبہ اور سازش

لندن سے شائع ہونے والی کتاب "اسرائیل اے پروفائل" میں انکشاف کیا گیا ہے کہ حکومت اسرائیل نے اپنی فوج میں پاکستانی قادیانیوں کو بھرتی ہونے کی اجازت دیدی ہے۔ یہ کتاب پولیٹیکل سائنس کے ایک یہودی پروفیسر آئی۔ آئی نومانی نے لکھی ہے۔ اور اسے ادارہ پال مال لندن نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ۱۹۷۲ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے ہیں۔"

(نوائے وقت لاہور ص ۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۵ء)

مسلمانوں کے لیئے یہ انکشاف جس قدر کرب انگیز ہو سکتا ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کے متعدد اہل فکر اس پر تشویش کا اظہار کر چکے ہیں۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کے ایک معزز رکن مولانا ظفر احمد انصاری نے ہفت روزہ طاہر لاہور، کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ وہ قومی اسمبلی میں اس مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ یہاں ان کے انٹرویو کا اقتباس پیش کر دینا مناسب ہوگا۔

موجودہ چیئرمین دستوری کمیشن مولانا ظفر احمد انصاری سابقہ ایم این اے کا اہم انکشاف

س :۔ اسرائیلی فوج میں احمدیوں کی موجودگی ایک خوفناک انکشاف ہے۔ یہودیوں اور احمدیوں میں اس تعاون کی کیا تفصیل ہے ۔۔ اور آپ اسے پاکستان کی قومی اسمبلی میں کیوں زیر بحث لانا چاہتے ہیں ؟

ج :۔ پاکستان مسلم مملکت ہے اور یہودی ہر مسلم مملکت کو نیست و نابود کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ وہ اس کے لیئے ہر ذریعے اور ہر واسطے کو استعمال میں لا رہے ہیں۔ اور ان کے آلہ کار بننے والوں میں یہ مرزائی یا قادیانی بھی شامل ہیں جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ اسرائیل یہودی صیہونیت کا ہتھیار ہے۔ جس کے ذریعے یہودی عالم اسلام کو زیر کرنا چاہتے ہیں ۔۔۔ ۱۹۷۲ء تک اسرائیل میں موجود احمدیوں کی تعداد چھ سو تھی جن پر اسرائیلی فوج میں خدمت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ یہ تفصیل پولیٹیکل سائنس کے یہودی پروفیسر آئی آئی نعمانی کی کتاب "اسرائیل اے پروفائل" کے صفحہ ۷۵ پر موجود ہے۔ یہ کتاب پال مال لندن سے ۱۹۷۲ء میں چھپی ہے۔

دلچسپ چیز یہ ہے کہ اس کتاب کے صفحہ ۹۴ پر واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ عربوں پر یہ پابندی اب بھی ہے کہ وہ کسی سرحدی گاؤں میں نہیں رہ سکتے اور اسرائیلی فوج میں بھرتی بھی نہیں ہو سکتے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۹۵، پر بھی یہ موجود ہے کہ یہ "احمدی" پاکستان سے ہیں۔ ایک مسلمان بالخصوص پاکستانی مسلمان کے لیے یہ بات یوں بھی انتہائی اضطراب کا موجب ہے کہ ان "احمدیوں" کو پاکستانی قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے بھی یہ تحریک التواء کے ذریعے اسے پاکستان کے مقتدر ترین ایوان میں زیر بحث لانا چاہتا ہوں

س:۔ آپ اس تحریک التواء میں حکومت کی توجہ کن پہلوؤں پر مبذول کرانا چاہتے ہیں؟

ج:۔ میں قوم کو بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور حضرات اقتدار سے بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہ انہیں بھی معلوم ہے کہ احمدی دنیا کے کسی خطے میں بھی ہو اپنے خلیفہ کے حکم پر کام کرتا ہے۔ اس خلیفہ کا ہیڈ کوارٹر پاکستان کے قصبے ربوہ میں ہے۔ اگر اسرائیل میں رہنے والے احمدیوں کو ربوہ سے یہ ہدایت ہے کہ عرب ممالک پر قبضے اور انہیں تاراج کرنے میں اسرائیل کی مدد کریں، اور جیسا کہ جنگ ۱۹۶۷ء کے زمانہ کے اخبارات میں آیا کہ اسرائیلی پاکستان کو بھی ختم کرنا چاہتے اور پاکستان کے ساتھ جس دشمنی اور نفرت کا اظہار بابائے اسرائیل بن گوریان نے کیا تھا اس کے پیش نظر کیا یہ اندیشہ صحیح نہ ہوگا کہ اسرائیل جیسے احمدیوں کو عربوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے، انہیں پاکستان کے خلاف آسانی سے استعمال کریگا۔ جبکہ احمدیوں کے خلیفے کا ہیڈ کوارٹر بھی یہیں ہے ——— یہ بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ چھ سو احمدی پاکستان سے اسرائیل کس راستے سے کیسے اور کب پہنچے؟ کیا اب یہ احمدی پاکستان کی شہریت رکھتے ہیں؟ ان کے پاس دوہری شہریت تو نہیں؟ ان میں سے کتنے پاکستانی پاسپورٹ پر گئے ہیں؟ کیا وہ پاکستانی پاسپورٹ پر تھے؟ اور پھر اسرائیل بھاگ گئے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہماری وزارت خارجہ کو کیا علم ہے اور کیا علم نہیں ہے؟ کیا ان احمدیوں کی وہاں روک تھام کی جا رہی ہے کیونکہ ان کے پاکستانی کہلانے سے عربوں سے ہمارے تعلقات مجروح ہو سکتے ہیں۔ حکومت پاکستان کو اس صورت حال کی (CLARIFICATION) صفائی کرنا چاہیئے۔

س:۔ اسرائیل کے عربوں کے خلاف عزائم ہیں تو ایسے ہی ناپاک عزائم ہمارے بارے میں بھی ہیں؟

ج:۔ جی! ——— (بہت بلی سی "جی") جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں ۱۹۶۷ء میں اسرائیل کی توسیع پسندی اور بیت المقدس پر غاصبانہ قبضے کے بعد پاکستان میں جو ردعمل پیدا ہوا تھا اس نے یہودیوں کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ بابائے اسرائیل بن گوریان نے جون ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ کے بعد پیرس کی سوربون یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا (جس کی رپورٹ ۹ اگست ۱۹۶۷ء کو صیہونی رسالے "جیوئش کرانیکل" میں چھپی تھی) بابائے اسرائیل نے جنگ کرتے ہوئے کہا تھا: عالمی صیہونی تحریک کو پاکستان کے خطرے سے لاپرواہی نہیں برتنی چاہیئے۔ اور اب پاکستان اس کا پہلا نشانہ ہونا چاہیئے، کیونکہ یہ نظریاتی مملکت ہمارے وجود کے لیے خطرہ ہے سارے پاکستانی یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں اور عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ عربوں کے لیئے محبت ہمارے

لیئے خود عربوں سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔ اسی خاطر عالمی صیہونیت کے لیئے یہ ضروری ہو چکا ہے کہ اب پاکستان کے خلاف فوری اقدام کیا جائے۔

جہاں تک ہندوستانی سطح مرتفع کے باشندوں کا تعلق ہے وہ ہندو ہیں جن کے دل پوری تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہندوستان ہمارے لیئے پاکستان کے خلاف کام کرنے کا اہم ترین مرکز (فوجی اصطلاح BASE استعمال کی گئی) ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرکز کا پورا استعمال کریں اور تمام ڈھکے چھپے اور خفیہ منصوبوں کے ذریعے یہودیوں کے دشمن پاکستانیوں پر ضرب لگائیں۔ اور انہیں کچل دیں۔"

مولانا ظفر احمد انصاری نے یہ اقتباس ایک کتاب سے انگلش میں پڑھ کر سنایا۔ پھر سلسلہ کلام جاری رکھا ——— شاید بہت سے لوگوں کو معلوم نہ ہوگا کہ اس کے سوا چار سال بعد دسمبر ۱۹۷۱ء میں، اندرونی سازش اور بیرونی جارحیت کے ذریعے ڈھاکہ میں داخل ہونے والی ہندو افواج کا ڈپٹی کمانڈر ایک یہودی تھا۔

(ہفت روزہ هرلاهور۔ ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۷۵ء)

طوفان کا رُخ

قادیانی ربوہ سٹیٹ مغرب کی استعماری طاغوتی طاقتوں کی آلہ کار بن کر عالم اسلام کے خلاف سازشوں کا جو طوفان برپا کرنا چاہتی ہے۔ اس کا کچھ اندازہ خلیفہ ربوہ کے ان متواتر اعلانات سے کیا جا سکتا ہے جن میں قادیانی گروہ کو باربار تلقین کی جاتی ہے کہ "نئی صدی احمدیت کے غلبہ کی صدی ہے۔ اس صدی میں احمدیت تمام عالم پر غالب آئے گی۔

احمدیت تمام عالم اسلام پر غالب کرنے کے لیئے" ربوہ سٹیٹ" خفیہ دہشت پسند سرگرمیوں کی تیاری میں مصروف ہے۔ اس کا پہلا انکشاف تو اسرائیلی فوج میں قادیانیوں کی شرکت سے ہوتا ہے۔ اور مزید یہ انکشاف کیا جاتا ہے کہ چار ہزار قادیانی مغربی جرمنی میں گوریلا تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ہفت روزہ "چٹان" (۵ جنوری ۱۹۷۶ء) کی روایت ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام چنیوٹ میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

"مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنما حضرت مولانا تاج محمود صاحب نے ان سازشوں کو بے نقاب کیا جو مرزائی پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے اور اسے "عجمی اسرائیل" بنانے کے لیئے کر رہے ہیں ——— مولانا تاج محمود صاحب نے یہ بھی کہا کہ چار ہزار قادیانی

نوجوان مغربی جرمنی میں گوریلا تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ حکومت کو انہوں نے خبردار کیا کہ وہ قادیانیوں کی سازشوں سے آگاہ رہیں۔ اور اس فتنے کا قلع استیصال کرے۔ مولانا تاج محمودؒ نے مطالبہ کیا کہ حکومت اس بات کا پتہ لگائے کہ قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا ناصر احمد نے حال ہی میں انگلستان کا جو دورہ، علالت کے بہانے کیا وہاں اس کی مصروفیات کیا تھیں؟ انہوں نے الزام لگایا کہ مرزا ناصر احمد پاکستان کی سالمیت کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔"

اسرائیل کی طرح قادیانی جماعت کا وجود ہی سراپا سازش ہے۔ اور اس کی سازش کا نشانہ صرف پاکستان نہیں۔ بلکہ پورا عالم اسلام خصوصاً ایشیا اور مشرق وسطیٰ ہے۔ قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ۔ پاکستان کے ایک بازو کو کاٹ چکا ہے۔ اور دوسرے بازو کی تخریب میں اس کی سرگرمیاں روزافزوں ہیں۔ قادیانی دہشت پسند تنظیم کو، ہر اس قوت سے قلبی تعلق ہے جو عالم اسلام کی تخریب کے مقصد میں اس کی معاون ثابت ہوسکے۔ خواہ وہ یہودیوں کی صیہونی تحریک ہو یا دہریت پسندوں کی سوشلسٹ تحریک ——— ہندوستان کی جارحیت ہو یا پاکستان کی امن پسند مسیحی اقلیت ——— میں یہاں پاکستان کی مسیحی اقلیت کے صدر جناب صوبہ خاں کے دھمکی آمیز بیان کا حوالہ دوں گا۔ جسے روزنامہ امن کراچی نے ۲۹ ستمبر ۱۹۷۴ کی اشاعت میں شائع کیا تھا۔

(نوٹ) ۱۹۷۸ء میں مرزا ناصر کی امریکہ میں روسی سفیر سے ملاقات۔ ۱۹۷۹ء میں روس کی افغانستان پر یلغار اور اب ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو ایوارڈ دینا ثابت کرتا ہے کہ روس بھی اس منصوبہ اور سازش میں شریک ہو چکا ہے۔

★ ملک منظور اعوان سیالکوٹ

جمعیۃ علماء الهند

منظمة إسلامية قديمة ذات دستور ونظام، تمثل علماء الدين خاصة والمسلمين عامة فى الوطن الهندي، وتحمل تاريخا طويلا، يحفل بأعمالها المجيدة وتضحياتها الجسيمة فى سبيل كفاح التحرير قبل تقسيم الهند، وتمتاز بخدمات مركزة ومجهودات بناءة للإسلام والمسلمين بعد الاستقلال وتقسيم الوطن، ولعبت دورا هاما فى توجيه الأمة الإسلامية وقيادتها، وقامت ببطولات منذ تأسيسها للمحافظة على الشعائر الإسلامية، وفى الدفاع عن حوزة الإسلام وحقوق المسلمين، وبذلت ولا تزال تبذل جهودها المثمرة المتواصلة فى رفع مستوى المسلمين دينيا واجتماعيا واقتصاديا، فهى المنظمة الوحيدة التى حملت بعد الاستقلال أعباء جسيمة ومسئوليات ضخمة للدفاع عن حقوق المسلمين والمحافظة على كرامتهم ومقدساتهم والنهوض بهم فى كافة شعب الحياة ليعيشوا فى وطنهم مكرمين مطمئنين.

* سمیع اللہ رشیدی

اخبار الجامعہ

گذشتہ ماہ جامعہ میں ایک خصوصی تقریب القرآن بصدارت ملک جہانگیر خانصاحب ڈپٹی کمشنر منعقد ہوئی۔ تقریب کے مہمان خصوصی علامہ خالد محمود صاحب (پی۔ ایچ۔ ڈی) ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی انگلینڈ و صدر جمعیۃ علماء برطانیہ تھے۔ اس مبارک تقریب میں الحاج میاں نذیر احمد صاحب، الحاج میجر رفیق صفدر صاحب ایم اے، جناب ڈی۔ آئی۔ جی ملتان ڈویژن سٹی مجسٹریٹ ساہیوال اور دیگر اراکین بلدیہ بھی شامل تھے۔

جناب علامہ خالد محمود صاحب اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے طلبۂ تحفیظ القرآن رشیدی کو وفاق کی اسناد تقسیم فرماتے ہوئے قرآن کریم پر غایت علمی تقریر فرمائی اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے بھی خطاب کیا اور جامعہ کے علمی و تعلیمی کام کو سراہا۔ علامہ خالد محمود صاحب نے تلاوت و حفظ و فہم قرآن پر حکیمانہ انداز میں بیان فرمایا جس سے عوام و خواص مستفیض ہوئے۔ ناظم و مدیر الجامعہ نے مختلف شعبہ جات خصوصاً تحفیظ القرآن، تجوید القرآن، تفسیر القرآن اور تعلیم کتاب و حکمت (قرآن و حدیث) اور فقہ اسلامی کی تعلیمات کو پیش فرمایا!

---

۱۹ مارچ ۱۹۸۲ء کو جناب صدر محترم پاکستان کے مشیر برائے اسلامی تعلیمات ڈاکٹر مصلح الدین عثمان پی۔ ایچ۔ ڈی مدارس کے معائنہ کرتے ہوئے جامعہ رشیدیہ پہنچے۔ آپ کے ہمراہ راؤ نور محمد خاں ڈائریکٹر معاشرتی بہبود، میاں نذیر احمد میجر رفیق صفدر ایم۔ اے، حافظ عبدالرشید، بابو محمد سلیم، حکیم زکریا اور دیگر معزز حضرات تھے۔

ڈاکٹر صاحب اور وفد نے جامعہ ۱ کا معائنہ فرمایا۔ درجاتِ قرآنیہ اور ان کی درسگاہوں کو دیکھا بچوں سے قرآن کو سنا، غیر ملکی طلباء سے ملاقات کی مدرسہ راشدات کی عمارات بالائی منازل کو بھی دیکھا اور نظم و نسق اور صفائی سے متاثر ہوئے!

ڈاکٹر مصلح الدین صاحب جامعہ ۲ کے دارالاقامہ پہنچے۔ آپ نے درسگاہوں دارالتعلیمات، دارالحدیث دارالتفسیر دارالکتب (لائبریری) اور دار اساتذہ اور مطبخ کا معائنہ کیا۔ آخر میں آپ کتب خانہ تشریف لے گئے اور عربی کتب تفاسیر، احادیث، فقہ اسلامی، عربی ادب، معقولات، منقولات کو بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ جامعہ کے ہال میں خصوصی اجتماع میں فاضل مدیر الجامعہ نے جامعہ کی اجمالی تاریخ اور روداد پیش کی اور آپ کا خیر مقدم کیا۔

بعدازاں محترم ڈاکٹر صاحب نے خطبۂ مسنونہ کے بعد خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ اور احادیث نظافت پڑھتے ہوئے دین و حکمت پر علمی خطاب فرمایا اور صحت و صفائی پر زور دیا۔۔۔۔۔ علوم عصریہ و معاشرتی علوم کی ضرورت

ت پر خطاب فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب نے مدارس عربیہ اسلامیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جامعہ رشیدیہ کی خدمات اور اس کے تعلیمی کارناموں کو سراہا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حکومت مدارس عربیہ اور علماء کو معاشرہ میں ان کے صحیح مقام پر فائز دیکھنا چاہتی ہے آج تک کسی حکومت نے عربی، دینی مدارس کی طرف اتنی توجہ نہیں کی جسقدر موجودہ حکومت خیال کر رہی ہے۔ چونکہ صدر صاحب کا ذہن اسلامی ہے اس لئے وہ مدارس عربیہ اور آپ کے وفاق المدارس کی اسناد کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اور اب ہائی سکولوں کالجوں میں عربی و اسلامیات کی تعلیم و تدریس کے لئے علماء کی تقرریاں ہو رہی ہیں اور ان کی ملازمتوں کا تحفظ ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے دینی تعلیمات کے ساتھ دنیاوی علوم پر زور دیا تاکہ علوم عصریہ سے تبلیغ کا کام ترقی پاسکے اور دین کی برکات سے دنیا میں امن و امان قائم ہوسکے اور جملہ طبقات اور عمومی حلقوں میں اتحاد ملی کی فضا پروان چڑھے۔ آپ نے بعض طلبہ سے سوالات بھی پوچھے اور آخر میں طلبہ کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ آپ جامعہ کے عملہ سے مسرور ہوئے اور ناظم جامعہ کو مبارکباد دی اور جامعہ کے نظم ونسق، تعلیمات اور صفائی کی تعریف کی اور اراکین انجمن رشیدیہ کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے سوالات کے جوابات میں مدارس عربیہ کو قومی تحویل میں لینے کی خبر کو لغو قرار دیا۔

مکتوبِ مفتوح

بنام

محترم صدرِ مملکت اور مرکزی و صوبائی اراکینِ شوریٰ

از

قاضی عبدالکریم صاحب (فاضل دیوبند) مہتمم و صدر المدرسین مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی

○ یہ مراسلہ ملک و ملت کے مستند و مخلص عالم باعمل حضرت مولانا عبدالکریم صاحب فاضل دیوبند کے جذباتِ خلوص کا آئینہ دار ہے اور مبنی بر حقائق ہے۔ اس لئے مولانا کے ایماء پر "الرشید" میں شائع کیا جاتا ہے۔ جو وقت کی اہم پکار ہے۔ ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس! (ادارہ)

گرامی قدر صدر مملکت بالقابہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنجناب نے ملک کا زمامِ اقتدار سنبھالتے ہی نفاذِ اسلام کے سلسلہ میں جن نیک عزائم کا اظہار اور اعلان فرمایا وہ ملک و ملت کی خواہشات اور نیک تمناؤں کے عین مطابق تھا۔ لیکن اسے عملی جامہ پہنانے میں چھ سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے باعث بہت سے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ وہ زبان پر آئے تو تخریب کاروں کی بن آئی اور وہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کہنے کی دعائیں کرنے لگے۔ محراب پڑھنے والا جتنی زیادہ غلطیاں کرتا جائے حاسد سامع اتنا ہی خوش ہونے لگتا ہے۔ اسے نماز کے صحیح یا فاسد ہونے سے کوئی بحث نہیں۔ وہ اپنے ہی حریف کو خفیف دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہے۔

ملک لوٹے، ملت تباہ ہو۔ اس سے یار لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ انقلاب سے خوش ہیں۔ انقلاب الی الخیر ہو یا الی الشر وہ ان کی بلا سے۔ جنہیں سیاست کی چاٹ لگ گئی اُن کا مذہب ہی یہ ہے کہ:

ع ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

لیکن طویل تاخیر کرنا ہی سہی غلطی ہے اور ایک امر واقع ہے۔ اس کے نتائج کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں فوری علاج کا اہتمام نہ ہو۔ اس کا باعث تیمارداروں کی غفلت ہو یا ان کی مجبوری، عالمِ اسباب میں مریض کی موت یقینی ہے اسلام کے سلسلہ میں آپ کے اعلانات مغالطہ انگیز اور پُرفریب ہیں۔ جیسا کہ اولاً بالذات تخریب کاروں کا خیال ہے اور ثانیاً و بالتبع ان کے ہمنواؤں کا یا مؤمنانہ اور مخلصانہ ہیں۔ اور یہ تطویل آپ کی بے بسی ہے۔ جیسا کہ آپ کے

ساتھیوں کا خیال ہے۔ یہ تو خدا ہی جانتا ہے جو کہ علیم بذات الصدور اور دلوں کا بھید جاننے والا ہے۔ تفصیلات میں جانا میرا موضوع نہیں مگر اعلانات اور بالخصوص اقدامات کے دونوں پہلوؤں پر غور کیا جائے۔

احقر کا اندازہ یہ ہے کہ جناب کا اعلان مخلصانہ ہونا چاہیئے اور کفر کے مقابلہ اور اسلام کے نفاذ میں آپکی نیت پر حملہ کرنا کسی طرح بھی ضروری نہیں لیکن نفاذِ اسلام کے لئے صدیقی جرأت کا مظاہرہ افسوس کہ آپ سے نہیں ہوسکا۔ اور اسی نے ملک وملت کو یہ روزِ بد دکھایا جسے آج اندر وباہر آنکھوں سے دیکھا جارہا ہے۔

روسی درندے سرحدوں پر حملہ آور ہیں، مہاجرین کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا روزافزوں ہے۔ قادیانی بھوت ہر جگہ مورچے بناکر پورے ملک سے کھیل رہا ہے ــــــــ خدا کا غضب ہے کہ قریشی اغوا کیس پورے سال سے ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ کیا دشمن کو ایسی کمزوریوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ملک اندر سے کھوکھلا ہوتا جارہا ہے جس پر دشمن لاکھوں کی تعداد میں اسلحہ فراہم کرنے سے بھی زیادہ خوش ہوسکتا ہے۔ خدا انہیں غارت کرے اور کسی بھی خوشی کا موقع نہ دے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے یہی دو مشکلات پیش آئیں، مانعین زکوٰۃ کا فتنہ اور منکرین ختم نبوت کی شیطنت آپ خوب جانتے ہیں۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں فتنوں کو پرکاہ کے برابر نہ سمجھا۔ اپنی شوریٰ کے اہم ترین ممبروں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل بہادروں کی رائے سے بھی اختلاف کیا۔ مانعین زکوٰۃ کے سامنے نہیں جھکے۔ ان کے خلاف کھلے لفظوں میں قتال کا اعلان کردیا اور اس سے وہ فتنہ ہمیشہ کیلئے دفن ہوگیا۔

آپ کے سامنے یہی فتنہ کھڑا کیا گیا۔ لیکن کاش کہ جرأت کا مظاہرہ نہ ہوسکا۔ آج ہزاروں سے بڑھ کر دنیا پرست اور دولت کے پجاری مذہب کو چھوڑ کر فارم بھر رہے ہیں کہ ہم سُنی نہیں ہیں اور خود آپ جس عقیدہ کو حق سمجھ رہے ہیں اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ سوچئے کہ جمہوریت پرستی کے اس دور میں، آپ ملک کا عنان کن کو تھما رہے ہیں۔ کیا دشمنانِ صدیقؓ و فاروقؓ کے ہاتھ میں نہیں دے رہے۔

مشکلات ہیں۔ ظاہر ہیں اور یقینی ہیں اس سے انکار کوئی ذی ہوش نہیں کرسکتا۔ لیکن مشکلات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے بخدا اس سے ہزار گنا زیادہ تھیں۔ مشکلات کو دُور کرنے کا علاج اگر ان کے سامنے جھکنا ہوتا تو صدیقؓ بھی جھک جاتے۔ اور جب اس پر ایمان ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جناب کا بھی یہی عقیدہ اور ایمان ہوگا جو کہ سیدنا امام مالکؒ کی زبانی نقل فرمایا گیا ہے کہ:

"ہم خلفاءِ راشدین کے راستے سے اگر ہٹے تو ہماری خیر نہیں۔ شر ہی شر بڑھتا جائے گا۔"

تو ہمیں مشکلات کے سامنے اتباعاً للصدیق جھکنا نہیں، مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں نیست و نابود کرنا ہے۔ اور بس!

زہر مرض کہ بنالائے شراب دصید
دوا لیکے است بدر الشفاء میکدہ

آپ نے مانعین زکوٰۃ کے سامنے کمزوری ظاہر کی تو ہر طرف دشمن کیڑے مکوڑوں کی طرح بلوں سے نکل آئے۔ خدا کے لئے اس مذہب توڑ تحریک سے اُمت کو بچائیے۔ اس لئے بھی کہ ملک میں سب سے بڑا اختیار آپ نے ہی سنبھال رکھا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ فتنہ آپ ہی کے اس کمزور عزائم سے اُبھرا۔

اب اگر زکوٰۃ ان سے وصول نہیں کی جا سکتی تو ان سے جزیہ لیں، ٹیکس لیں۔ جیسے عُشر کی جگہ مالیہ کا مسئلہ سنا جا رہا ہے بہرحال مانعین زکوٰۃ سے زکوٰۃ نہ سہی ٹیکس وغیرہ ہی لیں تاکہ تبدیلی مذہب کی وبا رُک جائے اور تملیک الفقراء اور مساکین کی قید میں ذرا بھی لچک نہ آئے تاکہ زکوٰۃ ضائع نہ ہو۔

دوسرا سنگین فتنہ مرزائیت کا ہے! آپ خوب جانتے ہیں کہ ختم نبوت کے سلسلہ میں مسلمانوں کے جذبات نہایت ہی نازک ہیں۔ قادیانی سازشوں کو دیکھ کر ہر مسلمان پریشان ہے۔ ان کے روز افزوں مظالم اور اشتعال انگیز بیانات اور اقدامات سے ملک کا بچہ بچہ انتہائی طور پر متاثر ہے۔ قریشی اغوا کیس نے آگ پر جلتی کا کام دیا ہے۔ تخریب کاروں کے وارے نیارے ہو گئے اور غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چکی کے دو پاٹوں میں پسنے لگے۔

مرا رازیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

جب آپ انہیں کفار سے بھی بدتر سمجھتے ہیں تو یقیناً آپ کو اس کا بھی یقین ہوگا کہ یہ خدا کے مغضوب اور مقہور ہیں۔ یہ ربِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ملعون ہیں۔ ان کے جھوٹے اور دجال مدعی نبوت نے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سیدنا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو توہین کی ہے اور جن کے بڑے نے پوری اُمت خیر الامم کو جو بے نقطہ سنائی ہیں کنجریوں کی اولاد اور کتیا کہا ہے جن میں ہم اور آپ سب شامل ہیں وہ راز نہیں، بارہا ان کا ثبوت بہم پہنچایا جا چکا ہے۔ اس لئے ان کے خلاف بھی اسی جرأت صدیقی کو کام میں لائیں۔ خدا کے لئے ایک غلطی کے بعد دوسری غلطی نہ کریں۔ ختم نبوت کے سلسلہ میں تھوڑی سی نرمی بھی قہر خداوندی نازل ہونے کے لئے کافی ہے۔ ہمیں صرف آپ کا نہیں، اپنا، اپنے دین وایمان کا اور پورے ملک وملت کا غم ہے کہ تاج وتختِ ختم نبوت سے غداری کرنے والوں سے ذرا بھی نرمی برتی گئی تو غضبِ خداوندی حرکت میں آئے گی اور رہا سہا سب کچھ خس وخاشاک میں مل جائے گا۔ دشمن خوش ہوگا اور رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانپ اٹھے گی۔ لا قدرھا اللہ۔

روما سے ڈر نہ تو ایراں کے کج کلاں سے ڈر
نبی کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

میرا ایمان کی طرح پختہ یقین ہے کہ اگر آپ مانعین زکوٰۃ منکرین و غدارانِ ختم نبوت اور مخالفینِ اسلام کے سلسلہ

میں جرأت صدیقی کو کام میں لائیں تو سرحدوں کی حفاظت خدا کا ذمہ ـــــ روسی درندے بھیڑوں کی طرح بھاگیں گے جن کا خدا نہیں ان کی کیا جرأت اور کیا غیرت۔ ضعف الطالب والمطلوب۔

غرور انہیں ہے تو ہے ناز مجھ کو بھی اکبر
سوا خدا کے سب ان کا ہے اور خدا میرا

ذالک بان اللہ مولی الذین اٰمنوا و الکافرین لا مولی لھم

میری یہ نحیف آواز ہو سکتا ہے آپ تک نہ پہنچ سکے اور پہنچ جائے تو بہت ممکن ہے کانوں سے ٹکرا کر ہی رہ جائے دل کے پردوں کو نہ چیر سکے لیکن عارف شیرازیؒ ہمیں بتلا گئے ہیں کہ

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است وبس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

ارکین شوریٰ کا فریضہ کاش جن کی آپ سنتے ہیں ارکین شوریٰ بالخصوص علماء و دیندار ارکین وہ آپ کے کان کھولتے اور اپنا دل چیر کر آپ کو دکھلاتے کہ یہ نرمیاں اور حکومت کی یہ دینی مداہنت اہلِ ایمان کے دلوں کو کس طرح زخمی کر رہے ہیں؟ اور خود ان کا دل ان لاپرواہیوں سے کتنا مجروح ہے۔ شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا فریضہ صرف ان ہی مسائل میں صحیح مشورہ دینا ہے جنہیں ان کے سامنے ڈالا جائے۔ ملک وملت کے دیگر مسائل ان کی ذمہ داری نہیں۔ ان میں کچھ اکابر بھی ہیں جنہیں کچھ کہنا حکمت بہ لقمان آموختن کے ماتحت آسکتا ہے لیکن اسلام کی تاریخ یہ ہے کہ غلطی جس کی بھی ہو واضح کی جائے۔ لب ولہجہ کا فرق ضرور رکھا گیا ہے لیکن کسی غلطی پر قائم رہنے دیا جائے اسلام نے اسکو خیانت سے تعبیر کیا ہے۔

اپنے اکابرین علماء دارالعلوم دیوبند اور مشائخ کی تاریخ تو ایسے واقعات سے لبریز ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری آواز میں واقعتہً کوئی وزن ڈال دیا ہے تو ختم نبوت کا دامن تار تار دیکھتے ہوئے بھی تم نے اس آواز کو کس دن کے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔ کیا مولانا اسلم قریشی کا اغوا ایک افسانہ ہے اور کیا ربوہ کالج میں کسی پروفیسر کو ختم نبوت پر لیکچر نہ دینے کا مرزائی طلبہ کا مطالبہ ایک جھوٹ ہے۔ کیا ملک کی کلیدی آسامیوں پر قادیانیوں کی یلغار قصۂ پارینہ ہے۔ کیا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے اوپر مذہبی خانہ غیر ضروری ہے، کیا مساجد اور امہات المؤمنینؓ اور صحابہؓ کے پاکیزہ القاب کا استعمال کرنا اسلام، مساجد، امہات المؤمنین اور صحابہ کی توہین نہیں ہے؟

وامثال ذالک

کیا یہ فریضہ تحفظ ختم نبوت کا ذاتی اور خانگی فریضہ ہے۔ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اگر یہ مسائل بڑھتے رہے تو تخریب کار اور سیاست کے مہرے انہیں غلط طور پر استعمال کر کے ملک وملت کو ہی داؤ پر لگا دیں گے۔ پھر ایسے مسائل میں آپ کی خاموشی

صدر مملکت کی خیر خواہی ہے، شوریٰ کی خیر خواہی ہے، ملک کی ہمدردی ہے یا ملت کی کوئی عظیم خدمت؟

اپنی حقیر اور ناچیز رائے یہ ہے کہ ان مسائل کی سب سے بڑی ذمہ داری آپ ہی پر عائد ہوتی ہے۔ قومی اسمبلی کے ممبران نے آواز اٹھائی تو غارت گری کے بغیر اور ملک کو تباہی کے دھانے کھڑا کرنے کے بغیر ہی قادیانی کافر قرار پائے۔

آپ کو اگر قومی اسمبلی کا کردار ادا کرنا ہے کیونکہ وہی حقوق آپ کو دینے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ تو ملک کو افراتفری سے بچائیے۔ اجلاسوں کا کیا ایک لمحہ انتظار کئے بغیر جتنے بھی اراکین دینی درد رکھنے والے اکٹھے ہو سکیں اکٹھے ہوں اور جناب صدر مملکت کے ایوان پر دستک دیں اور اپنے مطالبات حل کرائیں۔

صدیق اکبرؓ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا نہ سن لیں گے کسی چیز کا زبان پر چکھنا حرام ہے۔ آپ مسلمان ہیں، علماء ہیں، اہل اللہ ہیں۔ تلوار آپ کے پاس نہیں، بندوق نہیں، توپ و تفنگ نہیں۔ اپنا اثر و رسوخ ہے، صدر کا اعتماد ہے۔ خدارا اس سے کام لیں اور اللہ کے دین کی خدمت کریں یہ موقعہ ہے غنیمت جانیں، اور ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یہی ملک و ملت سے ہمدردی کا ثبوت ہے۔

تا نثار قدم یار گرامی نکنم
دولتِ جاں بچہ کار د گرم باز آید

دستخط (مولانا عبد الکریم صاحب) بقلم

معذرۃ

مجلہ الرشید جو علماء دیوبند کا ترجمان ہے اور مسلک کا معیاری، منفرد نمائندہ جریدہ ہے۔ اپنی بساط علم و فکر و نظر کے مطابق اپنے اکابر کے خلاف کسی بات کی اشاعت ہمارے مقاصد کے خلاف ہے۔

والانسان مرکب من الخطاء والنسیان۔

گزشتہ سال "خدام الدین" کے ایک مقالہ مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہٗ کے بیان میں حضرت حکیم الامتہ مجدد ملت مولانا تھانویؒ کے متعلق مولانا سندھیؒ مرحوم مغفور کا کوئی سیاسی مکالمہ منقول ہو گیا۔ اس نزول پر ایک تھانوی بزرگ کی توجہ سامی سے معذرۃ پیش کی تھی اور توبہ بھی۔ اللہ معاف فرمائے۔ ـــــــ حالیہ سابقہ اشاعت میں مولانا علوی صاحب کا ایک معلوماتی مضمون "میثاق" سے نقل کردہ میں ایک لغزش نظر میں آئی کہ حضرۃ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ کے بارے میں فرنگی چھتری کے شیخ الاسلام والی بات مل نکلی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ تجزیہ صحیح نہیں کہ علامہ سید ندویؒ جمعیۃ علماء ہند ۱۹۲۶ء کلکتہ اجلاس کی صدارت کے بعد فرنگی چھتری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جمعیۃ علماء ہند کی صدارت ان کے اعلیٰ کردار کی مثال اور دلیل ہے۔

اس کے بعد حضرت تھانویؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر سید صاحبؒ حضرت قدس سرہٗ کے خلفاء اجلہ میں شمار ہونے لگے اس سہو پر ادارہ معذرۃ خواہ ہے۔ (ادارہ)

معائنہ وفاق المدارس العربیہ بنغلادیش

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب (شیخ الحدیث ندوہ)

آج بتاریخ ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۱۴۰۶ھ وفاق المدارس کے مرکزی دفتر واقع مدرسہ جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد ڈھاکہ کی زیارت کا موقع ملا۔ یہ وفاق ۱۹۷۸ء میں قائم کیا گیا تھا اور اسوقت تک آٹھ سو بیس مدارس عربیہ اس وفاق میں شریک ہو چکے ہیں۔

اس طرح کا وفاق ایک بڑا مبارک اور نتیجہ خیز اقدام ہے جس کے نتائج الحمدللہ بہت اچھے ظاہر ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ تمام مدارس عربیہ اسلامیہ وفاق سے منسلک ہوں۔

موجودہ دور میں مدارسِ اسلامیہ عربیہ ایک دوراہے پر کھڑے ہیں۔ اگر یہ مدارس مستقبل میں ایک اہم کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو ان کو آپس میں اتفاق واتحاد پیدا کر کے اپنے مشترک مسائل پر غور کرنا ہوگا جن میں خاص طور پر ان کو نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم وتربیت پر اصل توجہ دینا ہوگی۔ ایک وفاق ہی جیسا کہ یہ وفاق ہے اس کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہے۔

تعلیمی وتربیتی مسائل کے علاوہ اسوقت عالمِ اسلامی کا شدید تقاضا ہے کہ علمائے اسلام اور طلباءِ علوم دینیہ ایک طرف آپس میں متحد ومتفق ہوں اور دوسری طرف خالص عصری مدارس کے طلباء کی رہنمائی کیلئے اپنے کو تیار کریں۔

میں وفاق المدارس کا بڑا قدردان ہوں اور اس کے ذمہ داروں کو اس عظیم کام پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی انتھک کوششوں کو بارآور فرمائے، کام کرنے والوں کو اخلاص وللہیت سے مالامال فرمائے اور اس وفاق المدارس کو بنغلادیش کے طلباءِ علوم دینیہ کے لئے ایک نئے اور مؤثر پیغام اور حالات کے مطابق تعلیم وتربیت کا بنیادی مرکز بنائے اور عصری مدارس کے طلباء کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنے کی اہم خدمت بھی اس وفاق سے لے۔ آمین

ابوالحسن علی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

M. Hussain Chaudhury & Co.

CHARTERED ACCOUNTANTS

PAYMENTS	AMOUNT Rs.	TOTAL Rs.
Students Mess Expenses	199,694.55	
Salaries of Teachers, Mosque & other staff.	366,175.00	
Students stippends & other Expenses	76,332.08	
Electric Expenses	37,236.35	
Stationary & Newspaper	3,575.00	
Travelling Expenses	9,107.44	
Tabligh & Annual Meeting Expenses	22,853.70	
Postage, Grams & Phones	16,780.09	
Masjid Expenses	9,878.50	
Monthly Journal: "AL-RASHID" EXPENSES	35,971.70	
Guest Expenses	10,277.00	
Miscellaneous Expenses	1,120.80	
Audit fee	600.00	
Annual subscription & Legal Expenses	2,018.30	791,323.11
CAPITAL EXPENSES		
Building Construction & Library repairs etc.,	132,999.02	
Library books	16,510.00	149,509.92
CLOSING CASH AND BANK BALANCES		
Habib Bank Ltd., A/C 304	[illegible]44,700.00	
Habib Bank Ltd., 'L' Terms Deposit	100,000.00	
Habib Bank Ltd., PLS	102,642.00	
National Bank of Pakistan S.B. 4/269	23.00	
Muslim Commercial Bank Ltd., PLS 176	103,752.00	
Cash in hand	6.35	451,123.35
		1,391,956.68

AUDITORS' REPORT: we have audited the Receipts & payments Account of JAMIA RASHIDIA (REGD)? SAHIWAL for the Hijri year ended 30th Zilhaj, 1403 and report that according to the best of our information and explanations given tous, we have found the statement of account referred to above true and correct in accordance with the books of the Jamia produced tous.

49-Shahrah-e-Quaid-i-Azam,
Lahore.

(M. Hussain Chaudhury & Co.)
CHARTERED ACCOUNTANTS

Phone

MONTHLY . ALRASHID . LAHORE PAKISTAN

- رائے پوری بزرگوں کی یادگار۔ اکابر حضرات کا قائم کردہ صدقہ جاریہ و ساریہ !
- بحمد اللہ جامعہ رشیدیہ نہ صرف تعلیمگاہ بلکہ معیاری تربیت گاہ اور بہترین درسگاہ ہے۔
- جامعہ میں از ابتداء تا انتہا، اسلامی تعلیمات کے قابلِ اعتماد و لائقِ فخر انتظامات ہیں۔
- جامعہ میں جملہ علوم و فنونِ اسلامیہ کے قابل اساتذہ، اور دو مقامات پر مدارس ہیں۔

طلباء کے قیام، طعام، لباس، معالجہ ادویہ، کتب، نقد وظائف اور معاشی مصارف کا انصرام انجمن رشیدیہ کرتی ہے۔

- جامعہ میں دار العلوم دیوبند کے نصاب، وفاق المدارس العربیہ کے نظام تعلیمات سے مطابق تدریس ہوتی ہے جس کی اسناد کو حکومت پاکستان نے باضابطہ تسلیم کر لیا ہے!
- جامعہ رشیدیہ حکومت کا مسلمہ خیراتی ادارہ ہے۔
جس سے انکم ٹیکس معاف مطابق مراسلہ حکومات مالیات پاکستان ....
- جامعہ رشیدیہ کے طلباء زکوٰۃ، عشر و چرمہائے قربانی و اجناس کے اولین مستحق اور بہترین مصرف ہیں۔
- جامعہ کا میزانیہ ماہوار ایک لاکھ، سالانہ بجٹ بارہ لاکھ تک ترقی پذیر ہے۔
آمدن محدود، مستقل آمدن ندارد۔ اخراجات توکل بر خدا۔

؎ قیاس کُن ز گلستانِ من بہارِ مرا۔

ھوالرشید

میں آخری نبی ہوں ، اور تم آخری اُمت (حدیث [illegible])

(مولانا مطیع اللہ رشیدی)

اخبار الجامعہ

بحمداللہ وبفضلہ جامعہ رشیدیہ رائے پور جالندھر، منٹگمری سے ساہیوال تک چوراسی سال سے اسلامی تعلیمات کے محاذ پر تعلیم وتعلم، درس وتدریس، تبلیغ اور تربیت کا کام تقریر وتحریر کے ذریعے کرتا چلا آرہا ہے۔ اور انشاء اللہ قافلہ رشیدی برابر اور مسلسل اسلام، قرآن حدیث، فقہ اسلامی کی تعلیم اور دین کی تبلیغ اور نشر واشاعت کی خدمات سرانجام دیتا رہے گا یہ تحدیث نعمت ہے۔ اللہ کریم ورحیم قبول ومنظور فرمائے۔

ہمارے مرکز العلوم، دارالعلوم دیوبند پر مد وجزر آئے لیکن تعلیم وتعلم کے جہاد میں اضمحلال نہ آیا۔ بلکہ آج دارالعلوم کیفیت وکمیت کے اعتبار سے بدستور اپنی روایات کا حامل ہے اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر عامل ہے ایسے ہی ہمارے علمی طبقات اور جماعتوں میں بعض فروعی اور جزوی مسائل میں اختلاف نظر آتے ہیں۔ لیکن علماء دیوبند کی نظریاتی تحقیقات اور ان کی اسلامی وعلمی تعبیرات برحق اور اٹل ہیں معمولی اختلافات سے اصل مشن ختم نہیں ہوجاتا۔ اگرچہ ضعف آتا ہے اور اس ضعف کو دور مٹانا چاہیئے۔ تاہم حقیقت تسلیم ہوتی ہے اس طرح اداروں میں رد وبدل ہوتا رہتا ہے اور تبدیلیاں ناگزیر بھی ہوجاتی ہیں۔ تعلیمی اداروں کی تبدیلیوں کو انقلابات زمانہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور بس! آجکل پروپیگنڈہ کی دنیا میں الٹ جھوٹ کی ملاوٹ زیادہ ہی چل رہی ہے۔

جامعہ رشیدیہ شوال سے پچاسیویں سال میں قدم رکھتے ہوئے انشاء اللہ اپنے اسلاف، رائپوری بزرگوں کی روایات کو زندہ وتابندہ رکھے گا۔ جو پودہ حضرت محدث گنگوہی قدس سرہٗ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا حافظ محمد صالح رائپوری نوراللہ مرقدہٗ نے لگایا تھا جس کی آبیاری حضرت شیخ السنہؒ کے مجاز وتلمیذ رشید حضرت مفتی فقیراللہ رحمہ اللہ رائپوری نے کی تھی جس کی نشاۃ ثانیہ میں حضرت الشیخ سید مدنیؒ کی ادعیہ صالحہ حضرت شیخ الاسلام پاکستان علامہ عثمانیؒ کی ادعیہ کارفرما تھیں۔ جس کی سرپرستی حضرت الاستاذ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ صاحب مدظلہٗ خلیفۂ ارشد حضرت رائپوریؒ فرما رہے ہیں جس کے لئے حضرت پیر جی عبداللطیف رائپوریؒ نے توجہ سامی فرمائی ہو انشاءاللہ وہ ادارہ پھلتا پھولتا رہے گا اور مزید پھلے گا پھولے گا۔ اگر کسی ادارے میں کوئی خلاء محسوس ہو تو سمجھ لیجئے کہ اخلاص کی کمی کی وجہ سے یا عملی محنت، جدوجہد میں فرق آنے سے ایسا ہوجاتا ہے۔ اس لئے ہم سب کو اخلاص

باقی صفحہ ۳۰

مؤتمر ابنائے دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

بیادگار: حضرت مولانا حافظ ... فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ رائپوری بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

الرَّشِید

شمارہ: ۸
رمضان المبارک
۱۴۰۴ھ

جلد: ۱۲
جون
۱۹۰۴ء

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبدالرشید ارشد

بنظامت
(پیرجی) عبدالعلیم رائپوری

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

مقام اشاعت
۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

سالانہ چندہ : ۲۰/- روپے
فی شمارہ : ۲/- روپے

پرنٹر
مشارع الدین اصلاحی، شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

آئینہ مضامین

مدیر الرشید ... فاضل حبیب اللہ رشیدی

جامعہ رشیدیہ ...

راشدات

ادارہ

قرآنی احکامات و فرائض

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ..... اتموا الصیام واتموا الحج

اسلام کے بنیادی ستون میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج شامل ہیں۔ ان ارکانِ اسلام پر اعتقادات واجب ہے۔ اگر ان میں سے کسی امر کا عقیدہ نہو تو اس کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے کسی بھی فرض کا انکار کفر ہے اور ان فرائض کا عملی ترک فسق و فجور و معصیت و غداری میں داخل ہے۔ ان مسائل کے تارک کی گواہی غیر معتبر ایسے آدمی اسلامی معاشرہ میں قابل اعتبار نہیں ہو سکتے!

الصلوٰۃ نماز تحفۂ معراج کی شکل ہے۔ پنجوقتہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر جماعت یا مسجد نہ ہو نماز میں فرق آجائے گا۔ نماز کی پابندی خود اور اپنے اہل وعیال متعلقین سے کرانی ضروری ہے صرف نماز پڑھنا کافی نہیں۔ بلکہ نماز کی تلقین اور نماز روزہ کی تبلیغ بھی نہایت ضروری ہے۔ ایک حدیث میں ہے: الا کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ او کما قال علیہ السلام۔ تعلیمات انبیاءؑ میں ہے، وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ الخ

نماز روزہ ہمارے محاورات اور بول چال میں نماز روزہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ سال کے بعد اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا مہینہ آتا ہے جس کی ایک رات ہر ماہ سے بھی بہتر ہے اور اس کی ہر ساعت خیر و برکت و ثواب کا مجموعہ ہے۔

رمضان عجیب برکتوں کا مہینہ ہے کہ دن کو روزہ اور رات کو عبادت تراویح، افطار و سحری اور کھانا پینا بھی عبادات و ثواب ہے اور آخری عشرہ اعتکاف سراپا خیر و برکت ہے اور رمضان کا عمرہ ایسا ہے گویا عمرہ کرنیوالے نے حضور امام الانبیاء خاتم النبیین کے ساتھ حج کیا ہو۔ بہت ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان کے روزے اور رمضان میں عمرہ کا شرف حاصل کرتے ہیں اللہ کریم و رحیم حج و رمضان کی برکات سے متمتع فرمائے۔ اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز و اعتکاف اور روضۂ اطہر کی زیارت نصیب فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے (آمین)

اہم عنوانات مسائل زکوٰۃ و امور صدقات

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم ستون اور عبادت ہے جو نماز کے ساتھ ساتھ فرض چلی آ رہی ہے۔ زکوٰۃ اسلام میں فرض عین اور عشر، صدقات واجبہ ضروری ہیں۔ زکوٰۃ کا منکر کافر اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا جا سکتا ہے۔ زکوٰۃ ہر مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ صاحب نصاب پر واجب ہے۔

شرح نصاب زکوٰۃ ۱۔ بارانی اراضی کی پیداوار پر دسواں حصہ۔ ۲۔ نہری اور چاہی زمینوں کی پیداوار پر بیسواں حصہ۔ ۳ سونا ساڑھے سات تولہ۔ ۴ چاندی ساڑھے باون تولہ ۵ سونا چاندی کے زیورات یا سونا چاندی دونوں کو ملا کر ایک نصاب کی صورت پر اڑھائی فیصد ۶ جملہ اموال تجارت پر قیمت کے میزان کا اڑھائی فیصد ۷ مال مویشی :- اونٹ ۵ عدد، بکری بھیڑ وغیرہ ۴۰ عدد، گائے بھینس وغیرہ ۳۰ عدد۔

مستثنیات رہائشی مکانات، جائیداد، گھریلو سامان۔ نصاب سے کم مال اور مقروض پر زکوٰۃ واجب نہیں البتہ جائیداد و کارخانوں وغیرہ کی آمدن پر زکوٰۃ ضروری ہے۔

مستحقین صدقات سورۃ بقرہ پارہ سوم میں ایسے فقراء و محتاج و ضرورتمند لوگ جو اللہ کے راستہ میں مقیم و محصور ہوں اور جو دینی مشغولیت کی وجہ سے دوسرا کام نہیں کر سکتے۔ اس میں طالبان علوم دینیہ کتاب و سنت (قارئین قرآن و حدیث) بھی شامل ہیں، جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے۔

مصارف زکوٰۃ سورۃ توبہ میں مصارف زکوٰۃ کی مفصل فہرست یوں ہے:

۱، فقراء : وہ محتاج جس کے پاس کچھ نہیں۔

۲، مساکین : وہ تنگ دست جو ضروریات زندگی سے محروم ہوں۔

۳، عاملین : زکوٰۃ وصول کرنیوالا عملہ (اس سے سفراء مدارس اور زکوٰۃ کمیٹی والے مراد نہ ہوں)

۴، مؤلفۃ القلوب : نومسلموں کی تالیف قلب کے لئے۔ ۵ : مسافر : جو حالت سفر میں ضرورتمند ہو جائے۔

۶ : غلاموں کی آزادی : جو لوگ قید و بند میں مقید ہوں۔ ۷ : غارمین : مقروض و نادار لوگ۔

۸، فی سبیل اللہ : اللہ کی راہ میں۔ مجاہد لوگ مفلسی کے سبب سے لشکر اسلام کیساتھ جہاد کے لئے نہ جا سکتے ہوں، ان دونوں آخری مصارف میں۔ طلباء مدارس دینیہ اسلامیہ اور انکی فی سبیل اللہ اعانت و نصرت بھی شامل ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے!

○

جامعہ رشیدیہ میں بحمداللہ علمی و عملی تقریبات تعلیمی تدریسی مذاکرات نیز دین کی تبلیغ کی محنت و تربیت کا کام باضابطہ چلتا رہتا ہے۔ ہر جمعرات طلبہ کی مختلف جماعتیں مرکز تبلیغ اور بعض چکوک و مساجد میں آتی جاتی ہیں اور تعطیلات میں اساتذہ و طلبہ اوقات دیتے ہیں اور امسال بھی مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ نقل و حرکت میں ہوں گے۔

جامعہ میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب اور اختتام دورۂ حدیث پر ہفتۂ حدیث منایا گیا۔

ہفتۂ حدیث میں احادیث کے لئے حضرت علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی (تلمیذ شیخ الاسلام پاکستان علامہ عثمانیؒ) تشریف لائے۔ علامہ صاحب یومیہ ظہر سے عصر تک دارالحدیث میں طلبہ علوم عربیہ سے خصوصاً تاریخ حدیث تشریح سُنّت حجیت حدیث پر خطبہ دیتے اور طلباء کو معارف السنن اور علومِ نبوی سے مستفیض فرماتے یہ خطابات نہایت علمی ثابت ہوئے اور بے حد مفید۔

جامعہ کے شعبۂ تبلیغ کے زیر نظام شبانہ بعد مغرب تا عشاء مختلف مساجد میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیات مسیح علیہ السلام اور تقابلِ ادیان، رد فرق باطلہ پر علامہ خالد محمود صاحب نے خطابِ عام فرمائے۔ سامعین کو مذاکرات، سوال و جواب کا موقع دیا جاتا۔ اسطرح یہ سلسلہ تبلیغی اصلاحی لحاظ سے بہت ہی نافع ثابت ہوا خصوصاً فرید ٹاؤن کا خطاب تعلیمیافتہ اصحاب نے بڑی دلچسپی و دلجمعی سے سُنا اور آئندہ بھی ایسے اجتماعات کے مطالبات ہو رہے ہیں۔ انشاء اللہ جامعہ اس تبلیغی محاذ پر کام کرتا رہے گا۔ تاکہ مسلکی مسائل کے دلائل کا اتمام حجت ہو جائے اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل ہو جائے۔

جامعہ میں ختمِ بخاری شریف

جامعہ میں ختم قرآن شریف کی متعدد بار مجالس منعقد ہوئیں اور ۳۲ طلباء و طالبات نے قرآن حکیم حفظ کیا کامل الحفظ کے امتحانات وفاق المدارس کے تحت ہوئے۔

ختم بخاری شریف کی تقریب سعید میں مہمانِ خصوصی حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد شریف صاحب کشمیری مدظلہٗ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند حال محدث جامعہ خیر المدارس ملتان مدعو تھے۔ ۳۵ طلبہ دورۂ حدیث نے شرکت کی۔ اس خصوصی اجتماع میں ضلع ساہیوال، ضلع اوکاڑہ، میاں چنوں اور پتوکی سے علماء اور خطباء، شہر سے مولانا منظور احسن صاحب مولانا عبدالستار صاحب، قاری عبداللہ صاحب اور اساتذۂ رشیدیہ اور معززین بلدیہ سے میاں نذیر احمد صاحب حافظ عبدالرشید صاحب، حکیم حاذق صاحب سید محمد ذکریا شاہ صاحب طبیب ساہیوال اور متعدد اصحاب نے اور محکمہ تعلیم و زراعت کے عملہ نے بھی شرکت فرمائی۔

حضرت علامہ خالد محمود صاحب نے ختم بخاری پر احادیث الرسول وحدیث نبوی پر علمی خطاب فرمایا۔ اور علماء وطلباء کو جملہ فتنوں سے متنبہ کیا اور کتب عشرہ احادیث پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا۔ بعدہٗ حضرت علامہ کشمیری نے آخری بابِ حدیث طلبہ سے سُنا۔ اور تقریر فرماتے ہوئے طلبہ کو خصوصی نصائح فرمائیں۔ حضرت علامہ کیساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہٗ بھی تشریف فرما تھے۔

آخر میں حضرات اکابر نے نہایت الحاح و تضرع و زاری سے ادعیہ صالحہ کرائیں۔ دُعائے خیر پر یہ مبارک اجتماع ختم ہوا۔ طلبہ دورۂ حدیث نے حضرات واصحاب کی گرم اور ٹھنڈے مشروبات سے تواضع کی۔ بعد ازاں جملہ اساتذہ ومہمانان خصوصی کو طعام کھلایا گیا۔

انشاء اللہ دورۂ حدیث کا صدقہ جاریہ حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ نے شروع کرایا تھا اور یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ اس لئے کہ عصر حاضر میں سب سے بڑا فتنہ انکارِ حدیث کا ہے اس لئے جامعہ خدمتِ حدیث میں انشاء اللہ پیش پیش رہے گا۔ اور قرآن وحدیث فقہ حنفی کی خدمات بجالاتا رہے گا۔

وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب ٥

بقیہ: مکتوبات

آپ کو تہہ دل سے اس کے لئے مبارک دیتا ہوں۔ اور دُعا ہے کہ خدا کرے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عنایت ہوتی جائے۔ ماہنامہ الرشید تو مسلمانانِ عالم کے لئے مرکزِ علوم ازہر ایشیا دار العلوم دیوبند کی یاد کو نہ صرف باقی رکھ رہا ہے بلکہ تازہ تر کرتا جارہا ہے۔ وہ جو انمول موتیاں لیکر ماہ بماہ پہنچتا ہے تو آنکھوں کے نور اور دل کے سُرور میں اضافہ کرتا ہے۔ دیر سے جی چاہتا تھا کہ شکریہ ادا کروں مگر

؎ وصف ترا گر کند و ور نکند اہل فضل ‌ ‌ ‌ ‌ حاجت مشاطہ نیست روے دلارام را

کوئی ایک مضمون قابلِ تحسین ہوتا تو داد دے دیتا

؎ زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن ‌ ‌ ‌ ‌ دل مے کشد کہ جا اینجاست

تازہ شمارے میں مولانا عبدالکریم صاحب کا مراسلہ وقت کی ایک پُکار تھا اور ایک اہم ضرورت جس کو آپ نے پورا کر دیا۔ بلا مبالغہ کہتا ہوں میں نے الرشید سے بہت ہی استفادہ کیا ہے۔ میں آپ کا ممنون ہوں مجھ سے شکریہ قبول کیجئے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

والسلام

احقر محمد یعقوب مہتمم جامعہ رشیدیہ ــــــ کوئٹہ

مقالہ

از: مولانا قاضی لطافت الرحمٰن صاحب فاضل دیوبند
پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

برصغیر میں انگریز اور مسلمان

بہاولپور کے ایک علمی سیمینار میں پڑھا گیا

تمہید: اوپر کے عنوان پر آج کے سیمینار میں میرا یہ مقالہ دراصل پاک وہند کی تاریخ کے اس المناک باب کی چند یادیں ہیں جو یوں تو قصہ پارینہ بنتی چلی جارہی ہیں۔ لیکن یہاں کے باشندوں کے لئے بالعموم اور مسلمان قوم کے لئے بالخصوص اپنی تاریخ وثقافت اور تہذیب وسیاست کے دور کو بھولنا اپنے قومی وملی احساس وشعور سے عاری ہونا ہے۔ گویا متاع کارواں تو لُٹ گیا ہے مگر کارواں کو کم از کم اپنے زیاں و ناداں کا احساس تو ہو۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس ملک پر انگریز قوم نے جس حیلہ و بہانہ اور مکروفریب سے قبضہ جمالیا تھا اور اس کے بعد اس نے جس جبرواستبداد اور ظلم وسفاکی سے یہاں پر حکمرانی کی ہے میں اس کی مختصر داستان سنانا چاہتا ہوں۔
گویا:

وسعتِ دل ہے بہت وسعتِ صحرا کم ہے
اس لئے دل کو تڑپنے کی تمنا کم ہے

جبکہ انگریز قوم نے یہاں کی مسلمان قوم کو اپنی روایات وثقافت، تمدن وسیاست اور ملی جوش وخروش سے اس حد تک ناآشنا کر دیا ہے جس کا رونا علامہ اقبال مرحوم نے یوں رویا ہے:

کتابیں دے کے مجھ سے تیغ وخنجر چھیننے والے
تیری تعلیم سے اچھا تھا جوشِ جنوں میرا

۱۸۵۷ء سے جب اس جابر و قاہر، ظالم و کافر قوم نے اس ملک پر زبردستی تسلط جمالیا تھا اور یہاں کی دولت، سیاست، ثقافت، معیشت، قومیت تمام چیزوں کو تباہ کر دیا تھا۔ میں اس سلسلہ میں کس کس نقصان کا ذکر کرسکتا ہوں۔ بلکہ

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

پھر اس نے یہاں برصغیر کے لوگوں کی جان و مال ، دین و مذہب ، ضمیر و خمیر اور ذہن و دماغ سبکو نقصان پہنچایا اور مسلمان قوم کو بنیادی اور ذہنی طور پر ناکارہ کرنے کا پروگرام اور جو سامان اس نے مہیا کیا وہاں اس نے اس قوم کو وہ نظام تعلیم دیا جس سے قوم و ملک کی دینی و مذہبی کایا پلٹ گئی ۔ جبکہ انگریزی اقتدار سے قبل یہاں دینی علوم وفنون کا رواج بھی زوروں پر تھا ۔ اس ملک میں سکولوں اور دینی مدارس کا یہ حال تھا کہ اسوقت کے سرکاری گزٹ کے مطابق صرف متحدہ بنگال میں مسلمانوں کے دس ہزار مدارس تھے ۔ ادھر مضافات دہلی میں صبح الاعشیٰ قلقشندی کے حوالے سے ایک ہزار عربی مدارس موجود تھے جن میں سے ایک مدرسہ شوافع کا تھا اور باقی تمام احناف کے تھے ۔ اس طرح انگریز سیاح ڈاکٹر ہملٹن جب ۱۶۹۰ء میں سندھ آیا تھا تو اس نے سفر نامہ بعہد اورنگزیب میں ٹھٹھہ جیسے قصبہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہاں مذہب اور فلسفے کا خوب چرچا ہے اور چار صد (۴۰۰) دار العلوم ہیں ۔

پھر جس وقت انگریز نے اس ملک میں اسلامی روایات اور علوم دینیہ کے مراکز و مدارس کو مختلف تدابیر سے ختم کر دیا اور اپنا وہ مجوزہ نظام تعلیم رائج کر دیا جسے لارڈ میکالے نے تیار کر کے کہا تھا کہ "اس نصاب سے پڑھے لوگ اگرچہ ظاہری طور سے تو ہندوستانی ہوں گے لیکن ذہن و فکر کے لحاظ سے انگریز ہوں گے ۔"

اور وہی ہوا کہ ایک طرف تو اس انگریزی نظام تعلیم سے قوم و ملک کے اثر پذیر طبقہ کا ذہن اسطرح بنایا گیا جس طرح کہ منصوبہ تھا اور دوسری طرف علماء پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا ۔ ان کے ذرائع تبلیغ اور تعلیم اور مدارس کو برباد کیا گیا اور خاص طور پر ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں حصہ لینے والے علماء میں سے جو باقی رہ گئے تھے ان کو نہایت بے رحمی سے ختم کیا گیا ۔

قیصر التواریخ کے حوالہ سے اس الزام میں سات ہزار علماء کو جام شہادت نوش کرنا پڑا ۔ بعض کو جزائر انڈمان پہنچایا گیا جن میں مولانا فضل حق خیر آبادی ، مولانا محمد جعفر تھانیسری ، مولانا عنایت علی غازی پوری ، مولانا عبداللہ حسن صادقپوری ، مولانا احمد اللہ ، مولانا یحییٰ علی ، مولانا مبارک علی شاہ جیسے چوٹی کے علماء بھی شامل تھے ۔ جن میں سے بعض بحالت اسیری کالا پانی وفات پا گئے ۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

غرض یہ کہ فرنگی حکمران نے اس ملک کے اسلامی نظام تعلیم کو بھی درہم برہم کر دیا ۔ علماء کو بھی نیست و نابود کیا اور قومی اسلامی تعلیم کے مراکز کو بھی ختم کیا ۔ کیونکہ نصاب تعلیم کے بارہ میں انگریزوں کی یہ پالیسی ان کی سیاست کا حصہ تھی جس کے متعلق انگریز سیاستدان ایس سینڈرے نے کہا ہے کہ "جب کسی قوم اور ملک کو محکوم بنایا جاتا ہے تو غدار سب سے پہلے یہ کام کرتا ہے کہ اس کی تعلیم کو تباہ کرتا ہے کیونکہ علم اور غلامی ایک ساتھ نہیں رہ سکتے ۔"

چنانچہ اس پالیسی کے تحت ہندوستان پر برطانیہ کے دور حکمرانی میں جو نظام تعلیم رائج رہا ہے اس نے

اس کے مال و دولت، ملک و حکومت، تمدن و سیاست اور تہذیب و ثقافت تمام پر نہایت مکارانہ اور عیارانہ تسلط حاصل کر لیا ہے۔

اس موقع پر بھی مسٹر الفنسٹن اور الیف سے اے وارڈن نے اپنی تعلیمی یادداشتوں میں اقرار کیا ہے کہ "ہم نے ہندوستان کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیئے ہیں اور ہماری فتوحات ایسی ہیں کہ اس قوم سے اس کا علم سلب ہوجاتا ہے اور پچھلے ذخیرے نیست و نابود ہوجاتے ہیں۔"

اب اندریں حالات ہم مسلمان قوم کے لئے انگریزی تعلیم و تہذیب کے اپنانے کے ردِ عمل میں سب سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ مسلمان قوم کا معیارِ ترقی انگریزی تعلیم اور فرنگیانہ طرزِ زندگی قرار پایا ہے اور اس عظیم قوم کا ایک بلند حصہ اپنی ملی عظمت و وقار کو بھول کر یورپ کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و تمدن سے چمٹا ہوا ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر اقبالؒ نے خوب فرمایا کہ:

؎ تُو اپنے گھر کے خزانوں سے بے خبر ہو کر
گداگری کے لئے بت کدوں میں جا نکلا

یا جس پر اکبر مرحوم نے نہایت عمدہ طنز کرتے ہوئے فرمایا تھا:

؎ کی مسلماں نے ترقی جو فرنگی بن کر یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں ہے

اور یہ بھی ایک المیہ ہے کہ جس قوم نے ہماری تہذیب و تمدن، روایات و معاشرت کے تمام طور طریقوں کو بگاڑ دیا ہے ہم اس قوم سے اور اس کی تعلیم و تربیت سے تہذیب و ثقافت سے اصلاح و احوال کی توقع رکھتے ہیں۔ گویا وہی صورتحال ہے جو میر درد کہہ گیا ہے کہ:

؎ میر کیا سادہ ہے بیمار ہوا جس کے سبب
اُسی عطار کے بیٹے سے دوا لیتا ہے

یہ تو خیر مسلمان قوم کی تعلیمی تباہی کی ایک مختصر سی داستان تھی۔ آگے انگریز قوم نے اس برصغیر کے باشندوں پر بالعموم اور مسلمان قوم پر بالخصوص جو مظالم کئے ہیں ذیل میں ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کر رہا ہوں۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں انگریز حکومت کے دور میں عدل و انصاف اور رعایا پروری کی بجائے جبر و استبداد، لوٹ کھسوٹ کا عام دور دورہ تھا مسلمان نو سو برس سے ہندوستان پر حکومت کرتے چلے آئے تھے مگر انہوں نے غیر مسلموں کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیا تھا مسلمان اور ہندو باہم شیر و شکر کی طرح رہتے لیکن انگریزی علمبرداری میں ہندوستان کو عیسائی بنانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ پادریوں کو نہ صرف عام تبلیغ کی اجازت تھی بلکہ انگریز حکام ان کی پشت پناہی کرتے تھے۔ سکولوں اور کالجوں کے مدرسین عموماً پادری ہوتے تھے۔ انجیل کا

درس ضروری ہوتا تھا۔ پادری عام مجالس میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے تھے اور انگریز قوم کی نظر میں اس کا اصل مقابل مسلمان تھا۔ وہ اسکو اپنا حریف جانتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان قوم کو زیادہ تر ستم وجور اور تبلیغ عیسائیت کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔

مثلاً مجاہدین علماء کرام کو فتویٰ جہاد ۱۸۵۷ء کے جرم میں کالاپانی کی سزا دی گئی۔ مجاہدین حق زمانہ اسیری جزائر انڈمان کی اپنی کتاب " الثورۃ الھندیۃ " میں تحریر فرماتے ہیں:

" انگریزوں نے تمام باشندگان ہند کو عیسائی بنانے کی سکیم بنائی تھی اور انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مذہبی بنیادوں پر حکمرانوں کا باشندوں سے اختلاف تسلط اور قبضے کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوگا۔ اس لئے پوری جانفشانی اور تن دہی کیساتھ انہوں نے مذہب وملت کو مٹانے کے لئے ہر طرح کے مکروہ حیلوں سے کام لینا شروع کیا اور بچوں ناسمجھوں کو اپنی زبان اور دین کی تلقین کے لئے شہروں اور دیہات میں مدرسے قائم کئے اور پچھلے علوم ومعارف کو مٹانے کی پوری کوشش کی۔

مگر جہاں ایک طرف انگریز سرکار اپنی جبری حکمرانی کے لئے قوم وملک کو تیار کررہی تھی تو دوسری طرف حکومت اور رعایا میں کسی طرح سلجھاؤ کا امکان موجود نہ تھا۔ اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" صورت کارفرما تھی اس باہمی قومی اور حکومتی کشمکش کے دوران اچانک میرٹھ سے ہنگامے کا آغاز ہوگیا۔ اور پھر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گیا اور ٹھیک اسی زمانہ میں سہارنپور میں ایک ایسا افسوسناک واقعہ پیش آیا جس نے عام مسلمانوں کو حد درجہ مشتعل کردیا۔ ہوا یہ کہ سہارنپور میں مسٹر اسپنکی کلکٹر تھا اور تھانہ بھون کے قاضی عنایت علی کے بھائی قاضی عبدالرحیم کسی ضرورت سے ہاتھی خریدنے سہارنپور گئے تھے تو اس پر مخبروں نے کہا کہ قاضی عبدالرحیم ہاتھی خریدنے سہارنپور آیا ہے جس کے ذریعے یہ دہلی میں مجاہدین کو کمک پہنچارہا ہے۔ کلکٹر مذکور نے تحقیق کے بغیر قاضی عبدالرحیم کو گرفتار کیا اور اسکو ساتھیوں سمیت برسرعام پھانسی دیدی۔

اس وحشت ناک خبر سے ہر طرف آگ بھڑک اٹھی۔ تھانہ بھون میں مولانا حافظ ضامن صاحب تھانویؒ، مولانا فتح محمد صاحبؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فوری طور پر تمام مجاہدین کو جمع کرکے منظم کیا اور تھانہ بھون کے قریب مقام شاملی کی تحصیل پر حملہ کیا جس میں انگریز فوج متعین تھی اس حملہ میں حضرت مولانا حافظ محمد ضامن صاحبؒ کے علاوہ کئی دوسرے مجاہدین بھی شہید ہوگئے مگر سرکاری تحصیل پر مجاہدین کا قبضہ ہوگیا۔

غرضیکہ اس طرح کے واقعات کی بہتات ہونے لگی اور انگریز سرکار اور ملکی باشندوں میں قتل وغارت جنگ وجدال اور حکومت کی طرف سے لوگوں کو مار ڈالنا، جیلوں میں رکھنا، کالاپانی پہنچانا حتیٰ کہ مادی ملک

ایک معمول رہا اور انگریز اس قوم و ملک کو ذلیل و کمزور کرنے کا ہر حربہ استعمال میں لایا۔ اسی موقع پر مدراس ہائی کورٹ کے انگریز جج سر میلکم لوئس نے لکھا ہے کہ ہم نے ہندوستانیوں کی ذاتوں کو ذلیل کیا۔ ان کے قانون وراثت کو ذلیل کیا، بیاہ شادی کے قواعد کو بدلا۔ مذہبی رسم و رواج کی توہین کی۔ عبادت خانوں کی جاگیریں ضبط کریں لوٹ کھسوٹ سے ملک کو تباہ کیا۔ انہیں تکلیف دیکر مال گزاری وصول کی۔ سب سے اونچے خاندانوں کو برباد کر کے انہیں آوارہ بنانیوالے بندوبست قائم کئے۔

مسلمان قوم کو خاص طور سے ناکارہ بنانے پر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کہتا ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ جب یہ ملک ہمارے قبضہ میں آیا تو مسلمان ہی سب سے اعلیٰ قوم تھی وہ نہ صرف دل کے مضبوط اور بازوؤں کے توانا تھے بلکہ سیاست اور حکمت عملی کے علم میں بھی سب سے افضل تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں پر حکومت کی ملازمتوں کا دروازہ بند ہے۔ غیر سرکاری ذرائع زندگی میں انہیں کوئی نمایاں جگہ حاصل نہیں ہے۔ سرکاری ذرائع زندگی میں انہیں کوئی نمایاں جگہ حاصل نہیں اسی طرح اس بارہ میں لارڈ میکالے نے بھی تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ ہندوستانی لوگوں کے نزدیک قسم کھانا گناہ ہے مگر ان سے بات بات پر حلف لئے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ مشرقی مسلمان کے کسی شریف آدمی کے زنانہ مکان میں غیر مرد کا گھس جانا یا کسی عورت کو بے پردہ دیکھ لینا ناقابل برداشت سمجھا جاتا ہے جس کا بدلہ صرف خون سے لیا جاسکتا ہے۔ مگر یہی مصیبتیں تھیں جن کا نشانہ شریف مسلمانوں کے گھروں کو بنایا گیا اور سرکار کے پاس رعایا میں سے کچھ بدترین لوگوں کا ایک گروہ اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا جن میں جلاّد، فتنہ پرور، جعلساز سب ہی تھے اور اپنی کاروائیوں کی بناء پر بڑے بڑے ملکی شرفاء کو گرفتار کرواتے پھر ان کو کلکتہ وعشیرہ کے قید خانوں میں بند کیا جاتا تھا۔ لارڈ میکالے نے مزید کہا کہ شریفوں کے زنان خانے وہ چیز ہیں جن کا احترام مشرقی سلاطین بھی کرتے رہے۔ مگر اب یہی زنان خانے ہیں جہاں انگریزوں کے گماشتے گھس جاتے ہیں اور یہ بھی ہوتا ہے کہ حرم سرا کی حفاظت میں بعض نے لڑ کر قتل ہو جانا بھی منظور کیا ہے جن پر گولیاں چلائی گئیں اور ان کو شہید کیا گیا۔ مزید یہ کہ سکھ مرہٹوں کے حملوں میں بھی مسلمانوں کو اسقدر ذلیل و خوار نہیں ہونا پڑا تھا جس قدر انگریزوں کی اس یورش کے دوران واقع ہوا ہے۔" (روشن مستقبل صـ ۶۶)

انگریز قوم کی اس ذلیل حرکت کے بارہ میں سر سید نے بھی اسباب بغاوت ہند میں لکھا ہے کہ:

"بے عزتی ایسی بد چیز ہے کہ اس سے دل پر جو زخم ہو جاتا ہے وہ اچھا نہیں ہوتا۔ گورنمنٹ نے ہندوستانیوں کو نہایت بے وقار کر دیا ہے۔ انگریز کے پیش کار کے دل میں صاحب کی بدمزاجی، سخت کلامی اور دشنام سے دھچکا لگتا ہے اور کہتا چلا جاتا ہے کہ اس نوکری سے تو گھاس کھودنی بہتر ہے۔ در اصل انگریزی اور ہندوستانی مثل آگ اور سوکھی گھاس کے ہیں یا مثل پتھر کے دو ٹکڑوں کے جن میں ملاپ کا کوئی امکان نہیں ہے۔" (روشن مستقبل)

خلاصہ یہ ہے کہ انگریزوں نے برصغیر کے باشندوں کو اسقدر ذلیل و خوار کیا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی ہے انہوں نے اپنی جبری رعایا کی ہر قسم کی تذلیل، عدالتوں میں اور تمام فیصلوں میں سول اور فوجی ہندوستانیوں کو گوروں سے مروایا پٹوایا اور قتل کے سلسلہ میں عائد شدہ فیصلوں کے جواب میں یہ کہہ کر ٹالا جاتا رہا کہ مقدمات ہندوستانی ججوں کے یہاں فیصلہ نہ ہو سکتے تھے۔ ریل کے ڈبے تک ہندوستانیوں اور یورپیوں کے الگ الگ ہوتے تھے۔ شاہراہوں اور تفریح گاہوں میں بھی دونوں قوموں کا امتیاز تھا۔ عام گزرگاہوں پر اس ملک کے باشندوں کی توہین آمیز جملے اور کتبے نصب کئے گئے تھے۔

آگرہ کے اجلاس میں سرسید نے زور دیکر افسوس کے ساتھ کہا کہ اسوقت عہدوں اور تنخواہوں میں ہندوستانیوں کیساتھ ناروا سلوک ہو رہا ہے۔ ان پر وہ مظالم ڈھائے جا رہے ہیں جن کو جانوروں کیساتھ بھی کوئی انسان گوارا نہیں کرسکتا۔ قتل و غارت، بربادی و ہلاکت تو ان کے ساتھ حکومت کا روز کا معمول تھا اور یہ سلسلہ جاری تھا کہ جلیاں والہ باغ میں جنرل ڈائر نے گولی چلوادی۔ جس کے خود سرکاری اعلان کے مطابق پانچسو سے زیادہ ہندوستانی شہید ہوگئے اور جب اس جنرل کو خود اپنوں نے ملامت کیا تو اس نے کہا کہ میں ان مسلمانوں کو سبق سکھانا چاہتا تھا۔

یہ معرکے جاری رہے تاآنکہ مسلمان قوم نے ملک چھوڑ کر افغانستان کی طرف ہجرت کا پروگرام بنایا اور آخر لوگ ملک چھوڑ کر چلے گئے جن میں سے کچھ راستوں میں مرے اور کچھ وہاں مرے اور کچھ واپسی میں لقمۂ اجل بنے اور اسی طرح یہ جبری حکمرانی جاری رہی جس کے سلسلہ کی ایک کڑی تحریک دیوبند "ریشمی رومال" بھی ہے۔ اور اس ملک کے عوام و خواص زعماء و علماء تمام مظالم کی چکی میں پستے رہے۔

تاآنکہ اس ملک کو آزاد کرانے کے لئے ہر طرح کے اقدامات ہوتے رہے اور خاص طور پر علماء دیوبند نے تو اس سلسلہ میں بہت سی بنیادی قربانیاں دے کر اس بات کا تاریخی ثبوت مہیا کر دیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند جہاں علوم اسلامیہ اور فنونِ عربیہ کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی کی حیثیت سے قائم کیا گیا تھا وہاں اس کے قیام کا دوسرا مقصد سیاسی طور پر ملک کو آزاد کرانے کا ایک زبردست مرکز بھی تیار کرنا تھا جس کے بارے میں حضرت شیخ الہند اسیر مالٹا رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد کس قدر واضح ہے جو سوانح قاسمی میں درج ہے کہ

"ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جاسکے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جاسکے"

اور وہی ہوا کہ دارالعلوم دیوبند جہاں علوم اسلامیہ اور تمام عربی علوم و فنون کی عظیم الشان دانش گاہ ہے وہاں وہ تحریک آزادی کی محافظ بھی، حریت فکر اور خاص دینی اقدار و روایات اور اسلامی سماحت و ثقافت کا علمبردار ادارہ بھی ہے

باقی ص ۳۲ پر

احکام رمضان المبارک

مسائل زکوٰۃ

از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ

رمضان المبارک کے روزے رکھنا اسلام کا تیسرا فرض ہے۔ جو اس کے فرض ہونے کا انکار کرے مسلمان نہیں رہتا۔ اور جو اس فرض کو ادا نہ کرے وہ سخت گناہگار فاسق ہے۔

روزہ کی نیت نیت کہتے ہیں دل کے قصد و ارادہ کو۔ زبان سے کچھ کہے یا نہ کہے۔ روزہ کے لئے نیت شرط ہے۔ اگر روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ نہ ہوگا۔

مسئلہ: رمضان کے روزے کی نیت رات سے کرلینا بہتر ہے اور رات کو نہ کی ہو تو دن کو بھی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک کرسکتا ہے بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ۱: کان اور ناک میں دوا ڈالنا۔ ۲: قصداً منہ بھر کے قے کرنا۔ ۳: کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا۔ ۴: عورت کو چھونے وغیرہ سے انزال ہو جانا ۵: کوئی ایسی چیز نگل جانا جو عادۃً کھائی نہیں جاتی۔ جیسے لکڑی، لوہا، کچا گیہوں کا دانہ وغیرہ۔ ۶: لوبان یا عود وغیرہ کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا۔ ۷: بیڑی، حقہ، سگریٹ پینا اسی حکم میں ہیں۔ ۸: بھول کر کھا پی لیا اور یہ خیال کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہوگا۔ پھر قصداً کھا پی لیا۔ ۹: رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھائی، دن باقی تھا مگر غلطی سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہوگیا ہے روزہ افطار کرلیا۔

تنبیہ: ان سب چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

۱۰: جان بوجھ کر بدون بھولنے کے بی بی سے صحبت کرنے یا کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء بھی لازم ہوتی ہے اور کفارہ بھی۔

کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے ورنہ ساٹھ روزے متواتر رکھے بیچ میں ناغہ نہ ہو، ورنہ پھر شروع سے ساٹھ روزے پورے کرنے پڑیں گے اور اگر روزہ کی بھی طاقت نہ ہو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ آج کل شرعی غلام یا باندی کہیں نہیں ملتے اس لئے آخری دو صورتیں متعین ہیں۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے!

۱: بلا ضرورت کسی چیز کو چبانا یا نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا۔ ٹوتھ پیسٹ یا منجن کوئلہ سے دانت صاف کرنا بھی روزہ میں مکروہ ہیں۔ ۲: تمام دن حالت جنابت میں بغیر غسل کئے رہنا۔ ۳: فصد کرانا، کسی مریض کے لئے اپنا خون دینا جو آج کل ڈاکٹروں میں رائج ہے یہ بھی اس میں داخل ہے۔ ۴: غیبت یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا۔ یہ ہر حال میں حرام ہے روزہ میں اس کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے۔ ۵: روزہ میں لڑنا جھگڑنا گالی دینا خواہ انسان کو ہو یا کسی بے جان چیز کو یا جاندار کو اس سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا!

۱: مسواک کرنا۔ ۲: سر یا داڑھی پر تیل لگانا۔ ۳: آنکھوں میں دوا یا سُرمہ ڈالنا۔ ۴: خوشبو سونگھنا۔ ۵: گرمی اور پیاس کی وجہ سے غسل کرنا۔ ۶: کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا۔ ۷: بھول کر کھانا پینا۔ ۸: حلق میں بلا اختیار دھواں یا گرد و غبار یا مکھی وغیرہ کا چلا جانا۔ ۹: کان میں پانی ڈالنا یا بلا قصد چلا جانا۔ ۱۰: خود بخود قے آجانا۔ ۱۱: سوتے ہوئے احتلام (غسل کی حاجت) ہو جانا۔ ۱۲: دانتوں میں خون نکلے مگر حلق میں نہ جائے تو روزہ میں خلل نہیں آیا۔ ۱۳: اگر خواب میں یا صحبت سے غسل کی حاجت ہوگئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہیں کیا اور اسی حالت میں روزہ کی نیت کرلی تو روزہ میں خلل نہیں آیا۔

وہ عذر جن سے رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے!

بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو یا مرض بڑھنے کا شدید خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے مگر بعد رمضان کے اس کی قضا لازم ہے۔

۲: جو عورت حمل سے ہو اور روزہ میں بچہ کو یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کرے۔

۳: جو عورت اپنے یا کسی غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے اگر روزہ سے بچہ کو دودھ نہیں ملتا تکلیف پہنچتی ہے تو روزہ نہ رکھے۔ پھر قضا کرلے۔

۴: مسافر شرعی (جو کم از کم اڑتالیس میل کے سفر کی نیت سے گھر سے نکلا ہو) اس کے لئے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر اگر کچھ تکلیف و دقت نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ سفر ہی میں روزہ رکھ لے۔ اگر اپنے آپ کو یا ساتھیوں کو اس سے تکلیف ہو تو روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے۔

۵: بحالت روزہ سفر شروع کیا تو اس روزہ کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کچھ کھانے پینے کے بعد سفر سے وطن واپس آگیا تو باقی دن کھانے پینے سے احتراز کرے اور اگر ابھی کچھ کھایا پیا نہیں تھا کہ وطن میں ایسے وقت واپس آگیا جبکہ روزہ کی نیت ہو سکتی ہو (یعنی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل) تو اس پر لازم ہے کہ روزہ کی نیت کرلے۔

۹۔ کسی کو قتل کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے توڑ دینا جائز ہے پھر قضا کر لے۔

۱۰۔ کسی بیماری یا بھوک و پیاس کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ کسی مسلمان دیندار ماہر طبیب یا ڈاکٹر کے نزدیک جان کا خطرہ لاحق ہو تو روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے اور پھر اس کی قضا لازم ہوگی۔

۸۔ عورت کے لئے ایام حیض میں اور بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے یعنی نفاس اس کے دوران میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔ ان ایام میں روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کرے۔ بیمار، مسافر، حیض و نفاس والی عورت جن کے لئے رمضان میں روزہ نہ رکھنا اور کھانا پینا جائز ہے۔ ان کو بھی لازم ہے کہ رمضان کا احترام کریں۔ سب کے سامنے کھاتے پیتے نہ پھریں۔

روزہ کی قضا ۱۱۔ کسی عذر سے روزہ قضا ہو گیا۔ تو جب عذر جاتا رہا جلد ادا کر لینا چاہیئے۔ زندگی اور طاقت کا بھروسہ نہیں۔ قضا روزوں میں اختیار ہے کہ متواتر رکھے یا ایک ایک دو دو کر کے رکھے۔

۱۲۔ اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے بعد یا مریض تندرست ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے کہ جس میں قضا کر جس میں قضا شدہ روزے ادا کرے تو قضا اس کے ذمے لازم نہیں۔ سفر سے لوٹنے اور بیماری سے تندرست ہونے کے بعد جتنے دن ملیں اتنے ہی کی قضا لازم ہوگی۔

سحری روزہ دار کو آخر رات میں صبح صادق سے پہلے پہلے سحری کھانا مسنون اور باعث برکت و ثواب ہے نصف شب کے بعد جس وقت بھی کھائیں سحری کی سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن بالکل آخر شب میں کھانا افضل ہے۔ اگر مؤذن نے صبح سے پہلے اذان دیدی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے سحری سے فارغ ہو کر روزہ کی نیت دل میں کر لینا کافی ہے اور زبان سے بھی یہ الفاظ کہہ لے تو اچھا ہے:

"وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ"

افطاری آفتاب کے غروب ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد افطار میں دیر کرنا مکروہ ہے۔ ہاں جب ابر وغیرہ کی وجہ سے اشتباہ ہو تو دو چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے۔ اور تین منٹ کی احتیاط بہرحال کرنا چاہئے۔ کھجور اور خرما سے افطار کرنا افضل ہے اور کسی دوسری چیز سے افطار کریں تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں۔ افطار کے وقت یہ دعا مسنون ہے:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ"

اور افطار کے بعد یہ دعا پڑھے:

"ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ"

تراویح رمضان المبارک میں عشاء کے فرض اور سنت کے بعد بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے۔

۲: تراویح کی جماعت سُنّت علی الکفایہ ہے۔ محلّہ کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو اور کوئی شخص علیحدہ اپنے گھر میں تراویح پڑھ لے تو سُنّت ادا ہو گئی اگرچہ مسجد اور جماعت کے ثواب سے محروم رہا۔ اور اگر محلّہ ہی میں جماعت نہ ہوئی تو سب کے سب ترکِ سُنّت کے گنہگار رہیں گے۔

۳: تراویح میں پورا قرآن مجید ختم کرنا بھی سُنّت ہے۔ کسی جگہ حافظ قرآن سُنانے والا نہ ملے یا ملے مگر سنانے پر اُجرت و معاوضہ طلب کرے تو چھوٹی سورتوں سے نماز تراویح ادا کریں۔ اُجرت دے کر قرآن نہ سنیں۔ کیونکہ قرآن سنانے پر اُجرت لینا اور دینا حرام ہے۔

۴: اگر ایک حافظ قرآن ایک مسجد میں بیس رکعت پڑھ چکا ہے اس کو دوسری مسجد میں اسی رات تراویح پڑھانا درست نہیں۔

۵: جس شخص کی دو چار رکعت تراویح رہ گئی ہوں تو جب امام وتر کی جماعت کرائے اسکو بھی جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ اپنی باقی ماندہ تراویح بعد میں پوری کرے۔

۶: قرآن کو اسقدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں بڑا گناہ ہے۔ اس صورت میں نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدی کو۔ جمہور علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔

اعتکاف

۱: اعتکاف اسکو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں رہے اور سوائے ایسی حاجات ضروریہ کے جو مسجد میں پوری نہ ہو سکیں (جیسے پیشاب، پاخانہ کی ضرورت یا غسل واجب اور وضو کی ضرورت کے) مسجد سے باہر نہ جائے۔

۲: رمضان کے عشرۂ اخیر میں اعتکاف کرنا سُنّت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی اگر بڑے شہروں کے محلّہ میں اور چھوٹے دیہات کی پوری بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے اوپر ترکِ سُنّت کا وبال رہتا ہے اور کوئی ایک بھی محلہ میں اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے سُنّت ادا ہو جاتی ہے۔

۳: بالکل خاموش رہنا اعتکاف میں ضروری نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ البتہ نیک کلام کرنا اور لڑائی جھگڑے اور فضول باتوں سے بچنا چاہیئے۔

۴: اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں۔ نماز، تلاوت یا دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا یا جو عبادت دل چاہے کرتا رہے۔

۵: جس مسجد میں اعتکاف کیا گیا ہے۔ اگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کے لئے اندازہ کر کے ایسے وقت مسجد سے نکلے جس میں وہاں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبہ سُن سکے۔ اگر کچھ زیادہ دیر جامع مسجد میں لگ جائے جب بھی اعتکاف میں کوئی خلل نہیں آتا۔

٦: اگر بلا ضرورت طبعی و شرعی تھوڑی دیر کو بھی مسجد سے باہر چلا جائیگا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ خواہ عمداً نکلے یا بھول کر اس صورت میں اعتکاف کی قضا کرنا چاہیئے۔

٧: اگر آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو ۲۰ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آجائے تب اعتکاف سے باہر ہو۔

٨: غسلِ جمعہ یا محض ٹھنڈک کے لئے غسل کے واسطے مسجد سے باہر نکلنا معتکف کو جائز نہیں۔

شب قدر چونکہ اس امت کی عمریں بہ نسبت پہلی امتوں کے چھوٹی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک رات ایسی مقرر فرمادی ہے کہ جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے لیکن اسکو پوشیدہ رکھا۔ تاکہ لوگ اسکی تلاش میں کوشش کریں اور ثواب بے حساب پائیں۔

رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر ہونے کا زیادہ احتمال ہے۔ ان راتوں میں بہت محنت سے عبادت اور توبہ و استغفار اور دعا میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اگر تمام رات جاگنے کی طاقت یا فرصت نہ ہو تو جسقدر ہو سکے جاگے اور نفل نماز یا تلاوت قرآن یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہے۔ اور کچھ نہ ہو سکے تو عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرنے کا اہتمام ضرور کرے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ بھی رات بھر جاگنے کے حکم میں آجاتا ہے۔ ان راتوں کو صرف جلسوں تقریروں میں صرف کرکے سو جانا بڑی محرومی ہے۔ تقریریں ہر رات ہو سکتی ہیں عبادت کا یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔

البتہ جو لوگ رات بھر عبادت میں جاگنے کی ہمت کریں وہ شروع میں وعظ سن لیں پھر نوافل اور دعا میں لگ جائیں تو درست ہے۔

ترکیب نماز عید اوّل زبان یا دل سے نیت کرو کہ دو رکعت نماز عید واجب مع چھ زائد تکبیرات پیچھے اس امام کے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لو اور سبحانک اللھم پڑھو۔ پھر دوسری اور تیسری تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دو اور چوتھی میں ہاتھ باندھ لو۔ اور جس طرح ہمیشہ نماز پڑھتے ہو پڑھو۔ دوسری رکعت میں سورت کے بعد جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہہ کر پہلی دوسری اور تیسری دفعہ میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دو اور چوتھی تکبیر کہہ کر بلا ہاتھ اٹھائے رکوع میں چلے جاؤ۔ باقی نماز حسبِ دستور تمام کرو۔ خطبہ سن کر واپس جاؤ۔

مسائل صدقۃ الفطر

جو مسلمان اتنا مال دار ہو۔ کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو۔ یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں۔ لیکن ضروری اسباب سے

زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے۔ جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو تو اس پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے۔ چاہے وہ سوداگری کا مال ہو۔ یا سوداگری کا نہ ہو۔ اور چاہے سال پورا گزر چکا ہے۔ یا نہ گزرا ہو۔ اور اس صدقہ کو شرع میں صدقہ فطر کہتے ہیں۔

مسئلہ:۔ کسی کے دو گھر ہیں۔ ایک میں خود رہتا ہے۔ اور ایک خالی پڑا ہے۔ یا کرایہ پر دے دیا ہے۔ تو یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے۔ اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اور ایسے کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر اس پر اس کا گزارا ہو تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا۔ اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا۔ اور زکوٰۃ کا پیسہ بھی لینا اور دینا درست ہوگا۔

مسئلہ:۔ عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے۔ اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے۔ تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا۔ اس پر صدقہ واجب نہیں۔

مسئلہ:۔ بہتر یہ ہے۔ کہ نماز کے لئے عید گاہ میں جانے سے پہلے ہی صدقہ دے دے۔ اگر پہلے نہ دیا گیا۔ تو خیر بعد میں سہی۔

مسئلہ:۔ کسی نے صدقہ فطر عید سے قبل رمضان ہی میں دیدیا۔ تو بھی ادا ہو گیا۔ اور سب سے بہتر یہی ہے۔ کہ غرباء کی عید ہو سکے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا۔ تو معاف نہیں ہوا۔ اب کسی دن دیدینا چاہیئے۔

مسئلہ:۔ صدقہ فطر اپنی طرف سے واجب ہے۔ اور نابالغ اولاد کی طرف سے بھی دینا واجب ہے بالغ اولاد کی طرف سے دینا واجب نہیں۔ البتہ اگر کوئی لڑکا مجنون ہو تو اس کی طرف سے بھی دے۔

مسئلہ:۔ جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے۔ اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے۔ اور جس نے روزے رکھے۔ اس پر واجب ہے۔

مسئلہ:۔ صدقہ فطر میں گندم، جو، یا ستو یا آٹا، دو سیر کی کس یا اس کی موجودہ قیمت ادا کرنی چاہیئے۔

مصارف

صدقہ فطر بھی انہی لوگوں کو دینا جائز ہے۔ جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ صدقات واجبہ یا نافلہ کے اولین مستحق اور بہترین مصارف مدارس عربیہ کے مہمانان رسول ہیں۔ جس میں صدقات ادا کرنے والوں کو دوگنا اجر ہوگا ایک تو صدقات کی ادائیگی کا اور دوسرے اشاعت اسلام و تبلیغ دین میں معاونت کا۔

مدرسہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال

کے طلبہ علوم دینیہ کی اپنے صدقات و زکوٰۃ و چرمہائے قربانی وغیرہ سے اعانت فرماتے ہوئے سرپرستی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مسائل زکوٰۃ

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط

مسئلہ : اگر کسی کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولہ سونا ہے یا اس میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر روپیہ ہے تو اسپر زکوٰۃ فرض ہے۔ نقد روپیہ بھی سونے چاندی کے حکم میں ہے۔ (شامی)

اور سامانِ تجارت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو اس میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ : کارخانے اور مل وغیرہ کی مشینوں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ لیکن ان میں جو مال تیار ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح جو خام مال کارخانہ میں سامان تیار کرنے کے لئے رکھا ہے اسپر بھی زکوٰۃ فرض ہے (درمختار وشامی)

مسئلہ : سونے چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے۔ زیور، برتن حتیٰ کہ سچا گوٹہ، ٹھپہ، اصلی زری، سونا چاندی کے بٹن ان سب چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اگرچہ ٹھپہ، گوٹا اور زری کپڑے میں لگے ہوں۔

مسئلہ : کسی کے پاس کچھ روپیہ کچھ سونا یا چاندی اور کچھ مال تجارت ہے لیکن علیحدہ علیحدہ بقدر نصاب ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے تو سب کو ملا کر دیکھیں۔ اگر اس مجموعہ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر اس سے کم ہے تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ (ہدایہ)

مسئلہ : ملوں اور کمپنیوں کے شیئرز بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں بشرطیکہ شیئرز کی قیمت بقدر نصاب ہو۔ یا اس کے علاوہ دیگر مال مل کر شیئر ہولڈر مالک نصاب بن جاتا ہو۔ البتہ کمپنیوں کے شیئرز کی قیمت میں چونکہ مشینری، مکان اور فرنیچر وغیرہ کی لاگت بھی شامل ہوتی ہے جو درحقیقت زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کمپنی سے دریافت کرکے جس قدر رقم اس کی مشینری اور مکان اور فرنیچر وغیرہ میں لگی ہوئی ہے۔ اسکو اپنے حصے کے مطابق شیئرز کی قیمت میں سے کم کرکے باقی کی زکوٰۃ دے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔ سال کے ختم پر جب زکوٰۃ دینے لگے اسوقت جو شیئرز کی قیمت ہوگی وہی لگے گی۔ (درمختار وشامی)

مسئلہ : پراویڈنٹ فنڈ جو ابھی وصول نہیں ہوا اسپر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ لیکن ملازمت چھوڑنے کے بعد جب اس فنڈ کا روپیہ وصول ہوگا اس وقت اس روپیہ پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ بشرطیکہ یہ رقم بقدر نصاب ہو یا دیگر مال کے ساتھ مل کر بقدر نصاب ہو جاتی ہو۔ وصولیابی سے قبل کی زکوٰۃ پراویڈنٹ کی رقم پر واجب نہیں۔ یعنی پچھلے سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

مسئلہ : صاحب نصاب اگر کسی سال کی زکوٰۃ پیشگی دیدے تو یہ بھی جائز ہے البتہ اگر بعد میں سال پورا ہونے کے اندر مال بڑھ گیا تو اس بڑھے ہوئے مال کی زکوٰۃ علیحدہ دینا ہوگی۔ (درمختار وشامی)

باقی صفحہ ۲۳ پر

مسئلہ دُعا

جناب معین الدین صاحب وڈو۔ بہادرنگر

مفہوم دُعا

لغوی معنی: دُعا کا لفظی معنی مانگنا پکارنا وغیرہ ہیں۔ دُعاء، دَعا، یَدعُو دجو کہ اصل میں دَعَوَ یَدعُوتھا نَصَرَ، یَنصُر سے) کی مصدر ہے۔ لفظ دُعا اصل میں دعاؤ تھا۔ "و" طرف میں الف زائد کے بعد ہمزہ سے بدل گئی ہے [1]

اصطلاحی معنی: اصطلاح شریعت میں دُعا سے مراد انسان کے وہ الفاظ ہیں جو اپنے اور تمام جہان کے خالق ومالک سے اپنی حاجات طلب کرنے کے لئے اس کے عالی دربار میں پیش کرتا ہے۔

فضیلت دعا: عام طور پر ہمارے ہاں دُعا مشکلات کے حل کا ایک ذریعہ ہی سمجھی جاتی ہے لیکن دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے ایک مستقل عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں تو اسے مخ العبادۃ یعنی عبادتوں کی مغز کا نام دیا گیا ہے [2] کئی احادیث میں اس کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر دُعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً ارشاد فرمایا:

ادعوا ربکم تضرعًا وخفیۃ انہ لایحب المعتدین [3] (الآیہ الاعراف)

ایک حدیث میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

---

[1] اسی قدر پر اختصار کیا گیا ہے کیونکہ مقام اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ ۱۲

[2] الدعاء مخ العبادۃ، منقول از زاد الطالبین از مولانا محمد عاشق الٰہی البرنی مکتبہ دار العلوم کراچی۔ از ترمذی ص ۱۹۴ بروایت انسؓ۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی اس کے متعلق اپنے حاشیہ الموسوم بہ مراد الواصلین الی زاد الطالبین ص ۵ پر لکھتے ہیں: المخ بضم المیم نقی العظم والدماغ وخالص کل شیئ۔ وکان الدعاء کذلک لان حقیقۃ العبادۃ ھو الخضوع والتذلل وھو حاصل فی الدعاء اشد الحصول۔ قال فی النہایۃ انما کان الدعاء مخ العبادۃ لامرین احدھما انہ امتثال امر اللہ تعالیٰ حیث قال تعالیٰ شانہ ادعونی استجب لکم فھو محض العبادۃ وخالصھا والثانی ان العبد اذا رأی نجاح الامور من اللہ تعالیٰ قطع املہ عما سواہ ودعا لحاجتہ وحدہ وھذا اصل العبادۃ لان الغرض من العبادۃ الثواب علیھا وھی

حاشیہ باقی اگلے صفحہ پر

فرمایا [illegible] عبادت یہی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین تستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ (المؤمن آیہ ۶۰)

"تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو۔ میں قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوں گے۔"[۱]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ کو دعا سے زیادہ محبوب و عزیز کوئی چیز نہیں[۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون، اور آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے[۳]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قضاء الٰہی کو دعا کے سوا اور کوئی چیز رَد نہیں کرتی۔ اور عمر میں نیکی کے سوا اور کوئی چیز زیادتی نہیں کرتی[۴]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے نجات دیدے اور تمہارے لئے تمہارے رزقوں کو کھول دے (وہ چیز یہ ہے کہ) تم اپنے دن رات میں اللہ سے دعا کرتے رہو۔ کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے[۵]

چنانچہ ان احادیث کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ دعا مستقل عبادت ہے۔ اس سے نہ صرف انسان کی

حاصل فی الدعاء۔ ۱۲

[۱] ترجمہ: مانگو اپنے رب سے گڑگڑاتے اور چپکے۔ اسکو حد سے بڑھنے والے محبوب نہیں ہیں۔ ۱۲

[۲] منقول از ماہنامہ "الہادی" ماہ صفر ۱۳۵۶ھ ص ۹ کتب خانہ اشرفیہ دہلی از مولانا محمد عثمان صاحب اسکو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور یہ الفاظ ترمذی کے ہیں اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی صحیح اور حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح الاسناد ہے۔

[۳] ایضاً از ترمذی اور کہا کہ غریب ہے۔ ابن ماجہ و ابن حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے۔ ۱۲

[۴] ایضاً ص ۱۱، حاکم اور کہا صحیح الاسناد ہے اور ابویعلیٰ نے اسکو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ۱۲

[۵] ایضاً ص ۱۲، ترمذی اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ۱۲

[۶] ایضاً ص ۱۴ اسکو ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ ۱۲

مشکلات حل ہوتی ہیں اور نہ ہی یہ محض حوائج کے پورا ہونے کا ذریعہ ہے بلکہ یہ آخرت کے لئے بہترین ذخیرہ ہے اور ترازوئے اعمال کا وزن۔

قبولیت دُعا

قبولیت دُعا کا صحیح مفہوم عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہماری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ قبولیت دُعا کی ضروری شرائط اور دُعا مانگنے کے صحیح طریقہ ذکر کرنے سے پہلے عرض ہے کہ دُعا کا صحیح مقام ذہن نشین کرلیا جائے۔ تاکہ ایک عام غلط فہمی کا ازالہ ہوسکے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کو بلاکر ارشاد فرمائیں گے کہ "اے میرے بندے میں نے تجھے دُعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ تُو نے مجھ سے دعا مانگی تھی۔ وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی۔ اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دُعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو۔ تو نے فلاں دُعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹادی جائے۔ میں نے اسکو دنیا میں پورا کر دیا تھا۔ اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لئے دُعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے فلاں اجر و ثواب تیرے لئے متعین کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو ہر ہر دُعا یاد کرائی جائے گی اور اس کا دنیا میں پُورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جائے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کرے گا کہ کاش دُنیا میں اس کی کوئی بھی دُعا پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اسقدر اجر ملتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دُعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے۔ یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دُعا کی یا اس کے بدلے میں کوئی بُرائی یا مصیبت اس سے ہٹادی جاتی ہے۔ یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے تو گویا ظاہر ہوا کہ قبولیت دُعا کی تین مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

پہلی صورت : مانگی ہوئی چیز بعینہٖ دنیا میں ہی مل جائے۔

دوسری صورت : مانگی ہوئی چیز کے بقدر آخرت میں ذخیرہ ہوجائے۔

تیسری صورت : اس دُعا کی وجہ سے کوئی بلا اس سے ہٹادی جائے۔

تو اس لئے دُعا سے انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ان تین صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت والا معاملہ ضرور ہوگا۔ اور یہ تینوں اس کے سراسر منافع میں ہیں اور اسی طرح انسان کو مایوس ہوکر دُعا کو ترک بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک جلدی نہ کی جائے تمہاری دُعا قبول کی جاتی ہے (جلدی کرنا یہ ہے کہ) کہتا ہے میں نے دُعا کی تھی لیکن میرے لئے قبول نہ کی گئی (بخاری مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ بندہ کے لئے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک کسی گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ اور جب تک جلدی نہ کرے۔ عرض کیا گیا۔

یا رسول اللہ! جلدی کرنا کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: یوں کہنے لگے میں نے دعا کی تھی مگر میں نے اپنے لئے قبول ہوتی نہ دیکھی۔ پس اس وقت حسرت کھانے لگے اور دعا چھوڑ دے ....

تو گویا انسان کو دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ ہاں قبولیت کے مکمل یقین کے ساتھ۔

کیونکہ مالک دوجہان کا ارشاد ہے کہ "میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں۔ جیسا وہ میرے ساتھ رکھے[1]

باقی آئندہ

---

[1] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے گمان کیساتھ ہوں جیسا وہ میرے ساتھ رکھے اور جب وہ مجھے پکارے میں اس کیساتھ ہوں۔

(بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ)

بقیہ: خواتین

صحیح بخاری، اور مسند الشافعی کی تحدیث میں وہ ممتاز تھیں ابن عماد اور حافظ ابن حجر نے متعدد جگہ ان کا ذکر کیا ہے[5]

طوالت کے خیال سے اس صدی کا تذکرہ ہم ان ہی پر ختم کرتے ہیں ورنہ اس صدی کی محدثات کی فہرست کافی طویل ہے۔

بقیہ: زکوٰۃ

جسقدر مال ہے اس کا چالیسواں حصہ $\frac{1}{40}$ دینا فرض ہے۔ یعنی ڈھائی فیصد مال دیا جائے۔ سونے چاندی اور مال تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کا $\frac{1}{40}$ دے کر اگر قیمت دے تو یہ بھی جائز ہے مگر قیمت خرید نہ لگے گی۔ زکوٰۃ واجب ہونے کے وقت جو قیمت ہوگی اس کا $\frac{1}{40}$ دینا ہوگا۔ (درمختار ج۲)

مسئلہ: ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا کہ جتنے مال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مکروہ ہے لیکن اگر دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اس سے کم دینا بغیر کراہت کے جائز ہے۔ (ہدایہ ج۱)

مسئلہ: زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جو رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو دی جائے وہ اس کی کسی خدمت کے معاوضہ میں نہ ہو۔

مسئلہ: ادائیگی زکوٰۃ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو مالکانہ طور پر دے دی جائے جس میں اسکو ہر طرح کا اختیار ہو۔ اس کے مالکانہ قبضہ کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (جواہر الفقہ ج۱)

مسلسل ۵

خدمت حدیث میں خواتین کا حصہ

از: مولانا سلامہ مجیب اللہ صاحب مدظلہ ندوی مدیر جامعۃ الرشاد

ان کے علاوہ اس نام کی کئی اور خاتون ہیں جنہوں نے خدمتِ حدیث میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا ہے مثلاً اسماء بنت الحافظ صلاح الدین متوفاۃ ۷۹۵ھ، اسماء بنت احمد متوفاۃ ۸۰۴ھ، اسماء بنت الخلیل العلائی متوفاۃ ۷۹۹ھ وغیرہ

امۃ العزیز یہ حافظ ابوالحسن علی کی صاحبزادی تھیں عام طور پر "الشیخہ" کے لقب سے معروف تھیں۔ شیخ شمس الدین ابن علان اور نصر اللہ بن حواری وغیرہ سے ان کو سماع حاصل ہے اس نام کی دو ایک اور محدثات بھی ہیں۔

امۃ الرحمٰن اور امۃ السلام، یہ دو خاتون بھی ساتویں صدی کی محدثات میں ہیں امۃ الرحمٰن نے مشہور محدث شیخ حجاز سے بخاری شریف پڑھی تھی اور خود اس کی روایت بھی کرتی تھیں، شیخ ابو حامد نے ان سے سماع کیا تھا۔ انہوں نے اپنے معجم الشیوخ میں امۃ الرحمٰن کا تذکرہ بھی کیا ہے ۶۸۸ھ کے بعد انتقال کیا۔

امۃ السلام یہ مشہور محدثہ ست الاہل کی پوتی تھیں۔ اور انہی سے حدیث پڑھی تھی، خود بھی روایت کرتی تھیں ۷۱۲ھ میں اس دار فانی کو چھوڑا۔

امۃ الرحیم اور آمنہ نام کی بھی متعدد خواتین ہیں جو اسی سلسلۃ الذہب کی چھوٹی چھوٹی کڑیاں ہیں۔

جویریہ بنت احمد، جویریہ اپنی شہرت کے لحاظ سے ست الوزراء اور زینب بنت کمال کے ہم پایہ تھیں گو ست الوزراء ان کے شیوخ میں ہیں انہوں نے ابن شحنہ دراست الوزراء سے صحیح بخاری اور شریف موسیٰ سے صحیح مسلم اور ابوالحسن بن صوات سے سنن النسائی اور مسند حمیدی اور علی بن عیسیٰ سے مستخرج اسمٰعیلی اور جزء سفیان اور حسین بن عمر سے مسند دارمی وغیرہ کا سماع کیا تھا ان سے سماع اور روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ابو جعفر کو یک ان کے تلامذہ میں ہیں۔ ان کی حدیث دانی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ

سمع منها بعض مشائخنا	ہمارے بعض شیوخ حدیث اور بہت سے
وكثير من اقراننا	معاصرین نے ان سے سماع کیا ہے۔

۷۰۶ھ میں پیدا ہوئیں اور ۷۸۳ھ میں وفات پائی۔

حبیبہ نام کی ایک محدثہ کا تذکرہ حسینی نے ذیل طبقات الحفاظ میں کیا ہے ان کو ابن الدائم سے سماع اور محمد بن البہاری سے اجازت حاصل تھی

دنیا بنت حسن، مشہور محدث امام برزالی کی اہلیہ تھیں انھوں نے یوسف بن عنبول[1] سے سماع حدیث کیا تھا شیخ زین الدین العراقی اور ابن رافع ان کے تلامذہ میں ہیں۔ [illegible] میں پیدا ہوئیں اور [illegible] میں وفات پائی[3]

رقیہ بنت عبد الغفار، عبد الغفار ساتویں صدی کے مشہور محدث ہیں یہ انہی کی صاحبزادی تھیں، انہوں نے محمد بن الحسن سے سماع کیا تھا شیخ زین الدین العراقی اور ابن رافع ان کے تلامذہ میں ہیں

رقیہ نام کی ایک اور مشہور خاتون تھیں یہ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید کی صاحبزادی تھیں انھوں نے عز الحرانی ابوبکر انماطی، ابن خطیب وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا قاہرہ میں بیٹھ کر درس دیتی تھیں [illegible] میں وفات پائی

زینب بنت اسماعیل، یہ امۃ العزیز کے لقب سے مشہور ہیں ابتدا میں انھوں نے اپنے والد اسماعیل سے استفادہ کیا اور اس کے بعد انتخاب طبرانی، اربعین طاہری، جزء بن عرفہ اور امام بغوی اور ابن صاعد کی مرویات کا دوسرے مشائخ سے سماع کیا۔ علی بن احمد سے موسیٰ بن عقبہ کی مغازی پڑھی اس کے علاوہ اور فنون کی بھی تکمیل کی حسن بن حسین، عبد الرحمٰن بن معالی، عبد اللہ المقدسی وغیرہ ان کے شیوخ میں ہیں۔[1]

زینب بنت شکر، یہ بھی اس صدی کی مشہور خاتون ہیں۔ ابن اللتی اور ہمدانی جیسے شیوخ حدیث سے حدیث پڑھی تھی بڑے بڑے محدثین ان کے تلامذہ میں ہیں ان سے سماع کرنے کے لئے لوگ سفر کرکے آتے تھے ابن عماد لکھتے ہیں۔

وارحلت الیہا الطلبۃ ان کے پاس طلبہ سفر کرکے آتے تھے۔

اپنے زمانہ میں حدیث کی بعض کتابوں کی تحدیث وروایت میں منفرد تھیں۔ مثلاً مسند دارمی اور ثلاثیات دارمی وغیرہ صلاح الدین بن الامیر فخر الدین اور شیخ جمال الدین بن ظہیر نے جو اپنے وقت کے مشہور محدث تھے ان سے سماع کیا تھا اور خاص طور سے ثلاثیات دارمی پڑھی تھی۔[2]

بیت المقدس کی رہنے والی تھیں، مگر ان کا حلقۂ درس مدینہ منورہ، دمشق اور مصر تک پھیلا ہوا تھا۔[3]

علم وفضل کے ساتھ نہایت عبادت گذار اور نیک کردار تھیں ۹۴ برس کی عمر میں ۷۲۲ھ میں وفات پائی[4]

---

[1] درر کامنہ ج ۱ ص ۲۸ [2] یہ اپنے وقت کے امام حدیث تھے شیخ موفق کے تلامذہ اور امام ذہبی کے شیوخ میں ہیں [illegible] میں وفات پائی عنبول دمشق میں ایک گاؤں ہے وہیں کے رہنے والے تھے [3] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۰۲

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۹ [2] درر کامنہ جلد ۲ ص ۱۱۴ [3] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۸، وشذرات الذہب ج ۶ ص ۵۶ [4] تاریخ وفات میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے مگر عمر کے بارے میں ابن عماد نے لکھا ہے کہ ان کی وفات ۹۴ برس کی عمر میں ہوئی واللہ اعلم ج ۲

زینب بنت سلیمان، یہ بھی معروف محدثات میں ہیں ان کو ابن زبیدی اور احمد بن عبدالدائم ابن صباح اور ابن عجاج وغیرہ محدثین سے سماع حاصل تھا، بعض اجزائے حدیث کی روایت میں وہ منفرد تھیں ۷۰۵ھ میں وفات پائی [۱]

زینب بنت یحییٰ یہ شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام کی پوتی تھیں، شیخ بلداق ابراہیم بن خلیل وغیرہ سے روایت کرتی ہیں ابن عماد نے لکھا ہے کہ وہ کثرت سے روایت کرتی تھیں [۲] حافظ ابن حجر سماع ... کے ساتھ طبرانی کی معجم صغیر کی روایت و تحدیث میں یہ منفرد تھیں

امام ذہبی کا بیان ہے کہ ان کو روایت حدیث سے اس قدر شغف تھا کہ

قرئ علیہا یوم موتہا   جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن بھی متعدد اجزائے حدیث

عدۃ اجزا   ان سے پڑھے گئے

۷۳۵ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں [۱]

زینب بنت عبداللہ یہ امام ابن تیمیہ کی بھتیجی تھیں انھوں نے حجار وغیرہ سے سماع کیا تھا حافظ ابن حجر کے شیوخ میں تھیں

اس نام کی اور کئی خاتون ہیں جو اس فہرست میں داخل ہو سکتی ہیں مگر طوالت کے خیال سے صرف ان کے نام مع مختصر تعارف درج کیے جاتے ہیں۔

زینب بنت محمد مشہور محدث احمد بن الدائم کی پرپوتی تھیں ۷۲۲ھ میں وفات پائی۔

زینب بنت علی، یہ امام ذہبی کی پھوپھی تھیں۔

زینب بنت احمد بنت المغربی کے نام سے معروف ہیں مکہ میں درس دیتی تھیں۔ ۸۰۰ھ میں وفات پائی

زینب بنت قاسم، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہمارے شیوخ میں متعدد اصحاب نے ان سے روایت کی ہے ۸۰۰ھ میں وفات پائی [۲]

زاہدہ اور زہینہ نام کی بھی متعدد خواتین ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہیں زاہدہ نے ست الوراء سے صحیح بخاری پڑھی تھی اور زہینہ کے متعلق ابن عماد نے لکھا ہے کہ روت الکثیر انھوں نے کثرت سے روایت کی ہے

اسی طرح سارہ نام کی بھی متعدد خواتین کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا ہے جن میں سارہ بنت عبدالرحمن امام برزالی کے شیوخ میں ہیں اور سارہ بنت محمد محدث برہان الدین اور ابو حامد بن ظہیرہ کے شیوخ میں ہیں۔

ست العرب محمد بن الفخر البخاری ساتویں صدی کے مشہور و معروف محدث [۳] گذرے ہیں یہ انہی کی پوتی تھیں اپنے دادا

---

[۱] شذرات ج ۶ ص ۱۱۰ اور درر کامنہ ج ۲ ص ۲۵۸ [۲] شذرات ج ۲ ص ۵۰ ۲ و درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۰ تا ص ۱۲۱ —

[۳] ان کا تذکرہ بار بار آیا ہے اس لئے ان کا مختصر حال لکھ دیا جاتا ہے ابن البخاری کے نام سے اس لئے معروف ہیں کہ ان

سے حدیث پڑھی تھی۔ ابوبکر ہیثمی، حافظ زین العراقی، امام مقریزی جیسے سرآمد روزگار محدثین ان کے تلامذہ میں ہیں ان کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حافظ عراقی خود بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تیمناً اپنے صاحبزادے کو بھی ساتھ لے جاتے تھے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان کے دادا کی مرویات کثرت سے ان کے پاس تھیں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

الكتب الطوال والاجزاء ... شيئ من كثير ۔ ان کے پاس اپنے دادا ابن الفخر کی مرویات کے بڑے بڑے مجموعے اور اجزاء کثرت سے موجود تھے۔

ابن عماد ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

المسندة المكثرة حدثت وانتشر عنها حديث كثير ۔ یہ مسندہ محدثہ تھیں ان کے مرویات کثرت سے ہیں حدیث کا درس دیتی تھی۔ اس لئے ان کے ذریعہ کثرت سے حدیثیں پھیلیں اس علم وفضل کے ساتھ نہایت صالحہ اور پاکیزہ اخلاق تھیں ۷۶۱ھ میں وفات پائی ان معنوی یادگاروں کے علاوہ ایک عالم صاحبزادہ شمس الدین کو یادگار چھوڑا [۴]

ست الفقہا اور ست القضاۃ، یہ دونوں خاتون امیر دمشق علاؤالدین کی بہن تھیں ان بھائی اور بہنوں کو حدیث کا خاص ذوق تھا مشہور محدثہ شامیہ بنت البکری سے انھوں نے سماع حدیث کیا تھا یہ خانوادہ قلعہ شیرز [۲] میں رہتا تھا یہیں پر ان دونوں بہنوں نے محمد بن الخوبری کی امالی [۳] کے تیسرے چوتھے، چھٹے، ساتویں اور گیارہویں حصہ کا سماع کیا تھا اس قلعہ میں ان کا درس حدیث بھی ہوتا تھا۔ ست الفقہاء، زین العراقی کے شیوخ میں ہیں ۷۶۵ھ میں وفات پائی [۶]

ست البنین، انہوں نے ابن شحنہ [۵] سے بخاری پڑھی تھی امام دمیاطی نے ان کو روایت حدیث کی اجازت دی تھی۔ ابو حامد ابن ظہیرہ ان سے سماع کے ذریعہ روایت کرتے ہیں۔ [۸]

ست الخلطباء، قاہرہ کے قاضی تقی الدین کی صاحبزادی تھیں۔ علی بن صواف اور علی بن عیسیٰ وغیرہ سے سماع حاصل تھا مصر اور دمشق دونوں جگہ ان کا فیض تحدیث جاری تھا [۹] ان کی ایک بہن سارہ کا تذکرہ آچکا ہے ۷۹۵ھ میں وفات پائی۔

کے والد بہت دنوں تک بخارا میں قیام پذیر رہے یہ ۵۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۹۰ھ میں وفات پائی۔ اپنے زمانہ میں یہ علوئے سند میں ممتاز تھے ان کے درس میں اس قدر مجمع ہوتا تھا کہ ایک ایک بار بارہ بارہ سو آدمی ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔

[۱] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۷ [۲] شذرات الذہب ج ۶ ص ۲۰۸ [۳] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۷ [۴] یہ صرف قلعہ نہیں تھا بلکہ ایک چھوٹی سی ریاست کا مرکز تھا اسامہ بن منقذ اور بہت سے علماء اور امراء اس سے وابستہ رہے ہیں [۵] یہ امالی حدیث سے متعلق تھی [۶] ایضاً [۷] ایضاً ص ۱۲۸ [۸] ایضاً

[۹] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۹

ان کے علاوہ اس نام کی متعدد اور خواتین مثلاً ست الاہل، ست الشام، ست العجم، ست العیال وغیرہ ہیں انہوں نے حدیث کی روایت و سماع میں حصہ لیا ہے حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں ان تمام کا تذکرہ کیا ہے (ج ۲ ص ۱۲۷ تا ۱۳۰)

سبتیتہ بنت محمد ان کے والد شمس الدین عمر بڑے پایہ کے عالم تھے انہوں نے ان ہی سے سماع حدیث کیا تھا حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان سے ایک جماعت نے سماع کیا مثلاً ابو حامد ابن ظہیرہ نے جو ہمارے اقران میں ان کے ایک صاحبزادہ بدر الدین تھے جن کا شمار محدثین میں ہوتا ہے۔ [1]

سغری بنت یعقوب، سغری کے خاندان میں علم و فضل کئی پشت سے وراثۃً چلا آرہا تھا۔ ان کے پردادا عبداللہ دین اور عسقلان کے قاضی رہ چکے تھے۔ ان کے دادا اسماعیل کا شمار محدثین میں تھا۔ سغری نے اپنے دادا اور اپنے بھائی اسحاق سے حدیث کا سماع کیا تھا ۷۱۵ھ میں پیدا ہوئیں اور ۸۰۵ھ میں وفات پائی [2]

شہدہ بنت کمال الدین، یہ حافظ وقت شیخ ابن العدیم کی پوتی تھیں انھوں نے متعدد محدثین سے سماع کیا تھا۔ شیخ عمر بن بدر الموصلی سے سماع و روایت میں انہیں تفرد حاصل تھا امام ذہبی نے ان سے سماع کیا تھا ابن عماد ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کانت تکتب و تحفظ و تتزھد و تتعبد [3] — لکھنا جانتی تھیں [4] بہت سی چیزوں کی حافظہ تھیں نہایت عابدانہ اور زاہدانہ زندگی گزارتی تھیں۔

۷۹۰ھ میں وفات پائی [5]

صفیہ بنت احمد، مشہور محدث شیخ کرمانی سے انھوں نے اربعین الشحامیہ اور مشہور حافظ حدیث احمد بن عبدالدائم سے صحیح مسلم پڑھی تھی ان سے حدیث کی دوسری کتابوں کا سماع بھی کیا تھا خود بھی صحیح مسلم اور بعض دوسری کتب حدیث تحدیث کرتی تھیں ۷۱۲ھ میں انتقال کیا [6]

ضیغمہ محدث شمس الدین کی صاحبزادی تھیں۔ حدیث کا ذوق تھا۔ متعدد اصحاب حدیث سے سماع کیا تھا لیکن ان کا خاص شغل پند و موعظت تھا اور اسی حیثیت سے مشہور ہیں۔ عورتوں کے سامنے عموماً ان کا وعظ بھی ہوتا تھا۔ [7]

عائشہ بنت ابراہیم، یہ امام قدسی کی اہلیہ تھیں حافظ ابن کثیر ان کے داماد تھے۔ ان کو بھی حدیث سے کسی قدر لگاؤ تھا حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ انھوں نے حدیث کی روایت کی ہے لیکن ان کا اصلی ذوق اور شغف قرآن سے تھا قرآن کی حافظہ تھیں عورتوں کو ترتیل کے ساتھ اس کا درس دیتی تھیں حافظ ابن کثیر نے بڑے اچھے الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں

---

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۳۰ [2] ایضاً ۱۲۸ [3] اس زمانہ میں پڑھنے کا رواج تو بہت تھا مگر لکھنا بہت کم لوگ جانتے تھے اس لئے اس صنعت کا تذکرہ ارباب رجال خصوصیت سے کرتے ہیں [5] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۸ [6] البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۱۸۹

كانت عديمة النظير في نساء زمانها لكثرة عبادتها وتلاوتها وإقرائها القرآن بفصاحة وبلاغة وأداء صحيح يعجز كثير من الرجال[2]

اپنے زمانہ کی عورتوں میں بڑی کثرت عبادت، تلاوت اور بہت فصاحت وبلاغت کے ساتھ قرآن کی تدریس میں وہ عدیم النظیر تھیں قرآن اس قدر صحت مخارج کے ساتھ پڑھتی تھیں کہ بہت سے مرد بھی اس طرح نہیں پڑھ سکتے تھے

عائشہ بنت محمد، انھوں نے متعدد محدثین مثلاً ابن العراقی، شیخ یلدانی، محمد عبدالہادی وغیرہ سے سماع کیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔

حدثت بالكثير وتفردت بأجزاء بہت کثرت سے روایت کرتی ہیں اور بہت سے اجزاء حدیث کی روایت میں منفرد تھیں۔

امام ذہبی نے ان کو خیرہ اور فاضلہ لکھا ہے ان کا ذریعہ معاش سلائی تھا ۸۶۳ھ میں وفات پائی۔

عائشہ بنت اسماعیل، زینب بنت اسماعیل جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے یہ انہی کی بہن تھیں یہ بھی حدیث کی روایت میں معروف تھیں حافظ زین الدین العراقی ان کے شیوخ میں ہیں[3]

حافظ ابن حجر نے عائشہ نام کی تقریباً پندرہ خواتین کا تذکرہ کیا ہے جن میں بیشتر ایسی ہیں جنہوں نے حدیث کی روایت وسماع میں حصہ لیا ہے

فاطمہ بنت ابراہیم، ان کے والد اور دادا کا شمار علماء میں تھا فاطمہ نے ابتداء میں انہی سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ ابومسہر کے مجموعہ حدیث کو ابراہیم بن خلیل سے اور ابن الفرات کی احادیث کو خود انہی سے پڑھا تھا اس کے علاوہ علی بن الدائم سے انتخاب طبرانی، اربعین آجری، جزء ایوب۔ جزء ابن عرفہ وغیرہ کا سماع کیا تھا ان کو متعدد محدثین سے سماع وروایت میں تفرد حاصل تھا ۷۱۱ھ میں وفات پائی[4]

فاطمہ بنت ابراہیم۔ انھوں نے صحیح بخاری حافظ ابن الزبیدی سے پڑھی تھی اور خود بھی اس کی تحدیث کرتی تھیں حافظ ابن الزبیدی سے پڑھی تھی اور خود بھی اس کی تحدیث کرتی تھیں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ

حدثت قديماً من زمان ابن الدائم

یہ بہت دنوں سے یعنی حافظ ابن الدائم کے زمانے سے منصب تحدیث پر فائز تھیں

امام سبکی جیسے علامۂ روزگار نے ان سے اکتساب فیض کیا تھا ان کے ایک صاحبزادے ابراہیم کا شمار علماء میں تھا ان کے علاوہ ایک اور فاطمہ بنت ابراہیم ہیں جو امام ذہبی اور ابن رافع کے شیوخ میں ہیں ان اماموں نے اپنے معجم الشیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے[5] زینب[6] بنت مکی جن کا تذکرہ ساتویں صدی کی محدثات میں ہو چکا ہے ان سے فاطمہ کو سماع حاصل تھا۔

---

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۲۳۸ [2] درر کامنہ ج ۲ ص ۲۳۶ [3] ایضاً ج ۲ ص ۲۲۰ [5] درر کامنہ ج ۳ ص ۱۳

[6] زینب ان محدثات میں ہیں جن سے روایت اور سماع کرنا قابل فخر تھا

فاطمہ بنت سلیمان، انھوں نے آٹھویں صدی کے بیشتر مشاہیر سے روایت کی ہے امام برزالی نے لکھا ہے کہ فاطمہ نے ہم سے متعدد کبار محدثین کی مرویات کی روایت کی ہے اجازۃً جن شیوخ سے انہوں نے روایت کی ہے ان کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے عز بن جماعہ ان کے تلامذہ میں ہیں ابن عماد نے لکھا ہے کہ انھوں نے کثرت سے روایت کی ہے شادی نہیں کی تھی [illegible] میں اس دار فانی کو چھوڑا [1]

فاطمہ بنت عبدالرحمٰن، آٹھویں صدی کے ایک علمی خانوادہ میں پیدا ہوئیں ان کے نانا التقی الواسطی کا شمار علماء محدثین میں تھا۔ ان کی والدہ ست الفقہاء جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے محدثات میں تھیں انہی کی آغوش فیض میں ان کی تربیت ہوئی اور اس علمی ماحول میں وہ پروان چڑھیں پہلے اپنے نانا اور اپنی والدہ سے تحصیل کی اس کے احمد بن عبدالدائم سے انتخاب طبرانی جزو ایوب اور ابراہیم بن خلیل اور دوسرے شیوخ سے حدیث کے متعدد اجزاء کا سماع کیا [2]

فاطمہ بنت احمد، انھوں نے صحیح بخاری محدثہ وقت ست الوزراء سے پڑھی سنہ ۷۶۶ھ میں وفات پائی فاطمہ بنت ابی بکر، یہ امام ذہبی اور امام برزالی کے شیوخ میں ہیں سنہ ۷۲۶ھ میں وفات پائی فاطمہ بنت ابن الدائم مشہور محدث احمد بن عبدالدائم کی پوتی تھیں حدیث کے متعدد اجزاء اپنے دادا سے پڑھے تھے امام برزالی کے شیوخ میں ہیں [3]

فاطمہ بنت عبداللہ، حافظ ابن الدائم سے صحیح مسلم اور جزء ابن عرفہ کا سماع کیا تھا دوسرے شیوخ حدیث سے بھی سماع حاصل حافظ عز بن جماعہ اور امام برزالی کے شیوخ میں سنہ ۷۲۳ھ میں وفات پائی [4]

فاطمہ بنت علی، امام سبکی کی بہن تھیں ان کے والد خود محدث تھے۔ انہی سے سنن نسائی پڑھی تھی عز بن جماعہ ان سے روایت کرتے ہیں [5]

ان کے علاوہ ایک اور فاطمہ بنت علی ہیں انھوں نے صحیح بخاری حافظ وقت شیخ حجار اور محدثہ وزیرہ سے پڑھی تھی ان سے ابوحامد بن ظہیرہ نے سماع کیا تھا اور حافظ ابن حجر کے شیخ تقی الدین نے روایت حدیث کی اجازت لی تھی۔ [6]

فاطمہ بنت عیاش، بظاہر علم حدیث کی روایت و سماع کے سلسلہ میں ان کی کوئی خدمت معلوم نہیں ہوئی مگر علم و فن اور خاص طور سے علم فقہ سے انہیں خاص ذوق تھا اس لئے ان کو اسی فہرست میں لے لیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ فقہ بہت اچھی جانتی تھیں امام ابن تیمیہ ان کی ذکاوت اور علمی شغف کے بڑے مداح تھے ان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کانت تدری الفقہ جیداً	فقہ بہت اچھی جانتی تھیں اور فقہ کی تحصیل انھوں نے علمائے
وکانت تفقہت عند المقادسۃ	بیت المقدس سے کی تھی۔ بہت کم عورتیں ان کی طرح

[1] درر کامنہ ج ۳ ص ۲۲۲ [2] ایضاً ص ۲۲۳ [3] ایضاً [4] درر کامنہ ج ۳ ص ۲۲۵ [5] ایضاً ص ۲۲۳ [6] ایضاً
[7] ایضاً۔

ومن انجب من النساء مثلها۔ ممتاز ہوئی ہیں ۔

ابن عماد نے ان کے علم و فضل زہد و تقویٰ اور امر بالمعروف کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے ان کے بعض فقرے یہ ہیں ۔

العالمۃ الفقیھۃ سیدۃ نساء زمانھا وانتفع بھا خلق من النساء وکانت وافرۃ العقل والعلم ذات اخلاص وخشیۃ وامر بالمعروف والصلح بھا نساء دمشق ثم نساء مصر وکان لنا قبول تام لہ

عالمہ، فقیہہ، اپنے زمانہ میں سیدۃ النساء تھیں ان سے بیشمار عورتوں نے اکتساب فیض کیا، نہایت عاقل اور صاحب علم تھیں اسی کے ساتھ اخلاص، خشیت الٰہی اور امر بالمعروف کے زیور سے بھی آراستہ تھیں ان کے ذریعہ دمشق اور مصر کی عورتوں میں صلاح و تقویٰ پیدا ہو گیا تھا ان کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی ۔

فاطمہ بنت علم الدین، یہ امام برزالی کی صاحبزادی ہیں قرآن کی حافظ تھیں ابن عماد نے لکھا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت سے انھوں نے سماع حدیث کیا تھا بخاری شریف کا انھوں نے صرف سماع ہی نہیں کیا تھا بلکہ ان کے پاس ان کا لکھا ہوا اس کا نسخہ بھی موجود تھا حدیث کے متعدد اجزاء اور مجدالدین ابن تیمیہ کی کتاب الاحکام بھی ان کے پاس خود انہی کی لکھی ہوئی موجود تھی[۲]

ان کے علاوہ اس نام کی کئی اور خاتون ہیں جو اسی زمرہ میں داخل ہیں مگر قصداً ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے موفقیہ بنت احمد یہ بہت سے اجزائے حدیث کے سماع میں منفرد تھیں ابن سید الناس، امام سبکی، عز بن جماعہ ابن الفخر وغیرہ بہت سے ممتاز محدثین ان کے حلقہ تلمذ میں داخل ہیں[۳]

مریم بنت شہاب الدین ان کو حسینی نے مسندہ مصر لکھا ہے یہ قاضی القضاۃ شمس الدین کی پوتی تھیں تاریخ بنت عبداللہ، ابن الدائم سے صحیح مسلم اور منتقیٰ کے بعض حصوں کا سماع کیا تھا عز بن جماعہ اور ابن رافع کے شیوخ میں ہیں

نخوہ بنت زین الدین حافظ ابو نعیم نے مستخرج بخاری کئی جلدوں میں لکھی ہے اس کے متعدد اجزاء کا سماع نخوہ نے یوسف بن خلیل سے کیا تھا ان اجزاء کی روایت میں وہ منفرد تھیں امام ذہبی کے شیوخ میں ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ میرے خیال میں ان کے علاوہ کسی دوسری عورت نے یوسف بن خلیل سے سماع نہیں کیا ہے ۷۱۱ھ میں وفات پائی[۴]

نفیسہ بنت ابراہیم، ابن الدائم، عبدالوہاب بن الناصح اسماعیل بن عسقلانی وغیرہ ان کے شیوخ میں ہیں اور امام برزالی، امام ذہبی، ابو شامہ، ابن رافع وغیرہ نے ان سے سماع کیا تھا اور اپنے معجم الشیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ انہوں نے بہت کثرت سے روایت کی ہے حسینی نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے ۔ ۷۱۹ھ میں وفات پائی[۵]

ھدیہ بنت علی، انھوں نے ابن الزبیدی، ابن اللتی اور ہمدانی وغیرہ سے سماع کیا تھا علم و فضل کے ساتھ زہد و تقویٰ بھی تھیں[۶]

اس صدی کے آخر میں ایک خاتون وزیرہ گذری ہیں ان سے بڑے بڑے محدثین نے حدیث کا سماع کیا ہے خصوصیت سے

---

[۱] شذرات الذہب ج ۶ ص ۴۴ [۲] شذرات الذہب ج ۶ ص ۹۷ [۳] درر کامنہ ج ۴ ص ۳۸۴ [۴] شذرات الذہب ج ۶ ص ۹۷ [۵] درر کامنہ ج ۴ ص ۳۸۴، [۶] ایضاً۔

باقی ص ۲۴ پر

تحریر: محمد انور قریشی صاحب

مسلمانوں کی جانوں کو بچاؤ

قصاص خون بہا اور معافی

کا

مکمل شرعی قانون نافذ کرو!

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہیں اور انہیں اپنے بندوں کی جان بڑی پیاری ہے اسی لئے اسلامی زندگی کے تمام اصول و احکام سراپا رحمت ہیں اور شہنشاہِ کائنات نے جہاں خون کا بدلہ خون قرار دیا ہے وہاں خون بہا لینے یا خون معاف کر دینے کی بھی اجازت دی ہے یہی قانون فطرت ہے اور انصاف کا تقاضہ بھی ہے ہمارے وطن عزیز پاکستان میں ہر شعبہ زندگی میں اسلام نافذ کرنے کی سعی کی جا رہی ہے مگر ابھی تک اللہ تعالیٰ کا یہ اہم قانون نافذ نہیں ہوا اور خون کا بدلہ صرف خون کا پرانا قانون ہی جسے انگریزوں نے ہمارے دورِ غلامی میں نافذ کیا تھا اب تک نافذ ہے۔

قتل اور خون ریزی کی کئی وجوہ ہوتی ہیں، دیرینہ رنجش اور قبیلوں کی دشمنی، چوری اور ڈاکہ کے دوران قتل، اراضی، رشتہ اور دنیوی معاملات میں حق تلفی، معمولی جھگڑے کا بڑھ جانا اور غصے سے مشتعل ہونا، بعض اوقات نزدیکی رشتہ دار جنگ و قتال میں ملوث ہو جاتے ہیں اور بعد ازاں اپنے کئے پر پریشان اور نادم ہوتے ہیں اسلامی قوانین میں ان سب حالات کو پیش نظر رکھ کر قصاص کا حکم بھی ہے، خون بہا کی بھی اجازت ہے اور معاف کر دینے کو افضل قرار دیا ہے۔

قصاص کا حکم

سورہ بقرہ میں ارشاد رب العزت ہے۔

"اے ایمان والو! تمہارے لئے قتل ہونے پر قصاص کا حکم فرض کیا، آزاد (قاتل ہو تو) بدلہ میں وہ آزاد ہی (کو قتل کیا جائے)، غلام (قاتل ہو تو) بدلہ میں وہ غلام ہی (قتل کیا جائے)، عورت (قاتل ہو تو) بدلہ میں اس عورت ہی (کو قتل کیا جائے)" ۱۷۸

قصاص کے معنی ہیں "جرم کے بدلہ میں برابری" سے کام لینا۔ تمام انسانوں کی جانیں برابر ہیں، معزز ہو دولتمند ہو یا غریب ہو، شریف ہو یا رذیل، مرد ہو یا عورت مجرم کے بدلہ میں جان لینے کے لحاظ سے سب برابر ہیں اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں بڑے قبیلے اپنے معزز سردار یا کسی فرد کے خون کو دوسرے قبیلے کے لوگوں سے زیادہ قیمتی

سمجھتے تھے اور اپنے آدمی کے قتل کے بدلہ میں دوسرے قبیلہ کے بیسیوں آدمیوں کو قتل کرنا بھی کافی نہیں سمجھا جاتا تھا کئی ہم پلہ قبیلوں میں بدلے کا یہ سلسلہ نسلوں اور پشتوں میں جاری رہتا تھا۔ اعلیٰ خاندان کے آزاد شخص کے بدلہ میں ایک غلام قاتل کو قتل کرنا ہی ناکافی نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ دوسرے قبیلہ کے آزاد شخص کو قتل کیا جاتا حالانکہ وہ مجرم نہ ہوتا تھا اور آزاد شخص کو غلام کے بدلہ میں قتل نہ کیا جاتا تھا کیونکہ غلام کی جان کو ادنیٰ تصور کیا جاتا تھا۔ قاتل مرد کو عورت کے بدلے میں قتل نہیں کرتے تھے کیونکہ عورت کو ادنیٰ سمجھا جاتا تھا مغربی ممالک کی نام نہاد مہذب قومیں بھی حاکم قوم کے فرد کے قتل کے بدلہ میں محکوم قوم کے کئی افراد کو قتل کرنا ضروری سمجھتی تھیں۔ انگریز کے دورِ حکومت میں اس قسم کے ظلم عام تھے اور حاکم طبقہ کے کسی ایک فرد کے قتل کے بدلہ میں غلام قوم کے گاؤں کے گاؤں بمباری سے تباہ کر دیئے جاتے تھے۔

اسلام نے مساوات کو عملاً نافذ کرنے کے لئے قصاص کا حکم جاری کیا تاکہ قتل و غارت کے اس لامتناہی سلسلہ کا سدِباب کیا جائے۔ ایک شخص کے بدلہ میں صرف اس شخص یا اُن اشخاص کو قتل کیا جائے گا جنہوں نے قتل کیا ہو۔ مرد اور عورت کا خون مساوی ہے اس لئے قاتل مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ اور آزاد شخص کو غلام کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

قتل کے بدلہ میں خون بہا

اسلامی قانون میں قتل کا بدلہ قابل راضی نامہ ہے اور اس کے متعلق قرآنی حکم یہ ہے:۔
"پس اگر (قاتل کو) اس کا بھائی (مقتول کا ولی) معافی دینا چاہے تو دستور کے مطابق خون بہا کا مطالبہ کرے۔

اور قاتل خوش اسلوبی سے خون بہا ادا کرے۔

"یہ تمہارے رب کی طرف سے (سزا میں) بڑی کمی اور (خصوصی) رحمت ہے" ۱۷۸ بقرہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خون بہا کی معقول رقم ادا کر کے قتل کا تصفیہ کرنے کا حکم دیا ہے "بھائی" کا لفظ استعمال کر کے مسلمان کو اسلامی رشتہ کی یاد دہانی کرائی ہے۔ تاکہ انتقامی غصہ میں کمی ہو اور دل میں نرمی پیدا ہو اکثر قتل کا تصفیہ بھاری رقم یا لڑکی کا رشتہ یا دونوں دے کر ہوتا ہے۔ اس طرح قاتل جان کی ہلاکت سے بچ جاتا ہے اور مقتول کے خاندان کی مالی امداد اور مصیبت میں کمی ہو جاتی ہے اور دشمنی کا لامتناہی سلسلہ آگے نہیں چلتا۔ اس آسانی کی اجازت دینا اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ محبت شفقت اور رحمت کا خصوصی ثبوت ہے۔

تصفیہ کے بعد زیادتی کرنے پر عذاب

ارشادِ رب العزت ہے:۔
"پس جو شخص اس (تصفیہ) کے بعد زیادتی کرے تو اس کو سخت دردناک عذاب ہوگا۔ اور اے عقل مند لوگو! اس قانون (قصاص) میں تمہارے لئے جانوں کا بچاؤ ہے۔ تم اس (قانون کی خلاف ورزی) سے پرہیز کرو"

اللہ تعالیٰ نے ان احکام پر عمل سے گریز کرنے پر سخت عذاب کی وعید کی ہے تصفیہ کے بعد عہد شکنی کرنا، دل میں ملال مثول

اور بدمزگی پیدا کرنا، یہ سب برائیاں لفظ "زیادتی" میں شامل ہیں جس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

قرآنی احکام کی عظیم حکمت

اسلام کے سنہری احکام اور اصول ہر قسم کے حالات سے نپٹنے کے لئے عظیم حکمت سے بھرپور ہیں اسلام نے کئی مغربی ممالک کی طرح قتل کی سزا موت کو غیر مہذب قرار دیتے ہوئے ختم نہیں کیا کیونکہ اس سے جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ بلکہ سزا کا خوف برقرار رکھا ہے تاکہ جرم کا انسداد ہو قتل کرنا معاشرے کا بدترین فعل ہے اس لئے قتل کی سزا کو بالکل ختم کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ قصاص میں آزاد اور غلام، مسلمانوں اور کافر ذمی، مرد اور عورت، معزز اور رذیل، بادشاہ اور رعایا سب ہی کے لئے قتل کی یکساں سزا معین کرکے انسانی جان کا مساوی احترام اور تحفظ کیا گیا ہے قصاص میں کمزور اور طاقتور دونوں کے حقوق برابر ہیں اور دونوں محفوظ ہیں۔ مگر اسلام نے تصفیہ کا دروازہ بھی بند نہیں کیا ہے۔ عارضی غصہ و غضب سے مشتعل ہوکر مسلمان بھائی کے قتل پر خون بہا اور معافی کا راستہ بھی کھلا رکھا گیا ہے۔

گذشتہ امتوں اور بنی اسرائیل میں قصاص اور معاف کرنے کا حکم تو تھا مگر خون بہا کی اجازت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ خصوصی رعایت دی ہے۔

اسلام میں قتل کے بھیانک اور قبیح فعل کی سخت مذمت

قتل کے متعلق ارشادِ رب العزت یہ ہے "جس شخص نے کسی مسلمان کو قصداً قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے عظیم عذاب تیار کیا ہے" النساء

جو شخص کسی شخص کو بغیر قتل کے بدلہ میں یا بغیر زمین میں فساد کرنے کی وجہ سے قتل کرے تو گویا اس نے تمام (دنیا کے) انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور جس شخص نے کسی شخص کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی کو بچا لیا۔ مائدہ

قتل اور خون بہا کے متعلق رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات یہ ہیں۔

دو مسلمان جب اس حال میں ملیں کہ وہ ایک دوسرے پر تلوار کھینچے ہوتے ہوں تو وہ دونوں دوزخ کے کنارے پر ہیں پھر اگر ایک ان میں سے دوسرے کو قتل کر ڈالے تو (قاتل اور مقتول) دونوں دوزخ میں جائیں گے ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا۔ قاتل کا دوزخ میں جانا تو ظاہر ہے لیکن مقتول دوزخ میں کس بناء پر جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا مقتول چونکہ اپنے حریف کو قتل کرنے پر حریص تھا اس لئے وہ بھی دوزخ میں جائے گا" مشکوٰۃ

" اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہر گناہ کو بخش دیں گے مگر اس شخص کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے جو شرک کی حالت میں مرے یا کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے گا" (ابو داؤد)

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب سے پہلے جن معاملات میں لوگوں کو حکم سنائیں گے وہ خون (یعنی قتل) ہوں گے"

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ۔

"جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اس کے بدلہ میں اس کو قتل کریں گے اور جو شخص اپنے غلام کے اعضاء کاٹے گا ہم اس کے اعضاء کاٹیں گے۔" (ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی) مشکوٰۃ

جو شخص مارا جائے اندھا دھند (مثلاً پتھروں کی لڑائی میں یا کوڑوں اور لکڑیوں کے ملوہ وغیرہ میں (اور قاتل کا پتہ نہ ہو) تو یہ قتل، قتل خطا ہے اور خون بہا اس کا قتل خطا کا خون بہا ہے اور جو شخص عمداً قتل کیا جائے تو یہ قتل قصاص کو واجب کرتا ہے اور جو شخص قصاص لینے میں حائل مزاحم ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور غضب الٰہی ہے نہ اس کے فرض قبول کئے جائیں گے اور نہ نفل" (ابوداؤد، نسائی)

سب مسلمان (خواہ وہ شریف ہوں یا رذیل چھوٹے ہوں یا بڑے عالم ہوں یا جاہل) قصاص اور (خون بہا) میں برابر ہیں" مشکوٰۃ

"اے خزاعہ تم نے اس کو جو قبیلہ ہذیل سے ہے قتل کیا ہے اور میں خدا کی قسم اس کے بعد جس کو قتل کیا جائے گا اس کا خون بہا دینے والا ہوں اب مقتول کے وارثوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے اگر وہ چاہیں تو قاتل کو مار ڈالیں، اور چاہیں اس سے خون بہا لے لیں" (ترمذی، شافعی) مشکوٰۃ

"مسجدوں میں شرعی حدود (سزا) کو قائم نہ کیا جائے اور باپ سے قصاص نہ لیا جائے اولاد کے (قتل کے) بدلہ میں" (ترمذی، دارمی) مشکوٰۃ

اسلام میں معافی کی اجازت ہے

قرآن حکیم میں ارشاد رب العزت ہے :-

"اور ہم نے کتاب میں ان پر فرض کر دیا کہ
جان کے بدلے میں جان اور آنکھ کے بدلے میں آنکھ،
اور ناک کے بدلے میں ناک اور کان کے بدلے میں کان
اور دانت کے بدلے میں دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر،
پھر جس نے معاف کر دیا پس وہ اس کے لئے گناہوں کا کفارہ ہو گیا
اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ کریں تو بیشک ایسے لوگ ظالم ہیں　　مائدہ

ان احکام میں تین باتیں واضح ہیں ۔

مظلوم ظالم سے اس قدر بدلہ لینے کا مطالبہ کر سکتا ہے جس قدر اس کو جسمانی ایذا دی گئی ہو۔ اس کے علاوہ اسلام میں کان یا ناک کاٹنے، آنکھ پھوڑنے اور دانت توڑنے کا خون بہا بھی ہے موجودہ حالات کے مطابق اس کے متعلق اجتہاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ مجرم کو معاف کیا جا سکتا ہے جو کہ مظلوم کے لئے گناہوں کا کفارہ ہو گا اور یہ معاف کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم جزا ہے

اگر صاحب اقتدار ایسے قوانین نافذ نہ کریں اور ان پر عمل نہ کرائیں تو یہ لوگ بدترین درجہ کے ظالم ہیں۔

معافی دینے پر عظیم انعام خداوندی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی انتہا ہی نہیں ہے۔ معاشرے کے افراد کی اعلیٰ اور شائستہ تشکیل کے لئے اس شخص کو قصاص سے درگزر کرے، خون بہا نہ لے اور مجرم کو بطور صدقہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ عالی سے ثواب دیتے ہیں، درجات کی بلندی کرتے ہیں اور اس کے گناہوں کو بخش دیتے ہیں یہ کتنا عظیم انعام خداوندی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات یہ ہیں :۔

"جس مسلمان کے جسم کو کوئی ایذا پہنچے اور وہ بدلہ لینے کی بجائے اس شخص کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرتے ہیں اور اس کے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔" ابن ماجہ

"جو شخص خون یا اس سے کم ایذا معاف کر دے تو وہ اس کی پیدائش سے لے کر موت تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔" ابن کثیر

"جس کے جسم پر کوئی زخم لگایا گیا اور اس نے معاف کر دیا تو جس درجہ کی یہ معافی ہوگی اسی قدر اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

اسلامی قوانین کا انکار کفر ہے اکثر اللہ تعالیٰ کے احکام کو غیر مسلم ممالک کی تنقید کے خوف سے مسلمانوں میں بے دین لوگوں کے سیاسی دباؤ کی وجہ سے اور ذاتی و مالی مفاد کے حصول کے لئے نافذ نہیں کیا جاتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تنبیہ فرمائی ہے کہ ان قوانین کا حکم نہ کرنا کفر تک پہنچا دیتا ہے یہود قوم اس قسم کی نافرمانی کی مرتکب ہوئی تھی۔

کیا ہمیں خدشہ ہے کہ مغربی ممالک اور دنیا کیا کہے گی؟ ہم ان کے پراپیگنڈہ سے خوفزدہ ہوتے ہوئے اللہ کے احکام کو نظر انداز کرتے ہیں اور قادرِ مطلق شہنشاہِ کائنات سے نہیں ڈرتے ہیں؟

ارشادِ ربّ العزت ہے :۔

"تم لوگوں سے نہ ڈرو مجھ ہی سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے میں قلیل رقوم مت لو اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ کریں تو بے شک ایسے لوگ کافر ہیں۔" مائدہ

اسلامی قانون سے اصلاحِ معاشرہ انسانوں کی حیات اور بقاء کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام حکمتوں سے بھرپور ہیں موجودہ انگریزی دور کے قانون سے پاکستان میں ہزار ہا مجرم پھانسی کی سزا پا جاتے ہیں، قاتل اور مقتول دونوں کے گھر برباد ہوتے ہیں، نسلوں اور پشتوں میں قتل و غارت اور رنجشوں کا لامتناہی سلسلہ جاری رہتا ہے جیلیں لمبی قید کے مجرموں سے بھر جاتی ہیں، مقدمہ بازی پر دونوں فریقوں کا لاکھوں روپیہ برباد ہوتا ہے اور قوم کا قیمتی وقت عدالتوں کے چکر میں ضائع ہوتا ہے اگر فریقین تصفیہ کرنا چاہیں تو مقدمہ کو خارج کرانے یا ناکام بنانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں جھوٹی

دی جاتی ہیں۔ گواہوں کو توڑا جاتا ہے اور نت نئے حرام ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں، اسلامی قانون نافذ کرنے، خون بہا ادا کرنے اور جرم معاف کر دینے سے مسلمانوں کی قیمتی جانیں بچ جائیں گی، جیلوں میں مجرموں کی تعداد کم ہوگی، فریقین جھوٹی گواہیوں اور رشوتوں، دولت اور وقت کے ضیاع سے بچ جائیں گے مسلمانوں میں دشمنی اور انتشار کی بجائے محبت، اخوت اور اتحاد ہوگا ہزاروں مسلمان جو مجرم کو معاف کر دیں گے وہ دوزخ سے نجات پائیں گے اور جنت کے مستحق ہوں گے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں مقدمہ بازی ایک بہت بڑی لعنت ہے اور معاشرے کی تباہی کا باعث ہے؟ اس قانون کا نفاذ اصلاحِ معاشرہ کے لئے بہت مفید ہوگا۔

معافی کا حق صرف ولی کو ہے

اسلام میں قتل و خون ریزی پر معافی کا حق صرف ورثاء کو ہے صدر مملکت، وزیر اعظم، جج یا کسی اور حاکم کو معافی دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ بغیر کسی خوف و خطر اور بغیر کسی تاخیر کے موجودہ قانون کو تبدیل کر کے مکمل اسلامی قانون نافذ کرے جس میں قصاص، خون بہا اور معافی کی اجازت ہو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے اور لوگوں کی بھلائی بھی۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے دنیوی مصلحتوں کی کوئی وقعت نہیں ہے اسلامی احکام نافذ کرنے سے دین کو قوت ملتی ہے اور دین کو قوت ملنے سے حکومت کو قوت ملتی ہے۔ اور ملک کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔

یہ مقام فکر ہے، کیا پاکستان بننے کے بعد گزشتہ صاحب اقتدار صدر، وزیر اعظم، وزراء اور ممبران اسمبلی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہزاروں جانوں کی ہلاکت اور خاندانوں کی تباہی کے لئے جواب دہ نہ ہوں گے؟

اسلامی نظریاتی کونسل نے اس قانون کو وزارت قانون کے تعاون سے آخری شکل دے کر ۱۹۷۹ء میں آرڈیننس کے نفاذ کے لئے پیش کر دیا تھا پھر حیرانی ہے کہ یہ ابھی تک نافذ کیوں نہیں ہوا؟

صدر محترم، وزراء اور اراکین مجلس شوریٰ آپ اس ذمہ داری سے جلد عہدہ برآ اور سرخرو ہوں۔

(ادارہ خدام اسلام پاکستان)

بقیہ: مقالہ

جس کے ہر دور میں علماء کاملین، محدثین، مفسرین، متکلمین، خطباء، مبلغین، اکابر اولیاء اور ساتھ ہی سیاستدان غازی اور مجاہدین نکلتے ہیں جو تقویٰ و طہارت اور استقامت فی الدین کے حامل چلے آ رہے ہیں۔

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلہم　　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع۔

مکتوبات

جمیل نامہ نائیجیریا کے بعد مکتوب ساؤتھ افریقہ

①

از حضرت مولانا محمد مکی حجازی
استاذ حرم شریف مکہ معظمہ

مکرم مولانا فاضل حبیب اللہ زید معالیکم
سلام مسنون! خیریت مدام مطلوب!

مدتوں سے محروم التفات ہوں۔ اور نصف ملاقات بھی نہ ہوسکی۔ مؤرخہ ۳ رمارچ ۱۹۸۲ء سے یہ عاجز دورہ ساؤتھ افریقہ پر ہے۔ کئی سالوں سے افریقی احباب کا تقاضا تھا کہ دورہ کروں لیکن سرزمین حرم اور اس کی برکات سے جو طمانیت، سکون قلب و نظر ملتی ہے وہ دوسرے ممالک میں کہاں؟ اس لئے ہمیشہ اعتذار ہی کرتا رہا۔ اب اس ملک میں اہل بدعت نے جو محبت و عشق کے نام پر شرک و بدعات، رسوم و خرافات اور اہل توحید خصوصاً ائمہ حرمین اور علماء دیوبند کے خلاف ایسا طوفان بدتمیزی اٹھایا کہ اہل حق مضطرب ہو گئے۔ اخبارات و جرائد اشتہارات میں ان کے سب و شتم۔ دعوتِ مناظرہ۔ مناقشہ پڑھ کر بعد استخارہ مسنونہ الحمدللہ یہ فیصلہ کیا کہ دعوتِ حق۔ اعلاء کلمۃ التوحید اشاعت سُنّت۔ قمع بدعت کے لئے یہ سفر بھی سُنّتِ رسُول اکرم فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ توکلاً علی اللہ روانہ ہوا۔ الحمدللہ رات دن مقاماتِ مختلفہ پر خطابات۔ درس توحید و سنّت کا سلسلہ شروع ہے۔

ان دور افتادہ مسلمانوں میں دینی جذبہ، مساجد، مدارس اور ان کا اہتمام۔ رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل۔ جہاں فرنگی تہذیب کا مرکز اور فحش و عریانی کی ریل پیل ہے۔ وہاں تو عورتوں کا شرعی لباس، صورت و سیرت میں اتباع سُنّت پر عمل حیران کن اور قابلِ مسرت ہے۔

ساؤتھ افریقہ میں چار صوبہ جات ہیں۔ گولڈ مائن۔ ڈائمنڈ مائن وغیرہ۔ اور زراعت اور جدید انداز میں مناظر ایسے دلکش کہ خداوند کریم کی قدرت پر قدم قدم پہ یقین تازہ ہوتا ہے۔ اور مدارس میں لائبریریوں، یونیورسٹیوں میں اپنا محبوب "الرشید" نظر سے گذرا اور بعض مقامات پر الرشید دارالعلوم نمبر بھی نظر نواز ہوا۔ آپ کے لئے جامعہ رشیدیہ اور الرشید کے لئے دلی دُعائیں دیں۔ اور بعض پبلک خطابات میں بھی آپ کے مخلصانہ عمل کو سراہا گیا۔ خداوند کریم آپ جملہ افراد، اساتذہ و طلبہ و معاونین جامعہ کو مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرمائیں!

الحمدللہ بدعت کے ایوانوں میں زلزلہ ہے اور آپ اکابر کی دعوات نیم شبی اس عاجز کے ساتھ رہیں تو قلعۂ بدعت

ناکام ہوگی اور توحید و سنت کا بول بالا ہوگا۔ جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔
متوقع ہوں کہ آپ اور جملہ اساتذہ کرام خصوصی دعائیں فرمائیں گے۔ ساؤتھ افریقہ کے بعد دو ہفتوں کے لئے دورۂ انگلینڈ بھی انشاء اللہ متوقع ہے۔ الحمد للہ توحید، شانِ رسالت، مسئلہ ختمِ نبوت اور حقانیت صحابہؓ ان عنوانات پر کام کر رہا ہوں۔ اگر خدا کو منظور ہے تو سفر نامہ مفصل ارسال کر دوں گا۔ والسلام

راقم: محمد مکی حجازی (خلف الرشید مولانا خیر محمد محدث حرم مکی)

مکتوب کینیڈا

(۲)

محترم جناب عبد الوہاب صاحب
سرے برٹش کولمبیا (کینیڈا)

محترم المقام جناب حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اُمید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

ماہنامہ الرشید ہر ماہ پابندی سے بروقت یہاں کینیڈا میں ملتا رہتا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء "الرشید" بہت اچھا اور مفید رسالہ ہے گویا کہ علمی خزانہ ہے۔ اس کے ساتھ کاروان دیوبند اور خاندانِ قاسمی کا خدمت گزار رسالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مزید توفیقات سے نوازے اور اس سے عالم کو مستفیض فرمائے اور آپ حضرات کی مساعی جمیلہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرما کر آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

کچھ دنوں پہلے ہندوستان سے فاضلِ دیوبند مولانا محمد ابراہیم صاحب پٹنی یہاں ہمارے مکان پر تشریف لائے ان کے ہاتھ میں رسالہ "الرشید" گیا تو انہوں نے پڑھا اور ان کو بہت زیادہ پسند آیا اور انھوں نے فرمایا کہ یہ رسالہ میرے نام بھی ہندوستان میں جاری کروا دیجئے۔ لہٰذا مولانا کے ارشاد کے مطابق ۲۵ ڈالر آپ کی خدمت میں ارسال کئے ہیں کہ آپ براہ کرم یہ ماہنامہ مولانا کے نام ہندوستان میں جاری فرما دیں۔ مولانا ابراہیم صاحب دار العلوم ماٹلی والہ میں استاذ تفسیر ہیں۔ یہ ادارہ بھی دار العلوم دیوبند ہی کی شاخ ہے۔ اپنی خاص دُعاؤں میں ناچیز کو بھی یاد فرمائیں تو عین کرم ہوگا۔

والسلام
عبد الوہاب (کینیڈا)

مکتوب کوئٹہ

(۳)

از دفتر مدرسہ عربیہ جامعہ رشیدیہ تدریس القرآن رجسٹرڈ
اسماعیل کالونی سرکی روڈ کوئٹہ (بلوچستان)

حضرت والا زیدت معالیہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جامعہ رشیدیہ ساہیوال آپ کی زیرِ نگرانی جس طرح ترقی کے منازل طے کر رہا ہے

باقی صفحہ ۵ پر

ربوہ

اس نامراد شہر کی ہیبت مٹائے جا　　ربوہ غلط مقام ہے اسکو ہلائے جا

سنتا ہوں قادیاں کا جنازہ نکل گیا　　اس کا وجود پاؤں کی ٹھوکر پہ لائے جا

مرزائیوں کی پود ہے منقاد زیر پر　　یہ آ لگے ہیں گور کنارے دبائے جا

اپنے خدا سے مانگ محمدؐ سے انتساب　　اُن کے حضور عشق کے دیپک جلائے جا

آئے کی موت واقعۃً ایک دن ضرور　　پھر موت کیا ہے کچھ نہیں غیرت دکھائے جا

ناموسِ مصطفےٰؐ کا تقاضا ہے ان دنوں　　مہر و وفا کے نام پر گردن کٹائے جا

اسلام سے دغا کا نتیجہ ہے خودکشی　　اس پُرفریب دور کے چھکے چھڑائے جا

مت ڈر کسی مسیلمہ کذاب سے کبھی　　ہر ایک دُوں نہاد کو راہ سے ہٹائے جا

مرزائیوں سے قطع تعلق ہے ناگزیر　　ان کے ہر ایک راز کا پردہ اٹھائے جا

حکام کج نہاد کا اب خوف ہیچ ہے　　خوفِ خدائے پاک دلوں پر بٹھائے جا

شورش قلم کی غارہ شگافی کے زور پر
نسلِ نوی کو خواب گراں سے جگائے جا

شورش کاشمیریؒ

بقیہ: اخبار الجامعہ

خلاصۃ المرام، جامعہ رشیدیہ ایک تاریخی درسگاہ ہے جو جہد مسلسل کا نام ہے۔ جامعہ میں ۲۲ اساتذہ اور عملہ رات دن مصروف علم وعمل ہے اور انشاء اللہ یہ کاروان مدارس جو دار بنی ارقم مکہ مکرمہ اور صفہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چلتے آرہے ہیں، جنہوں نے ایشاء کے برصغیر میں دار العلوم دیوبند میں علم بلند کیا۔ اس کی ایک شاخ اور خادم جامعہ رشیدیہ ہے اور اس کے اساتذہ وطلبہ اور اراکین انجمن رشیدیہ رجسٹرڈ اس علمی جہاد میں مشغول اور مصروف رہیں گے۔ اصحاب جماعت، احباب رشیدیہ و عامۃ المسلمین کو کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا چاہئیے۔ ہر شخص دفتر میں آکر حساب کتاب۔ نظام، آڈٹ رپورٹ اور کارکردگی ملاحظہ کرسکتا ہے۔

---

۷ شوال سے تعلیمی قافلہ ۱۰ شعبان تک تدریسی کام کرتا ہے۔ درمیان میں صرف عید الضحیٰ پر ایک ہفتہ کی ششماہی پر چند ایام کی رخصت ہوتی ہے۔ جمعرات جمعہ کو بھی کام ہوتے ہیں اس لئے چھٹی کا عام تصور نہیں ہوتا۔ جامعہ کے داخلے ۷ شوال سے شروع ہوتے ہیں۔ قرآنی تعلیم کے لئے دس سال سے کم عمر بیرونی طلباء کا داخلہ ندارد۔ مقامی طلبہ داخل حسنات ہو سکتے ہیں۔ درجۂ کتب میں قرآن صحیح خواندہ اور معمولی اردو خواندہ ہونا ضروری ہے۔ بصورت دیگر اردو، حساب، املاء انشاء وغیرہ کے انتظامات ہیں۔ طلبہ کو مدرسہ کے قواعد وضوابط کا پابند ہونا ضروری ہے۔ جامعہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت اور تبلیغ کا کام بھی ضروری ہے جامعہ میں ہمہ وقتی حاضری ضروری ہے۔ طلباء کے لئے قیام وطعام، ملبوسات، علاج معالجہ کتب اور نقد وظائف ومراعات سفری بھی دیئے جاتے ہیں۔ جامعہ کا نصاب وفاق المدارس العربیہ سے متعلق اور نظام دار العلوم دیوبند کے مطابق ہے۔ جماعت اول سے دورۂ حدیث تک انتظامات تسلی بخش ہیں۔

استدعا بالخیر

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ ضعیف ومریض زیر علاج ہیں۔ اغلباً اپنے استاذ ومربی حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مدظلہٗ رائپوری کے قریب فیصل آباد رمضان میں مقیم ہوں گے۔ ناظم ومدیر الجامعہ بھی علیل ہیں۔ احباب ادعیہ صالحہ میں یاد فرماویں۔ (ادارہ)
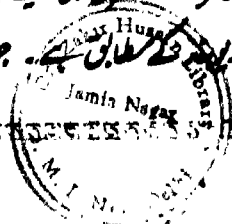
للٰہیت، دین کے لئے محنت، تعلیمات کے لئے عملی جد وجہد کو تیز تر کر دینا چاہیئے۔ وفقنا اللہ لما یحب ویرضیٰ

بانی نشأۃ ثانیہ جامعہ رشیدیہ حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ رائے پوری کا ایک مجرب نسخہ کہ جب کبھی مدرسہ میں چندہ کی کمی ہو جاتی تو فرماتے حبیب اللہ! "ایک قرآنی مدرسہ مزید کھلوا دو" ہم عرض کرتے کہ حضرت چندہ میں کمی ہے! فرماتے: "جتنا کام زیادہ کرو گے اتنی مزدوری زیادہ ملے گی" تم دین کی محنت میں لگ جاؤ مسبب الاسباب زیادہ مزدوری بھجوا دیں گے۔۔۔۔۔ چنانچہ متعدد بار ایسے مواقع پیش آئے اور جتنا کام بڑھایا آمدن زیادہ ہوگئی۔

جامعہ رشیدیہ شوال سے پچاسی سال میں قدم رکھتے ہوئے انشاء اللہ عزم بالجزم سے جملہ شعبہ جات کے کام حسب دستور چلائے گا۔ آپ جامعہ رشیدیہ کی تاریخ پڑھیں اور سنیں تو حیران رہ جائیں گے کہ مدرسہ رشیدیہ رائپور (جالندھر) دریائے ستلج کے کنارے متعدد بار دریا برد ہوتا رہا اور قدم آگے بڑھاتا رہا۔

انشاء اللہ تاریخ "الرشید" کے "رائپوری نمبر" میں اس کی تفصیل آئے گی۔

پاکستان میں ۱۹۴۸ء سے غلہ منڈی ساہیوال کی جامع مسجد کے ایک حجرے سے چلا۔ جی۔ ٹی روڈ پر جامعہ آباد ہوا۔ پہلا جامعہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی نذر ہو گیا۔ دوسرا مدرسہ احاطہ مسجد اول میں کام کرتے کرتے ترقی پذیر ہوا تو جامعہ نمبر ۲ تیسری جگہ اڑھائی ایکڑ رقبہ میں ایک عظیم دارالعلوم تعمیر کیا گیا۔ جامعہ کے دونوں مدارس میں دو مساجد اور ۲۷ کے قریب کمرے آباد و شاداب ہیں۔ جامعہ کے شعبہ جات ایک نظر ملاحظہ ہوں:

۱: تحفیظ و ناظرہ قرآن ۲: تجوید و مشق قرأت ۳: شعبہ السنۂ شرقیہ اردو، فارسی

۴: عربی کتب از جماعت اولیٰ تا ثامنہ ۵: شعبۂ کتب خانہ جس میں دس ہزار سے زائد عربی کتب کا ذخیرہ ہے۔

۶: شعبۂ مطبخ جس میں چار سو طلباء کے طعام کے انتظامات اور چار ملازم کارکن ہیں۔ ۷: شعبۂ نصرۃ طلبہ جس میں نقد وظائف سے لیکر علاج معالجہ ادویہ کے علاوہ ملبوسات، کتب اور جملہ معاشی مصارف کی کفالت ہوتی ہے

۸: شعبۂ تبلیغ میں نشر و اشاعت کے لئے ماہنامہ جریدہ "الرشید" جو پاک و ہند کے علاوہ بنگلہ دیش، متحدہ عرب امارات حرمین شریفین۔ یورپ۔ افریقہ وغیرہ ممالک میں جاتا ہے اور جامعہ کی طرف سے اساتذہ خطباء متعین ہو مقررین اور ناظم اعلیٰ و مدیر الجامعہ پورے ملک میں تبلیغ و تقریر و خطاب کے لئے سفر کرتے ہیں۔

ملک بھر میں ملت کی خاطر دینی و اسلامی تحریکات میں جامعہ رشیدیہ کی سیاست سیاست نہیں بلکہ محض دینی تبلیغ اور دارالعلوم دیوبند کی طرح تعلیمی تحریک کے کام کو بطور جہاد فی سبیل اللہ کئے جاتے ہیں ۵۳ء تحریک ختم نبوت میں جامعہ رشیدیہ کا کردار پورے ملک میں اول نمبر پر ثابت ہوا۔

بقیہ بر صفحہ ۲۰

Phone NO. 2356

جریدۂ اسلامیہ شہریۃ تصدر عن الجامعۃ الرشیدیۃ

REGD. L NO. 8054

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE [PAKISTAN]

نقشہ میقات الصیام ۱۴۰۳ھ بابت ادارہ جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال

ایام	رمضان	جون	انتہائے سحر گھنٹے	انتہائے سحر منٹ	افطار گھنٹے	افطار منٹ	ابتدائے عشاء گھنٹے	ابتدائے عشاء منٹ
ہفتہ	۱	۲	۳	۲۷	۷	۹	۸	۴۵
اتوار	۲	۳	۳	۲۶	۷	۹	۸	۴۵
پیر	۳	۴	۳	۲۰	۷	۹	۸	۴۵
منگل	[illegible]	۵	۳	۲۶	۷	۱۰	۸	۴۵
بدھ	۵	[illegible]	۳	۲۶	۷	۱۰	۸	۴۵
جمعرات	۶	۷	۳	۲۶	۷	۱۱	۸	۴۵
جمعہ	۷	۸	۳	۲۶	۷	۱۱	۸	۴۵
ہفتہ	۸	۹	۳	۲۵	۷	۱۲	۸	۴۵
اتوار	۹	۱۰	۳	۲۵	۷	۱۲	۸	۴۵
پیر	۱۰	۱۱	۳	۲۵	۷	۱۲	۸	۴۵
منگل	۱۱	۱۲	۳	۲۵	۷	۱۳	۸	۴۵
بدھ	۱۲	۱۳	۳	۲۵	۷	۱۳	۸	۴۵
جمعرات	۱۳	۱۴	۳	۲۵	۷	۱۳	۸	۴۵
جمعہ	۱۴	۱۵	۳	۲۵	۷	۱۳	۸	۴۵
ہفتہ	۱۵	۱۶	۳	۲۵	۷	۱۴	۸	۴۵
اتوار	۱۶	۱۷	۳	۲۵	۷	۱۵	۸	۴۵
پیر	۱۷	۱۸	۳	۲۵	۷	۱۵	۸	۴۵
منگل	۱۸	۱۹	۳	۲۵	۷	۱۵	۸	۴۵
بدھ	۱۹	۲۰	۳	۲۵	۷	۱۵	۸	۴۶
جمعرات	۲۰	۲۱	۳	۲۵	۷	۱۵	۸	۴۶
جمعہ	۲۱	۲۲	۳	۲۵	۷	۱۶	۸	۴۶
ہفتہ	۲۲	۲۳	۳	۲۵	۷	۱۶	۸	۴۶
اتوار	۲۳	۲۴	۳	۲۵	۷	۱۶	۸	۴۶
پیر	۲۴	۲۵	۳	۲۶	۷	۱۶	۸	۴۷
منگل	۲۵	۲۶	۳	۲۶	۷	۱۷	۸	۴۷
بدھ	۲۶	۲۷	۳	۲۶	۷	۱۷	۸	۴۷
جمعرات	۲۷	۲۸	۳	۲۶	۷	۱۷	۸	۴۷
جمعہ	۲۸	۲۹	۳	۲۷	۷	۱۷	۸	۴۷
ہفتہ	۲۹	۳۰	۳	۲۷	۷	۱۷	۸	۴۷
اتوار	۳۰	یکم جولائی	۳	۲۸	۷	۱۷	۸	۴۷

ساہیوال سے دوسرے شہروں کا فرق

شہر	فرق	شہر	فرق	شہر	فرق	شہر	فرق
لاہور		ڈیرہ غازیخان	۹ +	سیالکوٹ	۰ —	گوجرانوالہ	۴ —
کراچی	۲۲ +	فیصل آباد	۳ +	ملتان	۵ +	مظفرگڑھ	۰ —
جھنگ	۳ +	سکھر	۱۳	بہاولپور	۹	پشاور	۰ —
کوئٹہ	۲۳ +	شیخوپورہ	۴	راولپنڈی	۱ —	بہاولنگر	= ساہیوال

جملہ مراسلات بنام

فاضل حبیب اللہ رشیدی

مدیر "الرشید" و ناظم اعلیٰ

جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال (پاکستان)

الرشید
بادارت
فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند
مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ، ساہیوال، پاکستان

باسمہ تعالیٰ

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

التاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی پاکستان
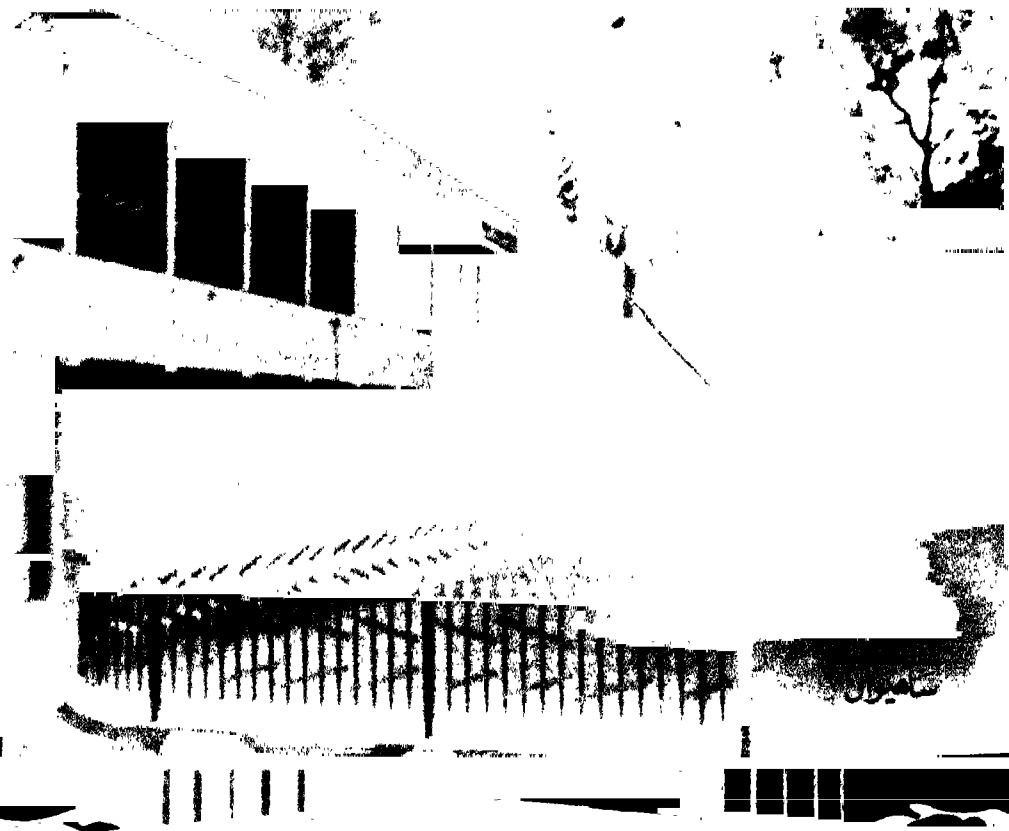
نقشبندیہ مجددیہ کی طرف سے محترم جناب مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل رشیدی مدظلہ مطالعہ فرمائیں
کہ آپ کا مکتوب گرامی شرف صدور لایا۔ کوائف مندرجہ مطالعہ میں آئے۔
فقیر دعاگو ہے اللہ تبارک وتعالیٰ جامعہ رشیدیہ کو اپنے فضل خاص سے ہر قسم
کے شرور و فتن سے حفظ خاص نصیب فرمائے اور اس کو مثالی اسلامی درسگاہ
کی حیثیت سے پوری آب و تاب اور کامیابی و کامرانی سے قائم و دائم رکھے اور
مدرسین کے خدمت کو قبول فرمائے اور آپ سب حضرات کی اس بارے میں حفاظت
فرمائے اور ظاہری و باطنی خیر و برکت رشد و ہدایت حفظ و امان اور
صحت و سعادت، سلامتی دارین نصیب دوستان فرمائے اور جو کوئی بھی اپنے نفسانی
اور ذاتی اغراض کے پیش نظر اس مدرسہ عالیہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو اس کو اس مذموم
حرکت سے باز رکھے اور حزب باطلین میں ناکام و خائب و خاسر فرمائے۔ آمین
آپ صاحبان پورے اخلاص و دیانت سے محض اللہ کی رضا کے لئے کمر ہمت و عزیمت
بستہ رکھیں۔ دار العلوم کی بقاء اور کامیابی کے لئے ہمہ تن کوشاں رہیں اللہ تبارک و تعالیٰ
کافی ہے۔ صحیح حکمت عملی، تدبر و فراست اور تحمل و بردباری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں

فقط والسلام مع الاکرام

مؤتمر ابنائے دار العلوم و اخوان دیوبند کا ترجمان

بیادگار: حضرت مولانا حافظ رشید الدین رحمۃ اللہ رائپوری بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

الرشید

شمارہ: ۹
شوال ۱۴۰۳ھ

جلد: ۱۲
جولائی ۱۹۸۳ء

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبد الرشید ارشد

بنظامت
(پیرجی) عبد العلیم رائپوری

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

پرنٹر
مناہج الدین اصلاحی، شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

سالانہ چندہ : ۲۰ روپے
فی شمارہ : ۲ روپے

مقام اشاعت
۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

آئینہ مضامین

راشدات

۱۸۵۷ء میں حضرات مشائخ و مجاہدین علماء کرام نے انگریزی تسلط سے نجات کیلئے جہاد کیا اور علماء نے "وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ" پر عمل کر کے مسئلہ جہاد کو چالو رکھا۔ جبکہ مرزا غلام احمد نے اپنا الہام یوں شائع کیا۔ ؎ اب چھوڑ دو اے دوستو! جہاد کا خیال

دین میں حرام ہے اب جنگ اور قتال

اُحد و کربلا کی طرح بنظر ظاہر مجاہدین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریز مسلط غالب ہو گیا۔ حضرات علماء مجاہدین خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم نے جمعیۃ علماء کا اجلاس طلب فرما کر ملک کی صورتحال پیش فرمائی جبکہ انگریزی راج چل رہا تھا۔ اور عیسائیوں کے مشن اور پادری ہلکے کتوں کی طرح ملک میں عیسائیت کا پرچار کر کے اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کو مرعوب کرتے پھرتے تھے۔

سن ستاون کے بقیۃ المجاہدین علماء و زعماء نے ایشیا کے برصغیر میں مسلمانوں کے مستقبل اور اسلام کے تحفظ کی خاطر مدارس عربیہ اسلامیہ دینیہ کا نسخہ تجویز کر کے دلی کے مدارس کے بعد باضابطہ تعلیمی تحریک شروع کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کی اساس علی التقوی رکھی۔ بقول حضرۃ شیخ المشائخ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ دیوبند کا دارالعلوم کوئی معمولی مدرسہ ہی نہیں۔ دارالعلوم کے لئے اکابر نے دعائیں کر کے اللہ میاں سے مرکز العلوم بنوایا تھا اور حضور خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب میں اس کی بنیادی بشارات دی تھیں۔

دراصل ہمارے ملک میں عربی مدارس دارالعلوم، جامعات تمام فتنوں کا مکمل علاج تجویز کئے گئے تھے اور یہ رد فتن ایسا مستقل فتنہ بن گیا کہ "تن ہمہ داغ شدہ پنبہ کجا کجا نہم" اور حالات اور تاریخ نے ثابت کر دیا کہ برصغیر کے تمام فتنوں کا علاج دارالعلوم سے شروع ہوا۔ اور دارالعلوم دیوبند کے ابناء، فضلاء و علماء نے ملک میں عیسائیت، آریت، قادیانیت اور شیعیت اور دیگر فتنوں کے قلع قمع کے لئے بیک وقت ایک عظیم محاذ قائم کر دیا۔

جیساکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت علی منہاج النبوۃ پر متمکن ہوتے ہی روم و ایران اور منکرین ختم نبوۃ مرتدین و مانعین زکوٰۃ کے مقابلہ پر محاذات قائم کر دیئے تھے اور علی الرغم پورے کفرہ و مرتدہ کے خلاف جہادات شروع کرا دیئے تھے جبکہ بعض حضرات تشویش میں تھے۔ صدیقی جسارت و استقامت کا پہاڑ بن کر میدان میں آئی۔ اسی طرح مجاہدین علماء و زعماء نے بلاخوف لومۃ لائم انگریز اور اس کے مشن نیز اس کی قائم کردہ کذاب نبوۃ اور ہندو دنیا کا مقابلہ کر کے ملک میں اتمام حجت قائم کر دی۔

خلاصۃ المرام! خارجی و داخلی تمام فتنوں کا واحد حل، تعلیم، کتاب و حکمت اور تزکیہ میں ہے۔
جب تعلیمی نظام کی بنیادیں مضبوط ہوں تو پھر اس پر تبلیغ اور تربیت کی عمارات تعمیر کی جاتی ہیں اسطرح یہ قلعہ مضبوط ہو جاتا ہے گویا مدارس عربیہ اسلام کے قلعے ہیں۔ اور ایسے کارخانے جہاں انسانیت کا درس دیتے ہوئے دل و دماغ کو مسلمان بنایا جاتا ہے۔ اور یہ بات ایک حقیقت ہے کہ لارڈ میکالے کی تعلیمی سازشی تحریک کے مقابلہ پر بانی دار العلوم کی تعلیمی تحریک نہایت کامیاب ہوئی۔ بقول اقبال مرحوم

؎ اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم　　ایک سازش ہے فقط دین محمدؐ کے خلاف

اب فتنے بڑھ کر پورا عصر حاضر فتنہ بن گیا۔ گو مدارس بھی کافی ہو گئے لیکن مرور زمانہ سے اخلاص کی کمی سے مدارس میں بھی اضمحلال آنے لگا۔ بحمد اللہ وفاق المدارس العربیہ اس خلیج کو پُر کر کے درست کرنے کی مساعی کر رہا ہے۔

متحدہ ہندوستان میں دار العلوم کے بعد دار العلوم سے فارغ اور مستند علماء رائپوری نے ضلع جالندھر میں ایک مدرسہ رشیدیہ کی بنیاد ۱۹۰۱ء میں رکھی۔ جو پنجاب میں اولین مدارس میں قابل اعتماد مدرسہ تھا۔ جہاں سے دیوبندی جماعت و مسلک کے اکابر زعماء فیضیاب ہوئے جن میں حضرت مولانا رشید احمد سلمہ بانی جامعہ سلفیہ مدینہ منورہ، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانویؒ، مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد انوریؒ، حکیم عبد المجید طبیبؒ نابینا، مولانا عبد الجبار حصارویؒ مبلغ دار العلوم وغیرہم علماء و زعماء پیدا ہوئے۔ رائپوری اکابر میں حضرت مولانا حافظ محمد صالحؒ خلیفہ حضرت گنگوہیؒ، مولانا فضل احمد خلیفہ حضرت رائپوریؒ، مولانا حافظ مفتی فقیر اللہؒ تلمیذ و مجاز حضرت شیخ الہندؒ، مولانا عبد العزیز صاحب مدظلہ رائپوری تلمیذ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت پیر جی عبد اللطیفؒ اور شہید فی سبیل اللہ قاری لطف اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد مدرسہ رشیدیہ کو جامعہ رشیدیہ ترقی دادہ (منٹگمری) ساہیوال بصورت نشاۃ ثانیہ بانیان حضرت مفتی فقیر اللہؒ، مولانا فضل احمدؒ، مولانا عبد العزیز مدظلہ، مولانا محمد عبد اللہ مدظلہ جاری کیا گیا۔ جامعہ رشیدیہ اور

اس کی پاکستان کے بانیوں نے اولاً غلہ منڈی مسجد سے بسم اللہ کی بعد ازاں جی ٹی روڈ پر حضرت شیخ التفسیرؒ نے جامعہ کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوتؐ میں پہلا مدرسہ ضبط کر لیا گیا۔ انجمن رشیدیہ رجسٹرڈ نے حکمت عملی سے وہاں ایک محمودیہ ہائی سکول جاری کر دیا۔ جامعہ رشیدیہ کے ماتحت پرائمری سکول، مڈل سکول اور ہائی سکول چلتے رہے تا آنکہ بھٹو دور میں قومی ملکیت کی تحویل میں لے لئے گئے !!!

جامعہ رشیدیہ ضبطی کے بعد جامعہ رشیدیہ نمبر ۱ تعمیر کیا گیا۔ جب طلبہ کی کثرت ہو گئی تو جامعہ رشیدیہ نمبر ۲ نہر پار سردار نور محمد ٹوکل مرحوم کی اراضی موقوفہ میں تعمیر کیا گیا۔ اور دونوں جگہ مساجد بھی آباد ہیں۔ بحمد اللہ وبفضلہ تعالیٰ پچاس سالہ جامعہ اپنی روایات پر قائم و دائم اور جاری و ساری ہے اور ابتداء سے لیکر انتہا تک تعلیمات کے نہایت معقول اور بہترین انتظامات ہیں۔ اس سال درجۂ تکمیل اور سبعہ عشرہ تجوید و قرأت کے شعبے بھی چلیں گے ماشاء اللہ اساتذہ کی پوری جماعت اور طلبہ کے لئے چار صد سیٹوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ طلبہ کے قیام و طعام ملبوسات کتب علاج معالجہ ادویہ نیز نقد وظائف کے انتظامات انجمن رشیدیہ کرتی ہے۔

جیسا کہ دار العلوم میں بھی اختلافات ہوئے اور اختلافات و موانعات کے باوجود دار العلوم کا وجود مسعود و محمود تعلیمی گاڑی کو چلا رہا ہے اسی طرح دار العلوم مدارس و جامعات میں مد و جزر آتے رہتے ہیں۔ تبدیلیاں بھی ناگزیر ہوتی ہیں لیکن مدرسہ کا وجود ختم نہیں ہو سکتا۔ اور خصوصاً پچاس سالہ ایسا مدرسہ جو پنجاب کے مدارس کے لئے ابو المدارس یا اُم المدارس ہو اس کی حیثیت برابر برقرار ہے۔ اور تعلیمی کام چلتا رہتا ہے۔ موانعات و مخالفت کے باوجود جامعہ رشیدیہ اپنے مشن پر چٹان کی حیثیت رکھتا ہے۔ واما بنعمة ربك فحدث !

بعض اساتذہ کی تبدیلیوں سے جامعہ کے نظام اور تعلیمات میں کوئی فرق نہ آیا اور ان شاء اللہ نہ آئے گا اساتذہ کی طرح طلبہ تو ہر حال بدلتے رہتے ہیں۔ کارکن و ممبران بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں جس سے مدرسہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور نہ تعطل پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ ایسے حالات میں تو زیادہ خلوص و اخلاص سے کام کرنا پڑتا ہے اس لئے ناظرین و معاونین واصحابِ خیر و احبابِ جماعت کو ہر طرح مطمئن رہنا چاہیئے اور کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا چاہیئے اور کسی قسم کی افواہ پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔

تحدیث نعمت کے طور پر لکھا اور کہا جا سکتا ہے کہ جامعہ رشیدیہ کا تعلق براہِ راست عرصۂ قدیم سے دار العلوم دیوبند سے ہے۔ جامعہ رشیدیہ میں ابناءِ دار العلوم و فضلاءِ دیوبند واخوانِ دیوبند کا ذیلی دفتر ہے۔

جامعہ رشیدیہ دارالعلوم کے طرز پر وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کے مطابق تعلیمی کام کر رہا ہے۔ انشاءاللہ مستعدی اور خلوص سے دینی کام کرتا رہے گا۔ اور جامعہ کے کارکنوں کے پائے استقلال میں کوئی کمزوری نہیں آئے گی۔ بلکہ جدید اساتذہ سے جامعہ کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اللھم زد فزد۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ مدارس کی کثرت ہے اور اللہ کرے زور علم اور زیادہ' لیکن مدارس کو خصوصاً دیوبندی مکاتیب فکر کے اداروں کو آپس میں مقابلہ نہ کرنا چاہیئے بلکہ خلوص و اخلاص و محبت سے دین کا کام کرنا چاہیئے تاکہ مسلک کی تذلیل نہ ہو اور شماتت اعداء بھی نہ ہو۔ ہمارا مقابلہ تو کفر و الحاد و زندقہ اور بے دین طبقات اور بد دین لوگوں سے ہونا چاہیئے۔

ملک میں مشن کے ادارے خصوصاً ساہیوال میں مشنریاں زوروں پر ہیں اور قادیانیت کا فتنہ تا حال چل رہا ہے۔ فتنہ انکار حدیث اور صحابہ کے مخالف احزاب اور خود علماء دیوبند کے معاندین جو کچھ کر رہے ہیں واظہر من الشمس ہے۔ اس کے مقابلہ پر مدارس کو خوب جہاد کرنا چاہیئے اور آپس میں ہرگز ہرگز نہیں الجھنا چاہیئے اختلافات کے باوجود مخالفت نہیں ہونی چاہیئے۔ ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ کو بند کرنا چاہیئے بلکہ اور وقت کا تقاضا یہی ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین ' بر رسولاں بلاغ باشد و بس۔

موجودہ حالیہ جامعہ رشیدیہ پاکستان کے لئے حضرت شیخ و مرشد سید مدنیؒ کے علاوہ علامہ عثمانیؒ کی اجازت اور ادعیہ سے سنگ بنیاد رکھا گیا۔ حضرت شیخ التفسیر سید سلیمان ندویؒ، علامہ افغانیؒ، حضرت مفتی محمودؒ حضرت علامہ بنوریؒ، حضرت امیر شریعت بخاریؒ حضرت ہادی و مرشد دین پوریؒ کے علاوہ حضرت درخواستی مدظلہ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کندیاں جامعہ تشریف لائے اور جامعہ کے کام سے ہر طرح مطمئن اور دعاگو ہوئے

راقم خادم العلماء فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند

ناظم ابناء دارالعلوم و اخوان دیوبند پاکستان
رکن : وفاق المدارس العربیہ پاکستان
خادم مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ ادارہ جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ ساہیوال

جامعات

جناب علامہ مظفر عباسی (ایم۔ اے)

ہماری درسگاہیں

پاکستان میں دو قسم کی درس گاہیں اور درس و تدریس کے مرکز ہیں۔ ایک وہ جن میں دینی علوم عربی اور قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے اور دوسرے وہ جن میں جدید علوم انگریزی زبان اور سائنس وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ پہلی قسم کے مدارس میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ اسے عام طور پر درسِ نظامی کا نصاب کہتے ہیں۔ اور دوسری قسم کی درس گاہوں میں رائج نصاب کو سرکاری نصاب کا نام دیا جاتا ہے ہم اپنی اِن معروضات میں درسِ نظامی اور سرکاری نصاب کی اصطلاحات استعمال کریں گے۔

درسِ نظامی ایک خاصا قدیم اور پرانا نصابِ تعلیم ہے۔ جس دَور میں یہ مرتب ہو کر دینی درس گاہوں میں رائج ہوا تھا اِس دَور کا یہ جدید ترین نصاب تھا۔ رفتہ رفتہ حالات بدلتے رہے حکومت کی توجہ اور سرپرستی کم ہوتی چلی گئی۔ پھر انگریز آگئے جو سرے سے دینی تعلیم کے مخالف تھے اور انہوں نے اپنے عہدِ اقتدار میں اِس نصاب کو ختم کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ باوجودیکہ کئی ایک انگریزی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں درسِ نظامی کے فارغ التحصیل اہلِ علم اساتذہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ حکومتِ برطانیہ نے اِن کی قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں خطابات از قسم شمس العلماء وغیرہ سے نوازا۔ کئی ایک درسِ نظامی کے پڑھے ہوئے علماء نے سرکاری نصاب کے لیے کتابیں لکھیں اور بہت ساروں کے مقالات اور مضامین آج بھی سرکاری نصاب کی زینت ہیں۔ لیکن انگریزوں نے درس نظامی والے نظامِ تعلیم کو کبھی پسند نہیں کیا اِن مدارس کو جن میں یہ نصاب پڑھایا جاتا تھا پہلے سے حاصل ہر قسم کی مراعات سے محروم کیا۔ اِن کی اسناد کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ درسِ نظامی کے فارغ عالم کو پرائمری پاس کی حیثیت سے بھی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

انگریزوں سے آزادی ملی، پاکستان قائم ہوا۔ اسلامی نظام، اسلامی پروگرام اور اسلامی نظامِ تعلیم کی آوازیں بلند ہوئیں۔ لیکن درسِ نظامی والے مدارس اساتذہ اور تلامذہ کے سلسلے میں کسی نے بات تک نہ کی۔

ملک میں آئے دن حکومتوں کے بدلنے کا سلسلہ شروع ہوا تو طالع آزما حکمرانوں نے عوام کی تائید حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ عوام پر علماء کرام کا اثر تھا۔ چنانچہ علماء کی طرف توجہ کی۔ علماء کرام نے دینی علوم اور دین کے تقاضوں کی بات کی۔ تو درسِ نظامی کا ذکر آیا مدارس کا جائزہ لیا گیا۔ سرکاری افسرانِ تعلیم نے محسوس کیا کہ یہ نظام ان سے نہیں چل سکتا اور یہ نصاب پڑھانا ان کے بس کی بات نہیں ان حالات میں نظام اور نصاب میں تبدیلی کی باتیں کی جانے لگیں۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسی چیز ہو جس پر سرکاری افسر قابو پا سکیں یہ لوگ جو سکول اور کالج چلانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ جبکہ تمام قسم کے اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ انہیں صرف کرسی پر بیٹھ کر کام کی نگرانی کرنا ہوتی ہے اور اس میں بھی یہ بُری طرح ناکام ہیں۔ تو ایسی درسگاہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام کی ذمہ داری بھی اٹھانی پڑے اور حکومت کی طرف سے مدد بھی نہ ہو بھلا ان سے کب چل سکتی تھی۔ موجودہ حکومت نے اعلان کیا۔ کہ درسِ نظامی کی سند کو ایم۔ اے کے برابر سرکاری حیثیت دی جائے گی تو نام نہاد ماہرینِ تعلیم کو اپنی حیثیت خطرے میں محسوس ہوئی۔ تعلیم اور درس وتدریس کی انہیں اجارہ داری حاصل تھی۔ اور اب جب مختلف مدارس کے تعلیم وتربیت یافتہ حضرات بی۔ اے اور ایم۔ اے تصور کیئے جانے لگیں گے۔ تو ظاہر ہے کہ ان کی حیثیت وہ نہیں رہے گی۔ اور آگے چل کر ملازمتوں کا ایسے لوگوں کے در آجانے کا امکان پیدا ہو گیا جن کا مزاج افسر شاہی کے مزاج سے یکسر مختلف ہے تو انہیں مزید پریشانی ہوئی۔ آج تک تو یہ کہتے چلے آرہے تھے کہ انگریزی اور جدید علوم کے بغیر سرکاری ملازمت کا تصور ہی بے معنی بات ہے بھلا جو انگریزی بول اور لکھ پڑھ نہیں سکتا اور انگریزی تہذیب وتمدن سے واقف نہیں۔ وہ اعلیٰ افسر کیسے بن سکتا ہے؟ اتفاق ایسا ہوا کہ ہمسایہ ملک ایران میں انقلاب آیا تو وہاں کے مولویوں نے جو انگریزی سے واقف نہیں اور نہ ہی یورپ کی اعلیٰ درسگاہوں کے تربیت یافتہ ہیں۔ نظامِ حکومت سنبھال لیا۔ اور ایسا نظام چلایا کہ مسلسل جنگی حالات کے باوجود ملک میں انتخاب کرائے حالات پر قابو رکھا، اشیائے صرف کی قلت نہیں ہونے دی، رشوت اور اقرباء نوازی جو پہلے تھی اسے بھی ختم کر دیا۔

میرا مقصد ایران کے انقلاب اور اس کی موجودہ حکمتِ عملی کی تائید یا مخالفت نہیں۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں ایسے لوگوں نے حکومت اور پورے ملک کے نظام کو سنبھال رکھا ہے جن کی حیثیت ہماری افسر شاہی کے خیال میں کچھ نہیں تھی اور وہ لوگ کسی قابل نہ تھے۔

بات کسی قدر لمبی ہو گئی ہے، معذرت خواہ ہوں کہ ہمارے سرکاری نظامِ تعلیم کے افسران نے درسِ نظامی کی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا اور اب جب حالات انہیں مجبور کر رہے ہیں کہ اس نظامِ تعلیم

کی حیثیت اللہ اس کے نصاب (درسِ نظامی) کو تسلیم کیا جائے تو یہ لوگ ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں اور طرح طرح کی شرطیں لگا رہے ہیں ان سے ان کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ کسی نہ کسی طرح ان کی بالادستی قائم رہے۔

گذشتہ دنوں وفاقی وزیرِ تعلیم نے اس دلخراش حقیقت کا اعتراف کیا تھا کہ ہمارا نظامِ تعلیم انتشار اور تباہی کے کنارے پہنچ چکا ہے۔ وزیرِ تعلیم کے اس اعتراف کے چند روز بعد یہ خبر آئی تھی۔ کہ ملک کے بجٹ کا ایک چوتھائی تعلیم پر خرچ ہو رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ حکومت پوری قوم کی دولت کا ایک چوتھائی جس مقصد کے لیئے خرچ کر رہی ہے وہ مقصد حاصل نہیں ہو رہا۔ بلکہ ہم مقصد سے دُور جا رہے ہیں۔ یہ حالت ہے سرکاری نظامِ تعلیم کے ذمّہ دار افسران کی کارکردگی کی۔ اور اس کے ساتھ چاہتے یہ ہیں کہ درسِ نظامی کا نظام بھی ان کی نگرانی اور ماتحتی میں آجائے۔

انگریزوں کے زمانے میں ہمیں شکائیت تھی کہ انگریز ہماری ترقی کے راستوں میں حائل ہیں۔ پاکستان بنا تو ہمیں مشرقی پاکستان کے ان غیر مسلموں سے شکائیت تھی جو سکولوں اور کالجوں میں کام کرتے تھے۔ اور اب ہمیں شکایت ہے کہ طالب علم فسادی ہیں۔ اور والدین تعاون نہیں کرتے۔ بھلا کون بتائے کہ طالبعلم شرپسند ہیں تو اس کا علاج بھارت یا امریکہ کے پاس تو نہیں۔ اس علاج کے لیئے آپ لوگوں کو بجٹ سے بھاری بھاری تنخواہیں دی جا رہی ہیں۔ رہا والدین کا تعاون نہ کرنا سو یہ غلط بات ہے۔ والدین کا کام ہے بچوں کے تعلیمی اخراجات پورے کرنا۔ سو وہ برداشت کرتے چلے آ رہے ہیں۔

درسِ نظامی والے مدرسوں اور درسگاہوں میں بھی تو اسی قوم کے بچّے زیرِ تعلیم ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بچّے فسادی کیوں نہیں۔ ملک کے گوشے گوشے میں کافی عربی مدارس ہیں اور بے شمار اسلامی مدارس ہیں۔ جن میں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ رات دِن رہ کر تعلیم حاصل کرتے اور مدارس کی انتظامیہ طالب علموں کے جملہ اخراجات۔ قیام وطعام۔ کتابیں۔ علاج وغیرہ برداشت کرتی ہے۔ حکومت سے مدد بھی نہیں مانگتے لیکن پھر بھی نہ طالب علموں کو تکلیف ہوتی ہے اور نہ کبھی اساتذہ تنخواہ نہ ملنے کا شکوہ کرتے ہیں اور پھر نظام ایسا کہ کبھی ہڑتال نہیں، کبھی توڑ پھوڑ نہیں یا بغاوت نہیں۔ چھٹیاں برائے نام ہیں لیکن غیر حاضری یا کلاسوں کا بائیکاٹ نہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ نتائج ہمیشہ شاندار۔ شائد ہی کوئی مدرسہ ہوگا جس کے نتائج اسی فیصد سے اوپر نہ آتے ہوں۔

ممکن ہے کسی کے ذہن میں آتا ہو کہ درسِ نظامی کا نصاب بھی اس قسم کا ہوگا کہ طالب علم فیل

نہیں ہوتے۔ میں اس مختصر سے مضمون میں درسِ نظامی کے مضامین اور کتابوں کا ذکر تو نہیں کر سکتا ہوں کہ وہ کسی مدرسہ میں جاکر حالات کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ وہاں کے طالب علموں اور اساتذہ کو کس قدر جانفشانی اور محنت سے کام کرنا پڑتا ہے۔ ابھی چند روز کی بات ہے مجھے کراچی کے ایک مدرسہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا اس کے کوائف حاضر ہیں۔ اِن سے قارئین کرام دوسرے مدارس کے حالات کے بارے میں قیاس کر سکتے ہیں۔

دار العلوم جامعہ فاروقیہ کراچی میں زیرِ تعلیم طلبہ کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہوگی جن میں کچھ مقامی بچے ہیں جو ابتدائی درجوں میں پڑھتے ہیں اور رات کو گھر چلے جاتے ہیں۔ آٹھ سو ایسے لڑکے اور نوجوان طالب علم ہیں جو مدرسہ کے دار الاقامہ ہوسٹل میں رہتے ہیں۔ انہیں کھانا۔ رہائش کتابیں اور علاج کی سہولتوں کے علاوہ نقد وظیفہ بھی مدرسہ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ آخری سال یعنی دورۂ حدیث میں پڑھنے والوں کی تعداد اسّی (۸۰) ہے۔ معلوم ہوا کہ گذشتہ سال دورہ میں ساٹھ طالب علم تھے جن میں ستاون پاس اور صرف تین فیل تھے۔ اساتذہ ۲۵ ہیں۔ کم سے کم تنخواہ ۵ صد اور زیادہ سے زیادہ تیرہ صد روپیہ ماہوار ہے۔ طالب علموں میں بنگلہ دیش۔ برما۔ بھارت افغانستان۔ ایران۔ افریقہ وغیرہ مختلف ملکوں کے باشندے شامل ہیں۔ اوقاتِ تدریس صبح آٹھ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک اور پھر اڑھائی بجے سے ساڑھے چار بجے تک ہیں۔ مغرب کے بعد تمام طلبہ رات گیارہ بجے تک مطالعہ کرتے ہیں۔ کوئی رہائشی کمرے میں نہیں جاتا۔ ایک بات جس نے مجھے حد درجہ متاثر کیا ہے وہ یہ کہ چوکیدار جو رات جاگتا ہے اس کی تنخواہ آٹھ سو روپے ہے یعنی بہت سے سینئر اساتذہ کی تنخواہ سے زیادہ۔

معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ میں کبھی تعطیل یا طلبہ کی طرف سے کسی قسم کی گڑبڑ کا کوئی واقعہ آج تک نہیں ہوا۔ آیئے اس مدرسہ (جامعہ فاروقیہ) کا مقابلہ سرکاری مدارس سے کریں۔ یہاں ایک عام ہائی سکول میں چھٹی جماعت کو انگریزی پڑھانے والے مدرس کی تنخواہ چودہ پندرہ سو سے کیا ہی کم ہو گی۔ جبکہ سکول کا ہیڈ ماسٹر اور سینیئر سٹاف کے ممبروں کی تنخواہیں تین ساڑھے تین ہزار روپے ماہوار سے کسی طرح کم نہیں ہوتیں۔ قابلیت یہ کہ یہ لوگ زیادہ سے زیادہ بی اے بی ایڈ یا ایم اے ایم ایڈ ہوتے ہیں اور اس درجے تک تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پندرہ یا سترہ سال کا عرصہ لگتا ہے۔ جبکہ درسِ نظامی کی تکمیل میں کم و بیش اٹھارہ انیس سال کا عرصہ لگتا ہے اور اس کے بعد فارغ التحصیل طلبہ کو ابتدائی درجے کا مدرس رکھا جاتا ہے جس کی تنخواہ عام مدرسوں میں تین چار سو روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتی پھر سالہا سال

تک محنت کرنے اور درجہ بدرجہ کتابیں پڑھانے کے بعد اعلیٰ مدرس بنتا ہے اور اس وقت اس کی ذمہ داریاں سرکاری سکولوں اور کالجوں کے ناظم حضرات کی نسبت کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ میں نے جس مدرسہ کا اوپر ذکر کیا ہے یعنی جامعہ فاروقیہ اس کے ناظم دارالاقامہ ساڑھے پانچ صد ماہوار تنخواہ لے رہے ہیں ان کی ذمہ داریاں اس قسم کی ہیں۔ گیارہ صد طلبہ کے امتحانات کا ریکارڈ تیار کرنا، دن کو آٹھ پیریڈز میں پانچ پیریڈز پڑھانا اور گیارہ بجے تک دارالاقامہ میں اس بات کی نگرانی کرنا کہ کوئی لڑکا غیر حاضر نہ ہو اور ضرور درس گاہ، دارالمطالعہ یا ملحقہ مسجد میں باقاعدہ مطالعہ کرے اس کے بعد بھی دارالاقامہ میں نظم وضبط کی ذمہ داری ان کے سپرد ہے۔ یہ کام اس قدر سخت اور محنت طلب ہے کہ کسی سرکاری درس گاہ میں کیا جائے تو پورے سٹاف کی ضرورت ہے۔

سالانہ امتحانات ایک تنظیم کے تحت ہوتے ہیں جو وفاق المدارس کے نام سے موسوم ہے۔ پرچے کون بناتا ہے اور جوابی کاپیاں کون دیکھتا ہے، نمبر کون لگاتا ہے اور پڑتال کون کرتا ہے۔ یہ سب کام طالب علم اور متعلقہ اساتذہ سے خفیہ رکھا جاتا ہے۔ پورے ملک میں پشاور سے کراچی تک ایک ہی روز امتحان ہوتا ہے اور ایک ہی روز نتائج کا اعلان کیا جاتا ہے۔

ان حقائق اور واقعات کے پیش نظر بیان مدعا یہ ہے کہ!

۱۔ درس نظامی کے نظام تعلیم پر سرکاری افسروں کی بالادستی کا تصور غلط ہے۔ وہ لوگ اس نظام کو نہیں چلا سکیں گے۔ اور جو ایسا سوچتا ہے اس کی سوچ غلط ہے۔

۲۔ سرکاری نصاب والی درس گاہوں کے ناظم حضرات کو عربی مدارس کے نظم وضبط کا جائزہ لے کر ملک میں ایسا نظام رائج کرنے کی کوشش کی جائے جس میں وہ تمام خوبیاں موجود ہوں جو عربی مدارس کے نظام تعلیم میں ہیں۔

آپ عربی مدارس کے مقاصد سے اختلاف نہیں کر سکتے اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا نصاب اچھا نہیں یا وقت کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ عربی مدارس اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہیں۔ ان کا جو بھی نصاب تعلیم ہے اس میں وہ باصلاحیت افراد تیار کر رہے ہیں جبکہ سرکاری مدارس اپنے مقصد کے حصول میں ناکام ہیں اور جو نصاب تعلیم رائج ہے اس کی روشنی میں باصلاحیت لوگ تیار نہیں ہو رہے۔ نقول اور ناجائز ذرائع کا سب کو اعتراف ہے اور اس کے باوجود طالب علموں کی بڑی اکثریت ہر سال فیل ہو جاتی ہے۔

ایسے ہی پنجاب کے معروف جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے کوائف ہیں۔ جو جامعہ اور ادارہ

○ احادیث کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد شریف خاں
(مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

اِسلام میں تعلیم کی اہمیت

یہ دیکھنا ہو کہ اِسلام میں علم کا کیا مقام ہے تو قرآن کریم کے بعد اس نظر سے احادیث کا مطالعہ بھی ضروری ہے احادیث کو یکجا اکٹھا کرنا قرآن کی آیات کے یکجا اکٹھا کرنے سے زیادہ مشکل ہے اس لئے چند احادیث اسلام میں علم کے مقام کو واضح کرنے کے لئے مندرجہ ذیل ہیں:

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحسد الا فی اثنین۔
رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق، و رجل اتاہ اللہ الحکمۃ
فھو یقضی بھا و یعلمھا۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد (رشک) صرف دو آدمی کے سلسلہ میں جائز ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا پھر اسے حق کی راہ میں لٹانے کی توفیق بخشی دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے حکمت عطا کی تو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔ اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیتا ہے"۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ علم کی یہ حیثیت ہے کہ اس کے رکھنے والے اور صحیح استعمال کرنے والے کے لئے دوسرے لوگوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ بھی ایسا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جب اسلام میں علم حاصل کرنے اور اس کے صحیح استعمال کا یہ مقام ہے تو اگر آج مسلمان اس میں کوتاہی کرتے ہیں تو وہ اسلام کی غلط نمائندگی کرتے ہیں اور لوگوں کے ذہن میں غلط فہمی پیدا کرتے ہیں۔

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج فی طلب العلم
فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اسوقت تک خدا کی راہ میں ہے جب تک واپس نہ آجائے"۔

اسلام میں مسلمانوں کو خدا کی راہ پر چلنے کے لئے بہت زور دیا گیا ہے اور زندگی کے کسی شعبہ میں اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے سے جُدا ہوں۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خدا کے بتائے ہوئے

راستہ پر چلے اور اس کے لئے علم کی تلاش بھی خدا کی راہ ہے۔ اور وہ اس وقت تک رہتی ہے جب تک علم حاصل کرنے والے اپنی جگہ واپس نہ آجائیں۔

وعن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جاءۃ اجلہ وھو یطلب العلم لقی اللہ ولم یکن بینہ وبین النبیین الا درجۃ النبوۃ (طبرانی فی الاوسط)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص کو اس حالت میں موت آجائے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو تو وہ اللہ سے اسی حالت میں ملے گا کہ اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف نبوت کے درجے کا فرق رہے گا۔"

اس حدیث میں جو علم کا مقام بتایا گیا ہے وہ شاید دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے اسقدر قریب درجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے یہاں علم کا درجہ بہت بڑا ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ وہ دین اور دنیا کی اتنی بڑی نعمت سے محروم ہیں!

وعن کعب ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم لیجاری بہ السفہاء او یصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخلہ اللہ فی النار (ترمذی، ابن ماجہ)

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علم اس غرض سے حاصل کیا کہ وہ اس سے علماء پر فخر کرے یا جاہلوں سے جھگڑے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے خدا اسکو دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔"

اسلام کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ نہ صرف علم کی تلاش پر زور دیتا ہے بلکہ علم کے صحیح استعمال پر بھی زور دیتا ہے اور علم جیسی اہم چیز کے غلط استعمال کے لئے دوزخ کی سزا مقرر کرتا ہے جو ایک مسلمان کے لئے سب سے زیادہ ناپسندیدہ شے ہے۔

وعن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ وان الملئکۃ لتضع اجنحتہا لطالب العلم رضا بما یصنع وان العالم لیستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء، ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما، انما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

"حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص علم کی تلاش

میں کوئی راستہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ اور فرشتے طالب علم کی خوشی کیلئے اپنے بازو بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت باقی سب تاروں پر ہے اور علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء کا ورثہ دینار ہے نہ درہم بلکہ ان کا ورثہ علم ہے۔ تو جس کسی نے اسے حاصل کیا اُس نے وافر حاصل کیا"

اسلام میں علم کے مقام کی اہمیت اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ علم کی تلاش کرنے والے کے لئے جنت حاصل کرنیکا راستہ آسان کر دیا جاتا ہے۔ طالب علموں کو علم حاصل کرنے کی کوشش کے بدلے میں فرشتوں کی طرف سے خوش آمدید ہوتی ہے اور جو لوگ علم حاصل کر لیتے ہیں ان کے لئے آسمان اور زمین میں رہنے والے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی ان کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔ عبادت کرنیوالوں سے بھی زیادہ فضیلت والا بتایا گیا ہے۔ اسلام میں انبیاء کا درجہ تمام انسانوں سے بڑا ہے اور عالم لوگوں کو اسکا وارث مان کر علم کو درجہ اولیٰ عطا کیا گیا ہے۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تعلم علما مما یبتغی به وجه الله لا یتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة یعنی ریحها۔ (احمد، ابو داؤد، ابن ماجه)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس علم کو جس سے خدا تعالیٰ کی خوشنودی طلب کی جاتی ہے محض اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس سے دُنیا کی متاع حاصل کرے اسے قیامت کے دن جنت کی خوشبو میسر نہ ہو گی"

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ علم حاصل کرنے سے انسان خدا کو خوش کرتا ہے اور جس سے خدا خوش ہو جائے اس کی قسمت پر کون رشک نہیں کرتا۔ اسلام میں کیونکہ تمام کام خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے علم جیسی چیز بھی اگر دنیا کی غرض کے لئے حاصل کی جائے تو ایسے شخص کے لئے جنت کی خوشبو تک سے محرومیت کی اطلاع دی گئی۔

وعن ابن عباس قال: ضمنی النبی صلی الله علیه وسلم الی صدره فقال اللهم علمه الحکمة وفی روایة علمه الکتاب۔ (بخاری)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا۔ خدایا اسکو حکمت عطا فرما (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) اسکو کتاب (قرآن) کا علم دے"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول خدا نے بھی علم کو بڑی اہمیت دی ہے اور جب انہوں نے حضرت ابن عباس کو دُعا دی تو یہ کہا کہ اسکو حکمت عطا فرما اور جس علم کے لئے رسول خدا نے دُعا کی وہ علم قرآن کا علم ہے "

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : افضل الصدقۃ ان یتعلم المرء المسلم علما ثم یعلمہ اخاہ المسلم۔ (ابن ماجہ)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلم شخص علم سیکھ کر اپنے دوسرے بھائی کو اس کی تعلیم دے"

ہر مسلمان اس بات سے واقف ہے کہ اسلام میں صدقے کی بڑی اہمیت ہے اور اس کام کو افضل صدقہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان خود علم سیکھ کر دوسرے مسلمان بھائی کو وہ علم سکھائے۔

وعن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل تدرون من اجود جوداً؟ قالوا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ قال اللہ اجود جوداً؟ ثم انا اجود بنی آدم واجودھم من بعدی رجل علم علما فنشرہ یاتی یوم القیامۃ امیرا وحدہ او قال اُمۃ واحدۃ۔

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ سخاوت میں کون سب سے بڑھ کر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جود و سخا میں سب سے بڑھ کر خدا ہے۔ پھر بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد جود و سخاوت میں سب سے بڑھ کر وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس کو آگے پھیلایا تو قیامت کے روز ایک امیر کی حیثیت سے اٹھایا جائیگا اور وہ جماعت کی حیثیت سے آئے گا"

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ علم پھیلانے کا کام ایک سخاوت کا کام ہے۔ اور علم پھیلانے والوں کو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کا درجہ دیا ہے اور عالم کی اس سے بڑی کیا عزت ہو سکتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنے بعد کا درجہ دیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مسلمان علم کی طرف توجہ نہ دیں تو اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ، الدنیا ملعونۃ ، وملعون مافیھا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما ومتعلما۔ (ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا دنیا اور دنیا کی ہر چیز ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر اور اس چیز کے جس کا اس سے تعلق ہو اور سوائے

عالم اور طالب علم کے "

اس حدیث سے علم کی حیثیت کا صحیح پتہ چلتا ہے جبکہ دنیا اور اس کی ہر چیز کو رسول خدا صلعم نے ملعون قرار دیا ہے۔ صرف اللہ کے ذکر اور اس چیز کے جس کا اس سے تعلق ہو اور سوائے عالم اور طالب علم خاص کے سب کو ملعون قرار دیا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم علم حاصل کرنیوالوں کو خدا کے ذکر یا کم ازکم اس کے بعد سب سے بڑا درجہ دیتے ہیں۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من نار۔ (ابوداؤد، ترمذی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص سے علم کی بات پوچھی جائے اور وہ اسکو چھپالے تو قیامت کے دن اس کے (منہ میں) آگ کی لگام دی جائے گی۔"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ علم حاصل کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اسلام میں اسکو دوسروں تک پہنچانا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی شخص علم کو دوسروں سے چھپانے کی کوشش کرے گا تو اس کی سخت سزا ہوگی۔

عن زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً فقال ذالک عند اوان ذھاب العلم قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکیف یذھب العلم ونحن نقرء القران ونقرئہ ابناءنا ویقرئہ ابناؤنا ابناءھم فقال ثکلتک امک یا زیاد ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھذہ الیھود والنصاریٰ یقرؤن التوراۃ والانجیل لایعملون بشیئ مما فیھا۔ (ابن ماجہ)

"حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خوفناک چیز کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ یہ فتنہ وفساد علم کے چلے جانے کے بعد ہوگا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول علم کیسے چلا جائے گا جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اسے اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں تمہیں کھوئے زیاد! میں تو تمہیں مدینہ کا انتہائی فہیم آدمی سمجھتا تھا۔ کیا یہ یہود اور عیسائی توریت اور انجیل نہیں پڑھتے مگر اس کے باوجود، جو کچھ ان میں ہے اسپر کچھ بھی عمل نہیں کرتے؟"

اس حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ علم کے ساتھ عمل بھی ضروری چیز ہے ورنہ اس کا کوئی معنی خیز نتیجہ نہیں ہوگا۔ قرآن اور احادیث کی روشنی میں علم کی اہمیت اسلام میں

باقی ص ۳۱ پر

خواتین قرونِ اوّل اور قبر کی فکر

مولانا عبدالرحمٰن صاحب جنسالیر کوٹوی

معاذہؓ بنتِ عبداللہ عدویہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا

تعجب ہے اس آنکھ پر جو اب محوِ خواب ہے۔ اور اسے معلوم ہے کہ قبر کی تاریکی میں عرصہ دراز تک سونا ہے! اے میری جان! مقامِ خواب تو تیرے آگے ہے۔ اگر تو اب سو گئی تو یاد رکھ قبر میں حسرت بھری نیند بہت طویل ہوگی! حضرۃ معاذہؓ اپنے نفس کو یہ سمجھاتیں اور رات بھر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتیں۔ رحمہ اللہ علیہا۔

قالت اسية بنت عمرو العدوية كانت معاذة العدوية تصلى فى كل يوم وليلة ستمائة ركعة وتقراء جزءها من الليل تقوم به وكانت تقول عجبت لعينٍ تنام وقد عرفت طول الرقاد فى ظلم القبور۔

آسیہ بنتِ عمرو العدویہ کا بیان ہے کہ معاذ العدویہ ہر دن رات میں چھ سو رکعت نماز پڑھتی تھی اور رات کے قیام میں قرأت کرتی اور کہتی تھی تعجب ہے اس آنکھ پر جو اب سوتی ہے اور اسے خبر ہے کہ قبر کے اندھیروں میں بہت طویل مدت تک سونا ہے۔

الحكم بن سنان الباهلى قال حدثتنى امرأة كانت تخدم معاذة العدوية قالت كانت تحى الليل صلوة فاذا غلبها النوم قامت فجالت فى الدار وهى تقول ـ يانفس النوم امامك لو قد مت لطالت رقدتك فى القبر على حسرة او سرور قالت فهى كذالك حتى تصبح۔ (عالم برزخ)

الحکم بن سنان الباہلی کہتے ہیں کہ مجھے اس خاتون نے جو معاذۃ العدویہ کی خادمہ تھی بتایا کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے ساری رات جاگتیں اور اگر نیند غالب آنے لگتی تو صحن میں گھومنے لگتیں اور یہ کہتیں اے میری جان! نیند تو تیرے آگے ہے۔ اگر تو اب سو گئی تو پھر قبر میں حسرت بھری نیند بہت طویل ہوگی۔ اور اسی کیفیت میں صبح ہو جاتی۔ (اہلحدیث)

بقیہ: ہماری درسگاہیں

والے پور ضلع جالندھر سے منتقل ہو کر منٹگمری آیا تھا۔ آج وہ ملک و ملت کا عظیم دار العلوم ہے۔ جس کے حالات بھی جامعہ فاروقیہ کی طرح ترقی پذیر ہیں اور قابلِ تذکرہ ہیں۔ کبھی دوسرے موقع میں جامعہ محمدیہ پر بھی لکھا جائے گا۔

حالات کا نیا رُخ

اور علماء دین کی ذمہ داری

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا ایک خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا ۚ فمنھم ظالم لنفسہ ۚ ومنھم مقتصد ۚ ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ۚ ذٰلک ھو الفضل الکبیر ۝ (سورۃ فاطر ۳۲)

ترجمہ: پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔ تو کچھ ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ خدا کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں۔ یہی بڑا فضل ہے۔

عزیزو اور بھائیو! دین ہو، آسمانی تعلیمات ہوں، کوئی دعوت یا اعلیٰ سے اعلیٰ اصول ہوں ان میں سے کوئی چیز خلاء میں نہیں رہ سکتی۔ اگر اس تعلیم و دعوت کے ساتھ انسانی زندگیاں، ان کے حاملین اور زندہ اور عملی پیکر نہ ہوں تو ان کا تسلسل قائم نہیں رہتا۔ ادیان سماوی کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے اور اخلاقی تعلیمات کی تاریخ بھی اسی کی شہادت دیتی ہے۔ اگر ایسا ممکن ہوتا اور سنتِ الٰہی اور فطرت انسانی اس کی اجازت دیتی تو پھر اتنا کافی تھا کہ آسمان سے صحیفے آجاتے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیئے جاتے اور اعلان کر دیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے اترے ہوئے صحیفے اور آسمانی کتابیں آگئی ہیں۔ وہ فلاں جگہ محفوظ ہیں جس کا دل چاہے جائے لے آئے اور عمل کرے لیکن پہلے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو پیدا کرتا ہے پھر ان کی بعثت ہوتی ہے۔ ان پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور اس کا پہلا نمونہ وہ خود ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، حیات طیبہ اور اخلاق و شمائل کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا: کان خلقہ القرآن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھنا ہو تو قرآن مجید پڑھ لو اور دیکھ لو۔) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی معاملہ اور مزید انعام یہ تھا کہ (حضرت شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ میں) آپ کی بعثت "بعثتِ مقرونہ" (دوہری بعثت) تھی۔ یعنی آپ انسانوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور آپ کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانے اور ان کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک پوری امت کی بعثت عمل میں آئی تھی۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ تنہا امت مسلمہ کے لئے بعثت یا اس کے ہم معنی اور مرادف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ فرمایا گیا:

وکذٰلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخرالزماں) تم پر گواہ بنیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ"

ترجمہ: مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر یقین رکھتے ہو"

اس سے زیادہ صاف الفاظ حدیث میں آئے ہیں۔ مسلمانوں کو خطاب کرکے فرمایا گیا:

انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین

"تم آسانی پیدا کرنے کے لئے پیدا اور مقرر کئے گئے ہو، مشکلات پیدا کرنے کے لئے نہیں"

صحابہ کرامؓ نے بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ آپکو یاد ہوگا کہ جب رستم سپہ سالار افواج ایران نے حضرت ربعی ابن عامر سے جو مسلمانوں کے نمائندہ سفیر بن کر آئے تھے پوچھا کہ تم کیسے آئے ما الذی جاء بکم؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے زبان نبوت ہی کے الفاظ استعمال کئے۔ انہوں نے کہا:

اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادۃ العباد الیٰ عبادۃ اللہ وحدہ

"اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ حکم الٰہی سے اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کی بندگی میں داخل کریں"

اس سے آپ سمجھ لیجئے کہ کوئی دین خلا میں نہیں رہ سکتا۔ دین سے پہلے نبی کی شرط ہے پھر نبی کیساتھ امت کی شرط ہے انکے اصحاب و تربیت یافتہ نفوس کی شرط ہے جس کا بہترین نمونہ آپ کو سیرت نبوی میں ملتا ہے اس کے بعد یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہنا چاہیئے۔

میں نے آپ کے سامنے جو آیت پڑھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریث یعنی نائبین انبیاء اور حاملین کتاب کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی طرح وارثین انبیاء اس امانت کے حاملوں اور دین کے نمائندوں کی بڑی ذمہ داری ہے اس دین کے بارے میں بھی اپنے ماحول و معاشرے اور اپنے ملک کے بارے میں بھی اور پوری انسانیت کے بارے میں بھی جس کی قسمت دین صحیح اور آسمانی تعلیمات سے وابستہ ہے اسی حقیقت کو ایک حدیث میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین۔

(مشکوٰۃ ص۳۶ فصل ثانی روایت از بیہقی)

ترجمہ: اس علم کے ہر نسل میں ایسے عادل و متقی حامل و وارث ہوں گے جو اس دین سے غلو پسند لوگوں کی تحریف اہل باطل کے غلط انتساب و دعوے اور جاہلوں کی دور از کار تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔

وارثین کتاب نائبین انبیاء اور عام فہم الفاظ میں "علماءِ دین" کی یہ اتنی بڑی ذمہ داری اور اتنا نازک مسئلہ ہے کہ اگر

اس کا صحیح طور پر ادراک ہو تو جن لوگوں کو اللہ نے یہ شرف عطا فرمایا ہے اور ان کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے۔ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، راتوں کی نیند اڑ جائے اور کھانے پینے کی لذت ختم ہو جائے اور ان کا سکون ہمیشہ کے لئے جاتا رہے۔ دراصل حاملین و شارحین دین ہی کی سیرت و اخلاق پر عوام کی دین سے وابستگی، اس سے عقیدت اسپر اعتماد اور صحیح عقائد و مسلک کے بقاء کا انحصار ہے۔ ان کی ذراسی غلطی کیا اثر پیدا کر سکتی ہے۔ ان کی اخلاقی کمزوری کردار کی پستی، دنیا طلبی، دولت پرستی، قوت و اقتدار کی تقدیس، خواہشاتِ نفس اور ذاتی مفادات کے سامنے سپر اندازی، تفرقہ اندازی اور انتشار پسندی پورے معاشرے پر کیا اثر ڈالتی ہے اور اس عہد و ملک کی پوری نسل کو کس طرح متزلزل و متاثر کر دیتی ہے اگر اس کا صحیح ادراک ہو تو ہمارے مدارس کے بام و در ہی نہیں مساجد کے محراب و منبر بھی کانپنے لگیں۔ مشہور حدیث صحیح سے بڑھ کر کوئی اس حقیقت کی عکاسی و مصوری نہیں کر سکتا۔ فرمایا گیا؛

الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب

ترجمہ: یاد رکھو! جسم انسان میں ایک مضغۂ گوشت ایسا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو پورے جسم کا نظام درست دیگا اور اگر بگڑ جائے تو پورے جسم کا نظام بگڑ جائے گا خبردار رہیو وہ مضغۂ گوشت دل ہے۔"

علماء و خواص کی حیثیت ملت و معاشرے میں بالکل وہی ہے جو قلب کی جسم انسانی میں ہے اور ان کے فساد واختلال اور ان کے صلاح و اعتدال کا وہی اثر پوری ملت و معاشرے پر پڑتا ہے جو قلب کے صلاح و فساد کا پورے جسم انسانی پر پڑتا ہے۔

عزیزو اور رفیقو! یہ ذمہ داری کسی ایک جماعت یا کسی مخصوص ادارے کی نہیں یہ پوری صاحب علم جماعت کی ذمہ داری ہے۔ وارثین کتاب کے اخلاق پر جب انحطاط آئیگا جب ان کے اندر دنیا پرستی آجائے گی۔ جب ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کیساتھ کمزور پڑ جائے گا جب وہ ان حدود سے بھی تجاوز کرنے لگیں گے جن حدود سے عوام کو بھی آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ تو پھر پورے معاشرے اور پورے ماحول میں فساد ہی نہیں بلکہ تعفن اور سڑاہند پیدا ہو جاتی کہ دین کا مستقبل وابستہ ہے اہل دین و اہل علم سے اور کسی ملک سے اور اس ملک کی آبادی کا اخلاقی، انسانی اور دینی مستقبل وابستہ ہے۔ دین کے شارحین اور دین کے نمائندوں سے اب دین کے نمائندوں میں کوئی کمزوری پیدا ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت عوام کے دین کیساتھ تعلق کو کمزور ہونے سے بچا نہیں سکتی نہ کوئی حکمت نہ کوئی ذہانت نہ کوئی خطابت نہ کوئی سیاست۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اسلامی حکومت بھی یہ بات طے کر لے کہ معاشرے اور اس ماحول میں فساد پیدا نہ ہونے پائے اور اس کا رشتہ دین سے کمزور نہ ہونے پائے تو وہ بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ بیبات بالکل ایسی ہے کہ جہاز کی رفتار کو کنٹرول کرنیوالی اور اس کا رخ متعین کرنیوالی ایک چھوٹی سی مشین ہوتی ہے معمولی سا پرزہ ہوتا ہے مگر بال برابر بھی اس کی سوئی اپنی جگہ سے کھسک جائے تو جہاز سینکڑوں میل کے حساب سے اپنی منزل مقصود سے

ہوجاتا ہے۔ علماء کی جماعت در حقیقت ملت وانسانیت کے لئے "قطب نما" ہے جس سے قبلہ کی سمت متعین ہوتی ہے اس لئے اس کا صحیح اور سچا رہنا اور اپنا کام کرتے رہنا ضروری ہے۔ اگر علماء کا تعلق اللہ کے ساتھ درست ہے اگر ان کے اندر اخلاص واخلاق پایا جاتا ہو وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں مستعد اور سرگرم ہیں اور ان اعلیٰ صفات سے متصف ہیں جو کسی درجہ میں نائبین انبیاء اور وارثین کتاب میں پائی جانی چاہئیں تو کم سے کم اس ملک میں دین کا مستقبل محفوظ ہے لیکن اگر یہ نہیں ہے تو پھر دنیا کی کوئی تدبیر اس ملک میں دین کو بچا نہیں سکتی۔

اندلس (اسپین) پر بڑا تحقیقی کام ہوا ہے۔ اسلام کے وہاں سے بالکل جلاوطن ہوجانے کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی (خدا کرے اب قیامت تک نہ ملے اور مسلمانوں کو پھر کوئی ایسا حادثہ پیش نہ آئے) یہ وہ بدقسمت ملک ہے جس کو اسلام کی دولت سے بالکل محروم کر دیا گیا۔ اس کے اسباب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بڑی بصیرت افروز کتابیں موجود ہیں۔ مجھے خود بھی خدا نے اس ملک کی زیارت وسیاحت کا موقع دیا لیکن ابھی تک اس نقطۂ نظر سے تحقیقی کام ہوا ہے کہ وہاں کے حکمرانوں سے کیا غلطیاں ہوئیں، وہاں کونسی سیاسی بے تدبیری اور بے دانشی عمل میں آئی؟ مؤرخین ومصنفین نے اس کی زیادہ تر ذمہ داری حکمرانوں کے اختلاف اور شمالی اور جنوبی عربوں (عدنانیوں اور قحطانیوں یا یمنیوں اور حجازیوں) کی آویزش ورقابت پر ڈالی ہے لیکن ایک پہلو ایسا ہے جو ابھی تک تشنۂ تحقیق ہے اور اس پر کام نہیں ہوا ہے وہ یہ کہ وہاں کے علماء سے کیا غلطیاں ہوئیں؟ انہوں نے کیا کمزوری دکھائی؟ ان کے اندر کیا اخلاقی انحطاط، دنیا طلبی اور انتشار واختلاف کی بیماری پیدا ہوگئی تھی جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت ہندوستان بھی ایک نازک مرحلہ پر آگیا ہے گویا کاتب تقدیر منتظر ہے کہ وہ کیا لکھے؟ اس وقت اگر یہاں بھی علماء نے اپنے کو نہ سنبھالا اور اخلاقی، روحانی، علمی وذہنی چاروں راستوں سے اپنی بلندی اپنا امتیاز اور اپنی افادیت وضرورت ثابت نہ کی تو اندیشہ ہے کہ پورے دین اور پوری ملت پر زوال نہ آجائے۔ بعض مرتبہ محدود اور بظاہر معمولی اخلاقی کمزوریاں اور اختلافات اتنے مہیب نتائج کا باعث بن جاتے ہیں جن کا تصور بھی مشکل ہے بعض اوقات وہ پوری سلطنت اور اس ملک میں پوری ملت کو زوال یا شدید آزمائش یا کشمکش میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

علماء کی اخلاقی بلندی اسکے بعد روحانی وباطنی اور اس کے بعد علمی وذہنی استقامت وبلندی دین کی بقاء وتسلسل اور دین کے وقار واعتماد کے باقی رہنے کے لئے ضروری ہے۔ ایسے موقع پر ایک لمحہ، مہینہ اور سال کے برابر ہوتا ہے اور ایک سانس ایک عمر کے برابر۔ اس وقت اگر علماء اور علوم دینیہ کے حاملین نے اپنے کو نہ سنبھالا، انہوں نے اپنی اخلاقی بلندی اپنی بے غرضی، اپنی خدا پرستی کا جس کے اندر نفاق نہ ہو ثبوت نہ دیا تو سخت خطرہ ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ بعض اوقات بعض مباحات کے استعمال میں احتیاط برتتے ہیں کہ یہ ہماری وضع کے خلاف ہے لیکن بے تکلف ایک مسلمان کی پردہ دری کرینگے افساد ذات البین اور تفریق بین المسلمین میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ انہیں کوئی حرج نہیں کہ وہ ذمہ داروں کو ایک دوسرے

سے اڑادیں، کسی ادارے کی اینٹ سے اینٹ بجادیں۔ جن چیزوں کی حرمت منصوص ہے مثلاً غیبت، چغل خوری اتہام، دروغ بافی وہ ہماری مجلسوں میں دن رات ہوگی۔

یہ کیا ہے؟ یہ ظاہرداری خدا کے ہاں نہیں چلتی۔ وہ عالم السرائر و عالم الغیب ہے۔ وہ ظاہر سے دھوکہ نہیں کھاتا، خیانت حرام، کام چوری حرام، پیسہ لینا اور کام نہ کرنا حرام۔ مسلمان کی توہین اور عالم کی تذلیل حرام۔ بے تحقیق و بے ثبوت بات کہنا یا سن کر اسکو فوراً مان لینا اور اس کی اشاعت کرنا حرام۔ حدیث میں آتا ہے:

کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع۔

"انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ اسکے کان میں پڑے وہ اسکا چرچا کرنا شروع کر دے"۔

قرآن مجید میں آگاہی دی گئی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا۔

"مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔"

یہ سب منصوصات قطعی ہیں لیکن ہمارے صحیفۂ اخلاق اور ہمارے اصول و ضوابط میں ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہمیں انہی مراتب کیساتھ اور اس ترتیب و تناسب کیساتھ جو خدا اور اس کے رسول نے قائم کی ہے شریعت کے احکام اور دین کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیئے۔ محرمات، مکروہات، مستحبات اور مباحات سب کا درجہ الگ الگ ہے۔ ہم ایک عرفی دین کے پابند ہو گئے ہیں اور جو چیزیں ہمارے عرف میں ناپسندیدہ اور قابل نفرت نہیں ہیں ہم بے تکلف ان چیزوں کا ارتکاب کر لیتے ہیں جن سے بعض اوقات پوری ملت کو نقصان پہنچتا ہے جن سے اداروں کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی ہے جن سے ایک متحد اور ہم مسلک جماعت میں سخت انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے ان تمام مقاصد اور پورے مسلک کو نقصان پہنچتا ہے جن کی یہ جماعت حامل اور داعی اور ان کی ایک علامت بن گئی ہے۔ یہ عمارت جو آپ دیکھ رہے ہیں ایک تناسب پر قائم ہے۔ اگر یہ تناسب ختم کر دیا جائے تو یہ عمارت قائم نہیں رہ سکتی دین کا ایوان بھی خاص تناسب پر قائم ہے وہ بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دوستو اور عزیزو! یاد رکھئے کہ ایسے نازک وقت پر اگر کوئی چیز فوری طور پر زوال سے بچا سکتی ہے تو وہ بلند و بالا شخصیتیں ہیں۔ دیکھئے دسویں صدی ہجری میں ہندوستان کا علمی و دینی حلقہ اخلاقی طور پر مریض ہو گیا تھا اور اس کا اثر یہ پڑ رہا تھا کہ ہندوستان میں دین کا مستقبل نہ صرف خطرے میں پڑ گیا تھا بلکہ صاف نظر آ رہا تھا کہ ہندوستان کا رُخ کر از کم ذہنی اور تہذیبی ارتداد کی طرف ہے۔ درباری علماء کا نمونہ کیا تھا؟ اسکو ملّا مبارک اور ابوالفضل و فیضی کی سیرت و کردار کے مرقع میں دیکھئے۔ زیادہ علماء کے نام نہیں لیتا کہ تاریخ کا سو فیصدی اعتبار نہیں۔ لیکن اس زمانے کے صدر الصدور اور مخدوم الملک بھی اخلاقی انحطاط کا شکار نظر آتے ہیں۔ ان کی جاہ پرستی، دولت اندوزی آپس میں حسد و رقابت اور

عزت و اقتدار کے لئے کشمکش کی شہادتیں تاریخ سے ملتی ہیں۔ ابوالفضل و فیضی کے کردار کے متعلق جو انہوں نے دربار اکبری اور حکومت وقت میں ادا کیا تنہا ملا عبدالقادر بدایونی کی تحریروں پر اعتماد کر کے نہیں کہتا، اسکی تو ثیق خود ابوالفضل کی تحریروں سے ہوتی ہے۔ اس وقت اچانک ایک شخصیت نمودار ہوتی ہے جس کا نام نامی شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانیؒ) ہے وہ آئے اور انہوں نے کچھ آدمیوں کو تیار کیا جو اس اخلاقی اور انسانی سطح سے بلند تھے جس پر عام طور پر سرکاری یا درباری علماء نظر آتے تھے اور ایکدم فضا بدل گئی؛ ع جہاں نے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہ ہے۔

اگر ہمارے ملک کے دینی حلقہ نے بھی جلد کچھ نمونے پیش نہ کئے اگر جلد پھر ہندوستان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ. شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ یا ان سے کسی درجہ میں نسبت رکھنے والی شخصیت پیدا نہ کی تو یاد رکھئے کہ یہاں ہندوستان میں علماء ہی کا وقار نہیں دین و علم کا وقار اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر ملت اسلامی کا وقار بھی خطرے میں پڑجائیگا اور ان دینی اداروں اور مدارس کی افادیت و ضرورت بھی مشکوک ہو جائے گی۔ جو اسی طبقہ کے افراد پیدا کرنے اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ ان حضرات اور ان کے اسلاف کے ضبط و تحمل اور انکی خودداری و خدا اعتمادی، ان کی تعاون علی البر والتقویٰ کی صلاحیت ان کی ملت کے اجتماعی کاموں میں اپنی بے نفسی کا مظاہرہ ان کی عالی ظرفی بلند نظری اور فراخدلی اور اپنے ہم مسلک ہی نہیں اپنے مخالفین تک کے کمالات اور محاسن کے اعتراف کی جرأت و توفیق ان کا استغناء اہل دولت سے بے خوفی، بے نیازی اور کنارہ کشی ان کی اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مستعدی و سرگرمی ان کی زاہدانہ و مستغنیانہ زندگی ان کا ملت کے لئے حقیقی درد و کرب۔ یہی وہ صفات ہیں جنہوں نے پہلے بھی ان جماعتوں اور اداروں میں زندگی کی روح پھونکدی تھی اور زندہ رہنے کا استحقاق پیدا کر دیا تھا اور یہی صفات آج بھی صرف ان اداروں ہی کو نہیں پوری ملت کو زوال سے بچا سکتی ہیں۔ مدارس کے فضلاء، اساتذہ اور طلبہ کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اپنے اخلاق و سیرت و کردار میں بھی ممتاز ہوں اخلاص و تعلق مع اللہ میں بھی کھلا ہوا امتیاز رکھتے ہوں اور ان کی علمی و فکری سطح بھی بلند ہو۔ و مسائل حاضرہ کو بھی سمجھتے ہوں اور ان کے حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں، انکا مطالعہ بھی وسیع ہو اور وہ عصر حاضر کی زبان اور اسلوب پر بھی قدرت رکھتے ہوں اور جدید ذہن کی ساخت و مشکلات کو بھی سمجھتے ہوں۔ اس مجموعی اخلاقی، روحانی، علمی و فکری بلندی و امتیاز کے بغیر وہ اس عہد انقلاب اور اس دور فتن میں جس میں خود ہماری کمزوریاں اور جدید واقعات نے علماء دین کے وقار کو مزید مجروح اور دین اور علم پر اعتماد کو مزید متزلزل کر دیا ہے۔ نیابت انبیاء اور وارثین کتاب کی ذمہ داری ادا نہیں کر سکتے۔ ذمہ داری پچھلے عہد سے بھی بڑھ گئی ہے۔ یہ کسی ایک جماعت علماء کسی ایک ادارے یا مدرسہ کا مسئلہ نہیں اس ملک میں دین و علم کے مستقبل اور ملت کے دین پر اعتماد اور شریعت و علوم دین سے ارتباط کا مسئلہ ہے۔ خدا کرے ہم اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور اسکو ادا کرنے کی مخلصانہ اور سرفروشانہ کوشش میں لگ جائیں۔　　(الفرقان لکھنؤ)

قوی تعلق باللہ

تحریر: جناب محمد انور قریشی صاحب

ہم دنیا میں لوگوں سے مضبوط تعلق اور قریبی تعلقات بنانے کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اعلیٰ حکام اور امراء سے جسقدر زیادہ قریبی تعلق ہوگا اتنا ہی زیادہ فائدہ ہے۔ ہم انکو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم ان سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب اقتدار بڑا احسان کرے تو ہم انکے بار بار شکر گزار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی نازیبا حرکت، نافرمانی یا غلطی ہو جائے تو ہم جلد از جلد معافی مانگتے ہیں تاکہ باہمی تعلقات متاثر نہ ہوں۔ ہم بعض احباب سے قریبی دوستانہ روابط بھی رکھتے ہیں تاکہ وقت ضرورت ان کی مدد حاصل کریں۔ یہ بات تو انفرادی تھی اجتماعی سطح پر ہماری خواہش ہوتی ہے کہ ہم عالمی، برادری اور اسلامی دنیا میں اپنے وقار کو بلند رکھنے کے لیئے زیادہ سے زیادہ ممالک سے روابط بڑھائیں اور خوشگوار تعلقات مستحکم کریں، تاکہ اپنے ملک کے لیئے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کریں۔ یہی انسانی فطرت ہے اور یہی انسانی خاصہ ہے۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حاکم جسقدر اعلیٰ منصب پر فائز اور با اختیار ہوگا اسی قدر اس سے زیادہ فیض ہوگا۔ جس شخص کے تعلقات اعلیٰ حاکم سے ہوتے ہیں وہ ادنیٰ حاکم کی پرواہ نہیں کرتا مثلاً جس کے تعلقات ایس۔ پی سے ہوں وہ تھانیدار کی پرواہ نہیں کرے گا اور جس کی دوستی ڈپٹی کمشنر سے ہو وہ ماتحت افسروں سے بے نیاز رہے گا اور جو مال افسر سے تعلقات رکھتا ہے وہ پٹواری کو خاطر میں نہیں لائے گا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قوی تعلقات کے سبب انسان کو محفوظ سمجھتا ہے اور اس کے دل میں خود اعتمادی، بے فکری اور سکون ہوتا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ شہنشاہ کائنات سے ہمارے تعلقات مضبوط اور قریبی نہیں ہیں بلکہ کمزور اور نہ ہونے کے برابر ہیں۔ حالانکہ ہم نے کلمہ پڑھ کر سب سے تعلق توڑنے (لَآ اِلٰہَ) اور صرف اللہ سے مضبوط تعلق جوڑنے (اِلَّا اللّٰہُ) کا عہد کیا ہے۔ اولیاء کرام جو اللہ سے مضبوط تعلق جوڑنے والے ہیں وہ نایاب نہیں تو بے حد کم ہو رہے ہیں اور اکثر ہمارا تعلق باللہ سے غافل ہیں، وہ اکثر راتوں کو تہجد کے نوافل نہیں پڑھتے، ذکر اذکار

نہیں کرتے اور عجز و محبت کے آنسو نہیں بہاتے۔ اُن کا اللہ سے تعلق کم ہے اور سیاست سے زیادہ ہے جس کا انہیں کوئی تجربہ نہیں ہے: دنیا داروں کی طرح کئی زعماء بھی مادیت کے اندھیروں میں گھر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق، رازق اور شہنشاہِ کائنات ہیں، وہ سبب الاسباب اور حاجت روا ہیں۔ وہ قادرِ مطلق ہیں۔ کن کا حکم دیتے ہیں تو فیکون ہو جاتا ہے۔ وہ رحیم و کریم، مولا اور والی ہیں۔ وہ قسمت بنانے والے اور زندگیوں کو خوشحال کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں، اگر وہ عطا کرنا چاہیں تو کوئی روک نہیں سکتا اگر وہ محروم کر دیں، تو دنیا کی کوئی طاقت عطا نہیں کر سکتی۔ اس لیئے صدرِ مملکت ہو، سیاسی رہنما یا عالمِ دین سب ہی کو اللہ تعالیٰ سے مضبوط اور قریبی تعلق بنانا لازم ہے۔ زمانہ سلف کے حاکم تعلق باللہ سے ہی راتوں کو احکام لیتے تھے اور دن کو نافذ کرتے تھے۔ اسلامی انقلاب لانے کا یہی طریقہ ہے۔

قوی تعلق باللہ سے رحمت اور فضل کا نزول ہوتا ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے تھامنے یعنی مضبوط تعلق بنانے کا حکم بار بار آیا ہے۔ یہی مسلمان کا نصب العین ہے۔ یہی اسلامی زندگی ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے وہی ملک و ملت کی کامیابی اور استحکام کی بنیاد ہے اور اسی سے مسلمان اللہ کی رحمت اور فضل میں داخل ہوتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے :۔

" اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے " برہان " پہنچ چکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس واضح " نور " بھیجا ہے "

" پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑا تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت جلد اپنی رحمت میں اور فضل میں داخل کریں گے " نسا (۴)

قرآن کریم میں ارشاد ہے واعتصموا باللہ یعنی اللہ کو مضبوط پکڑو۔

اعتصام مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی کو ہاتھ سے مضبوط پکڑ لینا جیسے کوئی ڈوبتا ہوا انسان اپنے بچاؤ کے لیئے کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑتا ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں " برہان " سے مراد رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے اور " نور " سے مراد قرآن حکیم ہے جو انسانوں کی رہنمائی کے لیئے بھیجا گیا ہے۔ ایمان والوں کے لیئے خوشخبری ہے کہ مضبوط تعلق بنانے سے اللہ تعالیٰ انکو اپنی رحمت اور فضل سے مالا مال کر دیں گے، نعمتوں سے نوازیں گے، درجات بلند کریں گے اور ایسے راستہ پر گامزن کر دیں گے جس سے اس دنیا میں کامیابی، خوشحالی، سرفرازی سربلندی اور آخرت میں جنت یقیناً ملے گی۔ مومن مضبوط تعلق باللہ سے صراطِ مستقیم پر قائم رہتا ہے جو خالق کا تشکیل کردہ اور سیدھا سا راستہ ہے۔ نہ اس میں کچے راستہ کی طرح گڑھے ہیں اور نہ یہ پہاڑی راستوں کی طرح ناہموار اور دشوار ہے، نہ غاروں کی طرح اندھیرا چھایا ہے کہ راستہ نظر نہ آئے۔ بلکہ پختہ ہموار اور روشن راستہ ہے جس پر

مومن اپنی زندگی کا سفر بے خوف وخطر طے کرکے منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ کافر کفر کے گہرے اندھیرے میں ہے پھر اس پر فسق وفجور کے پردے ہیں۔ وہ ایمان کے نور سے محروم ہے اس لیے دل کا اندھا ہے اور سیدھا راستہ نہیں پا سکتا۔ اللہ سے کمزور تعلق والا مسلمان بھی شکوک وشبہات، جہالت اور مادیت کے اندھیروں میں گھرا ہوا ہے۔ اس لیے راستہ بھٹکتا رہتا ہے۔ مضبوط تعلق باللہ ہی صراطِ مستقیم اور اسلامی انقلاب کا ضامن ہے۔

قوی تعلق باللہ کے لیے عظمت کو پہچاننا ضروری ہے

مضبوط تعلق باللہ کے متعلق سورہ حج کے آخری رکوع میں رب العزت کے کئی ارشاد ہیں جو درج ذیل ہیں۔

" ان لوگوں نے اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننا چاہیئے تھا اور یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست قوت والے اور سب پر غالب ہیں۔" ۞

افسوس ہے کہ ہم دنیوی حاکموں کے اختیارات کو جانتے ہیں اور ان سے مرعوب ہیں مگر اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین اور زبردست قوت والے ہیں ان کی عظمت کو نہیں پہچانا۔ اللہ کی عظمت کو پہچاننے سے اسلامی انقلاب کا جذبہ اور ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے۔ ہمارا سرِ تسلیم خم ہوتا ہے۔ اور دل میں اللہ کی ناراضگی اور پکڑ کا خوف رہتا ہے۔

مضبوط تعلق کے لیے عبادت اور نیک اعمال ضروری ہیں

دین ہو یا دنیا مسلمان کی فلاح کے لیے عبادت اور نیک اعمال لازم ہیں۔ اس دور میں ہم عبادت سے غافل اور بے پرواہ ہیں اور عبادت کو غیر ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ اس کائنات کا فرضِ منصبی اور عمل عبادت ہی ہے۔ عبادت کا کوئی بدل نہیں ہے۔ اصلاحِ نفس اور باطنی انقلاب کے لیے عبادت لازم ہے سورہ حج کے آخری رکوع میں ارشادِ رب العزت ہے۔

" اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک اعمال بھی کیا کرو، تاکہ فلاح پاؤ۔" ۞

اگر عبادت مقصود نہ ہوتی تو اس کائنات کو پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ ہم عبادت سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اپنے عجز اور عبدیت کا اظہار کرتے ہیں۔ نماز میں ہاتھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں پھر رکوع میں جھک جاتے ہیں اور پھر کھڑے ہونے کے بعد جلد ہی مزید جذبہ عجز میں سرشار سجدہ میں گر کر انتہائی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں۔ نماز میں یہ رکوع اور سجدے بار بار ہوتے ہیں تاکہ تعلق باللہ مضبوط سے مضبوط تر ہو جائے۔ عبادت کے ساتھ نیک اعمال، لوگوں کا اکرام و احترام اور حقوق کی ادائیگی بھی مسلمان کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ ارشادِ رب العزت ہے

(۱) " اور نہیں پیدا کیا جن اور انسانوں کو مگر عبادت کے لیے۔" ۞

(۳) "اللہ کی تسبیح کرتے ہیں سب کے سب جو بھی آسمانوں میں ہیں اور جو بھی زمین میں ہیں اور وہ زبردست حکمت والے ہیں۔" (۱) حدید

اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام کے لیئے جدوجہد

سورۂ حج کے آخری رکوع میں یہ بھی ارشاد ہے۔

○ "اور اللہ کی راہ میں خوب جدوجہد کرو جیسا کہ جدوجہد کرنے کا حق ہے۔" (۷۸)

اسلامی مملکت دین سے بے تعلق نہیں رہ سکتی اس لیئے اسلامی نظام کو عملاً قائم و دائم رکھنے کے لیئے مجاہدہ ضروری ہے۔ مجاہدہ میں زبانی، قلمی، مالی اور بدنی ہر قسم کی کوششیں شامل ہیں۔ اس میں نفس کے جہاد کے ساتھ شیطان کے ساتھ جہاد، باطل قوتوں اور کفار کے ساتھ جہاد تمام کے تمام شامل ہیں۔ اسلامی انقلاب و نظام کے لیئے مجاہد بننا اور مستعد رہنا ضروری ہے۔ مشکلات کا سامنا کرنے کے لیئے اعلیٰ جذبہ، عزم اور استقلال بھی ہو۔

تجارت ہو، زراعت ہو یا ملازمت ہم جانتے ہیں کہ بغیر کوشش اور محنت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر دین کے متعلق ہمارا نظریہ اس سے مختلف ہے اور یہیں سے گمراہی کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دینی امور کے لیئے پلاننگ، تدبیر اور محنت کی ضرورت نہیں ہے جبکہ ہم ملکی ترقی کے لیئے پانچ سالہ اور دس سالہ منصوبے بناتے ہیں اور اربوں روپیہ خرچ کرتے ہیں مگر تبلیغ دین، اصلاح معاشرہ، کیمونزم سوشلزم اور عیسائیت کے سدباب کے لیئے کچھ نہیں کرتے۔ حکومت اور دینی جماعتیں اسلامی انقلاب لانے کے لیئے منصوبہ بندی کیوں نہیں کرتیں اور ٹھوس پروگرام کیوں نہیں بناتی ہیں؟

ارشادِ رب العزت ہے:۔

"انسان کو کچھ نہیں ملتا جب تک وہ اس کے لیئے محنت نہ کرے۔" (۳۹) النجم

اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیئے سست رفتاری اور آرام طلبی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لیئے نوجوانوں کو پیش پیش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں اعلیٰ درجے کی گرمجوشی پائی جاتی ہے۔ بڑوں کی رہنمائی اور نوجوانوں کے جذبہ عمل سے عظیم قوت پیدا ہوتی ہے۔ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

"اللہ تعالیٰ نوجوانوں سے کشتی پر نصرت کرتے ہیں۔"

دین کے احکام میں سختی نہیں ہے

اس کے بعد سورہ حج میں ارشادِ رب العزت ہے:۔

" اس نے تم کو دوسری اُمتوں سے ممتاز فرمایا اور تمہیں دین کے احکام میں کسی قسم کی سختی نہیں ہے۔" (۷۸)

اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدی کو برگزیدہ بنایا ہے، اس کو تمام اُمتوں پر شرافت، کرامت، عزت

اور بزرگی عطا فرمائی ہے اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور اطہر شخصیت سے نوازا ہے چنانچہ برگزیدہ اُمت کا اعزاز پانے کی وجہ سے ہمارا تعلق باللہ بہت مضبوط اور قرب والا ہونا چاہیئے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمیں اعلیٰ فرض منصبی ادا کرنا ہے ، مشرق اور مغرب کے چار سو کروڑ انسانوں کو دین پہنچانا ہے اور تمام دنیا میں کلمۃ الحق کو بلند کرنا ہے ۔ کیا یہ عظیم ذمہ داری تعلق باللہ اور اسلامی انقلاب اور اعلیٰ کردار کے بغیر ممکن ہے ؟

مگر اس عزت افزائی کے باوجود اسلام کے احکام سختی پر مبنی نہیں ہیں جو ہمارے بس کے نہ ہوں اور جو ہم بجا نہ لاسکیں ۔ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے ۔

" میں آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں "

اور جب آپؐ نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰؓ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو فرمایا تھا ۔ " خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا ، آسانی کرنا سختی نہ کرنا " دین میں دشواری نہیں ہے ۔ مگر محکم تعلق باللہ اور محنت کی ضرورت ہے ۔ زبانی کلامی ایمان لانا ، ہمہ وقت حصول رزق ، دولت ، اقتدار اور جاہ کے لیئے معروف رہنا ، اور نفسانی و سیاسی مصلحتوں کے غلام بنے رہنا امتِ محمدیؐ کے شان شایاں نہیں ہے ۔

مضبوط تعلق باللہ نماز اور زکوٰۃ کی طرح لازم ہے

سورہ حج کے آخر میں ارشادِ رب العزت ہے ۔ " پس نماز کی پابندی کرو اور زکواۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو ۔ وہی تمہارا دوست و کارساز ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے " (۲۵)

اس آیت میں اللہ نے نماز اور زکواۃ کے اہم فرائض کے ساتھ ساتھ اللہ کو مضبوط پکڑنے یعنی محکم تعلق قائم رکھنے کا حکم دیا ہے جو اِس کی انتہائی اہمیت کا ثبوت ہے ۔ نماز اور زکواۃ قوی تعلق بنانے کے لیئے ہیں ، مگر افسوس ہے کہ نماز اور زکواۃ کے پابند احباب بھی تعلق باللہ سے بُری طرح غافل ہیں ۔ حالانکہ کارسازِ حقیقی اللہ اور صرف اللہ ہیں اس لیئے وہ بہترین دوست کار ہیں ۔ ہمیں اعلیٰ ہمت اور عزم کے ساتھ غیر اللہ کی رضا یا عدم رضا سیاسی یا نفسانی مصلحت ، فائدہ یا نقصان سے بےپرواہ ہو کر اللہ سے قوی تعلق قائم رکھنا چاہیئے ۔ دشمنوں کے حسد کا غم نہ کیا جائے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کو اپنا مولا ، حافظ و ناصر سمجھا جائے ۔ ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن وردؒ سے مروی ہے ..... اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اے ابنِ آدم جب تم پر ظلم کیا جائے تو صبر اور برداشت سے کام لو ، مجھ پر نگاہیں رکھو ، میری مدد پر بھروسہ رکھو ، میری امداد پر راضی رہو ، یاد رکھو میں تمہاری مدد کروں یہ اِس سے بہتر ہے کہ تم اپنی مدد آپ کرو " (ابن کثیر)

اللہ سے قوی تعلق کے لیئے اتقاء ضروری ہے

سورہ آل عمران میں ارشاد رب العزت ہے :۔

○ " اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑے گا تو وہ ضرور راہ راست کی ہدایت پائے گا " (۱۰۱)

○ " اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے ۔ (جاری ہے) (۱۰۲)

اس قرآنی آیات سے ظاہر ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ سے قوی تعلق نہ ہوگا انسان راہ راست سے محروم رہے گا ، نہ وہ صحیح راستہ پا سکے گا اور نہ ہی پختگی سے گامزن رہ سکے گا بلکہ وہ زندگی میں بھٹکتا رہیگا اور منزل مقصود تک نہیں پہنچ گا۔ وہ نہ ہی فلاح پائے گا اور نہ ہی کامیاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے قوی تعلق کے لیئے ضروری ہے کہ ہمارے دلوں میں ہمہ وقت اتقاء اور اللہ کا خوف قائم رہے۔

اللہ تعالیٰ سے کامل ڈرنا یہ ہے کہ اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے ، اس کا ذکر کیا جائے اسکی یاد نہ بھلائی جائے ، اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اور گناہ سے بچا جائے ۔ تقویٰ اسلام اور ایمان کی روح ہے ۔

ہم حکام سے خائف ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ہم شہنشاہ اور رازقِ کائنات اور عظمت اور حاکمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی سے ڈریں جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہیئے اور جس قدر اس سے ڈرنے کا حق ہے ۔ مگر یہ خوف ایسا نہیں ہونا چاہیئے جس سے اللہ سے دُوری پیدا ہو بلکہ یہ خوف اور امید کا مرکب ہو۔ اس خوف کے ساتھ اللہ سے بھرپور محبت بھی ہو تاکہ امید خوف پر غالب رہے ۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ " ایمان ڈر اور امید کے درمیان ہے "

محکم تعلق باللہ کے لیئے مسلمان کا جینا اور مرنا خالص اسلام کے لیئے ہو

آیت کے اگلے حصہ میں ارشاد رب العزت ہے :۔

" اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو "

اس دور میں جو نام نہاد مسلمان اسلامی نظام کے بجائے سوشلزم کا پرچار کرتے ہیں ۔ ان کا ایمان خطرہ میں ہے ۔ وہ قرآنی احکام کے منکر ہو رہے ہیں ۔

زندگی ایک کشمکش ہے جس میں شیاطین ہر وقت مسلمان کو گمراہ کرنے اور دین اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ کفر اختیار کرے۔ جو مسلمان اسلامی نظام سے وابستہ رہا، اللہ کو مضبوطی سے پکڑا اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہا وہ کامیاب ہوگیا۔ مسلمان کا ہر کام خالص اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوتا ہے وہ زندگی کے ہر لمحہ میں مجاہد ہے، وہ ہر قسم کی بدنی اور مالی قربانی پیش کرتا رہتا ہے اور اگر جان دینی بھی پڑے تو لبیک کہتا ہے۔ اس اسلامی انقلابی جذبہ کو پیدا کرنے کے لیے رب العزت فرماتا ہے۔

○ "آپ فرما دیجئے! کہ یقیناً میری نماز، میری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا خالص اللہ کے لیے ہے جو پروردگار ہے جہانوں کا" (۱۶۲) انعام

اس انقلابی جذبہ کے سبب وہ اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھتا ہے۔ اس میں مومن مرد مجاہد والی خود اعتمادی اور کامل توکل باللہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے دل سے غیر قوموں کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ اس کو اپنے غلبہ اور کامیابی کا یقین ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان رکھے گا میں اس کے گمان کے مطابق ہوں۔ اگر اس کا میرے ساتھ حسن ظن ہے تو میں اس کے ساتھ اچھائی کروں گا اور اگر وہ میرے ساتھ بدگمانی کرے گا تو میں اس سے اسی طرح پیش آؤں گا۔

تمام قوم کے لیے تعلق باللہ سے اتحاد لازم ہے

اس کے بعد اگلی آیت میں ارشاد ہے۔

○ اور تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو سب کے سب اکٹھے ہو کر اور فرقوں میں نہ بٹو۔ (۱۰۳) آل عمران

انفرادی تعلق باللہ کے علاوہ تمام قوم کو اجتماعی طور پر قومی تعلق باللہ قائم رکھنے کا حکم ہے۔ اللہ کی رسی سے مراد قرآن حکیم، اسلامی شریعت اور اللہ کے ساتھ عبد اطاعت ہے۔ قرآنی اور شرعی احکام پر مضبوطی سے عمل کرنے سے قوم کا نصب العین ایک ہو جاتا ہے اور قوم میں مکمل اتحاد رہتا ہے جو ملک کے استحکام کے لیے ضروری ہے۔ اگر قوم میں دینی یا سیاسی انتشار ہو، لسانی، علاقائی یا طبقاتی تعصب ہو تو ظاہر ہے کہ قوم نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے نہیں پکڑا اور تعلق باللہ کمزور ہے۔ ایسے لوگ خدا پرست نہیں ہیں۔ ان میں خود غرضی، کم ظرفی، تنگ نظری ہے اور لوگ حسد، لالچ اور تکبر جیسی مہلک باطنی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے ایمان مفلوج ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مساجد میں روزانہ نماز اور جمعۃ المبارک کی ہفتہ وار، عیدین اور حج کی سالانہ اور اجتماعی عبادت مسلمانوں کے دلوں کو آپس میں اکرام، احترام اور محبت سے جوڑنے اور مل بیٹھ کر اللہ سے قوی تعلق

بتلانے کے لیئے مقرر فرمائی ہے۔ اگر دِلوں میں نفرت اور انتشار ہو اور محبت و الفت نہ ہو تو ایسی عبادت ناقص ہے۔ بلکہ بے مقصد ہو جاتی ہے۔ ایمان اتحاد کا دوسرا نام ہے۔ جب قوم اللہ کو مضبوطی سے پکڑتی ہے تو اس اتحاد کی قدر و قیمت دُنیا کے خزانوں سے بھی زیادہ ہے۔ اور جب قوم اللہ کی رسّی کو چھوڑ دیتی ہے یا گرفت کمزور کر دیتی ہے اور اللہ سے بے تعلق ہو جاتی ہے تو وہ مصائب اور عذاب میں مبتلا ہوتی ہے۔ اس دور میں اسلامی ممالک اور پاکستان میں انتشار کی صورت ادنیٰ عذاب سے کم نہیں ہے۔

ارشادِ رب العزت ہے :۔

○ "تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جو فرقوں میں بٹ گئے اور باہم اختلاف کیا۔ ان کے پاس واضح احکام پہنچنے کے بعد اور ان کے لیئے عذاب عظیم ہے" (۱۰۵) آل عمران

مصائب اور عذاب سے نجات کیسے ہو؟

موجودہ معاشرے میں منافق، ڈھل مل اور کمزور بلکہ مفلوج ایمان کے لوگ عام ہیں جن کی اصلاح کے بغیر مسلمان قوم دُنیا میں ذلت اور مصائب سے نجات حاصل نہیں کر سکتی ہے۔ اس لیئے تمام کے تمام معاشرے کی اصلاح لازم ہے (It is a MUST) قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے طریقہ کار متعدد بار ارشاد ہے اور اس کا ذکر سورہ نسا میں بھی کیا ہے۔

ارشادِ رب العزت ہے :۔

○ "لیکن جو توبہ کریں اور اپنی اصلاح کریں اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں اور دین کو اللہ کے لیئے خاص کر دیں تو ایسے لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو جلد اجرِ عظیم دیں گے" (۱۴۶)

○ "اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تو قدر دان ہیں اور سب کچھ جاننے والے ہیں" (۱۴۷)

اس آیت سے اصلاح معاشرہ کی اہمیت واضح ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ تمام قوم کو ایک دوسرے پر الزام تراشی اور تنقید کرنے کی بجائے اپنے اعمال پر نادم ہو کر خلوصِ دِل سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اصلاح کا پروگرام بنانا چاہیئے اور یقین محکم کے ساتھ مضبوط تعلق بنایا جائے۔ دوسرے الفاظ میں خوشی خوشی، دل و جان سے اللہ کے احکام کی اطاعت کا مصمم عزم کیا جائے۔ پھر مسلمانوں میں قناعت ہوگی، وہ شاکر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ مسلمان قوم پر خوش ہو کر اس کو سرفراز اور سر بلند کریں گے اور وہ باوقار سُپر طاقت ہوگی۔

ایسی قوم کے حکام، علماء اور لیڈر دین سے دُنیا نہیں کماتے، اسلام کے نام کو دنیوی اغراض کے لیئے استعمال نہیں کرتے بلکہ دُنیا سے بھی دین کماتے ہیں اور ان کا ہر قول و فعل اللہ کی رضا اور

اور آخرت کی کمائی کے لیئے ہوتا ہے ۔ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دین اور دنیا میں دونوں سے دین کماتے ہیں ۔

اسلامی انقلاب لانا لازم ہے

جب مسلمان ان قرآنی احکام پر عمل کر کے اور ان اوصاف کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو وہ خداداد قوتوں کا حامل ہو جاتا ہے اور انسانی قوتیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں ۔ حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کان ، آنکھ ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتے ہیں ۔ وہ اللہ تعالیٰ سے لپٹ کر مانگتا ہے ، گڑگڑاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بلند مقاصد کو کامیاب کرتے ہیں ۔ جب وہ اپنی پوری کوشش کے باوجود بے بسی اور بے سروسامانی کا اظہار کرتا ہے تو وہ بغیر تلوار بھی لڑتا ہے ۔

ڈاکٹر اقبال نے فرمایا :-

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ ظاہری اور باطنی بدحالی اور بے رنگی کے پیش نظر حاکم اور محکوم ، امیر اور غریب ، بوڑھے اور جوان ، مرد اور عورت سب ہی کو اسلامی رنگ میں رنگنے کے لیئے کرنا کیا چاہیئے؟

اسلامی قوانین ضرور نافذ ہوں کیونکہ ان کی بنیادی اہمیت ہے مگر اسلامی نظام صرف اسلامی قوانین کا نفاذ ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے دل و دماغ ، خواہشات ، نظریات ، جذبات اور ظاہر و باطن کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا ہے ۔ مسلمانوں کے چہروں ، سادہ لباس اور رہن سہن سے شرافت اور عظمت ٹپکتی ہو ۔ ان میں امانت ، دیانت اور جہاد کا جذبہ ہو ۔ اس کے لیئے اسلامی انقلاب لانے کی ضرورت ہے ۔ اب تک اصلاح نفس کے لیئے کچھ نہیں ہوا ہے ، بے دینی بہت بڑھ رہی ہے اور معاشرہ پراگندہ ہو رہا ہے ۔ تدریجی عمل اور جزوی تبدیلیاں بے اثر ثابت ہوئی ہیں ۔ حکومت نے اب تک کوئی مؤثر پلان نہیں بنایا ہے اور نہ ہی سنجیدہ اقدام کیئے ہیں ۔ اسلامی نظام مرد مومن ہی چلا سکتے ہیں اس لیئے دیندار سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں کا فرض اولین ہے کہ اسلامی انقلاب لانے کے لیئے وسیع پیمانے پر ہر شعبۂ زندگی میں منصوبہ بندی کریں اور ٹھوس پروگرام بنائیں ۔ مغربی تعلیم و تہذیب کے پروردہ اسلامی نظام سے ناواقف ہیں اس لیئے وہ نہ ہی اسلامی انقلاب لا سکتے ہیں اور نہ ہی اسلامی نظام ۔

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے۔ جدید اسلحہ اور ایٹمی ہتھیاروں نے دنیا میں خطرناک جنگی حالات پیدا کر دیئے ہیں اور مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان ممالک خوفناک تباہ کن جنگوں کا مرکز بن چکے ہیں۔ کمیونزم، سوشلزم عیسائیت اور یہودیت مسلمانوں کو غلام بنانے پر تلے ہوئے ہیں اُن کی دوستی زہر آلود شہد ہے اور انکی دشمنی جارحیت کا پیش خیمہ ہے۔ روس امریکہ سے بدتر ہے اور امریکہ روس سے بدتر ہے اسرائیل ہندوستان سے بدتر ہے اور ہندوستان اسرائیل سے بدتر ہے اُنکی مسلمانوں سے دشمنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہمیں بین الاقوامی حالات کا صحیح جائزہ لینا چاہیئے۔ روسی کمیونزم، مشرقی جرمنی، چیکوسلاویہ، ویت نام اور پولینڈ میں بھی زبردستی مسلط ہُوا۔ روس افغانستان پر فوجی قوت سے دندناتا ہُوا قابض ہوگیا ہے اور دُنیا مُنہ دیکھتی رہ گئی ہے حالانکہ گنتی کے چند سیکڑوں زرخرید ایجنٹوں کے علاوہ افغانستان کے تمام مسلمان کمیونزم کے مخالف بلکہ دشمن ہیں۔ وہ تین سال سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ روسی کمیونزم کو ان یورپی ممالک سے کئی سالوں کی جد وجہد کے باوجود اور امریکہ اور روس کے اتحادیوں کے بھرپور تعاون کے ساتھ بھی نکالا نہیں جا سکا۔ لیکن افغان عوام کی دینی غیرت اور اسلامی حمیت ہے کہ وہ ایک سُپر طاقت سے اپنے دین کی حفاظت کے لیئے جہاد کر رہے ہیں۔

اسرائیل نے امریکہ کی مدد سے لبنان پر حملہ کیا ہے اور مکمل کنٹرول کر کے کٹھ پتلی حکومت قائم کر دی ہے اور ہو سکتا ہے کہ مزید توسیع کے لیے اس کے کچھ حصے ضم کر لے۔ فلسطینیوں کو پہلے اپنے ملک سے خارج کیا اور پھر زبردست فوج کشی سے شکست دے کر لاکھوں انسانوں کو تتر بتر کر دیا اور اب فلسطینی لیڈروں میں انتشار اور خانہ جنگی سے ان کے سیاسی و ملکی وجود کو بھی ختم کیا جا رہا ہے۔

ہم یہ نہ بھولیں کہ جسطرح اسرائیل امریکہ کی پُر زور امداد سے عرب ممالک پر جارحیت کر رہا ہے روس اور ہندوستان بھی پاکستان پر توسیعی جارحیت کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ وہ پَر تول رہے ہیں اور صرف موقع کے منتظر ہیں۔

آئندہ اگر کوئی بے دین پارٹی پاکستان میں برسرِ اقتدار آئی تو وہ روس کے اثر سے پورے شدومد کے ساتھ زبردستی سیکولرزم اور کمیونزم مسلط کریگی۔ اور یہ خدشہ بھی لاحق ہے کہ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے جسطرح جنگِ عظیم کے بعد مشرقِ وسطیٰ میں سلطنتِ عثمانیہ کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اور پھر عرب ممالک کبھی متحد نہیں ہو سکے۔ مشرقی پاکستان کی علیٰحدگی بھی کمیونسٹ پارٹی کی ہوسِ اقتدار کے سبب ہُوئی۔

ہم اپنا جائزہ لیں، کیا ہمارا تعلق باللہ قوی ہے، کمزور ہے یا منقطع؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حاکیت سے مرعوب ہیں، عبادت کا فرضِ منصبی ادا کرتے ہیں، دِل میں خوفِ خدا اور عزیب سے محبت ہے، اسلامی نظام کے لیئے دل و جان سے جد وجہد کر رہے ہیں اور دینی، سیاسی و ملکی اتحاد پیدا کرتے ہیں اور انتشار سے بچتے ہیں؟

جب مسلمان قوم تعلق باللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو جاتی ہے تو وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتی ہے، وہ آزادی کو خطرہ میں ڈال کر غلامی کا راستہ اختیار کرتی ہے اور لا متناہی مصائب اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتی ہے۔

اگر دنیائے اسلام کے مسلمان اپنے شہنشاہ حقیقی مولا اور والی سے تعلق نہ جوڑیں، کوئی اسلامی مملکت روس کی حلیف بنے اور کوئی امریکہ کی اور کفار کے ہمنوا بن کر آپس کے تعلقات میں منقطع یا کمزور کر دیں تو کیا مسلمان سزاوار اور ذلیل نہ ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائیں۔ پاکستان کا مسئلہ سیاسی ہے نہ اقتصادی بلکہ خالص اسلامی اخلاق و کردار کی تشکیل کا ہے، اس کے بغیر ہماری سیاست، اقتصادیات دونوں ناکام ہو رہے ہیں۔ محض انتقالِ اقتدار مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اقتصادی اور دفاعی قوت کی اپنی اہمیت ہے مگر یہ اعلیٰ اسلامی جذبہ اور کردار کا بدل نہیں ہے ارشادِ ربّ العزت ہے:۔ " اگر بستی والے یعنی قوم ایمان لے آتی اور تقویٰ اختیار کرتی تو یقیناً ہم آسمان اور زمین سے ان پر برکتوں کے خزانے کھول دیتے " ۹۶ اعراف

اگر مسلمان اسلامی اخلاق و کردار اور جذبہ پیدا کریں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آسمان سے بروقت بارش اور زمین سے تیل گیس پانی سونا چاندی یورینیم اور لوہا وغیرہ سے ملک کو مالا مال کر دیں گے۔ جس سے اقتصادی حالت مستحکم ہوگی۔ اسلامی کردار اقتصادی ترقی اور استحکام کی بنیاد بھی ہے اور ضامن بھی۔

سپر طاقت بنو!

رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے انڈسٹریل ترقی اور اسلحہ سازی سے عرب قوم کو سپر طاقت نہیں بنایا تھا۔ حضورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہل خود سر، قبیلہ پرور اور کینہ پرور اور لڑکیوں کو زمین میں زندہ گاڑنے والے ظالم لوگوں کو اسلامی انقلاب سے انسان بنایا بلکہ اللہ سے تعلق جوڑ کر سپر انسان مومن مجاہد بنایا جو آپس میں مکمل اتحاد سے سپر طاقت بن گئے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے کی سپر طاقتوں قیصر و کسریٰ کا خوف ان کے دلوں سے نکال دیا اور خلفاء راشدین کے دور میں صحابہ کرامؓ نے ان سلطنتوں کو فتح کر لیا۔ آج چودہ سو سال بعد بھی اگر مسلمان شہنشاہِ کائنات سے مضبوط تعلق بنا کر اسلامی انقلاب لائیں تو وہ سپر طاقتوں سے ہرگز خوف زدہ نہ ہوں گے، وہ سیاسی، اقتصادی اور دفاعی اتحاد سے سیسہ پلائی فصیل بن جائیں گے اور سپر طاقتیں ایک بار پھر مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیئے بے چین ہوں گی۔ مسلمانوں کے لیئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے تا قیامت قائم و دائم ہے۔ ارشادِ ربّ العزت ہے:۔

" جو کوئی پرہیزگاری کرے اور اصلاح کرے پس ان لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے " ۳۵ اعراف

بین الاقوامی اور ملکی حالات کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی انقلاب بغیر تاخیر کے جلد از جلد لایا جائے۔ تحریکِ پاکستان کی طرح شہر شہر گاؤں گاؤں محلہ محلہ اسلامی بیداری پیدا کی جائے۔ امانت دیانت شرافت کا جذبہ پیدا

کیا جائے اور فحاشی بددیانتی اور رشوت ستانی کے خلاف زبردست احتجاج کیے جائیں۔ اور لوگوں میں قوت مدافعت پیدا کی جائے کیمونزم، سوشلزم اور باطل مذاہب کو بے نقاب کیا جائے۔ تحریک پاکستان کی طرح اسلامی انقلاب کے لیئے ہمہ گیر تحریک چلائی جائے اور جذبۂ ایثار سے محنت کی جائے۔ امیر اور غریب بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت سب ہی کو اسلامی تہذیب سے روشناس کر اکے انقلابی تعمیر نو کے لیئے تیار کیا جائے۔

دینی مدارس میں چاروں امام عظام کے فقہی مسائل کا تقابل اور کسی ایک مسلک کی برتری ثابت کرنے پر کئی سال صرف نہ کیئے جائیں جبکہ تمام مسلک برحق ہیں اور طلباء کو محض فروعی مسائل کا ماہر نہ بنایا جائے بلکہ وہ کیمونزم سوشلزم عیسائیت یہودیت کے باطل پروپیگنڈا کا بین الاقوامی سطح پر سدِ باب کر سکیں۔ طلبا کو ایسی تعلیمات دی جائیں جن سے وہ شریعت کے ماہر ہوں اور جج، قاضی، وکیل اور انتظامیہ کے بڑے اور چھوٹے عہدوں پر فائز ہونے کے قابل ہوں تاکہ انتظامیہ کی تطہیر ہو سکے۔ علماء مسجد کی محدود چار دیواری کی سوچ و فکر سے نکل کر اسلامی مملکت میں اسلامی نظام کی اعلیٰ کارکردگی (HIGH EFFICIENCY) کے لئے غور و فکر کریں۔ دینِ اسلام صرف مسجد کی چار دیواری میں آنیوالے لوگوں کے لیئے نہیں ہے بلکہ ایک ارب مسلمانوں کی مرطبنیہ اور مشرق سے مغرب تک چار سو کروڑ انسانوں کی اصلاح اور قوت سے دُنیا میں امن و امان قائم کرنے کے لیئے ہے۔ اعلیٰ تعلیمات کے لئے تمام بڑے مدارس دارالعلوم جامعات میں ریفریشر کورس شروع کیے جائیں تاکہ وہ اسلامی انقلاب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

پاکستان میں دینی و سیاسی اتحاد لازم و ملزوم ہیں۔ دینی انتشار کے خاتمہ سے ہی سیاسی اور ملکی استحکام پیدا ہوگا۔ ہر دلعزیز اسلامی انقلاب لانے کے لئے دینی تعصب اور تفرقہ ڈالنے والے متشدد احباب تمام مسلمانوں کے نمائندہ اور قائد نہیں بن سکتے ہیں جب تک وہ خلوصِ دل کے ساتھ تفرقہ بازی کو ترک نہ کریں؟ دینی مسائل میں اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر اس کو فرقوں اور جماعتوں کی بنیاد بنا کر مسلمانوں میں نفرت اور انتشار پھیلانے کا کوئی جواز نہیں ہے اسی وجہ سے ہمارے قائدین حد تک دینی اور سیاسی پسماندگی کے ذمہ دار ہیں۔

بے دین لوگوں کو حکومت کرنے کا حق نہیں ہے

اسلام پسند جماعتوں کو چھوڑ کر بے دین جماعتوں سے اتحاد اللہ کے احکام کی نافرمانی ہے اور اسلام سے دشمنی اور خودکشی کے مترادف ہے۔ بے دین لوگ نظامِ مصطفےٰ کبھی عملاً نافذ نہیں کریں گے۔ اس لیئے اسلامی ملک میں بے دین لوگوں کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکومت دینے کا وعدہ صرف نیک لوگوں سے کیا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلام کو قوت دینے سے حکومت کو

معائنہ ادارہ جامعہ رشیدیہ از ارکین وفاقی مجلس شوریٰ

رائے گرامی جناب چوہدری محمد نواز صاحب ایڈووکیٹ ساہیوال

آج جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا معائنہ کیا گیا۔ جامعہ کو ہم بڑی دیر سے جانتے ہیں اور انتظامیہ جامعہ رشیدیہ بہت اچھے لوگوں پر مشتمل ہے۔ جامعہ رشیدیہ ایسا تعلیمی ادارہ اور دینی درسگاہ ہے جو ملک وملت میں معروف اور ہر طرح قابل اعتماد مدرسہ ہے۔ جامعہ کا نظم ونسق ہر طرح قابل اطمینان اور لائق تحسین ہے۔

جامعہ رشیدیہ کا حساب وکتاب باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے اور حکومت کا مسلمہ خیراتی ادارہ ہے جو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔ محکمہ تعلیم اور اوقاف جامعہ کے تعلیمی کام کو بنظر استحسان دیکھتے ہوئے وقتاً فوقتاً اعانت کرتے رہتے ہیں۔

یہ ادارہ خالص دینی اور تبلیغی ہے اور تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ادارے کا ملکی سیاسیات اور پارٹی بازی سے کوئی تعلق نہیں۔ ہر نیک کام میں حکومت سے تعاون کرتا ہے۔

ادارہ کے ناظم ضلعی اصلاح معاشرہ کمیٹی کے ممبر ہیں اور کسی حزب اختلاف سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ادارہ کے کارکنان، انتظامیہ، عملہ نہایت با اخلاق اور صاحب کردار ہیں اور ملک بھر میں مشہور و معروف ہیں۔

انجمن رشیدیہ رجسٹرڈ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحق ہے۔

ہم ہر طرح اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے دینی ادارے ہمیشہ قائم و دائم رکھے جس سے ہزاروں طلباء اور طالبات تعلیم وتربیت حاصل کر رہے ہیں جیسا کہ نتائج امتحان سے واضح ہے۔ فقط

(چوہدری) محمد نواز ایڈووکیٹ ساہیوال۔

(ممبر مجلس شوریٰ پاکستان)　　DATED:-29-8-83

معائنہ جناب رانا عبدالوحید خانصاحب (رکن شوریٰ) ساہیوال

آج مجھے جامعہ رشیدیہ میں حاضر ہو کر اس مدرسہ کے تمام حالات اور اس کی کارکردگی کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا میں مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب کو ایک مدت سے جانتا ہوں۔ میرے والد مرحوم رانا عبدالحمید خانصاحب کے پاس مولانا صاحب تشریف لایا کرتے تھے۔ اب مجھے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے اس شہر ساہیوال کے اندر ایک

قوت ملے گی جس کے لئے اسلامی انقلاب ناگزیر ہے۔ پھر سپر طاقتوں کا خوف جاتا رہے گا بشرطیکہ مسلمان نماز قائم رکھیں۔ سورہ نور میں ارشادِ ربانی بالکل واضح ہے۔

○ "اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں انکو زمین میں حکومت عطا فرمائیں گے جس طرح ان سے پہلے (نیک) لوگوں کو حکومت دی تھی۔ اور دین اسلام کو قوت دیں گے اُن کے لیے (یعنی حکومت کو طاقت دینے کے لیے) جس دین کو ان کے لیے پسند کیا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دیں گے بشرطیکہ وہ اللہ کی عبادت کرتے رہیں اور کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ (۵۵)

پاکستان کو سب سے زیادہ خطرہ روسی کمیونزم سوشلزم اور اس کے پٹھو ہندوستان سے ہے اس کا واحد حل اسلامی انقلاب ہے۔ تمام دیندار سیاسی اور غیر سیاسی جماعتیں اور علماء کرام ہمہ وقت عوام کو کمیونزم اور سوشلزم کے خطرات اور حربوں سے آگاہ کریں اور ایسے زرخرید لیڈروں اور ایجنٹوں کو بے نقاب کریں جو اپنی لیڈرشپ چمکانے کے لئے، حصولِ اقتدار اور جاگیروں کے تحفظ کے لئے لسانی، صوبائی اور طبقاتی تعصب پھیلاتے ہیں۔ یہ نظریات اللہ سے عدم تعلق کا ثبوت ہیں جبکہ اسلامی ریاست میں آزادیٔ تحریر و تقریر اور سیاست کے نام پر غیر اسلامی نظریات کے پرچار کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ اسلام کے خلاف سازش ہے اور اسلامی مملکت کے خلاف بغاوت ہے۔ یہ لوگ صریحاً منافق ہیں اور ان کی منافقت پختہ ہے۔ اسلامی انقلاب پُرامن ہو، باطنی اصلاح جنگی بنیادوں پر ہر شعبۂ زندگی میں کی جائے۔ ذہنی تربیت، تبلیغ اور تلقین بھی ہو مگر تہذیب تمدن کے ساتھ کوئی مفاہمت نہ کی جائے اور پورے عزم کے ساتھ پیش رفت کی جائے۔ ہم ایرانی انقلاب کے تجربہ سے فائدہ اٹھائیں اور اس کی غلطیوں سے اجتناب کریں۔ معاشرہ اس قدر تیزی سے کافرانہ اور منافقانہ روش اختیار کر رہا ہے اور بے دینی بڑھتی جا رہی ہے کہ اسلامی انقلاب کے بغیر موجودہ سست رفتار بے اثر تدریجی طریقہ اصلاح سے ایک سو سال میں بھی اسلامی معاشرہ کی تشکیل ممکن نہ ہو گی۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس پر جلد از جلد غور و فکر کرے اور اسلامی انقلاب کا منصوبہ پیش کرے۔ انتخابات میں ووٹ اس جماعت اور ان لوگوں کو دیئے جائیں جو اسلامی انقلاب لانے کا بہترین اور ٹھوس پروگرام پیش کریں۔

جامعہ رشیدیہ میں جدید اساتذہ

○ استاذ الحدیث حضرۃ مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب حقانی سابق شیخ الحدیث جامعہ ربانیہ۔ ○ مولانا شبیر احمد عثمانی رشیدی فیض یافتہ بنوری ٹاؤن مستند وفاق المدارس العربیہ سابق استاذ معقولات و منقولات مدرسہ طاہروالی۔ ○ درجات تحفیظ میں مولانا قاری عبدالرحمٰن تلمیذ خاص حضرۃ قاری رحیم بخش مرحوم ○ قاری حافظ عبید اللہ تلمیذ قاری محمد عبداللہ صاحب رحیمی۔ دیگر اساتذہ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے فارغ اور قاری صاحبان کی درخواستیں موصول ہو رہی ہیں!

ایسا مدرسہ ہے جو کہ تعلیم الاسلام اور دینی اور دنیاوی تعلیم سے بچوں کو بلکہ قوم کو ایک سچا مسلمان بنا رہا ہے۔
ہم لوگ اس کے بے حد شکر گزار ہیں کہ انہوں نے یہ عظیم کام سنبھال رکھا ہے۔ خدا ان کو ہمارے سروں پر زندہ و سلامت رکھے اور یہ قوم کو سچے مسلمان بناتے چلے جاویں۔ آمین

DATED.
31-8-83

عبدالوحید رانا
(ممبر فیڈرل کونسل پاکستان)

نتائج امتحانات و معائنہ درجات کتب جامعہ رشیدیہ

آج مورخہ ۵ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ کو جامعہ رشیدیہ کے بعض طلبہ کے امتحان کیلئے بندہ حسب الحکم حضرت ناظم صاحب جامعہ ھذا حاضر ہوا متعدد کتب کا امتحان لیا۔ بعض کتابوں میں طلبہ نے بہت اچھا سنایا۔ کافیہ، علم الصیغہ کی جماعت میں استاذ کی محنت نمایاں معلوم ہوئی۔ ترجمہ قرآن مجید درجہ رابعہ میں خصوصی توجہ اور اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مختصر المعانی والے طلبہ کافی کمزور ہیں۔ عبدالوحید اور شیر خان متعلمان کافیہ قابل انعام طالب علم ہیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جامعہ کے منتظمین و مدرسین و معاونین کو مزید اخلاص کیساتھ جامعہ کی ترقی میں محنت کرنے کی توفیق عنایت فرماویں۔

بندہ محمد صدیق عفرلہ ناظم و مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ نے مشکوٰۃ شریف کا امتحان لیا بعض طلبہ نے ماشاءاللہ اچھا سنایا اور بعض میں محنت کی کمی پائی گئی۔
اللہ تعالیٰ اخلاص و للہیت سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جامعہ کو تمام داخلی و خارجی شرور و فتن سے محفوظ فرمائیں اور ترقیات نصیب فرمائیں۔ آمین

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ (مفتی خیر المدارس ملتان)

رائے عالی نگران وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بندہ کو وفاق المدارس العربیہ کی طرف سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے محل الامتحان کا نگران اعلیٰ مقرر کیا گیا۔
بندہ کیساتھ تین اہل علم بطور معاون کے تھے بحمداللہ نظم و ضبط کے ساتھ امتحان ہوا۔ حضرت مہتمم صاحب اور حضرات اساتذہ نے ہم پر اعتماد کیا اور ہمارے ساتھ تعاون فرمایا۔
اہل انتظام نے بندہ کو معہ بندہ کے رفقاء کو مدرسہ کے امتحانات لینے کا بھی اعزاز بخشا۔ چنانچہ بندہ نے دورۂ حدیث

کی کتب سے سنن ابی داؤد کا امتحان لیا۔ اکثر طلبہ اچھے نمبروں پر کامیاب ہوئے۔ تحتانی جماعت (نحو میر۔ صرف میر) کے طلبہ نے بھی بہت اچھا امتحان دیا۔ البتہ وسطانی جماعت (ھدایہ اولین۔ سلم وغیرہ) کے طلبہ میں کافی کمزوری محسوس ہوئی۔ محنت اور تکرار مطالعہ کی کمی معلوم ہوتی۔ اُمید کہ اہلِ حل وعقد مدرسہ میں جہاں اور خصوصیات ہیں وہاں تعلیمی ترقی پر زیادہ متوجہ ہوں گے۔ اگر اہل مدارس اس کا التزام کریں کہ فیل ہونیوالے طلبہ کو درجہ نہ دیں تو انشاء اللہ مدارس کی تعلیمی کمزوری کافی حد تک دُور ہو جائے گی۔ اب تو تمام مدارس میں یہی ہوتا ہے کہ فیل ہونیوالے طلبہ کو بھی اگلا درجہ دیدیا جاتا ہے (الا ماشاء اللہ) جس کی وجہ سے جماعت کی اکثریت کمزور رہ جاتی ہے اور یہ کمزوری دورۂ حدیث تک چلی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ اس مدرسہ کو اور دیگر مدارس کو ظاہری و باطنی ترقی سے نوازیں اور ان کو اشاعت دین متین کا ذریعہ بنائیں۔ فقط

انا العبد الضعیف عبد القادر غفرلہٗ

مقیم دار العلوم کبیر والا حال جامعہ رشیدیہ　　　۱۰ر شعبان ۱۴۰۴ھ

(نگران اعلیٰ مرکز رشیدیہ امتحان وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

کامل الحفظ

نتیجہ امتحانات ومعائنہ　وفاق المدارس العربیہ پاکستان

آج مورخہ ۱۲ر شعبان ۱۴۰۴ھ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے جامعہ رشیدیہ کے کامل الحفظ طلباء کا امتحان لیا۔ امتحان میں شامل ہونیوالے طلبہ کی تعداد ۲۹ تھی مگر ان میں سے ۲۱ نے امتحان دیا۔ ہر بچہ کی کیفیت اور اس کا نتیجہ اس کے نمبرات سے واضح ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ جن کی منزلیں اچھی ہیں بعض کی متوسط اور بعض کی ادنیٰ مجموعی اعتبار سے ماشاء اللہ نتیجہ اچھا رہا۔ اور اس اچھائی کا سہرا حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مدظلہٗ اور بزرگوار حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ صاحب مدظلہٗ اور برادر کبیر حضرۃ پیر جی عبد العلیم صاحب اور برادر عزیز مولانا مطیع اللہ صاحب کے سر پر ہے۔ جن کی محنتوں اور کوششوں سے یہ کام اتنے عروج پر پہنچا۔

دل سے دُعا ہے کہ اللہ پاک ان کی اور اساتذہ کی ان مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر مزید ہمت و توفیق عطا فرمائے اور ان کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور جامعہ کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور جملہ معاونین اور کارکنان کو مزید بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

راقم الحروف

محمد عبد اللہ　جامعہ انوریہ، مسجد نور ساہیوال

۱۲ر شعبان المعظم

۱۴۰۴ ہجری

نتیجہ و معائنہ شعبہ تجوید القرآن جامعہ رشیدیہ

ناکارہ عبید اللہ رحیمی (ابن مولانا القاری المقری رحیم بخش صاحب قدس سرہٗ) نے مؤرخہ ۲۹ رجب ۱۴۰۴ھ / ۲ مئی ۱۹۸۴ء بروز بدھ مجاہد اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مدظلہٗ، مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کی دعوت پر شعبۂ تجوید کا سالانہ امتحان لیا۔ تعداد طلباء کل ۷۵، درج نقشہ تھی۔ جن میں سے دو بیمار پانچ غیر حاضر تھے اور باقی ۶۸ طلبہ نے امتحان میں شرکت کی۔ نتیجہ امتحان مجموعی طور پر بیحد قابل ستائش ہے۔

جمال القرآن، فوائد مکیہ جزری سے کئی سوالات کئے گئے۔ ماشاء اللہ بچوں نے تسلی بخش جوابات سے نوازا۔ نیز سبھی بچوں نے قوانین تجوید کا کلمات قرآنیہ میں بذریعہ مشق اجراء کیا ہوا تھا۔ جس بچہ سے جہاں سے بھی سنا الحمد للہ اس نے ادائیگی حروف کی رعایت رکھتے ہوئے نہایت دلکش پیرایہ میں سنایا۔ شعبہ کتب کے طلباء کا یہ تعلیم قرآنی ماحول دیکھ کر طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔

صمیم قلب سے دعا گو ہوں کہ رب العزت استاذ التجوید قاری صاحب، حضرت ناظم اعلیٰ صاحب مدظلہٗ اور جملہ اراکین جامعہ ہذا کی ان مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور جامعہ ھذا کو ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ رکھ کر اس چشمۂ فیض کو تاقیامت قائم و دائم اور سرسبز و شاداب رکھے۔ مسلمانوں کو اسکی طرف رجوع کر کے اپنی علمی پیاس بجھانے کی توفیق عطا ہو۔

والسلام

ناکارہ عبید اللہ رحیمی پانی پتی
مقیم جامعہ خیر المدارس ملتان

سعودی اساتذہ لغت العربیہ کی ٹریننگ دیں گے

کراچی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا سلیم اللہ خاں نے ایک بیان میں بتایا کہ سعودی حکومت نے وفاق کے فضلاء و مدرسین کیلئے لغت العربیہ کی خصوصی تربیت کا انتظام کیا ہے۔ اس نظام کے تحت حکومت سعودیہ کے آٹھ اساتذہ ۱۰ شوال سے جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں کلاسیں سنبھالیں گے لغت العربیہ کا یہ کورس ۳۰ ذیقعدہ تک جاری رہے گا۔ وفاق کے فضلاء و مدرسین ہی اس دورہ میں شرکت کر سکیں گے۔ امیدوار ۱۰ شوال ۱۴۰۴ھ جامعہ فاروقیہ میں مولانا سلیم اللہ خاں کو زبانی انٹرویو دیں گے۔

بقیہ: تعلیم کی اہمیت

دیکھنے کے بعد یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسلام میں تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور جو مسلمان اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ نہیں دیتے وہ اسلام کے احکام کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہیں!

(النقیب الہند)

اعلامیہ

وفاق المدارس العربیہ
پاکستان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کوشش کے نتیجے میں جامعہ اُم القریٰ مکہ مکرمہ نے تدریب اللغۃ العربیہ کے ایک دورہ کا اہتمام کیا ہے۔ دورے کی مدت ۸ شوال سے ۳۰ ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ ہے۔ مستفیدین کی تعداد ۸۰ سے لیکر ۱۲۰ ہوگی۔ تدریس کے لئے جامعہ ام القریٰ سے ۸ عرب اساتذہ تشریف لائیں گے۔

دورہ تدریب کا انعقاد جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں ہوگا۔ اختتام دورہ پر امتحان کے بعد سند کا اجراء بھی متوقع ہے اور امتیازی کامیابی حاصل کرنیوالوں میں شاید کچھ ایسے خوش نصیب افراد بھی ہوں جن کو تخصص فی تدریب اللغۃ العربیہ کی مزید تعلیم کے لئے جامعہ ام القریٰ میں داخلہ دیا جائے۔ یہ امکان مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ملحق مدارس میں عربی تقریر و تحریر کے رواج کے لئے اس دورے کی اہمیت و افادیت محتاجِ بیان نہیں ہے۔

اس لئے گذارش ہے کہ آپ اپنے مدرسہ سے ایک یا دو ایسے استاذ اس دورے میں شرکت کیلئے روانہ فرمائیں جو تھوڑی مدت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکتے ہوں اور پابندی نظم و ضبط کی اچھی مثال پیش کر سکیں۔

- صرف وفاق المدارس کے ملحقہ مدارس کے اساتذہ قبول کئے جائیں گے۔
- داخلہ کے لئے فراغت کی سند یا اس کی فوٹوسٹیٹ پیش کرنی ہوگی۔
- وفاق کے فضلاء جو کسی مدرسہ میں مدرس نہیں ان کو بھی قبول کیا جائے گا۔
- پچاس یا پچپن سال سے زائد عمر والے حضرات تکلیف نہ فرمائیں۔
- مطلوبہ تعداد سے زائد اُمیدوار ہوئے تو تدریسی تجربہ یا حاصل کردہ نمبروں پر فیصلہ ہوگا۔ جو امیدوار نے وفاق کے امتحان میں حاصل کئے تھے۔
- مندرجہ بالا شرائط پورے کرنیوالے امیدواروں کا داخلہ ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اسٹرائیو لینے پر مکمل ہوگا۔ —— جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے فیصلے کی اطلاع کے فوراً بعد یہ خط جاری کیا جارہا ہے۔

نوٹ: قیام و طعام بذمہ جامعہ فاروقیہ ہوگا۔ البتہ بستر ہمراہ لانا ہوگا۔

سلیم اللہ خان

ع این سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

- جامعہ رشیدیہ چوراسی ۸۴ سالہ ایسا مدرسہ ہے جو گویا کہ ابوالمدارس یا اُم المدارس ہے!
- جامعہ رشیدیہ کے رائیور سے ساہیوال تک افادات واتعد والتحصی ہیں۔ جامعہ سے جاری شدہ مدارس کی تعداد بھی بے شمار و بے مثال ہے!
- جامعہ میں ابتداء سے انتہاء دورہ حدیث تک تعلیمات کے انتظامات چل رہے ہیں۔ اس سال شعبہ خصوصی میں درجۂ تکمیل کا باضابطہ نظام شروع ہوگا۔
- نیز درجاتِ حفظ میں مولانا حافظ القاری عبدالرحمٰن تلمیذ حضرۃ قاری رحیم بخش صاحب تحفیظ کے ساتھ تجوید اور حفاظ کے لئے گردان اور سبعہ عشرہ کی قراءت اور روایات کی تدریس بھی کرائیں گے۔
- جامعہ میں اساتذہ کی ایک خاص جماعت، تجربہ کار معلمین، نہایت محنتی و مخلص عملہ مستعدی سے کام کر رہا ہے۔ اساتذہ کی پوری ٹیم ہے۔
- جامعہ اپنے روایتی معیار اور تعلیم کے ساتھ تبلیغ کا کام بھی سر انجام دے رہا ہے۔
- جامعہ کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے۔ اداروں میں بعض تبدیلیاں ناگزیر ہوتی ہیں۔ اس سے ادارے متاثر تو ہو سکتے ہیں مگر ختم نہیں ہو سکتے جبکہ مقصد پُرخلوص ہو۔ بحمداللہ جامعہ کا نظام بالکل تسلی بخش اور اطمینان کن ہے! عصرِ حاضر کے فتنوں میں اہلِ حق کے اداروں اور مدارس کے خلاف بلغایت مکروہ اور افتراپردازی کا جھوٹا پراپیگنڈہ اور سازشیں کی جاتی ہیں جو ان بعض الظن اثم کے درجہ میں ہوتی ہیں۔ اس لئے اصحاب خیر و احباب جماعت و اخوانِ دیوبند کو متاثر نہ ہونا چاہیئے۔
- جامعہ کا تعلق براہِ راست دارالعلوم دیوبند، ابناءِ دیوبند، فضلاءِ دارالعلوم اخوانِ دیوبند سے ہے اسلئے ناقدین و مخالفین ادارہ کی مخالفت سے مسلک کو نقصان پہنچانے کی سعی بے جا نہ کریں۔ بلکہ اصلاح ذات البین کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں اور غیبت و افتراء سے پرہیز کریں بلکہ جسقدر ہو سکے معاونت و نصرۃ کریں!
- "الرشید" کا مطالعہ کریں یا مکاتبت کریں یا خود معائنہ کر کے کماحقہ ازالہ اوہام کریں!

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت ـ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

Phone
..2356

جریدہ سلامیہ شہریۃ تصدر عن جامعۃ الرشیدیۃ

REGD. L.
NO. 8054

MONTHLY. ALRASHID. LAHORE

کاروانِ قاسمی قافلہ رشیدی خدام حسینی رواں دواں!

○ بحمد اللہ جامعہ رشیدیہ چوراسی سال سے رواں دواں۔ سات شوال سے اپنی روایات کے مطابق تعلیمات کے لئے کھل رہا ہے!

○ چونکہ جامعہ کا تعلق براہ راست حضرات مشائخ دیوبند، مادر علمی دار العلوم سے ہے اس لئے ابناء دار العلوم، فضلاء دیوبند، اخوان دیوبند کو اپنے مسلکی ادارہ اور جماعتی جامعہ سے کامل اعتماد و امداد کرنا چاہیئے۔ مدو جزر آتے رہتے ہیں لیکن چٹان مضبوط اور اساس علی التقویٰ ہو تو کوئی شبہ و اختلاف نہ کرنا چاہیئے۔

○ جامعہ میں نظام دار العلوم اور نصاب وفاق المدارس العربیہ سے موافق اور دورۂ حدیث کے ساتھ درجۂ تکمیل نیز سبعہ عشرہ قرأت اور تجوید کے خصوصی انتظامات ہوں گے۔

○ اس لئے اپنے بچوں کو جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخل حسنات کرائیے۔ طلبہ کو جامعہ سے استفادہ کرنا چاہیئے کہ اساتذہ حضرات کی ایک پوری جماعت ٹیم کی صورت میں عامل و حامل ہے!

○ جامعہ میں طلبہ کے قیام، طعام، ملبوسات، علاج معالجہ، ادویہ، کتب کے علاوہ نقد وظائف بھی دیئے جاتے ہیں!

○ جامعہ کا سالانہ میزانیہ ۱۲ لاکھ سے جامعہ کے کام کا اندازہ فرما کر دامے۔ درمے سخنے۔ قدمے تعاون فرمائیے۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

مدیر "الرشید" و ناظم اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ رشیدی
جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال پاکستان
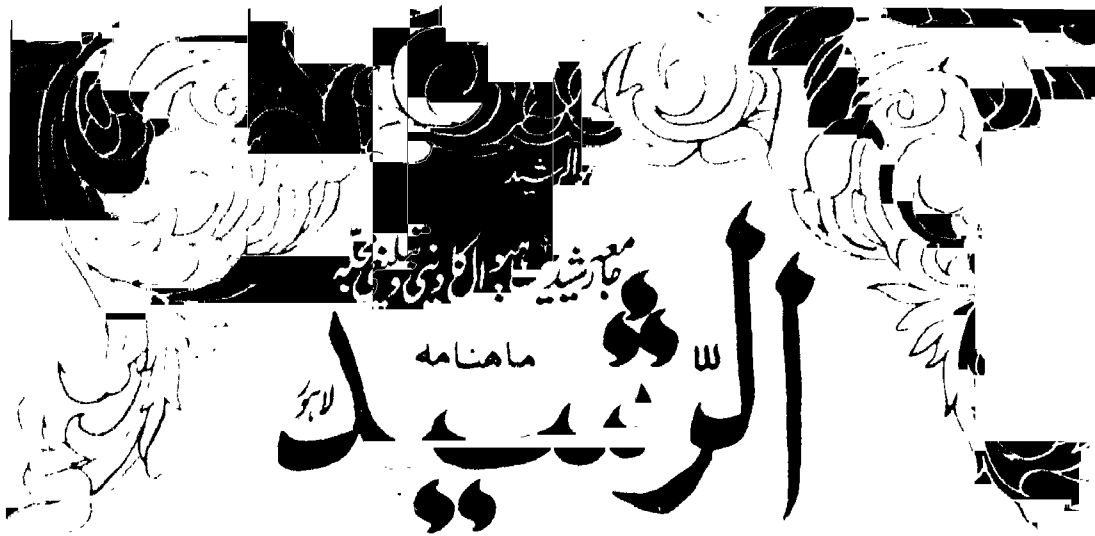
ماہنامہ الرشید لاہور

زیر ادارت
فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند
مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال
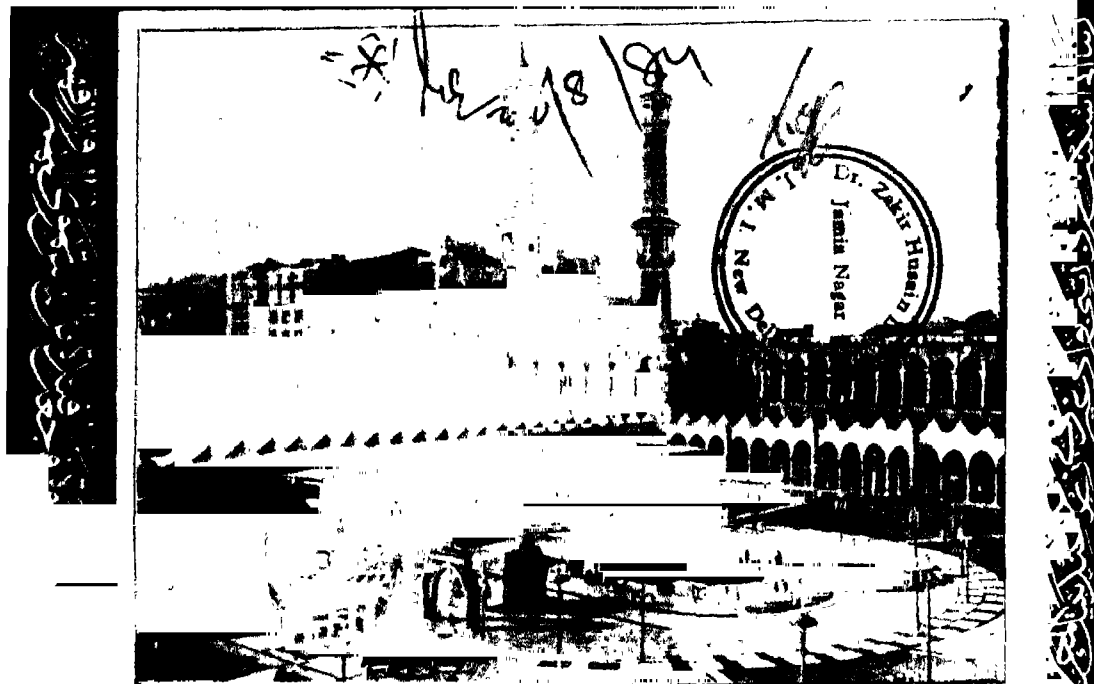
از سیدنا الشیخ بقیۃ اسلاف رائپور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہ مقیم چک ۱۱ ال سرپرست و مربی جامعہ ہذا

بعد الحمد والصلوٰۃ۔

جامعہ رشیدیہ ہمارا اپنا مدرسہ ہے۔ اور ہمارے اکابر رائپوری حضرات کا جاری کردہ!

بقول مولانا خیر محمد جالندھری :

"اسی مدرسہ رشیدیہ رائپور کی اساس تقویٰ پر یہ جامعہ قائم کیا گیا ہے۔ اس درسگاہ سے جو فیضان ہو رہا ہے اس کی مثال ندارد ...... الخ

اب ساہیوال میں ہمارے مشورہ سے کام شروع کیا گیا۔

حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ علیہ بھائی حافظ حاجی عبداللطیف مرحوم (پیر جی مغفور) کی اولاد اسکے کارکن اور اس کے منتظم ہیں۔ اس کے منتظمین ہم سے مشورہ کرتے رہتے ہیں۔

اس کے امتحانات و تعلیمات کی نگرانی بھی ہوتی رہتی ہے۔ جب بھی مدرسہ والوں کو ضرورت ہوئی ہم تعاون و راہنمائی کرتے ہیں اور دعاگو ہیں۔ ہم ہر طرح سے مدرسہ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے اراکین و کارکنوں کو خلوص و محنت و دیانت سے کام کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

مدرسہ میں تعلیمی کام بحمد اللہ بطریق احسن سرانجام دیا جاتا ہے اور نظم و نسق بھی تسلی بخش ہے اور ہم ہر حیثیت سے مطمئن ہیں۔ ہم تمام حضرات کو طلبۂ مدرسہ اور اس کے اساتذہ و عملہ سے تعاون اور نصرۃ کی دعوت دیتے ہیں۔ مدرسہ کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے۔ جس صاحب کو استفسار کرنا ہو ہم سے رجوع کریں۔

دستخط حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہ
تلمیذ حضرۃ علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ
خلیفۂ ارشد حضرت رائپوریؒ

فقط
عبدالعزیز چک ۱۱
۱۱۷

مؤتمر ابناء دار العلوم و اخوان دیو بند کا ترجمان

سلسلہ : حضرت مولانا حافظ مفتی فقیہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ رامپوری بانی جامعہ رشیدیہ

ماہنامہ

شمارہ ۱۵ — جلد ۱۲

اگست ۱۹۸۴ء — ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ

الرشید

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبدالرشید ارشد

بنظامت
(پیرجی) عبدالعلیم رانپوری

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

مقام اشاعت
۳۲ — شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر
مشارق الدین اصلاحی
شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

سالانہ چندہ ۲۰ روپے
فی شمارہ ۲ روپے

آئینہ مضامین

راشدات　　ادارہ

مدارس عربیہ کی ابتداء آغاز

ہمارے مدارس کی تاریخ میں اور دار العلوم کی تحریک میں شوال المکرم سے مدارس کا تعلیمی افتتاح ہوتا ہے اور شعبان میں سالانہ امتحانات اور رمضان میں تعطیلات ...... ایسا ہی دار العلوم دیوبند میں ہو رہا ہے اور پاکستان کے مدارس بھی وفاق المدارس کی ہدایات کے مطابق شوال سے داخلے اور کام شروع کرتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کے بعد "تحریک دار العلوم" سے برصغیر میں جو مدارس عربیہ کا جال پھیلایا گیا اس میں سب سے اہم مسئلہ مدارس عربیہ کا اجراء و احیاء تھا۔ قبل ازیں غیر منظم طور پر تعلیمی و تدریسی کام ہو رہے تھے جو بذات خود بہت وقیع اور ٹھوس علمی عمق کے مظہر تھے۔ خصوصاً ساداتِ دہلوی حضرت شاہ ولی اللہؒ، مجاہد شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور شاہ اسحٰقؒ محدث شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ عبدالغنیؒ رحمہم اللہ نے جو رجالِ کار پیدا کئے انہوں نے جہادِ حریت کے بعد نہایت تنظیم سے ان مدارس کی داغ بیل ڈالی، اور اس تحریک کا مقصد صرف تعلیم و تدریس ہی نہ تھا بلکہ تعلیم کے ساتھ تربیت جہاد اور تبلیغ دین کا اہتمام بھی ضروری تھا۔ ملک وملت کے مسائل اور مسلمانوں کے اجتماعی امور کا بھی پروگرام ہوتا تھا اور ملک کے حالات کے مطابق حضرات علماء مجاہدین اسلامی جہاد کے لئے علماء وطلباء کی جماعتیں تیار کرتے اور باطل طبقات خصوصاً عیسائیت اور عیسائیوں کے خود کاشتہ پودوں اور ہندومت کے فرقوں کے مقابل علماء ایک زبردست محاذ اور مشنریوں کے ابطال کے لئے ایسے افراد پیدا کرتے جو بذاتِ خود انجمن ہوتے جیسا کہ دار العلوم کی تاریخ شاہد ہے۔ بقول حضرت شیخ الہندؒ:

"دار العلوم ایک مدرسہ ہی نہیں بلکہ ایک جامع تعلیمی ادارہ اور عالمگیر تحریک جہاد ہے۔"

بہرحال حسب تاریخ و تحریک دار العلوم، جامعہ رشیدیہ بھی اسی کا ایک حصہ اور دار العلوم کے نظم و نسق ونصاب کے مطابق پاکستان میں تعلیمی کام اور تبلیغی نظام چلا رہا ہے اور آج کل وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب و نظام کے ماتحت تدریسی و تعلیمی امور سرانجام دے رہا ہے۔ جامعہ رشیدیہ کا مستقل انجمن رشیدیہ چیئرڈ ادارہ ہے جس کے تعاون سے جامعہ کام کرتا ہے۔ حضرات رائپوری اور مجلس تعلیم و تربیت کے باہم مشورے

نظم و نسق، خارجی و داخلی مسائل حل کئے جاتے ہیں۔

---

۱۵ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ ایسا مبارک دن طلوع ہوا۔ سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ حضرت مولانا الحاج خان محمد صاحب مدظلہٗ امیر مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان، حضرت علامہ سید انور شاہ محدث دیوبندی کے تلمیذِ عزیز حضرۃ مولانا عبدالعزیز صاحب رائپوری (خلیفۂ ارشد حضرۃ رائپوریؒ) سرپرست و مُربّی جامعہ ھذا، حضرت مولانا محمد عبد صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث جامعہ ھذا حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی قادری مدظلہٗ، حضرت مولانا ولی محمد صاحب اکابر مشائخ عظام و علماء کرام نے جامعہ میں تشریف لاکر جامعہ کا تعلیمی آغاز فرمایا اور اساتذہ و طلبہ و کارکنوں کو نصائح فرمائے ادعیۂ مُبارکہ سے بسم اللہ کرائی۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ نے جامعہ کے دونوں مدارس کا معائنہ فرمایا۔ اساتذہ، عملہ اور انتظامیہ کو خلوص، اخلاص، استقامت و للّٰہیت کے مواعظِ حسنہ کی تلقین فرمائی اور دونوں مدارس کے جملہ درجاتِ قرآنیہ اور شعبہ جاتِ کتب کا آغاز اور ادعیہ صالحہ فرمائیں۔ یہ بات ارکانِ جماعت و احبابِ طریقت کے علم میں ہونی چاہیئے کہ حضرت مولانا خان محمد مدظلہٗ کے شیخ حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ سلیم پوری مدرسہ رشیدیہ رائپور کے فیضیافتہ تھے اور خود حضرت کے فرزندِ ارجمند مولوی خلیل احمد صاحب جامعہ رشیدیہ زیرِ تعلیم رہے اور وفاق کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔

فللّٰہ الحمد والمنۃ۔ جس مدرسہ کی بنیاد حضرات علماءِ دیوبند سے براہِ راست مستفیض حضرات نے رکھی اور دارالعلوم دیوبند کے بعد پنجاب کے ایک قریہ رائپور دریائے ستلج کے کنارے درسگاہ شروع فرمائی تھی آج ۸۵/ پچاسی سال کے بعد اس کی روایات قائم و دائم اور پوری آب و تاب سے تعلیمی دنیا میں جامعہ رشیدیہ کے نام سے ایک عظیم ادارہ جاری و ساری ہے۔

جامعہ کا دارالعلوم و اکابرِ دیوبند سے تعلق

مدرسہ رشیدیہ کے بانی اوّل موجودہ سرپرست حضرۃ مولانا عبدالعزیز رائپوری مدظلہٗ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صالح صاحب خلیفۂ ارشد حضرۃ مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ کے خلفاءِ صالحہ میں ہیں جن کا تذکرۃ الرشید میں ہے۔ اور سب سے پہلے مہتمم حضرت مولانا فضل احمد صاحبؒ حضرت مولانا فخر الدین شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے استاذ تھے جبکہ مولانا فضل احمدؒ ہندوستان کے مدرسہ ہاپوڑ میں پڑھاتے تھے اور حضرت مولانا فخر الدین مرحوم مدرسہ ہاپوڑ میں پڑھتے تھے!

جامعہ رشیدیہ کے مؤسسِ ثانی پاکستان میں حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ اور مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ اور ان کے معاون حضرت قاری لطف اللہ شہید فی سبیل اللہ تلمیذ رشید علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور فاضل رشیدی بانی نشأۃ ثانیہ ہیں۔

حضرت مفتی فقیر اللہ رحمۃ اللہ اپنے گھر باھمنیاں سے طلب علم کے لئے رائپور پہنچے اور حضرۃ حافظ حاجی محمد صالح رح نے انکو اپنی آغوش شفقت میں لیتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت کے کفیل ہوئے۔ رائپور سے دارالعلوم دیوبند تک ان کی معاونت کرتے ہوئے عقد مسنونہ کا انتظام فرمایا۔ حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کی خدمت میں رہے۔ تربیت و فیض حضرت شیخ الہندؒ سے ہوا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے خلیفہ بیعت اور مجاز صحبت تھے اور حضرت شیخ الہندؒ کی مسجد میں امام تھے۔۔۔۔۔۔۔

حضرۃ بانیٔ مدرسہ رشیدیہ، دارالعلوم دیوبند حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت میں اپنی امانت "مفتی فقیر اللہ" کو اپنے مدرسہ کے لئے لینے آیا ہوں"۔ تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا "ہم نے تو ان کو اپنے لئے رکھا تھا"۔ آپ تشریف لے آئے۔ اچھا آپ نے تربیت کی تو آپ کو اجازت ہے!

پاکستان میں ۲۵ سال سے جامعہ رشیدیہ کے نام سے معروف ہوا۔ جامعہ رشیدیہ نے یوم اوّل سے جو تعلیمی کام کئے اس کی فہرست طویل ہے تعلیم کیساتھ تبلیغ کے میدان میں کام کیا جاتا ہے۔ اہل طبقات کے محاذات پر جامعہ کا جہاد تادم تحریر چل رہا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مشن اور علماء دیوبند کے طرز و طریق پر خاموشی سے شب و روز محنت جاری ہے۔ جامعہ رشیدیہ کسی کا حریف و رقیب نہیں ہے۔ اپنے تو بہر حال اپنے ہوتے ہیں اور اپنے ہیں اور اپنے ہی بن کر رہیں گے۔ ہم سب کے لئے دُعا گو ہیں۔ حضرات معاونین کرام سے معاونت و نصرت کی اپیل کرتے ہیں اور طلباء علوم عربیہ و فنون اسلامیہ سے متمنی ہیں کہ جامعہ میں داخل حسنات ہو کر اپنی علمی پیاس بجھائیں جامعہ رشیدیہ کے تعلیمی ابواب کھلے ہیں اور ابتداء سے انتہاء تک پوری تعلیمات، اسباق زیر تعلیم اور ملک کے قابل، ماہر، جید، لائق اساتذہ تدریس میں رات دن مصروف و مشغول ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب فاضل حقانی سابق استاذ الحدیث دارالعلوم ربانیہ، استاذ المعقول والمنقول علامہ عبدالرحمٰن فخر صاحب سابق استاذ قاسم العلوم، علامہ شبیر احمد عثمانی سابق استاذ مدرسہ طاہر والی، مولانا حافظ القاری عبدالرحمٰن فاضل خیر المدارس و دارالعلوم کبیر والا، حافظ القاری عبیداللہ رحیمی جدید اساتذہ تشریف لائے ہیں اور جامعہ میں حسب سابق تعلیمی، تدریسی کام ہو رہا ہے۔ بعض حلقے جو غلط اور کذب پر مشتمل پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود دارالعلوم کو لوگوں نے معاف نہیں کیا۔ حالانکہ دارالعلوم ایک اٹل حقیقت ہے۔

ونعم ماقیل ؎

قیل ان الالٰہ ذو ولد قیل ان الرسول قد کہنا
ما نجا اللہ والرسول معاً من لسان الوریٰ فکیف انا

ادارہ

تذکرہ صحابہ کرامؓ

عُقبہ بن عامر الجُہنی رضی اللہ عنہ

از: مولانا عبید الحق عباسی جالندھری ـــــ لاہور

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو طویل شوق و انتظار کے بعد یثرب کے بلند و بالا اماکن پر پہنچے ہیں!
لیجئے یہ ہیں مدینہ منورہ کے ساکنین، جو گلیوں میں اور مکانوں کی چھتوں پر کھچا کھچ بیٹھے ہوئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملنے کی خوشی میں لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند کر رہے ہیں۔

اور یہ مدینہ طیبہ کی وہ ننھی منی بچیاں جو ہاتھوں میں دفیں تھامے باہر نکل رہی ہیں اور ان کی آنکھوں میں شوق ہے اور فرط مسرت و خوشی میں بار بار کہہ رہی ہیں:

طلع البدر علینا	من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا	ما دعا للہ داع

"ہم پر چودھویں کا چاند ثنیات وداع سے طلوع ہوا۔ ہم پر شکر واجب ہے جب تک اللہ کو پکارنے والا پکارے۔"
اور یہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا جلوس ہے جو قطاروں کے درمیان چل رہا ہے۔ مشتاق سر میں سلے گھیرے ہوئے ہیں اور شوق رکھنے والے دل اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ جلوس کے دونوں جانب فرحت و انبساط کے آنسو اور مسرت و سرور کی مسکراہٹیں بکھری ہوئی ہیں۔
لیکن عقبہ بن عامر الجہنی نے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس دیکھا، نہ ہی انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے والوں کے ساتھ استقبال کی سعادت نصیب ہوئی۔ کیونکہ وہ اپنی تھوڑی سی بھیڑیں بکریاں کو چرنے چگنے کے لئے دیہات کی طرف گئے ہوئے تھے وہ بھوکی رہنے لگی تھیں۔ انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ اور ان کے پاس دنیا کا یہی کچھ فانی سرمایہ تھا۔
لیکن وہ فرحت و مسرت جس نے مدینہ منورہ کو مغمور و معمور کر رکھا تھا اُسے اس کی دور و نزدیک وادیاں نہ معلوم ہوتے دیر نہ لگی اور وہ جلد ہی اس کے تمام پاکیزہ خطوں میں پھیل گئی۔ یہ خوشخبری عقبہ بن عامر الجہنی کو بھی جا پہنچی جو اپنی بھیڑ بکریوں کے چھوٹے سے گلے کے ساتھ دور جنگلوں میں موجود تھے۔

ہمیں یہ بات عقبہ بن عامر پر ہی چھوڑ دینی چاہیئے کہ وہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ملاقات کا قصہ بیان فرمائیں :

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا :

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے میں اپنی بکریوں کے چھوٹے سے ریوڑ کو چرانے میں مشغول تھا۔ جونہی مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی خبر ملی میں ریوڑ چھوڑ چھاڑ ان کی طرف چل دیا۔ راستے میں میں نہ کسی شے کے پاس ٹھہرتا نہ کسی کا انتظار کرتا۔ پھر جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے عرض کیا :

اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھ سے بیعت لیں گے ؟ فرمایا " آپ کون ہیں ؟ میں نے عرض کیا عقبہ بن عامر الجہنی ! فرمایا ! آپ کو دونوں چیزوں میں کونسی چیز محبوب تر ہے آپ سے اعرابی بیعت لوں یا ہجرہ کی بیعۃ ؟ میں نے عرض کیا ہجرۃ کی بیعت۔ پھر آنحضور کے دست مبارک پر جس بات پر مہاجرین نے بیعت کی اسی پر آپ نے مجھ سے بیعت لی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رات قیام کیا پھر اپنے ریوڑ کے پاس چلا آیا۔

ہم ان بارہ آدمیوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا اور جو مدینہ سے دور مقیم تھے تاکہ اس کی وادیوں میں ریوڑ چرائیں۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا : ہم روزانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجایا کریں تاکہ وہ ہمیں دین کی باتیں سمجھایا کریں اور آسمان سے ان پر جو وحی نازل ہوتی ہے وہ سنایا کریں۔ ہم میں سے کسی نہ کسی کو یثرب کی طرف کو ضرور جانا چاہیئے اور اپنی بکریاں دوسروں کے سپرد کر دینا چاہئیں تاکہ ان کی نگہبانی بھی ہو سکے۔

میں نے کہا تم یکے بعد دیگرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہو اور ہر جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کر دے کیونکہ میں اپنی بکریوں کا خوب خیال رکھتا ہوں۔

پھر میرے ساتھی یکے بعد دیگرے صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیتے رہے اور میں ان کے ریوڑوں کی نگہبانی کرتا رہا۔ اور واپسی پر جو کچھ وہ حضور سے سنتے اور سیکھتے مجھے بھی سناتے اور سکھاتے رہے۔ جلد ہی میں نے اپنے دل میں غور کر کے سوچا :

اللہ تجھ پر رحم کرے ! کیا تو یہی حقیر سی بکریوں کی خاطر جو نہ موٹی ہیں اور نہ کوئی فائدہ پہنچاتی ہیں اپنے تئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ان سے براہ راست علم حاصل کرنے سے محروم رکھ رہے ہوں یہ سوچ کر ریوڑ کو چھوڑا اور مدینہ کی طرف چل دیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں قیام کروں !

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جس وقت عزم مصمم کیا تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ایک عرصہ کے بعد اکابر علماء صحابہ، شیوخ، قراء، عالی شان فاتح، قائدین اور اسلام کے معدودے چند والیوں میں سے ہوں گے اور جب وہ اپنی حقیر سی بکریاں چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہے تھے تو ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ اس جیش کے سر خیل ہوں گے جو دنیا کی جڑ دمشق کو فتح کرے گا اور آپ اپنے لئے اس کے سر سبز و شاداب باغات کے درمیان "باب توما" کے پاس گھر بنائیں گے!

ان کے لحض تصوّر میں بھی نہ تھا کہ وہ ان قائدین میں سے ایک ہوں گے جو جلد ہی کائنات کے سرسبز زمرد مصر کو فتح کریں گے اور اس کے گورنر بنیں گے اور اپنے لئے اس کے پہاڑ المقطم کے دامن میں ایک گھر بنائیں گے۔ یہ سب ضمیر غیب میں پوشیدہ امور تھے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔

عقبہ بن عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسطرح جڑے رہے جسطرح سایہ اپنے مالک کیساتھ جڑا رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی روانہ ہوتے آپ ان کی خچر کی زمام تھامے آنحضرت کے آگے آگے چلتے اور اکثر اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ساتھ سوار کر لیتے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ کے ردیف کے نام سے پکارے جانے لگے اور بسا اوقات نبی کریم ان کے لئے اپنی خچر سے اُتر جاتے تاکہ وہ اس پر سوار ہو جائیں اور نبی کریم پیدل چلیں۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

میں مدینہ کے بعض جنگلات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خچر کی زمام تھامے جا رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اے عقبہ کیا تم سوار نہیں ہو گے؟ میں نے ارادہ کیا کہ کہوں نہیں۔ لیکن ڈر گیا کہ اس میں رسول کریم کی معصیت ہو گی۔ اور میں نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے نبیؐ۔ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اُتر گئے۔ میں آپ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے سوار ہو گیا اور آپ پیدل چلنے لگے۔ پھر میں جلد ہی اس سے اُتر گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا اے عقبہ کیا میں تمہیں ایسی دو سورتیں نہ سکھاؤں جن کی مثل بالکل دیکھی نہیں ہو گی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں۔ پھر آپ نے مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھائی۔ پھر نماز کی اقامت ہوئی تو آپ نے ان دونوں سورتوں کیساتھ نماز پڑھائی اور فرمایا جب بھی سوؤ اور سو کر اٹھو انہیں پڑھا کرو۔ عقبہؓ نے کہا میں زندگی بھر انہیں پڑھتا رہوں گا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام تر توجہ دو باتوں میں مبذول رکھی۔ علم اور جہاد اور جسم و جان سے ان کی طرف متوجہ رہے اور ان کے لئے اپنی ذات سے نہایت فیاضی و سخاوت سے خرچ کیا۔

رہا علم کا میدان تو اس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیریں گھاٹوں سے خوب سیراب ہوتے رہے حتیٰ کہ

وہ قاری و مقری، محدث و فقیہہ، علم مواریث و ترکات کے عالم، ادیب و فصیح اور شاعر بن گئے۔

وہ قرآن کریم کو بہت بہتر آواز میں پڑھتے اور جب رات ساکت و صامت ہوتی، کائنات پر سکوت کا عالم ہوتا وہ کتاب اللہ کی طرف لوٹ کر اسکی آیات پڑھتے تو ان کی ترتیل کو صحابہ کرام کان دھر کر سنتے اور عاجز و فروتنی کا اظہار کرتے اور اس کے خوف و خشیت سے ان کی پلکوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

ایک دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو بلا کر فرمایا اے عقبہ آپ کتاب اللہ سے کچھ پڑھ کر مجھے سنا دیجئے تو آپ نے کہا بسر و چشم اے امیر المؤمنین پھر قرآن حکیم کی آیات سے جو میسر ہوا پڑھنے لگے اور عمرؓ سنتے گئے حتیٰ کہ داڑھی آنسوؤں نے تر کر دی۔

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا مصحف چھوڑا۔ یہ مصحف کچھ عرصہ پہلے تک مصر کی معروف "جامع عقبہ بن عامر" میں موجود رہا۔ جس کے آخر میں یہ عبارت درج تھی۔ "اسے عقبہ بن عامر الجہنی نے لکھا ہے"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا یہ مصحف روئے زمین پر پائے جانے والے تمام مصاحف سے قدیم تر ہے لیکن جو کچھ ہمارے بیش قیمت سرمائے سے کھویا جا چکا ہے یہ بھی اس میں شامل ہو گیا اور ہم اس سے غافل و بے خبر رہے۔

رہا جہاد کا میدان تو ہمارے لئے یہ جاننا کافی ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اُحد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے اور وہ ان جانبازمنچلے اور جری بہادروں میں سے تھے جنہوں نے فتح دمشق میں بڑی بے جگری سے کام کیا اور کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے ان کے حسن کارکردگی پر یہ بدلہ دیا کہ انہیں مدینہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کی بشارت دے کر بھیجا۔ وہ جمعہ سے لیکر جمعہ تک برابر آٹھ دن رات تک کہیں رکے بغیر چلتے رہے۔ حتیٰ کہ فاروق اعظمؓ کو فتح عظیم کی بشارت دی۔

پھر وہ ان پرجوش مسلمین قائدین میں سے تھے جنہوں نے سرزمین مصر کو فتح کیا تو امیر المؤمنین معاویہ بن ابوسفیانؓ نے ان کو یہ بدلہ دیا کہ انہیں تین سال تک مصر کا والی مقرر کیا پھر انہیں بحر ابیض متوسط میں جزیرہ روڈس پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا گیا۔ حضرت عقبہ بن عامر کا شوق جہاد اسقدر تھا کہ ان کے سینے میں احادیث جہاد محفوظ تھیں جو مسلمانوں کو بیان کرنے کے لئے مختص تھیں۔ وہ تیر اندازی کی مہارت کے خوگر تھے حتیٰ کہ جب بھی کھیلنے کا ارادہ کرتے تو تیر اندازی میں مشغول ہو جاتے۔

جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنے بیٹوں کو جمع کر کے فرمایا میں تمہیں تین چیزوں سے روکتا ہوں

باقی بر صفحہ ۲۳ پر

گاہے گاہے باز خواں

ظہور الدین بٹ ——

شاہِ عراق اور صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

بغداد سے چالیس میل فاصلے پر مدائن ایک تاریخی شہر تھا جس کا نام بدل کر سلیمان پارک رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے دائیں جانب کچھ فاصلے پر دریائے دجلہ بہتا ہے۔

یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صحابہ کرام حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ دفن ہیں۔

حضرت حذیفہؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار صحابی تھے۔ آپ کو غزوہ احد میں مسلمان خواتین کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ غزوۂ خندق کے علاوہ بھی وہ کفار کے خلاف کئی جنگوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں دجلہ کے ارد گرد کا حاکم بنایا گیا۔ بعد میں انہیں مدائن کا گورنر بھی مقرر کیا گیا تھا۔

حضرت حذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ کو ان کے دورِ خلافت میں قرآن پاک کی نقلیں کرا کے اسلامی ریاست میں تقسیم کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ بہت سی حدیثیں آپ نے بیان فرمائیں

حضرت جابر بن عبداللہؓ اپنے والد سمیت ہی مسلمان ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی قرض کی ضرورت پڑتی تو وہ اکثر آپؓ ہی سے لیتے تھے

آپ نے بھی کئی جنگوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ حصہ لیا بیعت الرضوان اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر بھی آپ شریک تھے۔

برسوں پہلے کی بات ہے کہ عراق پر شاہ فیصل اوّل حکومت کرتے تھے۔

ایک رات انہوں نے خواب میں حضرت حذیفہؓ کو کہتے ہوئے سنا "میرے مزار میں پانی اور حضرت جابرؓ کے مزار میں نمی آنا شروع ہو گئی ہے۔ اس لیے ہمیں کہیں اور منتقل کر دیا جائے"

شاہ فیصل کام کی زیادتی کے سبب خواب بھول گئے۔ اس واقعے کے تیسرے دن اس وقت کے عراق کے مفتی اعظم

نے بھی خواب میں حضرت حذیفہؓ کو دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے: ہمارے مزار میں پانی اور حضرت جابرؓ کے مزار میں نمی آنا شروع ہو گئی ہے۔ شاہ سے کہو کہ ہمیں کسی اور جگہ منتقل کرے۔

مفتی اعظم نے نیند سے بیدار ہوتے ہی اس وقت کے وزیر اعظم نوری السعید پاشا سے فون پر بات کی۔ پھر ان سے ملاقات کر کے انہیں اپنے خواب کے بارے میں بتایا۔ نوری السعید مفتی اعظم کو اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ بادشاہ نے بھی خواب کی تصدیق کی۔

مفتی اعظم نے صحابہ کرامؓ کے حکم پر فوری طور پر عمل کرنے پر زور دیا تو بادشاہ نے کہا کہ پہلے اس کا یقین کر لیا جائے کہ دریا کا پانی مزارات تک پہنچا ہے یا نہیں۔

محکمہ نے کھدائی وغیرہ کر کے بادشاہ کو بتایا کہ پانی تو درکنار مزارات کے نیچے سے جو مٹی نکلی ہے۔ اس میں بھی نمی کا نشان نہیں ہے۔

اسی رات شاہ فیصل نے دوبارہ حضرت حذیفہؓ کو خواب میں اپنی بات کو دہراتے ہوئے سنا۔ محکمہ تعمیرات کے لوگوں نے بادشاہ کو جو بات بتائی تھی اس پر یقین کرتے ہوئے اس نے حضرت حذیفہؓ کی بات کو نظر انداز کر دیا۔

اگلی رات حضرت حذیفہؓ پھر مفتی اعظم کو خواب میں دکھائی دیئے۔ انہوں نے سختی سے مفتی صاحب سے کہا کہ ان کے مزارات میں پانی گھسا چلا آرہا ہے۔ اس لیے انہیں جلد از جلد کسی اور جگہ پر منتقل کیا جائے۔

سویرا ہوا تو مفتی صاحب دوڑے دوڑے اور گھبراتے ہوئے بادشاہ کے پاس پہنچے اور رات کا خواب والا واقعہ دہرایا۔

ان کی بات سن کر بادشاہ غصے سے جھلا گیا اور ناراضگی کے عالم میں کہنے لگا: "مفتی صاحب! آپ نے ماہرین سے سن لیا ہے۔ کہ وہاں پانی چھوڑ نمی کا نام و نشان نہیں پھر کیوں آپ مجھے پریشان کر رہے ہیں؟"

مفتی صاحب نے بادشاہ سے کہا: "آپ کی بات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ٹھیک ہے مگر ہمیں بھی تو بار بار حکم دیا جا رہا ہے۔ مناسب یہی ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کے مزارات کھلوا دیئے جائیں۔ اس طرح ہمیں خواب کی حقیقت کا بھی پتہ چل جائیگا۔"

اس طرح مفتی صاحب نے صحابہ کرامؓ کے مزارات کو کھولنے کا فتویٰ دے دیا۔

اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ عید الاضحیٰ کے دن ان بزرگوں کے مزارات کھولے جائیں گے۔

لوگوں کو اس واقعہ کے بارے میں بتانے کے واسطے اخبارات کو خبریں بھیج دی گئیں۔ کہ صحابہ کرامؓ کے مزارات عید الاضحیٰ کے دن کھولے جائیں گے۔ اخبارات میں خبر کیا چھپی سارے عالم اسلام میں ہل چل مچ گئی۔ حج کا موسم ہونے کی وجہ سے وہاں سے دنیا کے کونے کونے سے لوگ حج کرنے کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ انہوں نے حکومت سے درخواست کی کہ مزار عید کے کچھ دنوں کے بعد کھولے جائیں تاکہ وہ بھی شریک ہو سکیں۔

شاہ فیصل بہت پریشان ہوتے۔ ایک طرف تو صحابہ کرامؓ روزانہ مفتی صاحب کو اور خود بادشاہ کو خواب میں ہدایات دے رہے تھے۔ کہ انہیں کسی دوسری جگہ پر دفن کیا جائے۔ اور دوسری طرف ساری دنیا کے مسلمانوں کا اصرار تھا کہ صحابہ کرامؓ کی نعش مبارک کو نکالنے اور دوسری جگہ منتقل کرنے کا کام چند دنوں کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔

بہت سوچ بچار کے بعد ایک ترکیب نکالی گئی۔ دریا سے کچھ فاصلے پر اس کے ساتھ ساتھ کچھ فٹ چوڑی اور خوب گہری خندق کھودی گئی۔ سیمنٹ اور بجری کا مصالحہ بنا کر اس خندق کو اس مصالحے سے بھر لیا گیا۔ تاکہ پانی کا اثر مزارات تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے ساتھ ہی شاہی حکم کے ذریعے اعلان کر دیا گیا۔ کہ مزارات کی منتقلی بقرعید کے دس دن بعد کی جائے گی بقرعید کے دس دنوں بعد جب حکومت نے صحابہ کرامؓ کی لاشیں نکالنے کا بندوبست کیا تو اس دن وہاں تین میں پندرہ لاکھ مسلمان جمع ہو گئے۔

اس مجمع میں ہر مذہب، فرقے اور عقیدے کے لوگ شامل تھے۔ کئی مسلمان ملکوں کے سرکاری وفد بھی ان میں شامل تھے ترکی کے ایک وزیر، مصری علماء، وزراء اور شاہ فاروق جو اس وقت مصر کے ولی عہد تھے شرکت کی۔

پیر کا دن تھا جب صحابہ کرامؓ کو ان کے مزاروں سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا کام شروع کیا گیا۔ عراق کے شاہ فیصل، مفتی اعظم، عراق کی قومی اسمبلی کے ارکان، سرکاری وفود اور لاکھوں افراد کی موجودگی میں مزارات کو کھولا گیا۔ تو پتہ چلا۔ کہ حضرت حذیفہؓ کے مزار میں واقعی پانی آچکا ہے۔ اور حضرت جابرؓ کے مزار میں نمی پیدا ہو گئی ہے۔ اگرچہ اس وقت ان دونوں بزرگوں کی قبریں دریائے دجلہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھیں۔

ایک کرین کے ذریعہ جس میں بھاؤڑے جیسا پھل لگا ہوا تھا۔ حضرت حذیفہؓ کی نعش مبارک کو زمین سے اس طرح اوپر اٹھایا گیا کہ وہ خود بخود اسٹریچر پر آ گئی۔ آسٹریچر کو کرین سے علیحدہ کیا گیا۔

عراق کے بادشاہ، مفتی اعظم، شہزادہ فاروق اور ترکی کے وزیر مختار نے آسٹریچر کو کندھا دیا۔ اور بڑی احتیاط اور احترام کے ساتھ شیشے کے بنے ہوئے ایک بکس میں رکھ دیا۔

پھر اسی طرح حضرت جابرؓ کی نعش مبارک کو مزار سے نکالا گیا اور شیشے کے بنے ہوئے دوسرے بکس میں احترام سے رکھ دی گئی۔

لوگوں نے دیکھا کہ دونوں صحابہ کرامؓ کی نعش ہائے مبارک کے کفن اور داڑھی کے بال تک صحیح حالت میں تھے انہیں دیکھ کر قطعی طور پر احساس نہ ہوتا تھا۔ کہ ان بزرگوں کو انتقال کیے ہوئے تیرہ سو سال گزر چکے ہیں۔

آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ حضرت حذیفہؓ کا انتقال ۳۶ھ میں ہوا تھا۔ جس نے بھی ان بزرگ صحابہؓ کو زیارت کی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے انہیں رحلت کیے چند گھنٹے گزرے ہوں۔ سب لوگوں کو اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ صحابہ کرامؓ کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور ان میں اتنی چمک تھی کہ بعض لوگ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی ہمت بھی نہ کر سکے۔

انسانوں کے اس سیلاب میں جو منی سے آنے والا آنکھوں کے امراض کا ماہر ایک ڈاکٹر بھی موجود تھا۔ اس نے یہ منظر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ بے اختیار آگے بڑھا۔

بے شک اسلام کی سچائی اور صحابہ کرام رض کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اس نے مفتی اعظم سے کہا۔ اور یہ کہہ کر اس نے وہیں پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

دونوں صحابہ کی نعشوں کو شیشوں کے بکسوں میں رکھ کر لوگوں نے ان کے جنازے کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کی۔

وہاں پر موجود ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے مجمع کو تیس فٹ لمبی اور بیس فٹ چوڑی سکرین پر ٹیلیویژن کے ذریعہ چار مختلف جگہوں پر قبور کے کھلنے سے لے کر ان کے دوبارہ دفن کیے جانے تک کی ساری کارروائی دکھائی۔ جسے پانچ لاکھ مردوں، عورتوں اور بچوں نے دیکھا۔

بعد میں صحابہ کرام رض کے جنازوں کو بڑے ادب اور احترام کے ساتھ سلیمان پارک (مدائن) کے قریب لے جایا گیا۔ جہاں پر پہلے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک تھا۔ ہوائی جہازوں نے غوطے لگا کر سلامی دی۔ اور جنازوں پر پھولوں کی بارش کی۔

چار گھنٹے کے بعد صحابہ کرام رض کے جنازے سلمان پارک میں حضرت سلمان فارسی رض کے مزار پر پہنچے۔

اس موقع پر عراقی فوج کے اعلیٰ افسروں نے سلامی دی۔ صحابہ کرام رض کی نعش مبارک کو پہلے سے تیار شدہ قبروں میں اتارا گیا۔ اور انہیں توپوں کی گرج، فوجی بینڈ کی گونج اور اللہ اکبر کی زبردست صداؤں کے درمیان سپرد خاک کیا گیا۔

اس واقعہ سے متاثر ہو کر بے شمار غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ یہ واقعہ پینتیس چالیس سال پرانا ہے اور یقیناً حکومت یہ فلم برادر اسلامی ملک سے منگوا کر پاکستانی عوام کو سینماؤں، ٹی وی اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے دکھائے تو اس سے یہاں کے عوام پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ یہ حکومت کی ایک دینی خدمت ہوگی۔ اور اسلام نافذ کرنے میں مددگار ثابت ہوگی،

(ترجمان اسلام)

غیبت

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

از: علامہ شبیر احمد نورانی ــــــ کراچی

زبان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتہائی قیمتی نعمتوں سے نوازا ہے ان میں سے ایک نعمت زبان ہے جس کا صحیح استعمال انتہائی خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے لیکن اگر اسے غلط طور پر استعمال کیا جائے تو ہر قسم کے فساد اور خرابی کی جڑ بن جاتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اور سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تحفظ پر بہت زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۔ (الاسراء: ۳۶)

ترجمہ: کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ کان اور دل سبھی باز پرس ہوگی۔

(۲) مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۔ (قٓ: ۱۸)

ترجمہ: کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔

(جو لفظ بھی زبان سے نکلتا ہے اسے ضبط کرنے والا ایک حاضر باش نگران موجود ہوتا ہے)

(۳) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۔ (المؤمنون)

ترجمہ: یقیناً فلاح پائی ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور لغویات سے دور رہتے ہیں۔

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا مسلمان بہترین ہے؟

فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

اسی معنیٰ کی روایت بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہترین عمل کونسا ہے؟
ارشاد فرمایا: "وقت پر نماز کی ادائیگی" میں نے عرض کیا اس کے بعد کون؟ فرمایا: "لوگ تیری زبان سے محفوظ رہیں" (امام طبرانی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔)

(۳) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راہِ نجات کیا ہے؟
فرمایا: "یہ کہ تم اپنی زبان قابو میں رکھو، اپنے گھر پر قناعت کرو اور اپنے گناہوں پر رو۔" (ابوداؤد، ترمذی)
اسی معنیٰ کی حدیث طبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

(۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:
"جو مجھے زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں" (بخاری و ترمذی)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جسے اللہ تعالیٰ نے زبان اور شرمگاہ کے شر سے محفوظ کر دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا" (ترمذی۔ ابن حبان)

(۶) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:
"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین باتیں ناپسند فرمائی ہیں:
۱: فضول باتیں کرنا۔ ۲: مال ضائع کرنا۔ ۳: بلا مقصد سوال کرتے رہنا۔" (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ غیر متعلق باتیں چھوڑ دے۔" (ترمذی)

(۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جو کچھ بھی ہم بولتے ہیں کیا وہ ہمارے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:
"تیری ماں کا بھلا ہو، لوگ اپنی زبانوں کی وجہ سے ہی جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے۔ تیری سلامتی اسی میں ہے کہ تو ہمیشہ خاموش رہے۔ جو نہی تو نے بات کی یا تیرے حق میں جائے گی یا تیرے خلاف۔" (طبرانی)
زبان کی حفاظت اور کم از کم گفتگو کے متعلق ذخیرۂ حدیث میں غالباً ساٹھ کے قریب احادیث پائی جاتی ہیں جن کا تذکرہ بطور نمونہ قارئین الرشید کے سامنے پیش کر دیا ہے تاکہ فیصلہ فرمائیں کہ زیادہ گفتگو دنیا و آخرت میں مفید ہے یا کم از کم۔

مسلمان کی عزت: مسلمان کی عزت کا کیا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا مقام دیا ہے

اس کے لئے مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ از بس ضروری ہے :

(۱) حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سُنا :

" بلاشبہ تمہارے خون، مال اور عزت تم پر اسی طرح محترم ہیں جیسے آج کا دن اس مہینے میں اور اس شہر کے اندر۔ توجہ کرو! میں نے بات تم تک پہنچا دی ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" مسلمان پر مسلمان کا خون، عزت اور مال قابل احترام ہیں "۔ (مسلم و ترمذی)

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا :

" سود کی ۷۲ قسمیں ہیں۔ سب سے چھوٹی قسم کا اس قدر گناہ ہے جیسے آدمی اپنی ماں کے پاس شہوت سے جائے اور بدترین قسم اپنے بھائی پر زیادتی کرنا ہے۔ (طبرانی)

اس معنیٰ کی روایت ابن ابی الدنیا نے کتاب "ذم الغیبۃ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

(۴) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :

" اللہ کے ہاں بدترین گناہ، کسی مسلمان کی عزت سے کھیلنا ہے "۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً واثماً مبیناً ۝ (الاحزاب)

ترجمہ : اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔ (ابو یعلیٰ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

(۵) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل فرمایا ہے :

" بد ترین زیادتی کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے "۔ (ابو داؤد)

کیا اس کے بعد بھی کسی مسلمان کا دل یہ بات گوارا کرے گا کہ وہ کسی مسلمان کی عزت کو نشانہ بنا کر اس سے کھیلتا رہے اور لطف اندوز ہو۔ یہ چند احادیث پیش کی گئی ہیں ورنہ ذخیرہ حدیث اس طرح کے احکامات سے مالا مال ہے۔

غیبت کیا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں معلوم ہے غیبت کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " تم اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرو جو اسے ناپسند ہو "۔

کسی نے پوچھا — جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر میرے بھائی کے اندر یہ بات موجود ہو؟ آپ نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر تمہارے بھائی میں موجود ہے تو تم نے غیبت کی۔ اور اگر وہ بات اس میں موجود نہیں تو تم نے بہتان باندھا۔
(مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

چنانچہ غیبت کی تعریف یوں ہوئی کہ "کسی مسلمان کا اس انداز میں تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو اور اس کی تحقیر مقصود ہو"۔

غیبت کی حرمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ دیکھو تمہیں خود یہ ناپسند ہے۔ اللہ سے ڈرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ (الحجرات)

توجہ طلب

اس فقرے میں اللہ تعالیٰ نے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس فعل کے انتہائی گھناؤنا ہونے کا تصور دلایا ہے۔ مردار کا گوشت کھانا بجائے خود نفرت کے قابل ہے کجا یہ کہ وہ گوشت بھی کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا ہو اور انسان بھی کوئی اور نہیں خود اپنا بھائی ہو۔ پھر اس تشبیہ کو سوالیہ انداز میں پیش کر کے اور زیادہ مؤثر بنا دیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اپنے ضمیر سے پوچھ کر خود فیصلہ کرے کہ آیا وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے لئے تیار ہے؟ اگر نہیں ہے اور اس کی طبیعت اس چیز سے گھن کھاتی ہے تو آخر وہ کیسے یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے ایک مومن بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر حملہ کرے جہاں وہ اپنی مدافعت نہیں کر سکتا اور جہاں اسکو یہ خبر تک نہیں ہے کہ اس کی بے عزتی کی جا رہی ہے۔

اس ارشاد سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ غیبت کے حرام ہونے کی بنیادی وجہ اس شخص کی دلآزاری نہیں ہے جس کی غیبت کی گئی ہو بلکہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنا بجائے خود حرام ہے قطع نظر اس سے کہ اسکو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اور اسکو اس فعل سے اذیت پہنچے یا نہ پہنچے۔ ظاہر ہے کہ مرے ہوئے آدمی کا گوشت کھانا اس لئے حرام نہیں ہے کہ مُردے کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ مردہ بیچارہ تو اس سے بے خبر ہوتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد کوئی اس کی لاش کو بھنبوڑ رہا ہے۔ مگر یہ فعل بجائے خود ایک گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح جس شخص کی غیبت کی گئی ہو اسکو بھی اگر کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع نہ پہنچے تو وہ عمر بھر اس بات سے بے خبر رہے گا کہ کہاں کس شخص نے کب اس کی عزت پر کن لوگوں کے سامنے حملہ کیا تھا اور اس کی وجہ سے کس کس کی نظر میں وہ ذلیل و حقیر ہو کر رہ گیا ہے اس بے خبری کی وجہ سے اسے اس غیبت کی سرے سے کوئی اذیت نہ پہنچے گی مگر اس کی عزت پر بہرحال اس سے حرف آئے گا اس لئے یہ فعل اپنی نوعیت میں مردہ بھائی کا گوشت کھانے

سے مختلف نہیں ہے۔

مذکورہ آیت کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز میں بیان فرمائی ہے :

۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو اسلم قبیلے کا ایک آدمی (ماعز بن مالک الاسلمی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے بارہ میں زنا کا چار مرتبہ اقرار کرتے ہوئے کہا۔ میں نے کسی عورت سے بدکاری کی ہے۔ ہر مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رُخ پھیر لیا۔ آخر آپ نے دریافت کیا۔ تم یہ اقرار کیوں کر رہے ہو؟ اس نے عرض کی میری خواہش ہے کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ چنانچہ آپ نے سنگسار کا حکم دیا اور وہ سنگسار کر دیا گیا۔

جناب نبی صلی اللہ علیہ نے ایک انصاری کو دوسرے سے یہ کہتے سُنا :

"اسے دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا مگر اس کے نفس نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک یہ کتے کی موت نہ مر گیا"

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر کچھ دیر چلتے رہے۔ آپ ایک گدھے کی لاش سے گذرے جس کی پھولنے کے بعد ٹانگ بھی اٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو (غیبت کرنے والا اور سُننے والا) حکم دیا کہ اس گدھے کی لاش کھاؤ"

انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول اسے کون کھا سکتا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ابھی ابھی جو تم اپنے بھائی کی عزت پر حرف زنی کر رہے تھے وہ اس گدھے کی بدبودار لاش کھانے سے زیادہ بُری ہے" (ابن حبان)

دیگر کتابوں میں بھی اس معنیٰ کی حدیث پائی جاتی ہے اگرچہ الفاظ میں کچھ کمی بیشی ہے۔ میری گذارش ہے کہ اس حدیث کو دوبارہ سہ بارہ پڑھیں اور غور فرمائیں !!!

۲: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ اچانک بدبودار ہوا آئی۔ اسی وقت آپ نے سوال کیا۔ کیا تم جانتے ہو یہ ہوا کیسی ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو لوگوں کی غیبتیں کرتے ہیں۔ (مسند الامام احمدؒ)

غیبت سُننا اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی غیبت کرے تو شریعت کی نگاہ میں انتہائی قبیح اور گھناؤنا جرم ہے اسی طرح کسی کی غیبت سننا بھی شرعاً حرام ہے حسب ذیل شرعی دلائل پر غور فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون : ۳)

ترجمہ: جو لوگ لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں۔"

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۔ (الاسراء: ۳۶)

ترجمہ: کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہوگی۔"

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۔ (القصص: ۵۵)

ترجمہ: اور جب انہوں نے بے ہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ تمہیں دور سے ہی سلام ہے۔ ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے۔

۱۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ مالک بن الاخشم کہاں ہے؟ ایک آدمی نے کہا وہ منافق ہے اسے اللہ اور اس کے رسول سے کوئی محبت نہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا مت کہو تمہیں خبر نہیں کہ اس نے لا الٰہ الا اللہ صرف اللہ کی رضا کے لئے کہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آگ ہر اس آدمی پر حرام کر دی ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ اس کی رضا کے لئے کہا ہو!

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف غیبت کرنے والے بلکہ سننے والے کو بھی حکم دیا کہ وہ گدھے کی بدبودار لاش کھائیں۔ کیونکہ جرم میں وہ دونوں برابر کے شریک ہیں۔

اس موقع پر تو ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا محافظ بن جائے۔ اور حتی الوسع اپنے بھائی کا دفاع کرے۔ جیسا کہ مندرجہ احادیث کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے کہ اسے آگ سے بری کر دے۔" (مسند امام احمدؒ)

۲۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکے چہرے سے آگ دور رکھے گا۔"

۳۔ حضرت جابر بن ابی طلحہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرتا جہاں اس کی تذلیل کی جا رہی ہو اور اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہو اور اس کی تذلیل و توہین کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد ایسے موقع پر نہیں کرتا جہاں وہ

اللہ کی مدد کا خواہاں ہو۔ اور اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی تذلیل و توہین کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے کہ اللہ رب العزت اس کی مدد کرے۔ (ابو داؤد شریف)

نوٹ: مذکورہ بالا احادیث اس حدیث کی تائید کرتی ہیں۔

غیبت کرنیوالے کا حالِ قبر

حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا اور ایک دوسرا آدمی آپ کے بائیں طرف تھا۔ اچانک ہمارے سامنے دو قبریں آگئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا جبکہ وہ اللہ کے ہاں عذاب کے لحاظ سے بہت بڑی ہیں۔ آپ نے فرمایا: "تم میں سے کون ایک شاخ لیکر آئے گا ہم دونوں دوڑے اور میں آگے نکل گیا۔ میں ایک شاخ لے آیا آپ نے اسے دو ٹکڑے کیا اور ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھدیا۔ مزید فرمایا "جب تک یہ تر و تازہ رہیں گی ان کو کم عذاب ملے گا" ایک کو محض غیبت اور دوسرے کو پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔"

(امام احمدؒ نے اپنی مسند میں صحیح سند کیساتھ روایت فرمایا دیگر کتب میں بھی یہ حدیث موجود ہے)

غیبت کرنیوالا میدان حساب میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی جس کے پاس مال و متاع نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا "میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو نماز روزہ کی ادائیگی کے ساتھ صدقات لئے حاضر ہو۔ (اور اس کے ساتھ ساتھ) کسی کو گالی دی کسی پر بہتان لگایا، کسی کا مال کھایا کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا۔ پھر ہر ایک کو اس کی نیکیاں اس کے حق کے مطابق بانٹ دی جائیں گی اور اگر حقوق ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کی برائیاں لیکر اس کے ذمے ڈال دی جائیں گی پھر اسے آگ کے حوالے کر دیا جائیگا۔ (مسلم۔ ترمذی)

غیبت کرنیوالے کا عذاب

۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ نے آگ میں ایک گروہ کو دیکھا جو مردار کھا رہا تھا۔ پوچھا جبریلؑ یہ کون ہیں؟ کہا یہ وہ ہیں جو لوگوں کی غیبتیں کرتے تھے۔

(صحیح سند کے ساتھ امام احمدؒ نے ذکر کیا ہے)

۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب مجھے معراج ہوا تو ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے سینے اور چہرے نوچ رہے تھے میں نے پوچھا جبریلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت

کہاتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی عزت پر حملہ آور ہوتے تھے۔ (ابوداؤد)

غیبت کا کفارہ

اگر کسی مسلمان سے اپنے بھائی کی غیبت سرزد ہو جائے تو اس کا کفارہ حسب ذیل ہوگا:

۱۔ جس آدمی کی غیبت ہوتی ہے اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے تو غیبت کرنیوالا اس کے حق میں استغفار کرے کہ اس کا اپنا دل مطمئن ہو جائے کہ میں نے اپنے بھائی کی حق رسی کر دی ہے۔ اُمّت کے معتبر علماء کا یہی فتویٰ ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی صورت ممکن بھی نہیں۔

۲۔ اگر وہ زندہ ہے اور یہ ممکن ہے کہ اس سے معذرت کر لی جائے تو غیبت کرنیوالا اس سے معذرت کرے۔

دلیل: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس کے ذمے اس کے بھائی کا حق ہو وہ اُسے اس دن سے پہلے معاف کروالے جس دن نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم"

وہاں تو صرف اس کی نیکیاں لی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو دوسروں کی بُرائیاں اسے سونپ دی جائیں گی۔ (بخاری و مسلم)

عفو و درگذر

ایک سچے مسلمان کا یہ مقام ہے کہ اگر اُس سے کوئی (خواہ مسلمان یا کافر) بھی عفو و درگذر کی درخواست کرے تو وہ اسے فوراً خندہ پیشانی سے قبول کرے۔ کیونکہ اللہ احکم الحاکمین کا ارشاد ہے:

۱۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ (اعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: نرمی و درگذر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کئے جاؤ اور جاہلوں سے نہ اُلجھو"

اور بندۂ مومن کی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان فرمائی ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ (آل عمران)

ترجمہ: جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے"

مزید ارشاد ہوا:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (الشوریٰ: ۴۳)

ترجمہ: اور جو شخص صبر سے کام لے اور درگذر کرے تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے"

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو معاف کرنا اپنی طرف سے معافی کا ذریعہ اور سبب قرار دیا ہے۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور: ۲۲)

ترجمہ: انہیں معاف کر دینا چاہیئے اور درگذر کرنا چاہیئے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے اور اللہ

صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔

سُنّتِ مطہرہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاف کر دینا درگذر کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی پسندیدہ ہے اور رفع درجات کا موجب ہے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ انکساری سے کام لوں۔ تم میں سے کوئی کسی پر زیادتی ہرگز نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر جتلائے۔ (مسلم)

آپ کی شان تو یہ تھی کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ البتہ حدود اللہ کی خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ضرور سزا دی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ بندہ اگر معاف کرے تو اللہ تعالیٰ اسے مقام عزت عطا کرتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے انکساری کی اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند فرماتا ہے" (مسلم)

اسی معنیٰ کی حدیث متعدد کتب میں موجود ہے۔

غیبت کی جائز شکلیں

خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ کے مطالعے سے مندرجہ ذیل قانون و قواعد ابھر میں آتے ہیں کہ غیبت صرف اس صورت میں جائز ہے جب شرعاً اس کی ضرورت ہو۔ اور واقعتاً یہ ضرورت اس کے بغیر پوری نہ ہوسکتی ہو۔ لہٰذا محدثین نے حسب ذیل شکلیں جائز قرار دی ہیں۔

۱۔ مظلوم اپنی شکایات ظالم کے خلاف عدالت یا حاکم کے سامنے پیش کرے۔

۲۔ بغرضِ اصلاح کسی فرد یا ادارے کی شکایات کسی فرد یا ادارے کو کرے جو اس کی اصلاح کرسکتا ہو۔

۳۔ مفتی کے سامنے بغرضِ فتویٰ صورت مسئلہ پیش کرے۔

۴۔ مسلمانوں کو شر سے محفوظ کرنے کے لئے حدیث کے راویوں، مقدمہ کے گواہوں یا اہلِ تصنیف و تالیف کی کمزوریوں سے آگاہ کرے۔

اسی طرح رشتے ناطے کے مشورے، کاروباری معاملے۔ امانتوں کے بارے میں اعتماد کی خاطر کسی کے بارے میں نامناسب بات کرنا بھی شامل ہے۔

۵۔ ان لوگوں کے خلاف آواز بلند کرنا جو فسق و بدعت علی الاعلان کر رہے ہوں اور ان کی وجہ سے معاشرے کو

دینی معیار تباہ ہو رہا ہو۔

۱۶۔ افراد کا ایسا نام لینا جن سے وہ مشہور ہوں۔ اگرچہ الفاظ نامناسب ہی کیوں نہ ہوں جیسے اعمیٰ (اندھا) اعمش (بھینگا) اعرج (لنگڑا) وغیرہ وغیرہ۔

جن احادیث کو بنیاد بناکر محدثین کرام نے قاعدے وضع کئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ارشاد فرمایا آنے دو مگر قوم کا بدترین فرد ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فلاں فلاں آدمی ہمارے دین کو بالکل نہیں سمجھتے۔ (بخاری)

۳۔ حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ابوالجہم اور معاویہ رضی اللہ عنہما نے مجھے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معاویہ تو غریب آدمی ہے اور ابوالجہم کی لاٹھی ہمیشہ کندھے پر ہوتی ہے۔ (بہت مارتا ہے یا بہت سفر کرتا ہے)

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ابوسفیان کی اہلیہ "ہند" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور کہا ابوسفیان بخیل آدمی ہے وہ اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کو پورا ہو۔ اِلّا یہ کہ از خود بلا اطلاع لے لوں۔ آپ نے فرمایا مناسب طریقے سے جتنا تجھے اور تیری اولاد کو پورا ہو لیا کر۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) (بخاری ومسلم)

الدین النصیحۃ غیبت کا باعث عام طور پر کسی بھائی سے ذاتی رنجش یا اس کی کسی شرعی خلاف ورزی کی بناء پر دینی حمیت ہوتی ہے۔ لہٰذا بجائے اس بھائی کی غلطی کو نامناسب طریقے سے اچھالنے کے (جس سے غلطی اور برائی کو تشہیر بھی ملے اور بھائی کی عزت بھی جائے) مناسب اور بہتر یہ ہے کہ اس مسلمان بھائی سے براہِ راست رابطہ قائم کرکے اس سے وضاحت طلب کر لی جائے اگر کسی کو غلط فہمی ہوگی تو ازالہ ہو جائیگا اور اگر واقعتاً اس سے خطا سرزد ہوئی ہے تو اس کو بہتر اور مناسب طریقے سے توجہ دلائی جائے۔ وہ یقیناً اس پر شرمسار ہوگا اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت چاہے گا۔ اور اگر کسی وجہ سے اس سے رابطہ ناممکن ہو تو کسی دوسرے صاحب اثر مسلمان بھائی کے ذریعے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے خیر خواہی کا بھی یہی تقاضا ہے۔ خیر القرون سے دو مثالیں بطور نمونہ حاضر خدمت ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ حضرت عمر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہما) سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ

ان کے پیچھے معذرت کے ارادے سے گئے لیکن انہوں نے معذرت قبول نہ کی بلکہ دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوالدرداء کا بیان ہے کہ ہم اسوقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی کہا،

"تمہارا یہ ساتھی نیکی میں آگے بڑھ گیا ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے کئے پر شرمساری ہوئی۔ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے۔ سلام کیا، اور آپ کے پاس بیٹھ کر سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آگئے۔ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلسل یہ کہے جا رہے تھے۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بخدا قصور میرا زیادہ ہے۔

آپ نے بتکرار فرمایا "کیا تم میرے ساتھی سے درگذر نہیں کر سکتے" کیونکہ میرا اس وقت ساتھ دیا جب تم نے جھٹلایا تھا۔ الخ (بخاری کتاب التفسیر)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سب صحابہ کرام کو شدید صدمہ ہوا۔ حتیٰ کہ بعض تو بالکل پریشان حال ہو گئے۔ میرا حال بھی یہی تھا۔ میں اسی حال میں تھا کہ حضرت عمرؓ گذرے اور سلام کیا جس کی مجھے قطعاً خبر نہ ہوئی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی۔ پھر وہ دونوں میرے پاس آئے اور سلام کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا بات تھی کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا بخدا تم نے ایسا ہی کیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے آپ کے گذرنے اور سلام کرنے کی قطعاً خبر نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا عثمانؓ سچ کہتا ہے ہاں تجھے اس اہم معاملے نے (وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے خبر کر دیا تھا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسند امام احمد)

بقیہ: تذکرہ صحابہ

انہیں خوب یاد رکھو۔ بااوثوق شخص کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی حدیث قبول نہ کرنا۔ قرض کا کوئی شے طلب نہ کرنا اگرچہ تم نے امامت کی عباء پہن رکھی ہو۔ اور نہ شعر لکھ کر ان سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو قرآن سے غافل کرنا۔

جب فوت ہوئے تو انہوں نے آپ کو جبلِ مقطم کے دامن میں دفن کیا پھر واپس آکر ان کے ترکہ کی تلاش کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پیچھے ستر سے کچھ اوپر کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کیساتھ ترکش اور تیر ہیں جن کے متعلق آپ نے وصیت کی ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں کام میں لایا جائے۔

اللہ رحیم و کریم قاری و عالم اور غازی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تر و تازہ رکھے اور اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے انہیں جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ (مشکوٰۃ الہدیٰ)
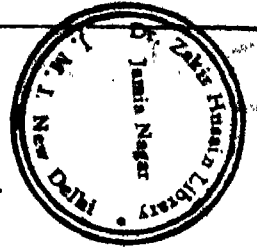
- ہم اس فرقہ ضالہ کے بحیثیت انسان مخالف نہیں، نہ ان کی عزت و آبرو کے دشمن ہیں۔ لیکن ان کے فریب، قدح اور دجل و تلبیس سے بچنا ہم اپنا قدرتی حق سمجھتے ہیں۔
- یہ لوگ سیاسی طور پر مسلمانوں کے ساتھ صرف اس لئے رہنا چاہتے ہیں کہ عام مسلمانوں کے حقوق سے فائدہ اٹھائیں لیکن اکمانہ مذہبی اور معاشی مقاطعہ کرکے نہ صرف اپنی علیحدہ قوت تعمیر کرتے بلکہ مسلمانوں کی دینی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں!
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ خواہ ظلی ہو یا بروزی نہ صرف اسلام پر ضربِ کاری کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ مسلمانوں میں انتشارِ عظیم پیدا کرنے کا بھی باعث ہے۔
- یہ لوگ برٹش امپیریلزم کے کھلے ایجنٹ ہیں!!!
- مسلمانوں میں ففتھ کالم کے طور پر کام کرتے ہیں!
- ان کا وجود مسلمانوں کی داخلی زندگی کے لئے اسرائیل سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔
- انہوں نے انگریزوں کی غلامی کے لئے اپنی نبوت کا کھڑاگ رچا کر الہام کی زبان میں سند مہیا کی ہے!
- انگریزوں نے ان کے فرقے سے مسلمان ملکوں میں جاسوسی کا کام لیا ہے۔
- انہیں مسلمانوں کی جمعیت میں سے حذف کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کا وجود نہ صرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی نظر میں خارج از اسلام ہے بلکہ ان کی اپنی تحریروں میں درج ہے کہ یہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں، جب یہ تمام مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر ان کی جماعت میں شامل رہنے پر مصر کیوں ہیں؟
- انہوں نے مسلمانوں کی مقدس مصطلحات کو اپنے حواریوں اور اپنے گماشتوں پر استعمال کرکے نہ صرف ان الفاظ کی قدر و قیمت کو ہلکا کیا ہے بلکہ اس تقدس اور پاکیزگی کو بھی عاجز کیا ہے جو ان الفاظ اور مصطلحات سے وابستہ ہے۔
- جو مسلمان اس فرقہ ضالہ کو مسلمانوں کا جزو خیال کرتے ہیں اور ان کے وسائل سے مرعوب ہو کر اس تحریک کو محض احرار کی تحریک سے تعبیر کرتے ہیں وہ اسلام اور نفسِ اسلام کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح انسان کا ذاتی معاملہ ہے اور یہی وہ نقطۂ نگاہ ہے جس سے مرزائیت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے!

______ چوہدری افضل حق مرحوم

جامع مسجد احرار ربوہ کے خطیب

اغوا تشدد

اور قاتلانہ حملہ کی

اللہ یار ارشد رشیدی پر کیا گذری؟ مکمل کہانی

جب رسول اللہ کی سنت لوچی گئی

جامع مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا حافظ اللہ یار ارشد فاضل جامعہ رشیدیہ کو اغوا کرنے کی کوشش اور ان پر قاتلانہ حملہ کب، کیوں اور کیسے ہوا؟ اس کے محرکات کیا ہیں اور تفصیلات کس قدر بھیانک ہیں! ان سوالوں کے تفصیلی جوابات کے لئے راقم اپنے قلمی رفیق اور نامور صحافی جناب خالد لطیف چیمہ کے ہمراہ ربوہ اور چنیوٹ کے گلی کوچوں میں گھوما اور مولانا کی عیادت کے بعد مذکورہ مقام کے عوامی حلقوں سے ملا۔ اس سفر کے تاثرات و مشاہدات سے جنم لینے والی افسوسناک کہانی قارئین الرشید اور ختم نبوت کے جانباز مجاہدوں کی عدالت میں پیش کی جارہی ہے!

مرزائی فرقہ اور اس کے خطرناک عزائم پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اور اس کے جو نتائج سامنے آتے رہے اس کے بعد اب اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی عملاً لاحاصل اور بے سود نظر آتی ہے۔ مولانا اسلم قریشی کی گمشدگی اور مولانا اشرف ہاشمی کا معمہ کہاں تک حل ہوا؟

یہ دو کیس ملاحظہ ہیں۔ جو تادم تحریر کسی مثبت نتیجے پر نہیں پہنچ سکے ان دو کیسوں کے ساتھ اب تک جو کچھ ہوا اس کی روشنی میں مجلس احرار اسلام کے مبلغ مولانا حافظ اللہ یار ارشد پر مرزائی غنڈوں کے شرمناک اغواء اور ہولناک قاتلانہ حملہ کا رونا رویا جائے۔ تو کس کے سامنے؟

ایوان حکومت کی کون سی قوتوں پر دستک دی جائے؟

کون سے اخلاقی ضابطوں کے حوالے سے بات کی جائے؟

جب صورت حال یہاں تک پہنچ جائے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک اور اسلامی نظام حیات کے نفاذ کی داعی حکومت کے دور میں حضور کی ختم المرسلینی کا ڈنکا بجانے والے محافظین ختم نبوت کو سر بازار اغوا کرکے ان پر جبر و تشدد کے پہاڑ توڑے جائیں۔ مجاہدوں کے خون کا ایک ایک قطرہ صدائے بازگشت بن کر قومی ضمیر کو جھنجھوڑے مگر

مجرموں کی ان بہیمانہ حرکتوں پر ارباب حل و عقد کی سوچ کی لہریں کوئی مثبت اثر قبول نہ کریں۔ جذبات و احساسات خواب غفلت میں مدہوش ہوں تو پھر سوچنا پڑتا ہے۔ کہ انسانیت سوز حرکات میں مبتلا ان بے ضمیر بدمعاشوں کے گلے میں پھندا کون ڈالے جو اس قسم کی مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

۲۵ اور ۲۶ جون کی درمیانی شب ربوہ میں مرزائی غنڈوں نے جامع مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا حافظ اللہ یار ارشد کو جس سفاکی سے اغوار کر کے انہیں قتل کرنے کے پروگرام پر جس شرمناک انداز میں عمل کیا۔ اس کی تفصیل سے مرزائیوں کے خطرناک عزائم روز روشن کیطرح بے نقاب ہو کر اپنی اصل شکل میں منظر عام پر آچکے ہیں۔ مرزائی غنڈوں نے جس دیدہ دلیری سے مولانا کو اغوار کیا اور جس طریقے سے انہیں بدترین تشدد کا نشانہ بنایا ان پر ظلم و بربریت کے جو گھٹیا مظاہر آزمائے اور انہیں قتل کرنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے جو راستہ اختیار کیا اس نے واضح کر دیا کہ مرزائی شمع رسالت کے پیر پر ملنے اور ختم نبوت کے ہر مجاہد کے خون کے پیاسے ہیں۔

مولانا اللہ یار ارشد پر حالیہ قاتلانہ حملہ مرزائیوں کا ایک دیرینہ منصوبہ تھا جس کی نشان دہی ۱۹۸۱ء کے ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ جس کے مطابق مسجد احرار ہی میں کسی شخص نے مولانا پر فائر کیا۔ خوش قسمتی سے مولانا فائر کی زد سے بچ گئے۔ اس فائر کے بارے میں یہ روایت ربوہ کے حلقوں میں مشہور ہے۔ کہ مذکورہ حملہ مرزا ناصر کے حکم پر کیا گیا۔

بعد ازاں ایک تسلسل کے ساتھ مولانا کو مرزائیوں کی جانب سے دھمکی آمیز خطوط موصول ہوتے رہے جن کی اطلاع فوری طور پر مقامی انتظامیہ کو دی جاتی رہی۔ متعدد مرتبہ مولانا نے مقامی تھانہ میں رپورٹ درج کرائی۔ لیکن مقامی انتظامیہ بے حس رہی۔ اور کسی قسم کی کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی۔ گزشتہ دنوں مرزائیوں کے لاہوری گروپ کی جانب سے مولانا اللہ یار ارشد کو بیعت فارم بھیجا گیا جس کی ایک ایک فوٹو سٹیٹ کاپی مولانا نے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی جھنگ کو بھیجی علاوہ ازیں تھانہ ربوہ میں پیشگی اغوار کی رپورٹیں بھی درج کرائیں۔ لیکن انتظامیہ کی بے حسی بدستور برقرار رہی مولانا اللہ یار ارشد کے علاوہ چنیوٹ کے ممتاز نوجوان قانون دان ملک رب نواز ایڈووکیٹ جو خود بھی تحریک تحفظ ختم نبوت کے جانثار مجاہد اور شعلہ نوا مقرر ہیں۔ علاقہ کے مسلمان ہر قسم کی قانونی رہنمائی انہی سے حاصل کرتے ہیں۔ انہیں بھی دھمکی آمیز خطوط موصول ہوتے اس کے علاوہ مولانا منظور احمد چنیوٹی جو کسی تعارف کے محتاج نہیں انہیں بھی آمیز خطوط موصول ہوتے۔ الغرض مولانا اللہ یار ارشد مولانا منظور احمد چنیوٹی اور ملک رب نواز نے دھمکی آمیز خطوط کی بنیاد پر رپورٹ درج کرائی مگر مقامی انتظامیہ خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئی۔

گزشتہ دنوں مولانا منظور احمد چنیوٹی کو مولانا اللہ یار ارشد کے پیشگی اغوار کی اطلاع پر مبنی ایک شخص کا خط موصول ہوا۔۔۔ جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ لیکن خط لکھنے والے کا نام ظاہر نہیں کیا جا رہا۔

مولانا اللہ یار ارشد پر قاتلانہ حملہ مرزائیوں کا ایک دیرینہ منصوبہ تھا!

بسم اللہ

جناب منظور احمد چنیوٹی　　　السلام علیکم !

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ آپ کے بیانات روزانہ اخبارات میں پڑھے جاتے ہیں آپ لوگوں کو نہایت گندی گالیاں دی جاتی ہیں۔ خاص طور پر آپ کا مخالف گروپ مولوی خورشید بھابھڑی محمد شفیع اشرف، رشید احمد مرزا ناصر احمد اور مرزا طاہر احمد کا پوتا بدمعاش ہے۔ جو ۳۰ ہزار روپیہ مہینہ لیتا ہے۔ فرزند علی ڈرائیور ہے جو اپنی گاڑی یعنی حکیم رشید کی گاڑی ۲۴۴۲ جیپ میں مولوی اللہ یار کو اغواء کے منصوبہ بنا رہا ہے۔ فوراً اخبارات میں اس بدمعاش اور اس کے چار افسروں کے نام لینا شروع کر دو شور مچا دو کہ مولوی اللہ یار کو اس گاڑی میں اغواء کے لئے یہ لوگ پیچھے پھرتے ہیں تھانہ میں بھی رپٹ درج کروا دو دیر نہ کرو۔

فرزند علی ان کا پرانا قاتل ہے مولوی اسلم کیس میں بھی ان سب کا نام درج کروانے کی کوشش کرو دوست

حالات و واقعات اور درج بالا خط سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ مرزائی غنڈے اپنے بدمعاش آقاؤں کی سرپرستی میں مولانا اللہ یار ارشد کو اغواء کر کے انہیں قتل کرنے کا مکمل منصوبہ بنا چکے تھے۔

اور ہر وقت کسی مناسب موقع کی تاک میں تھے۔ ۲۵ اور ۲۶ جون کی درمیانی شب کو مناسب موقع پا کر انہوں نے اپنے منصوبہ پر اس وقت عمل کیا جب مولانا لالیاں سے واپس تنہا ربوہ پہنچ کر مسجد احرار کی طرف جا رہے تھے۔ مولانا کے دورۂ لالیاں کی غرض کچھ اس طرح کہ وہاں ۲۳ جون کو احسان اللہ نامی ایک قادیانی مبلغ مرزائیت پر مبنی لٹریچر تقسیم کر رہا تھا جسے وہاں کے مسلمانوں نے دینی غیرت کے تحت اس سے چھین کر تھانہ لالیاں سے رجوع کیا۔ جہاں اس مرزائی مبلغ کا نوٹس نہ لیا گیا تو مسلمانوں نے مولانا اللہ یار ارشد کو لالیاں آنے کی دعوت دی۔ اسی دعوت کے پیش نظر مولانا ۲۴ جون کو ہی افطاری کے بعد لالیاں پہنچے۔ مقامی تھانہ کے ایس ایچ او کی توجہ اس کیس کی جانب مبذول کرائی تو مذکورہ ایس ایچ او نے حالیہ صدارتی آرڈیننس کے تحت قادیانی مبلغ کے خلاف رپورٹ درج کرنے کی یقین دہانی کرائی اس یقین دہانی کے بعد مولانا واپس ربوہ آ گئے۔ ربوہ واپسی پر مولانا کو اطلاع ملی کہ مذکورہ قادیانی مبلغ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس اطلاع کی روشنی میں مولانا ۲۵ جون کو پھر لالیاں پہنچے اور وہیں افطاری کی مذکورہ ایس ایچ او سے پھر ملے تو اس نے مولانا سے کہا کہ قادیانی مبلغ سے حاصل شدہ کتابیں ایس ڈی ایم ۔ پی چیکنگ کروانے کے لئے بھیج دی گئیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایس ایچ او نے مولانا سے کہا کہ وہ ۲۷ جون کو حاضر ہوں۔ لہٰذا ۲۵ جون ہی کو رات دس بج کر پندرہ منٹ پر مولانا لالیاں سے ربوہ پہنچے۔ بس سٹینڈ کے قریب ہی ایک مسلمان دوکاندار سے اپنا سائیکل لیا (مولانا عام طور پر یہیں اپنا سائیکل رکھتے تھے) اور جامع مسجد احرار کی طرف چل پڑے۔ اس دوران ایک سپاہی اپنے طور پر جیسے پھاٹک تک ساتھ آیا۔

راستہ میں جامعہ احمدیہ کے قریب ہوٹل پر صادق نامی ایک مسلمان نوجوان سے ملاقات ہوئی تو اسے آم خرید کر لانے

کے لئے پیسے دیئے۔ نوجوان آم خریدنے کے لئے چلا گیا۔ اور مولانا اپنی مسجد کی جانب روانہ ہو گئے۔ اور راہ میں پانچ سائیکل سواروں نے مولانا کا تعاقب شروع کر دیا۔ جو ڈگری کالج والی پُلی تک جاری رہا۔ اسی دوران مختلف زاویوں کے فاصلے کے لحاظ سے انہی سائیکل سواروں میں سے کسی ایک شخص کیطرف سے وِسل کی آواز سنائی دیتی رہی۔ جونہی مولانا ڈگری کالج والی پلی پر پہنچے وہاں پہلے سے موجود کسی شخص نے اچانک ایک سائیکل مولانا کے سائیکل پر دے ماری۔ اس اچانک حملے کی بنا پر مولانا اپنی سائیکل کو سنبھال نہ سکے۔ اور نیچے زمین پر آن گرے۔

جونہی مولانا زمین پر گرے۔ حکیم خورشید صدر امور عامہ انجمن احمدیہ کا بھانجا وسیم احمد مولانا کے سینے پر چڑھ گیا۔ حملہ آوروں نے مولانا پر گھونسوں اور لاتوں کی بارش کر دی۔ مبارک احمد نامی ملزم نے مولانا کی داڑھی نوچی اور سینے پر ریوالور رکھ دیا اور کہا کہ پکارو! کہاں ہیں تمہارے مسلمان۔ اور ساتھ ہی مولانا کے اپنے رومال سے ان کا منہ باندھ کر اوپر رسی باندھ دی پھر ہاتھ اور پاؤں بھی رسی سے باندھ دیئے اور مولانا کو اٹھا لیا۔ مولانا پلٹا کھا کر نیچے گرے تو ملزموں نے ان کے پاؤں رسی سے باندھ کر انہیں مشرق کی سمت یعنی محلہ دارالعلوم کی جانب گھسیٹنا شروع کر دیا تقریباً نصف فرلانگ تک گھسیٹتے رہے۔

پھر ایک مقام پر انہیں بجری کے ڈھیر پر ڈال دیا۔ جہاں پہلے ہی سے کچھ قادیانی محلہ دارالعلوم کے صدر کے ساتھ موجود تھے۔ گھسیٹنے کے عمل کے دوران مولانا کے جسم کے مختلف حصے گھائل ہو چکے تھے۔

مگر ظلم و بربریت کے نشے سے چور مرزائی غنڈوں نے یہاں بجری کے ڈھیر پر مولانا کو تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے وحشت و درندگی کا مظاہرہ شروع کر دیا پھر مولانا کو کوئی خواب آور چیز سنگھا کر بے ہوش کر دیا گیا۔

مولانا جب ہوش میں آئے تو دیکھا کہ وہ ایک کوٹھی کی چار دیواری میں محصور ہیں۔ جہاں سرکردہ قادیانیوں میں حکیم خورشید صدر عمومی انجمن احمدیہ، عبدالعزیز بھامبڑی منتسب اعلیٰ انجمن احمدیہ ظہور باجوہ سابق ناظم امور عامہ، خواجہ مجید احمد راجہ نذیر احمد ظفر، فضل احمد ڈوگر کے علاوہ اور بہت سے قادیانی موجود تھے۔ ان تمام قادیانیوں کی تعداد تقریباً ۳۰ تھی۔

مولانا ہوش میں آئے تو حکیم خورشید نے کہا کہ ہماری بات مان لو، اور مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت تسلیم کر لو۔ ورنہ موت تو تمہاری آ چکی ہے۔ عزیز بھامبڑی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ "بند کمرے میں جو کتا مولوی پڑا ہے وہ اسے دکھا دو"

پھر مولانا اللہ یار سے مخاطب ہوا "تمہارا بھی حشر اسی جیسا ہو گا"

اس حکم پر خورشید نے کہا کہ نہیں۔ پہلے اس کے ٹکڑے کر دو اس کا حشر اس کو دکھاؤ۔ تاکہ انہیں پتہ چلے کہ احمدیوں کی مخالفت کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

اسی اثناء میں وسیم احمد اور راجہ نذیر ظفر نے مولانا کے پاؤں پر ستے مارنے شروع کر دیئے پھر حکیم خورشید کے حکم سے مولانا کے جسم پر قادیانی غنڈوں نے رقص کیا۔ مولانا کی داڑھی پر پیشاب کیا گیا۔ بعد ازاں حکیم خورشید نے ایک لوہے کا ٹوکہ اور رسہ منگوایا۔ اور اپنے کسی ساتھی کو حکم دیا کہ اس کے پاؤں سے سر کیطرف کاٹنا شروع کر دو اور جلدی کام کر کے اس کی نعش

کو ربتے جناب میں بہا آؤ۔ اس حکم کی تعمیل میں مولانا کی دائیں پنڈلی پر ٹوکہ مارا گیا۔ جس سے مولانا بے ہوش ہو گئے۔ اور جب ہوش میں آئے تو اپنے آپ کو مقامی تھانے میں پایا۔

اسی اثنا میں علاقہ کے مسلمانوں کا ایک جم غفیر تھانہ پہنچ گیا۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔ کہ جب صادق نامی مسلمان آم لے کر مسجد احرار جا رہا تھا۔ کہ راستے میں ایک جگہ کچھ مرزائی کھڑے آپس میں محو گفتگو تھے۔ انہی میں سے ایک آدمی کی آواز آئی۔

مولوی پکڑا گیا۔ یہ آواز صادق کے کانوں پڑی وہ چونکا اور فوراً مسجد احرار پہنچ کر مولانا کے بارے میں معلوم کیا۔ جونہی اسے پتہ چلا کہ مولانا مسجد احرار نہیں پہنچے۔ اس نے فوراً مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے مولانا کے اغوار کا اعلان کر کے مسلمانوں کو باخبر کر دیا۔ یہاں سے صادق مولانا اللہ یار ارشد کے معتمد خاص مسعود جاوید (کونسلر) کے گھر گیا۔ انہیں اطلاع دی پھر بلدیہ کے چیئرمین کے گھر اطلاع دی مسعود جاوید کلمہ پر سلام کر کے بخاری مسجد گئے۔ یہاں سے صوفی ایوب خاں اور رانا عبدالرزاق کو ہمراہ لے کر مشتبہ جگہ پر پہنچے جہاں مسلمانوں کی معقول تعداد موجود تھی یہاں سے مسعود جاوید اپنے ساتھیوں سمیت ہمراہ تھانہ پہنچے تو مولانا اللہ یار ارشد شدید زخمی حالت میں وہاں موجود تھے۔ یکایک مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد تھانہ پہنچ گئی۔ جو مسلمان تھانہ پہنچے۔ انہیں ایک نئی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ وہاں مولانا اللہ یار ارشد پر ایک کوٹھی کو آگ لگانے کے الزام میں پہلے ہی سے پرچہ درج تھا۔ جو شخص مولانا اللہ یار ارشد کے بارے میں معلوم کرتا۔ اسے حوالات میں بند کر دیا جاتا۔ حتیٰ کہ جس شخص نے مولانا کے اغوار کی پولیس کو اطلاع دی تھی اسے ماں بہن کی گالیاں سنا کر حوالات بھیج دیا گیا۔ جن لوگوں نے مولانا کو طبی امداد پہنچانے کا مطالبہ کیا۔ ان کے ساتھ مقامی ایس۔ ایچ۔ او جس کا نام ذوالفقار بتایا جاتا ہے۔ انتہائی بدتمیزی سے پیش آیا۔ اور مولانا کی تشویشناک حالت کے باوجود انہیں فوری طبی امداد پہنچانے کی اجازت نہ دی گئی۔ سحری کے وقت آر۔ ایم ربوہ تھانہ آئے۔ اور انہوں نے مقامی ایس۔ ایچ۔ او کے شرمناک رویے پر اسے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ آخر کار ڈی۔ ایس۔ پی نے حوالات میں بند مسلمانوں کی جان چھڑائی۔ مولانا کی نشاندہی پر ڈی۔ ایس۔ پی کی سربراہی میں ایک مفرور ملزم کے علاوہ تمام ملزم گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ جن میں پانچ سرکردہ قادیانی بھی ہیں۔

مولانا کے زخمی حالت میں تھانہ پہنچائے جانے کے بارے میں بہت سی روایات مقامی حلقوں میں مشہور ہیں۔ مولانا کے اغوار و قاتلانہ حملے کو بعض حلقے ذوالفقار نامی ایس۔ ایچ۔ او کی مرزائیوں سے ملی بھگت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اور کہا جا رہا ہے۔ کہ مرزائیوں نے اس منصوبے کی تکمیل کے لئے ایک بھاری رقم مختص کی تھی۔ جس میں سے تین لاکھ روپے مذکورہ ایس۔ ایچ۔ او کو دیے گئے۔ یہ سمجھا جا رہا ہے۔ کہ مشتبہ کوٹھی کے مکمل گھیراؤ کے باوجود مولانا کیسے تھانے پہنچائے گئے۔ جس کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور پھر اسی ایس۔ ایچ۔ او نے تھانے میں آنے والے مسلمانوں سے جو ناروا سلوک کیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

مولانا اللہ یار ارشد ایک ایسی مسجد کے منتظم و خطیب ہیں۔ جو شہر نامراد ربوہ میں مسلمانوں کی سب سے پہلی عبادت گاہ کے طور پر جلوہ افروز ہوئی۔ جس کا افتتاح فاتح ربوہ جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری نے کیا جہاں وقتاً فوقتاً ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ملک و

ملت کے خلاف مرزائیوں کی خفیہ سرگرمیوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ جہاں ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر مسلمانان پاکستان کا پُر وقار اور شاندار جلوس ربوہ کے گلی کوچوں سے ختم نبوت کی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینے کا عہد کرتا ہے۔

مولانا اللہ یار ارشد نے ربوہ میں سرکردہ مرزائیوں کی اس اجارہ داری کو ختم کرنے کے لئے شب و روز محنت کی جس کے باعث مرزائی علاقہ کے محنت کش اور غریب عوام کو ظلم و ستم کی چکی میں پیستے ہیں۔ مولانا نے مفلس لوگوں کو سرمایہ دار ذہنیت کے حامل مرزائیوں کے چنگل سے آزاد کرایا۔ انہیں ذہنی شعور بخشا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ربوہ کے گرد و نواح سے مولانا کی عیادت کے لئے آنے والے غریب مزدور اور کسان لوگوں کا ہسپتال میں تانتا بندھا رہتا ہے۔ کوئی مولانا کی خیریت دریافت کر رہا ہے۔ تو کوئی مرزائیوں کو کوس رہا ہے۔ کوئی مولانا کو دبا رہا ہے۔ تو کوئی دعائیں دے رہا ہے۔ الغرض ہسپتال کے اس ماحول سے مولانا کی شخصیت اور علاقہ کے عوام کی تعمیر و ترقی کے لئے ان کی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ مرزائیوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اور اسی لئے وہ مولانا کے خون کے پیاسے ہیں۔

مولانا کے خون کی قیمت بہرحال مرزائیوں کو ادا کرنا ہو گی۔ اور یہی کیس مولانا اسلم قریشی کا معمہ حل کرانے میں ممد و معاون ثابت ہو گا۔ فی الوقت پورے ملک میں احتجاج جاری ہے۔ عوام میں غم و غصے کی بے پناہ لہریں دوڑ رہی ہیں۔ چنیوٹ میں گزشتہ نماز جمعہ اجتماعی طور پر ادا کی گئی۔ جس میں دیوبندی، بریلوی، اور اہلحدیث علماء اور عوام نے شرکت کی عوام کا یہ عظیم الشان اجتماع اتحاد اسلامی کا بھرپور مظاہرہ تھا۔ جس میں امیر ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری، مولانا منظور چنیوٹیؒ، مولانا محمد حنیف جالندھری، ملک رب نواز ایڈووکیٹ میاں اسماعیل اور قاری محمد سعید کے علاوہ دیگر علماء نے خطاب کیا۔ اجتماع نے مطالبہ کیا کہ ایس۔ ایچ۔ او ربوہ ذوالفقار اور محرر محمد اسلم کو فوری طور پر معطل کر کے شامل تفتیش کیا جائے۔ مولانا اسلم قریشی کیس کی تفتیش میجر مشتاق کی بجائے کسی اور کے سپرد کی جائے۔

مولانا اللہ یار کیس کے مفرور ملزم عزیز بھاڑی کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔ اجتماعی جمعہ کے بعد ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری کو دو ماہ کے لئے جھنگ بدر کر دیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مقامی انتظامیہ علماء کو صوبہ بدر کر کے علاقہ کے عوام میں اشتعال پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اور اس نازک موقع پر عوام اور حکومت کے درمیان کشیدگی کی فضا پیدا کر کے صدر مملکت کے ان اقدامات کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جو انہوں نے مرزائیت کے خلاف کئے ہیں۔

مولانا اللہ یار ارشد کے خلاف مرزائیوں کا منصوبہ اگرچہ ناکام ہو چکا ہے لیکن علماء کے اغوا اور قتل کی جو روش چل نکلی ہے اسے سختی سے کچلنے کی شدید ضرورت ہے اگر ان واقعات کا فوری طور پر سدباب نہ کیا گیا اور مرزائیوں کو ان کی آئینی اور قانونی حیثیت میں محدود نہ کیا گیا تو اس کے نتائج سنگین سے سنگین تر ہوتے چلے جائیں گے۔ چٹان

○

قدیم فضلاء کے لئے امتحان کی اجازت

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۱۹ شوال ۱۴۰۴ھ / ۱۸ جولائی ۱۹۸۴ء بمقام جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں فیصلہ کیا گیا کہ وفاق سے ملحق جامعات کے سالہائے گذشتہ کے جو فضلاء وفاق کا امتحان نہ دے سکے ان کو وفاق کے امتحان میں شرکت کی اجازت ہے۔ یہ امتحان صفر ۱۴۰۵ھ میں ملتان میں منعقد ہوگا۔

۳۰ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ تک دوصد روپیہ فیس کے ساتھ درخواستیں وصول کی جائیں گی!

داخلہ وفاق کے مطبوعہ فارم کے ذریعے ہوگا۔ جو مرکزی دفتر وفاق سے مہیا ہو سکتے ہے۔

فارم کے ساتھ درج ذیل مطلوبہ کوائف مہیا کرنا لازمی ہوگا۔

۱۔ نقل سند فراغ مصدقہ مہتمم جامعہ ۲۔ شناختی کارڈ کی مصدقہ ۲ عدد فوٹو کاپی۔

۳۔ متعلقہ ادارے سے حالیہ شغل کی تصدیق۔

امتحانات تحریری و تقریری دونوں ہوں گے۔

طریقہ کار امتحان کا اعلان بعد میں کیا جائیگا۔

صرف وفاق سے ملحق جامعات کے باضابطہ فضلاء کا امتحان لیا جائے گا۔

کوئی ادارہ پرائیویٹ طلبہ کا داخلہ نہ بھیجیں۔

ضمنی امتحانات

صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا امتحان، صفر ۱۴۰۵ھ میں ملتان میں منعقد ہوگا۔

ضمنی امتحانات دینے والے طلبہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ سے پہلے درخواستیں مع فیس ۵۰/- روپے بھیجدیں۔

سید محمد انور شاہ

ناظم امتحانات وفاق المدارس العربیہ پاکستان

کچہری روڈ ملتان

وفاق المدارس العربیہ

نے

۵۲ جامعات کے درجہ عالمیہ کے نتائج کا اعلان کر دیا

دورۃ حدیث

وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحقہ جامعات میں سے ۵۲ جامعات کے ۹۸۹ طلبہ کا سالانہ امتحان برائے سال ۱۴۰۲ھ وفاق کے تحت منعقد ہوئے۔ ان میں سے ۶۳ طلبہ درجہ ممتاز میں، ۱۵۲ طلبہ جید جدا میں، ۲۲۸ طلبہ درجہ جید میں، اور ۲۱۹ طلبہ درجہ مقبول میں کامیاب ہوئے۔

۸ طلبہ ضمنی آئے ۸۷ غیر حاضر اور ۱۴۶ راسب (ناکام) ہوئے۔

۷۶ طلبہ کا نتیجہ فی الحال روک دیا گیا ہے۔ اس کا اعلان بھی عنقریب کیا جائے گا۔ انشاء اللہ!

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نور محمد ثاقب رولنمبر ۴۰۵ اول آئے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے حفیظ الرحمان رولنمبر ۲۵۹ دوم آئے۔

نیز اسی جامعہ کے غلام مرتضیٰ اعوان رولنمبر ۲۶۰ سوم آئے۔ فللہ الحمد

ثانویہ خاصہ (ایف اے)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحقہ مدارس میں سے ۶۸ مدارس کے ۴۶۹ طلبہ کا سالانہ امتحان برائے سال ۱۴۰۲ھ وفاق کے تحت منعقد ہوئے ان میں سے ۲۴ طلبہ درجہ ممتاز میں، ۶۹ طلبہ درجہ جید جدا میں، ۱۱۷ طلبہ درجہ جید میں، اور ۱۱۴ طلبہ درجہ مقبول میں کامیاب ہوئے۔

۶۳ طلبہ راسب (ناکام) اور ۸۲ طلبہ غیر حاضر رہے۔

دارالعلوم کراچی کے محمد جمیل رولنمبر ۱۱۶ اول دارالعلوم فیصل آباد کے شبیر احمد رولنمبر ۲۵۷ دوم اور دارالعلوم کراچی کے محمد یونس رولنمبر ۱۳۳ سوم آئے۔

محمد انور شاہ غفر لہ

ناظم امتحانات وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نتیجہ امتحان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

جامعہ رشیدیہ ساہیوال

کل نمبر: ۶۰۰ کامیاب درجہ علیا ۳۶۰ کامیاب درجہ وسطی: ۳ کامیاب درجہ ادنیٰ ۲۴۰

دورۂ حدیث (درجہ ...)

کل تعداد طلبۂ رشیدیہ شریک امتحان مرکز جامعہ ھٰذا: ۳۴

پاس: ۲۵ فیل: ۷ ضمنی: ۱

رول نمبر	نام	ولدیت	بخاری	مسلم	ترمذی	ابوداؤد	سنن نسائی و شمائل	طحاوی مؤطین	کل نمبر	درجہ	ضمیمہ	ملاحظہ
۱	مولوی محمد اکرم	محمد عبداللہ	۵۰	۴۳	۵۰	۸۰	۵۳	۷۸	۳۵۴	جیّد		
۲	مولوی بشیر احمد	عمر الدین	۵۰	۴۳	۷۰	۵۸	۶۰	۷۰	۳۵۱	"		
۳	مولوی محمد اقبال	غلام فرید	۳۵	۴۰	۳۵	۲۵	۴۳	۴۷	۲۱۵			الغائب
۴	مولوی فیض احمد	اکبر علی	۳۰	۱۸	۴۰	۴۱	۴۳	۲۰	۱۹۲			الغائب
۵	مولوی عبداللطیف	نورالدین	۵۵	۴۰	۴۵	۳۳	۴۷	۴۵	۳۶۵	مقبول		
۶	مولوی خلیل احمد	خان محمد	۶۵	۴۲	۶۵	۸۰	۴۹	۵۳	۳۵۴	جیّد		
۷	مولوی رشید احمد	بشیر احمد	۷۴	۴۸	۷۰	۶۷	۶۳	۶۵	۳۸۷	جیّد جدا		
۸	مولوی حسین انور شاہ	سردار علی شاہ	۵۰	۴۰	۴۰	۴۰	۴۵	۴۰	۲۵۵	مقبول		
۹	مولوی محمد انور شاہ	امیر ولی شاہ	۶۰	۴۸	۶۰	۷۵	۵۵	۷۹	۳۷۷	جیّد جدا		
۱۰	مولوی محمد یحییٰ	محمد رمضان	۴۰	۴۰	۴۵	۶۰	۴۸	۴۰	۲۷۳	مقبول		
۱۱	مولوی محمد انوار الحق	محمد یوسف خان	۵۵	۴۶	۴۵	۸۰	۵۶	۶۳	۳۳۵	جیّد		
۱۲	مولوی محمد عبداللہ	کرم احمد	۷۵	۵۰	۴۰	۶۰	۶۰	۵۵	۳۳۵	۰		
۱۳	مولوی محمد اختر	سردار محمد	۵۰	۴۰	۵۰	۸۰	۴۱	۴۴	۳۲۵	۰		

رول نمبر	نام	ولدیت	بخاری	مسلم	ترمذی	ابوداؤد	نسائی و شمائل	طحاوی و موطئین	کل نمبر	درجہ	ضمیمہ	کیفیت
۱۴	مولوی منیر احمد	جہان محمد	۲۵	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۲۷	۲۱۲			الغائب
۱۵	مولوی محمد عباس	دوست محمد	۴۵	۴۰	۳۰	۴۰	۳۰	۴۰	۲۲۵			״
۱۶	مولوی محمد عبداللہ	اسلام الدین	۶۰	۴۰	۲۰	۵۸	۴۸	۶۵	۲۹۱		ترمذی	
۱۷	مولوی احسان اللہ	غلام حسین	۴۰	۲۰	۲۰	۲۹	۳۰	۳۱	۱۷۰			الغائب
۱۹	مولوی محمد غریب نواز	کرم داد	۸۰	۵۰	۷۵	۸۰	۵۸	۹۰	۴۳۳	ممتاز		
۲۰	مولوی شبیر احمد	کرم داد	۵۰	۴۵	۵۰	۷۵	۵۹	۸۵	۳۶۴	جید جدا		
۲۱	مولوی محمد شریف	محمد ابراہیم	۵۰	۴۷	۴۰	۴۵	۴۲	۷۵	۲۹۹	مقبول		-
۲۲	مولوی محمد رشید داد	حضرت حسن	۷۰	۴۵	۵۰	۷۵	۵۳	۶۰	۳۵۳	جید		
۲۳	مولوی حبیب اللہ	خلیل احمد	۷۰	۴۵	۵۰	۴۸	۵۸	۷۵	۳۴۶	״		
۲۴	مولوی محمد خالد جاوید	محمد حسین	۴۰	۴۰	۴۵	۴۰	۴۸	۵۲	۲۶۵	مقبول		
۲۵	مولوی سہیل احمد	آفتاب احمد	۹۲	۴۸	۵۰	۵۵	۵۶	۵۵	۳۵۶	جید		
۲۶	مولوی زبیر احمد	آفتاب احمد	۴۰	۴۰	۴۰	۳	۵۸	۳۰	۲۱۱			الغائب
۲۷	״ امتیاز اسلم	محمد اسلم	۹۰	۴۳	۴۵	۶۰	۶۰	۷۵	۳۷۳	جید جدا		
۲۸	مولوی محمد حسین	صابر حسین	۵۰	۴۴	۵۰	۴۴	۴۶	۴۵	۲۷۹	مقبول		
۳۰	مولوی زبیر محمد	محمد	۴۵	۴۰	۵۰	۵۴	۳۰	۲۵	۲۴۴	״		
۳۱	مولوی افتخار احمد	دل محمد	۸۳	۵۸	۵۰	۷۶	۶۵	۷۵	۴۰۷	جید جدا		
۳۶	مولوی مبارک علی	محمد ایوب	۴۰	۴۴	۳۵	۴۵	۴۴	۲۵	۲۳۳			الغائب
۱۹۸	مولوی [illegible] معتصم	محمد طیب	۴۰	۴۰	۴۰	۴۰	۶۵	۴۷	۲۷۲	مقبول		
۱۹۹	مولوی عطاء الرحمن	محمد اسحاق	۴۰	۲۲	۴۰	۴۴	۵۸	۵۲	۲۵۶	״		
۸۷۰	مولوی سعید احمد	بشیر احمد	۴۰	۴۰	۴۰	۴۵	۵۰	۴۴	۲۵۹	״		

رابعہ (ثانویہ خاصہ)

کل تعداد طلبۂ رشیدیہ شریک امتحان : ۶

پاس : ۶

رول نمبر	نام	ولدیت	ترجمہ قرآن	شرح عقائد	[illegible]	شرح جامی	قطبی	مقامات	کل نمبر	درجہ	ضمیمہ	کیفیت
۲۴۶	غلام رسول	محمد حنیف	۹۰	۷۰	۶۵	۵۷	۷۵	۶۰	۴۱۷	جید جداً		
۲۴۷	خالد محمود	خان محمد	۹۰	۴۵	۴۵	۳۰	۷۲	۴۳	۲۹۶	مقبول		
۲۴۸	نیاز احمد	شاہ محمد	۵۵	۷۰	۷۳	۴۸	۷۳	۶۶	۳۸۵	جید جداً		
۲۵۰	محمد اقبال	محمد شریف	۴۵	۴۰	۶۰	۴۰	۵۰	۶۰	۲۹۵	مقبول		
۲۵۱	محمد عبد اللہ	عبد الحق	۲۲	۵۵	۶۰	۵۷	۴۵	۵۳	۲۹۲	″		
۲۵۲	حبیب الرحمن	قلندر شاہ	۶۵	۷۰	۵۵	۷۱	۵۵	۶۵	۳۸۱	جید جداً		

ثانیہ (ثانویہ خاصہ)

کل تعداد طلبۂ رشیدیہ شریک امتحان: ۱۶

پاس: ۱۵ فیل: ۱

رول نمبر	نام	ولدیت	ترجمہ قرآن	زاد الطالبین	قدوری	ہدایۃ النحو	علم الصیغہ	[illegible] ۲/۱۰۰	کل نمبر	درجہ	ضمیمہ	کیفیت
۳۸۰	خالد محمود	حاجی نواب الدین	۵۵	۶۶	۵۰	۷۰	۷۲	۹۴	۴۰۷	جید جداً		
۳۸۱	عبد الجبار	غلام محمد	۴۳	۶۶	۵۸	۶۵	۸۲	۸۶	۴۰۰	″		
۳۸۲	محمد سرور	حاجی نواب الدین	۴۲	۵۵	۴۰	۴۰	۶۸	۹۱	۳۳۶	جید		
۳۸۳	احمد یار	محمد صادق	۴۷	۵۶	۵۰	۴۵	۵۴	۶۸	۳۲۰	″		
۳۸۴	منظور احمد	سردار احمد	۴۱	۵۹	۴۳	۴۰	۴۰	۷۷	۳۰۰	″		
۳۸۵	سعید احمد	سردار احمد	۳۷	۶۴	۵۰	۶۵	۷۱	۹۵	۳۸۳	جید جداً		
۳۸۶	حبیب الرحمن	حافظ محمد رحیم	۴۶	۵۱	۵۰	۶۵	۵۴	۹۸	۳۳۴	جید		
۳۸۷	عبد الصمد	شیخ محمد سلیمان	۴۸	۶۷	۵۰	۵۰	۵۸	۹۴	۳۶۷	″		
۳۸۹	محمد ابراہیم	حافظ عبد الرشید	۵۱	۵۳	۵۰	۱۰	۶۶	۸۶	۳۱۶	″		
۳۹۰	سید عبد الباسط شاہ	سید [illegible] حسین شاہ	۴۶	۶۰	۴۵	۴۲	۷۳	۷۷	۳۴۳	″		
۳۹۱	عبد الباسط	ہدایت اللہ	۵۲	۶۴	۶۰	۵۵	۷۲	۹۲	۳۹۵	جید جداً		
۳۹۲	عبد الغفار	نظام دین	۵۰	۵۶	۴۰	۵۵	۵۲	۸۸	۳۴۵	جید		

رول نمبر	نام	ولدیت	[illegible] قرآن	مختارات	قدوری	ہدایۃ النحو	علم الصیغہ	[illegible]	کل نمبر	درجہ	ضمیمہ	کیفیت
۳۹۴	عبدالرحیم	جمال الدین	۶۹	۶۰	۴۲	۶۰	۶۰	۸۴	۳۶۵	جید جدا		
۳۹۵	عبدالغفار	محمد رمضان	۳۰	۴۰	صفر	۱۵	۱۲	۷۴	۱۸۱			راسب
۳۹۶	محمد اسلم	محمد بخش	۳۵	۴۱	۴۱	۵۰	۶۲	۸۱	۳۱۰	جید		
۳۹۹	محمد جاوید	عبدالستار	۴۴	۵۷	۴۱	۵۰	۷۶	۹۲	۳۵۹	؍؍		

تصریحات : ان میں مولوی حسین احمد سواتی متعلم شریک دورہ واستحان کا نام ونتیجہ ندارد

مولوی محمد ابراہیم لمبریالوی نے جامعہ رشیدیہ میں دورۂ حدیث پڑھ کر دورہ میں کامیاب ہوئے تھے۔

اب جامعہ کی طرف سے شریک امتحان ہوکر پاس ہوئے باقی ناکام طلباء دیگر حلقوں کے بیرونی پرائیویٹ شرکاء امتحان ہیں۔ ایک استاذ نے مشکوٰۃ بخاری کا امتحان دیا تھا ان کا نام ونتیجہ ندارد۔

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کا اہم اعلان

مخالفین دارالعلوم دیوبند ابھی تک دارالعلوم کے خلاف مسلسل جھوٹے پروپیگنڈے کر رہے ہیں۔ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ افترا بازی کرتے رہتے ہیں۔ ان لغو لایعنی باتوں کا علم جب مجلس شوریٰ کو ہوا تو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے اپنے حالیہ اجلاس میں پوری ذمہ داری کیساتھ حسب ذیل اہم تجویز منظور کی ہے۔

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے اپنے اجلاس میں دارالعلوم کے موجودہ اختتامی تعلیمی سال کی کارروائی کا تحقیقی طور پر جائزہ لیا اور خصوصی طور پر دارالعلوم کی مالیات پر بھی نظر ڈالی۔ مجلس کو یہ معلوم ہوکر خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دارالعلوم کے ۵۲ لاکھ گرانقدر سالانہ بجٹ کی بحسن وخوبی اسی طرح تکمیل ہوگئی کہ دارالعلوم کسی شخصیت یا ادارہ کا مقروض نہیں ہے مجلس شوریٰ کو اس بات سے بھی مسرت ہوئی کہ دارالعلوم میں معاونین ومعطیان کرام کی جمع کردہ رقوم کا جمع خرچ بھی قابل اطمینان طریقہ سے رکھا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جملہ افواہیں بے بنیاد ہیں۔ مجلس شوریٰ کو توقع ہے کہ دارالعلوم کے ہمدرد ومعطیان کرام موجودہ اہتمام پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی امداد کو زیادہ سے زیادہ فراخدلی کیساتھ جاری وساری رکھیں گے۔ مجلس شوریٰ کی اس تجویز کے بعد مخالفین دارالعلوم کے متعلق جھوٹے پروپیگنڈہ کی اصلیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

وحید الدین قاسمی
ناظم نشر واشاعت دارالعلوم دیوبند

افریقہ ۔ یورپ ، بنگلہ دیش کے بعد ہندوستانی طلبہ کے مراسلات

مکتوب طلباء دارالعلوم دیوبند

بخدمت گرامی عالیجناب عزت مآب فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی
مدیر "الرشید" و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال ۔۔ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

الستخیر مع الخیر ۔ اُمید کہ مزاج گرامی اچھے ہوں گے ۔

آپ کا ارسال کردہ شمارہ "الرشید" نظر نواز ہوا ۔ آپ کی جدوجہد مسلسل اور مساعی جمیلہ کو دیکھکر اور پڑھکر بلا اختیار دل سے یہی دُعا نکلتی ہے کہ اللہ پاک آپ کو اپنے مقاصد حسنہ میں اخلاص کے ساتھ لگے رہنے کی توفیق دے اور اس میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے ۔

آپ کے جامعہ رشیدیہ میں داخلہ کی صورت کیا ہے ! ہم آپ کے جامعہ سے فیضیابی کے متمنی اور مشتاق ہیں ۔ اس لئے برائے کرم آنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس سے مُطلع فرمائیں ۔ آیا پاسپورٹ کے ساتھ اور بھی کوئی شرطِ دخول فی پاکستان ہے یا صرف پاسپورٹ کافی ہے ۔ نیز اس بات سے بھی مطلع فرمائیں کہ درجۂ دورۂ حدیث میں کون کونسی کتابیں داخل نصاب ہیں ۔

ہم لوگ جواب کے شدت سے منتظر ہیں !

والسلام
من جمیع اُمدقائی

عنوان المراسلہ ثاقب علی غازی پوری دارجدید ۴۴
دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

نقشہ مظہر اسباق و تعلیمات اساتذہ

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
	حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث	حضرت مولانا عبدالکریم شاہ صاحب استاذ حدیث	حضرت علامہ عبدالرحمن صاحب فخر استاذ حدیث	حضرت مولانا حافظ محمد صدیق صاحب استاذ حدیث	حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب استاذ حدیث	حضرت مولانا مطیع اللہ صاحب نائب ناظم و معلم	حضرت مولانا غلام رسول صاحب ریاستی استاذ الجامعہ
۱	بخاری شریف	بیضاوی شریف	بخاری شریف	○	افتاء	○	ہدایہ رابع
۲	○	توضیح تلویح	حمد اللہ	نور الایضاح	ابوداؤد شریف	○	جلالین شریف
۳	○	بخاری شریف	صدرا	○	مطول	معین المنطق	کریما
۴	○	○	میر زاہد ملا جلال	ترمذی شریف	مشکوٰۃ شریف جلد اول	ترجمہ قرآن مجید (درجہ رابعہ)	گلستان
	بعد از نماز ظہر						
۵	○	○	ہدایہ ثالث	ابن ماجہ	ہدایۃ النحو	○	○
۶	○	مسلم شریف	افتاء	ترجمہ قرآن مجید درجہ خامسہ	○	سیرۃ خلفاء راشدین	قدوری شریف

درجاتِ کتب اِدارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال شوال ۱۴۰۴ھ

۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
حضرت مولانا محمد انور صاحب استاذ الجامعہ	حضرت مولانا غلام رسول صاحب فیصل آبادی استاذ الجامعہ	حضرت مولانا عبدالحمید صاحب استاذ الجامعہ	حضرت مولانا مفتی محمد شریف صاحب عاطف مفتی و استاذ الجامعہ	حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی استاذ الجامعہ	حضرت مولانا قاری محمد احمد صاحب استاذ التجوید	حضرت مولانا رشید احمد صاحب رشیدی استاذ الجامعہ	حضرت مولانا ماسٹر کفایت اللہ صاحب معلم الانشاء
علم الصیغہ	میبذی	مختصر المعانی	اِفتاء	مقامات	فوائد مکیہ بعدہٗ جزری	علم الصرف حصہ اوّل	تعلیم الاسلام
○	ہدایہ ثانی	شرح جامی	"	کنز الدقائق	رہبر فارسی	مفتاح القرآن	حساب
حسامی	کافیہ	جلالین شریف جلد اوّل	قطبی	علم النحو	جمال القرآن	مالابدمنہ و (درجہ اولیٰ)	املاء
تسہیل المبتدی	○	○	ہدایہ اوّل	تیسیر المنطق	مشق قرأۃ (درجہ اولیٰ)	ترجمہ قرآن مجید درجہ ثالثہ	○
طحاوی شریف	نور الانوار	شرح تہذیب	سراجی	سلم العلوم	مشق قرأۃ (درجہ فارسی اردو)	ناظرہ قرآن مجید	اسلامی زندگی
مشکوٰۃ شریف جلد ثانی	شرح عقائد	اقلیدس	اصول الشاشی	○	جزری (درجہ رابعہ)	لاہور کتب خانہ	پہاڑے

وفیات — ادارہ

آہ! شہید علم حافظ مقصود الرحمن رحمہ الرحمن

؎ حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

① گوجرانوالہ کے حافظ محمد ثاقب مبلغ ختم نبوت کا فرزندِ رشید حافظ مقصود الرحمن مرحوم متعلم جامعہ ثانیہ ۱۸ شوال کو داخلِ حسنات ہوا اور یکم ذیقعدہ کو اسباق پڑھتے ہوئے اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے کتاب پر ہی شہید علم ہو گیا۔ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو طلبِ علم کے راستے میں فوت ہو جائے وہ شہید ہوتا ہے۔

حافظ مقصود ایسا مسعود طالب علم تھا جو ہمیشہ تکبیر اُولیٰ میں شامل ہوتا تھا۔ اساتذہ کا بیان ہے کہ ہم نے اس کی تکبیر اولیٰ فوت ہوتے نہیں دیکھی۔ رات کو بارہ ایک بجے تک مطالعہ میں مصروف رہتا۔ نہایت شریف النفس اور محمود تھا۔ حضرت پیرجی صاحب مدظلہٗ گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ تو اللہ کو پیارا ہو چکا ہے۔ فوری طور پر مولانا زاھد الراشدی سے فون پر رابطہ قائم کر کے سانحہ کی اطلاع دی گئی۔ حسب فیصلہ اساتذہ وانتظامیہ، مرحوم کی تجہیز و تکفین کا انتظام کر کے جامعہ میں اساتذہ وطلبہ نے نمازِ جنازہ پڑھی اور ایک ایمبولنس کے ذریعے گوجرانوالہ اس کے گھر جنازہ پہنچا دیا گیا۔

اساتذہ وطلبہ کے اجتماع میں قرآن خوانی، ایصالِ ثواب، ادعیہ مغفرت کے بعد مقصود مرحوم کے والدین سے تعزیت کی گئی۔ ادارہ حافظ صاحب اور ان کے خاندان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور اس حادثہ پر محزون ہے۔

؎ انا بفراقک یا مقصود لمحزونون۔ فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

② جامعہ رشیدیہ میں بوقت ضرورت ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ گذشتہ ایام ہمارے بعض احباب واصحاب کے متعلقین اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جامعہ میں تعزیتی اجلاس، قرآن خوانی۔ ایصالِ ثواب ادعیہ مغفرت کے بعد اساتذہ وطلبہ نے جملہ متاثرین سے اظہارِ ہمدردی کیا۔ اللہ رحیم وکریم مغفرت فرمائیں آمین

۱۔ چوہدری نعمت علی خاں شہید چک ۱۲۰ ۹ ر ایل

۲۔ مستری خلیل احمد مرحوم غلہ منڈی ساہیوال

۳۔ والدہ مرحومہ حضرت مفتی عبدالحمید لدھیانوی (توبہ)

۴۔ زوجہ مغفورہ مولانا حافظ عبدالحکیم چک ۹۶ ۵ ر ایل برجوالہ

۵۔ ماسٹر نذیر احمد مجاہد کے خسر میاں سردار محمد ملتان۔

فانی فی اللہ ... محمد اجمل

فاضل رشیدی مدیر "الرشید"

عزیز الرحمٰن نعمہ

کمال انکو حاصل ہے دینِ مبیں میں
وہ دیں کے محافظ ہیں اس سرزمیں میں

جو ہو قادیانی نبی کا تعاقب!
تو ہوتے ہیں پھر یہ صفِ اوّلیں میں

اگر بارگاہِ خدا میں ہوں حاضر
تو سجدے مچلتے ہیں ان کی جبیں میں

شرافت، سیاست، خطابت، نظامت
یہ جوہر نہاں ہیں اس عہد آفریں میں

کئی سال زیرِ عطوفت بھی ان کے
رہا ہے ظفر اپنے دورِ حسیں میں

Phone
2380

مجلة شهرية تصدر عن الجامعة الرشيدية

MONTHLY ALRASHID LAHORE

REGD. No. 8054

اعلامیہ رشیدیہ

○ جامعہ رشیدیہ ایک تحریک اور تاریخی درسگاہ ہے۔ اس کا فیضان عام ۸۵ پچاسی سال سے علمی حلقوں کو سیراب کر رہا ہے۔ جامعہ کو بڑے بڑے جابر لوگ نہ روک سکے اور نہ کوئی ٹوک سکا!

○ اب بھی بفضلِ خدا، بزرگوں کی دعا، خلوص کی بناء پر توکل بر خدا کام چلائے جا رہے ہیں۔

ع ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہے ہیں

○ طلبۂ علوم کو جامعہ رشیدیہ سے استفادہ کرنا چاہیئے اور معاونین کو دامے درمے قدمے سخنے اعانت و نصرت کرنی چاہیئے۔

○ یاد رہے کہ جامعہ کا کہیں بھی کسی ملک خصوصاً انگلینڈ میں کوئی نمائندہ یا سفیر یا محصل ندارد۔ کارساز ما بفکر کار ما۔

○ جامعہ میں ابتداء سے انتہا تک تعلیمات کے بہت اچھے انتظامات ہیں۔ ہر شعبہ میں جملہ علوم و فنون کے ماہر و قابل اساتذہ و معلم تعلیمی محاذ پر کارفرما ہیں۔

○ کسی پراپیگنڈہ کا شکار ہونے کی بجائے خود تشریف لاکر جامعہ اور اس کے شعبہ جات کارگزاری کا معائنہ فرمائیے اور ہر شخص کو ہر وقت جامعہ کے حساب و کتاب کے ملاحظہ کرنے کا اختیار ہے!

○ چرمہائے قربانی کی عید سعید پر طلبہ علوم دین کے خوراک فنڈ میں جامعہ کے اخراجات اور طلبہ کی تعداد کے مطابق امداد فرمائیے اور رسید ہر حال جامعہ کے نام کی حاصل فرمائیے۔

○ جامعہ حکومت کا مسلمہ خیراتی ادارہ، جامعہ کو دیجانیوالی رقوم پر انکم ٹیکس معاف بموجب نوٹیفکیشن نمبر ۱/ سی (۱۴۵) آئی۔ٹی۔پی (۹۰) مجریہ ۹۱-۲-۹ وزارت مالیات حکومت پاکستان۔

فاضل حبیب اللہ رشیدی
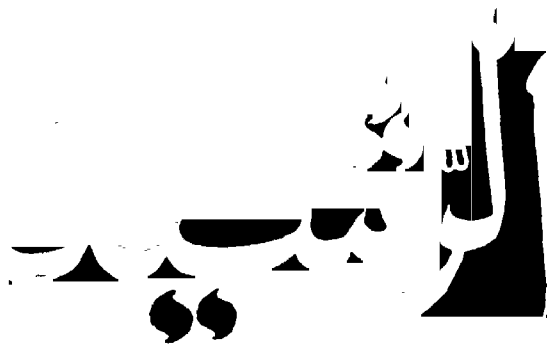
مدیر "الرشید" و ناظم

جامعہ رشیدیہ ساہیوال

الرشید

بادارت

فاضل حبیب اللہ رشیدی فاضل دیوبند

مدیر الرشید و ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ (رجسٹرڈ) ساہیوال پاکستان

معائنہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ صدر دارالعلوم کراچی

بعد الحمد للہ والصلوٰۃ .... یہ مدرسہ جامعہ رشیدیہ ہندوستان کے قدیم مدارس میں سے ہے جو قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کیساتھ ہجرت کر کے ساہیوال میں قائم ہوا ہے۔ یہ زمانہ قدیم سے اس مدرسے اور اس کے مقدس بانیان سے واقف ہوں۔ یہ مدرسہ اپنے قدیم دور میں بھی مدارس عربیہ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور آج اس کا موجودہ کام دیکھ کر اور حضرات مدرسین و منتظمین سے گفتگو کر کے مسرت ہوئی کہ بحمد اللہ اس کا قدم ترقی کی طرف ہے۔ دل سے دُعا ہے کہ اللہ اسکو دن دوگنی رات چوگنی ترقی ظاہری و باطنی عطا فرمائے اور اس دور الحاد میں اسکو اپنے دین اور علم دین کے فروغ کا ذریعہ بنائے اور اپنے مقبول بندے یہاں سے پیدا فرمائیں۔ (آمین) محمد شفیع (صدر مجلس و منتظم دارالعلوم کراچی)

از یادگار قاسمی مفکر اسلام حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کی دعوت پر احقر جامعہ میں حاضر ہوا۔ حضرات اساتذہ کرام اور ذمہ داران جامعہ سے ملاقات ہوئی، جامعہ کو دیکھا۔ جامعہ کیلئے جو جدید عمارات وسیع پیمانہ پر بنائی جا رہی ہے اس کا معائنہ کیا اور اس کا سنگ بنیاد بھی رکھا مکانوں اور مکینوں کو دیکھکر بے انتہا خوشی ہوئی دونوں میں دین و دیانت اور علم و فضل کے رچے ہوئے آثار دیکھ کر روح کو قوت اور ایمان کو تازگی ملی۔ جامعہ کا کام بحمد اللہ متدین ہاتھوں میں ہے جو ہر طرح قابل اطمینان ہے۔ طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد جامعہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔ طلبہ کی مجموعی تعداد کا ایک ہزار تک پہنچ جانا اہل دین کے لئے بہت کچھ اُمید افزا ہے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور یہ اس علاقہ کیلئے روز بروز مینارۂ روشنی ثابت ہو۔ محمد طیب غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معائنہ گرامی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ (قائد ملت اسلامیہ پاکستان)

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ احقر نے جامعہ رشیدیہ حاضر ہو کر تمام شعبہ جات کا معائنہ کیا۔ بحمد اللہ جامعہ کا نظم و نسق، حسن کارکردگی بلاشبہ مستحق تحسین ہے۔ علاوہ ازیں حساب و کتاب کے رجسٹر دیکھے۔ ماشاء اللہ حساب اتنا صاف ہے کہ ہر دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ طلبہ کی کثرت ان کی تعلیم اور حسن تربیت اساتذہ کا اخلاق اور عملی جدوجہد جناب فاضل رشیدی کا حسن انتظام بحمد اللہ سب امور جامعہ کے روشن مستقبل کے ضامن ہیں اس دور میں اسطرح کے دینی مدارس ہی دین کے مضبوط قلعے ثابت ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ جامعہ کو اس کے اساتذہ و طلبہ کو دین کی ترقی کا باعث بنائے اور اس جامعہ کو پاکستان بھر میں علمی امانت کے محافظ کی حیثیت سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے۔ وفاق المدارس کو ایسی درسگاہوں پر بجا طور پر فخر ہے۔ محمود عفی اللہ عنہٗ ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مؤتمر ابناء دار العلوم و اخوانِ دیو بند کا ترجمان

حضرت الاستاذ حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ رائپوری ثم خوشابی رشیدیہ

ماہنامہ

الرشید

شمارہ: ۱۱
ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

جلد: ۱۲
ستمبر ۱۹۸۴ء

مدیر اعلیٰ
فاضل حبیب اللہ

مدیر مسئول و ناشر
عبد الرشید ارشد

بنظامت
(پیر جی) عبد العلیم رائپوری

مدیر معاون
زاہد الحق قریشی

خطاط
حزب اللہ خالد

سالانہ چندہ ۳۰ روپے
فی شمارہ ۲ روپے

مقام اشاعت
۳۲ سے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پرنٹر
مناع الدین اصلاحی
شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

آئینہ مضامین

راشدات
خطبہ

فاضل رشیدی مدیر الجامعہ کے ایک خطبہ کا خلاصہ
جو قاری سعید احمد رشیدی نے کیسٹ کیا!

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ۔

قربانی و جہاد

؎ یارب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلہم
ھو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ
فی کل ہول من الاہوال مقتحم

اپنی ہستی نذر دے ملت کی قربان گاہ کو
زندہ کر دنیا میں آئینِ خلیل اللہ کو

برادران اسلام ! اسلام کے معنی گردن نہادن اور اسلام قربانی کا نام ہے، اسلام قربانی چاہتا ہے قربانی یوم ازل سے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت اور آپ کی اولاد سے چلی آرہی ہے۔ ہر نبی ورسول نے ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کے اصحاب نے قربانیاں دیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد، معماران بیت اللہ حضرت خلیل اللہ و ذبیح اللہ علیہم السلام نے قربانیوں کے بے مثال نظائر دکھانے۔ خلیلی خاندان نے سب سے پہلے وطن کی قربانی، ہجرت سے شروع فرمائی۔ بیوی و بچوں کی قربانی کی عجیب و غریب صورت پیش فرمائی۔ وادیٔ غیر ذی زرع کے قریب بیوی کو بیت اللہ میں اللہ کے حوالے کر جانا۔ چہیتے اور لاڈلے بیٹے کو اللہ کے نام اور خدا کی محبت پر ذبح کرنے لگ جانا۔۔۔۔۔۔

بقول علامہ انور صابری دیوبندی؛

؎ پسر کی دیکھتی آنکھوں لٹانا ذبح کرنے کو
یہ ایثار پدر ہے برتر از احساسِ انسانی

اور پھر ماں اور بیٹے کی مل جلی قربانیاں، تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ذاتی اور جانی قربانیوں کا مطالعہ، نمرود کے دور حکومت سے تاریخ کی روشنی میں شروع ہوتا ہے۔
حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے وقت کی ظالم و جابر حکومت نمرودی کو دعوتِ توحید دی اور خود اپنے اہلِ خاندان کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے شرک کی مذمت فرمائی مگر اپنے پرائے سبھی دشمن ہوگئے اور حکومت سے زبردست ٹکر ہوگئی، بالآخر نمرود سے مناظرہ ہوگیا۔ احقاق حق، ابطال باطل ہوا۔ فبھت الذی کفر
لیکن ظالم و جابر حکومتیں جو کیا کرتی ہیں وہی ہوا۔ آتش نمرود بھڑکائی گئی اور۔۔۔۔۔

؎ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

حضرت خلیل و ذبیح علیہما السلام کی عظیم قربانیوں میں تعمیر بیت اللہ الحرام کمال قربانی ہے کہ باپ بیٹے نے مل کر بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر ڈالی جبکہ یہ کام ایک بڑی جماعت کا تھا۔ بہرحال دُنیا کی ہر قوم و جماعت میں کسی نہ کسی قربانی کا وجود پایا جاتا ہے مگر اسلام میں قربانی کا حکم اکمل ہے اور اصل قربانی جان کی قربانی ہے۔ ذبح عظیم کی قربانی کے مبادلہ میں جانوروں کی قربانیاں آگئیں جو اُمتِ محمدیہ میں واجب قرار دی گئی۔ قربانی شعائر اللہ میں اہم مسئلہ اور امر تعبدی ہے۔ قربانی کا منکر ملحد و زندیق ہے۔ قربانی سے دنیا کی قومیں زندہ رہتی ہیں اور قوت پکڑتی ہیں!۔ دراصل جو لوگ قربانی کے منکر ہیں وہ مسلمانوں سے جذبۂ قربانی اور جذبۂ جہاد ختم کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے ملک میں ہم دو غلام احمدوں نے جہاد اور قربانی کا انکار کیا۔ غلام احمد (مرزا) اوّل نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ مرزا غلام احمد نے ادعاءِ نبوت کے بعد اپنے دین میں جہاد کو منسوخ قرار دیتے ہوئے یوں حرمت جہاد پر اپنی وحی منظوم کی۔۔۔۔

؎ اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال دین میں حرام ہے اب جنگ اور قتال

حالانکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ۔۔۔۔

نیز دوسری حدیث میں فرمایا۔ ذروۃ سنامہ الجہاد۔۔۔۔ (او کما قال علیہ السلام)

غلام احمد (پرویز) ثانی نے انکار حجیتِ حدیث کے بعد مسئلہ قربانی پر چھری چلا دی اور اس پر لٹریچر لکھ کر جانوروں کی قربانی فضول اور اسراف ہے۔ منکرین حدیث دراصل منکرین قرآن بھی ہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم میں صراحت کے ساتھ متعدد جگہ قربانی کا حکم موجود ہے۔ اور صریح نص قرآن کا انکار یقیناً کفر ہے۔ دوسری جگہ وجوب قربانی کے دلائل ثابت ہیں اس لئے مختصر خطبہ میں دلائل کی مزید ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ قرآن و حدیث و فقہ اسلامی اور چودہ سو برس کی روایات پر کاربند رہیں اور عمل درآمد کریں اور چودھویں صدی کے ملحدوں، متجددوں، پرویزیوں سے بچیں۔ ڈاکٹر اقبالؒ نے ایسے ہی مخالفین و منکرین قربانی و جہاد کے بارے میں فرمایا تھا۔

؎ آں ز حج بیگانہ وایں از جہاد۔۔۔۔

غلام احمد پرویز حج و قربانی جیسے مسائل کا منکر اور مخالف ہے۔ ڈاکٹر اقبال پرویزان ایں عصر میں ایسے ملحدین کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جو اقبال کا نام بھی لیتے ہیں اور خود اقبال کے مذہب و مسلک و مشرب کا منہ چڑاتے ہیں اور اقبال مرحوم کو بدنام کرتے رہتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ:

؎ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

مرزائی فتنہ کے بعد پرویزی فتنہ ملّتِ اسلامیہ کے لئے انتہائی خطرناک اور تحریفی فتنہ ہے۔ مرزا غلام احمد

قادیانی مقامِ نبوت کے انکار سے خارج از اسلام ہوگیا۔ غلام احمد پرویز کلامِ نبوت کا منکر اور اپنے آپ کو خود اپنی قلمی تحریروں کے ذریعے اسلام سے خارج ہونے کی سعی کر رہا ہے اس میں علماء کا کیا قصور ہے؟

بقول حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی ؒ:

"فقہاء و علماء کسی کو کافر بناتے نہیں (بلکہ صرف ایک نقطہ سے) کافر بتاتے ہیں۔ ایک نقطہ کے فرق سے کیا بن جاتا ہے .... بقول شاعر

ہم دُعا دیتے رہے اور وہ دعا پڑھتے رہے ایک ہی نقطہ نے محرم کو مجرم کردیا

خلاصۃ المرام، قربانی، اسوۂ خلیل و ذبیح کے بعد اسوۂ محمدی بھی ہے۔ قرآن حکیم میں:

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

نیز محمد رسول اللہ والذین معہ الخ آیات جہاد و قربانی ہیں۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابِ رسول علیہ السلام نے ۲۳ سال مکی و مدنی زندگی میں جو قربانیاں کیں اور قربانیاں دیں انہی قربانیوں کی بدولت اسلام کا عروج ہوا اور کفر کو زوال ہوتا گیا۔ حضرات صحابہؓ نے تیرہ سالہ مکی زندگی میں جو قربانیاں پیش کیں ان کو تاریخ کے جھروکوں سے دیکھئے کہ حضرات مہاجرینؓ انصار کی مقامِ بدر سے غزوۂ تبوک تک جانی قربانیوں سے اسلام کو اپنے خون سے سیراب کیا اور جہاد کے لیے اسلام کو زندہ و تابندہ رکھا۔ ایسے جہاد کو ایک کذاب متنبی مدعیٔ مسیحیت نے حرام و منسوخ قرار دیا اور حضرت محمد رسول اللہ والذین معہ ـــ دس سال مدنی زندگی میں مدینہ اور مکہ کے ماحول میں جو جانوروں کی قربانیاں دیں اس کا انکار ایک پرویزی ملحد کر رہا ہے۔

ہم اور ہمارے اکابر اجتماعی طور پر مسلمانوں کے کسی فرقے کی تکفیر نہیں کرتے۔ البتہ منکرین مقامِ نبوت اور منکرین کلامِ نبوت جیسے محرفین کو انہی کے عقائد و تحریرات و بیانات کی روشنی میں غیر مسلم سمجھنے لکھنے اور کہنے پر مجبور ہیں۔ واللہ علی ما نقول شہید۔

مرزائی و پرویزی اپنی طرف سے ایک علمی بات کرتے ہیں اور مقدمات بہاولپور وفاقی شرعی عدالت نیز قومی اسمبلی میں یہ حقہ اُٹھاتے ہیں:

"ان مولویوں کے فتاوٰی سے کون بچا ہے یہ مولوی ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ ہر فرقہ نے دوسرے پر تکفیری فتوے دیئے۔ اس طرح کوئی بھی مسلمان نہیں رہ سکتا"

اور مرزائیوں نے تو تکفیری فتاوٰی کی الماری بھر رکھی ہے۔ وغیرہ

اس کا مختصر جواب حضرت علامہ سید انور شاہ محدث کشمیریؒ نے مقدمہ بہاولپور میں ارشاد فرمایا تھا

مضمون یوں ہے :

"منکرینِ ختمِ نبوت وجہاد ، "کادیانیوں" پر اجتماعی فتاویٰ ہیں کہ دنیائے اسلام کے ہر ملک اور ہر طبقہ کے ذمہ دار علماء و فقہاء اور مفتیانِ کرام نے غلام احمدیوں کو نہ صرف کافر بلکہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ کسی ایک فرقے نے دوسرے فرقہ کی تکفیر نہیں کی بلکہ کروڑوں مسلمانوں نے ایسے لوگوں کی تکفیر کی۔

بخلاف دیگر مسلمانوں اور فرقوں کے کہ یہاں ایک فرقہ نے دوسرے فرقہ کو کافر سمجھا۔ سب نے مل کر ایسا نہیں کیا اور نہ اجتماعی تکفیر ہوئی بلکہ کہیں ایک فرد نے تکفیر کی۔ کہیں زیادہ افراد نے کفر کے فتوے جاری کئے"۔

لیکن منکرینِ ختمِ نبوت (مقامِ نبوت) اور اسی طرح منکرینِ کلامِ نبوت کے متعلق پاکستان کے جملہ طبقات نے بڑی تحقیق اور احتیاط کے بعد کراچی جامعہ علومِ اسلامیہ سے ایک فتویٰ ترتیب دیا جو حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اس میں بھی واقعات کی بناء پر تکفیر ہے کہ اگر واقعی پرویز کے یہ عقائد و نظریات ہیں تو فتویٰ صحیح والا فلا۔

خطبہ طویل ہو گیا۔ آج کی صحبت میں قربانی وجہاد اور منکرینِ جہاد و قربانی کا مسئلہ بیان ہوا۔

آئندہ انشاء اللہ تاریخ قربانی ، فلسفۂ جہاد اور مسائل قربانی پر خطبہ ہوگا۔

فآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○   (ترتیب سعید احمد رشیدی)

اعلامیہ لابدمنہ

جامعہ کے فارغ التحصیل علماء اور زیرِ تعلیم طلباء رابعہ ، ثانیہ کے نتائج والے کارڈ آ گئے ہیں طلبہ متعلقہ خود یا ڈاک کے ذریعے ساٹھ پیسے کے ٹکٹ بھیج کر اپنے کارڈ حاصل کر لیں۔ البتہ سندات سالانہ جلسہ پر ہی تقسیم ہوں گی۔

سندات کے فوٹو سٹیٹ بنوائے جا سکتے ہیں اور مل سکیں گے۔   ادارہ

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ علیٰ حالہ صاحبِ فراش ، بیمار چلے آ رہے ہیں۔ خود مدیر الجامعہ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب بھی مریض ہیں۔ جملہ احباب و اصحاب دعاءِ صحت و عافیہ فرماتے رہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مرکز تبلیغ رائیونڈ میں مقیم و زیرِ علاج ہیں۔

★ عبدالعلیم راشد ، نائب ناظم جامعہ ہذا۔

ذبیح اللہؑ

○ حضرت علامہ انور صابری دیوبندیؒ

فلسفۂ قربانی

ذبیح اللہؑ کی جب یاد آجاتی ہے قربانی
میرے دِل میں چمک اُٹھتا ہے نُورِ مہرِ ایمانی

رضائے حق کی خاطر سر کو زیرِ تیغ کر دینا
یہ جذبہ فی الحقیقت ہے بعید از حدِ امکانی

بقائے دائمی کا لُطف ہوتا ہے اُسے حاصل
ضروری جس نے سمجھا اتباعِ حکمِ ربانی

براہیمی عمل نے زندگی کو زندگی بخشی
ہوئے جس سے پیدا زیست کے اَسرارِ پنہانی

پسر کی دیکھتی آنکھوں لٹانا ذبح کرنے کو
یہ ایثارِ پدر ہے برتر از احساسِ انسانی

خدا دے کر مصائب بس انہی کو آزماتا ہے
کراتا ہے وہ جن سے دینِ قیّم کی نگہبانی

کلام اللہ کا ہر حرف انور درسِ عبرت ہے
سبق آموز ہیں تیرے لئے آیاتِ قرآنی

مولانا شبیر احمد عثمانی رشیدی
(اُستاذ الجامعہ)

قربانی اور
فضائل و مسائل اور احکام

قربانی کا مفہوم کسی محبوب اور قیمتی چیز کو خرچ کر کے محبوب حقیقی جل مجدہٗ کا تقرب حاصل کرنے کو قربانی کہتے ہیں۔ چنانچہ لغت عربی کی مشہور کتاب المنجد میں قربانی کی یوں وضاحت کی گئی :

○ القربان کل ما یتقرب بہ من اللہ تعالیٰ من ذبیحۃ وغیرھا (المنجد ص ۶۱۷)

"ہر وہ چیز جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو ذبیحہ ہو یا غیر ذبیحہ قربانی کہلاتا ہے"

علامہ فرید وجدی اس سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں :

○ القربان فی الاصطلاح الدینی ھو ما یبذلہ الانسان من الاشیاء والحیوانات قاصدا بہ التقرب الی اللہ تعالیٰ۔ (دائرۃ المعارف ص ۴۳۶/۷)

"دینی اصطلاح میں قربانی ان اشیاء اور حیوانات کو کہتے ہیں جنہیں انسان اللہ کے تقرب کے لئے خرچ کرے"

قربانی کا حکم تمام علماء امت اور جملہ اعیان ملت کا اجماع ہے کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی سے بڑھ کر کسی اور عمل کو بطور نذرانہ نہیں پیش کیا جاسکتا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ قربانی واجب ہے یا سُنّت مؤکدہ؟

امام شافعی اور امام مالک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قربانی سُنّتِ مؤکدہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ، امام زفرؒ، حسن بن زیادؒ، اوزاعیؒ اور امام لیثؒ کے نزدیک واجب ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ میں تصریح ہے :

○ الاضحیۃ واجبۃ علی کل حرّ مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحیٰ۔ (الہدایہ ص ۴۴۳/۴)

"قربانی ہر آزاد مقیم خوشحال مسلمان پر واجب ہے۔"

وجوب قربانی احادیث کی روشنی میں عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی۔ (مشکوٰۃ شریف ۱۲۹/۱)

"حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال مقیم رہے اور قربانی کرتے رہے" :

اس روایت کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں :

○ فمواظبتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیل الوجوب (مرقات)

"کہ نبی علیہ السلام کا پابندی فرمانا قربانی کے وجوب کی دلیل ہے۔"

○ عن محمد بن سیرین قال سالت ابن عمر رضی اللہ عنہ عن الضحایا اواجبۃ ھی قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون من بعدہ وجرت بہ السنۃ (ابن ماجہ ص۲۲۶)

"حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے قربانی کے متعلق پوچھا کیا یہ واجب ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی دی ہے اور آپ کے بعد مسلمان بھی قربانی دیتے رہے اور پھر اسی طرح طریقہ جاری ہوا۔"

○ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رجلا ذبح یوم النحر قبل الصلوٰۃ فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یعید۔ (ابن ماجہ)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نمازِ عید سے پہلے اپنی قربانی ذبح کر لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دوبارہ قربانی کرنے کو کہا۔"

○ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا۔ (ابن ماجہ)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو آدمی صاحبِ حیثیت (مالک نصاب) ہونے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔"

○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ : پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور ذبح کریں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے نماز عید اور قربانی مراد ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص۱۲۶)

اہل علم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ ملا جیونؒ فرماتے ہیں کہ:

○ یختص مرادا لامر وھوالوجوب بصیغۃ لازمۃ۔ (نورالانوار ص۲۹)

"امر کے صیغوں کی مُراد خاص وجوب ہے۔"

○ ملا نظام الدین الشاشیؒ فرماتے ہیں کہ:

ان موجب الوجوب الا اذا قام الدلیل علی خلافہ (اصول الشاشی ص۳۱)

"جب تک خلاف وجوب پر دلیل قائم نہ ہو اس وقت تک امر کا حکم وجوب ہے۔"

امر قربانی دوبارہ کرنے کا حکم اور تارک قربانی کے لئے عیدگاہ کے قریب نہ آنے کی وعید بھی صراحۃً قربانی کے واجب ہونے کو بیان کرتی ہے۔

قربانی کی فضیلت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بطیبِ خاطر قربانی کیا کرو، کیونکہ جو مسلمان اپنی قربانی کو ذبح کرنے کی خاطر قبلہ رُو لٹاتا ہے۔ اس کا خون، لید اور اُون بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو جاتا ہے۔ اور قیامت کے روز نیکیوں کی صورت میں اس کے نامۂ اعمال کے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ تم تھوڑا سا خرچ کر لو بہت سارا اجر و ثواب پاؤ گے۔ ابھی قربانی کا خون زمین پر نہیں گرتا کہ اللہ تعالیٰ اُسے محفوظ فرما لیتے ہیں حتیٰ کہ قیامت کے دن اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۸۹/۴)

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:
"اے فاطمہؓ! اٹھ کر اپنی قربانی کے نزدیک ہو جا کیونکہ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس قربانی کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے ہی نہ پائیگا کہ تیرے تمام گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی۔ پس اس کے گوشت اور خون کو ستر گنا بڑھا کر تمہارے نامۂ اعمال کے پلڑے میں رکھا جائے گا۔"

اس پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ صرف آلِ محمدؐ کا خاصہ ہے؟ کیونکہ وہ اس خصوصیت (خیر) کے اہل بھی ہیں" یا پھر عام ہے؟
آپ نے فرمایا: "یہ صرف آلِ محمدؐ کا خاصہ نہیں بلکہ عام لوگ بھی اس میں برابر شامل ہیں۔" (کنز العمال ص۲۲۱/۵)

○ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عید الضحیٰ کے دن فرزندِ آدم کا کوئی عمل اللہ پاک کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں سمیت (زندہ ہو کر) آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور قبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔"
پس اے بندگانِ خدا! خوشدلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی شریف ص۱۸۰ ج۱، ابن ماجہ ص۲۲۶)

مسائلِ قربانی

○ قربانی ہر مسلمان، ہر عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہے جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجاتِ اصلیہ سے زائد موجود ہو۔ یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان وغیرہ ہو (شامی) قربانی کے لئے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں۔

○ اگر کسی پر قربانی واجب نہ تھی اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اس کی قربانی واجب ہو گئی (شامی)

○ قربانی صرف تین دن تک مخصوص ہے یعنی دسویں، گیارھویں، بارھویں ذی الحجہ۔ ان میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے البتہ دن کے وقت کرنا افضل ہے۔

○ قربانی کا وقت : جہاں پر جمعہ وعیدین جائز ہے وہاں پر عید کی نماز کے بعد قربانی کریں اور جس جگہ جمعہ اور عیدین جائز نہیں وہاں پر صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔

○ قربانی کے جانوروں میں سے بکرا، دنبہ، چھترا، بھیڑ ایک ہی شخص کی جانب سے قربان کئے جا سکتے ہیں۔ گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو۔ کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔

○ عمر : بکری یا بکرا ایک سال کا ہونا ضروری ہے البتہ بھیڑ، دنبہ، چھترا اگر خوب موٹا تازہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ سال سے کم کا بھی جائز ہے۔ گائے بیل، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ ان عمروں سے کم جانور قربانی کے لئے کافی نہیں۔

○ اگر جانور کو فروخت کرنیوالا پوری عمر بتاتا ہے تو اسپر اعتماد کرنا جائز ہے۔

○ جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ سے ٹوٹ گیا ہو اس کی قربانی جائز ہے البتہ اگر اس کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو اس کا اثر دماغ پر ہونا ضروری ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی)

○ خصی بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔

○ اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں۔ اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک چل کر نہ جا سکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں ہے۔

○ جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

○ جس جانور کا کان پیدائشی طور پر نہ ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

○ اگر جانور صحیح وسالم خریدا تھا پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہو گیا تو اگر خریدنے والا امیر صاحب نصاب نہیں تو اس کے لئے اسی عیب والے جانور کی قربانی جائز ہے اگر خریدنے والا غنی ہے صاحب نصاب ہے تو اسپر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے میں دوسرا جانور قربانی کرے۔

○ جانور اگر دودھ والا ہو تو اس کا دودھ نکالنا جائز نہیں اسی طرح قربانی کے جانور کے بال کاٹنا بھی جائز نہیں۔

○ قربانی کے جانور کے اگر ذبح کے وقت بچہ ہو گیا یا ذبح کے بعد اس کے پیٹ سے بچہ زندہ نکل آیا تو اسکو بھی ذبح کر دینا چاہیئے۔

○ جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر اس نے قربانی کا جانور خریدا پھر وہ جانور گم یا چوری ہو گیا یا مر گیا تو واجب ہے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔ اگر دوسری قربانی کے بعد پہلا جانور بھی مل گیا تو بہتر یہ ہے کہ اسکو بھی قربان کر دے البتہ اس پر واجب نہیں۔ اگر یہ شخص غریب تھا اور اس پر قربانی واجب نہ تھی تو اس کے ذمہ دوسری قربانی بھی واجب ہے۔

○ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو دوسرے مسلمان سے ذبح کرا سکتا ہے۔ قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ البتہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔ سنت یہ ہے کہ ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رو لٹائے۔

○ اگر سات آدمی اکٹھے ایک قربانی میں شریک ہوں تو تقسیم کرتے وقت گوشت تول کر تقسیم کریں۔

○ افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کریں۔ ایک حصہ فقراء و مساکین کو دوسرا احباب و اعزہ کو اور تیسرا اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ لے۔ البتہ اگر اہل و عیال زیادہ ہوں تو تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے۔

○ قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔

○ ذبح کرنیوالے کو اُجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں۔

چرمہائے قربانی

○ قربانی کی کھال کو اپنے اچھے مصرف میں لانا مثلاً مشکیزہ، جائے نماز بنانا جائز ہے۔

○ قربانی کی کھال فروخت کر کے قیمت خود استعمال کرنا ناجائز ہے بلکہ صدقہ کرنا واجب ہے۔

○ قربانی کی کھال کسی خدمت میں دینا ہرگز جائز نہیں۔ اسی لئے مؤذن یا امام کو حق الخدمت میں دینا جائز نہیں۔

○ قربانی کی کھالوں کے اصل مستحقین اور بہترین مصرف طلباء مدارس عربیہ ہی ہیں ان میں دوگنا ثواب ہے صدقہ کا بھی اور احیاء علم دین کی خدمت بھی۔ چرمہائے قربانی مدارس عربیہ اسلامیہ میں خود پہنچائیں یا فروخت کر کے قیمت مدارس کے طلباء کو پہنچائیں۔ (مسائل مقتبس جواہر الفقہ مصنفہ مفتی محمد شفیع دیوبندی)

طلبہ جامعہ رشیدیہ

○ مدارس عربیہ کے جامعات میں دارالعلوم جامعہ رشیدیہ ساہیوال ایک قدیم تعلیمی درسگاہ ہے جس سے ہزارہا طلباء مستفیض ہوئے اور اس سے کئی مدارس پیدا ہوئے۔ آج کل بھی سینکڑوں طلباء زیر تعلیم و تربیت ہیں۔ تعلیم کیساتھ تبلیغ کا کام تقریری و تحریری چلتا رہتا ہے۔ جامعہ رشیدیہ کے ماہوار اخراجات ایک لاکھ روپے اور سالانہ اخراجات ۱۲ لاکھ تک متجاوز۔

○ طلبہ کے قیام و طعام، طہارت، کتب، علاج معالجہ کے علاوہ نقد وظائف اور جملہ معاشی مساعدت جامعہ رشیدیہ کر رہی ہے اس لئے اپنی قربانیوں کی قربانی سے طلبہ جامعہ رشیدیہ کو ہر سال یاد فرماویں اور کسی صورت محروم نہ رکھیں۔ جامعہ رشیدیہ کے مصارف کثیر ہیں۔ جامعہ رشیدیہ کو اس کی حیثیت اولیت، تعداد طلباء، اخراجات اور اس کی خدمات کے مطابق اعانت و نصرت فرمائیں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ۔

از مولانا وحید الدین خاں

آغاز اسلام کے تین سو سال بعد دسویں صدی عیسوی میں یہ حال تھا کہ آباد دنیا کے بیشتر حصہ پر اسلامی حکومت اور اسلامی تہذیب قائم ہو چکی تھی۔ یہ ایک وسیع سلطنت تھی جس کا مذہبی مرکز مکہ اور سیاسی مرکز بغداد تھا۔ مغرب میں سلطنت چلتے شمال افریقہ اور بحر اوقیانوس کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے آگے پورا اسپین (سوائے استوریا) سسلی اور کریٹ کے جزائر بھی اس میں شامل تھے۔ قبرص تک اس کے اثرات پہنچ چکے تھے۔

اسی طرح جنوبی اٹلی کا شہر باری اسلامی حکومت کے ماتحت تھا اور بعض دوسرے مقامات (مثلاً مالٹی) اس کے دائرہ اقتدار میں سمجھے جاتے تھے۔ عرب کے شمال میں شام، آرمینیا اور مشرقی قفقاز اسلام کے مستقل مقبوضات تھے اور مشرق میں پورا عراق و ایران اور افغانستان اس کی حدود میں شامل تھا۔ ان ملکوں کے شمال میں ماوراء النہر مغرب میں خوارزم کا علاقہ اور فرغانہ کی وادیاں اور پہاڑ بھی مملکت اسلامی کا حصہ تھے۔ مسلمان عرب سندھ کو آٹھویں صدی عیسوی میں فتح کر چکے تھے اور اس کے تمام زیریں حصے ان کے قبضہ میں تھے۔

اسلام کی یہ تمام فتوحات خدا تعالیٰ کی خاص مدد کے ذریعے حاصل ہوئیں۔ ان کے پیچھے خدا کی عظیم مصلحت شامل تھی اور وہ تھی دنیا سے شرک کا خاتمہ اور قرآن کی حفاظت کا انتظام۔ یہ دونوں کام مکمل طور پر سرانجام پائے۔ تاہم یہی چیز بعد کے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ بن گئی۔ وہ اسلام کو ان کی سیاسی تاریخ کی روشنی میں دیکھنے لگے حالانکہ اسلام کو اس کی ابتدائی تعلیمات کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔

آج ایک مسلمان جب اسلام کے احیاء کی بات سوچتا ہے تو اس کے ذہنی سانچہ میں فوراً تاریخ کا احیا آجاتا ہے۔ وہ فتوحات تاریخ زندہ کرنے کو اسلام کے زندہ کرنے کے ہم معنی سمجھ لیتا ہے جبکہ اسلام کو زندہ کرنا یہ ہے کہ ایسے افراد تیار کئے جائیں جو خدا کی عظمت و جلال کو محسوس کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے ہوں، جو دوسرے انسانوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے یہ جانیں کہ خدا کے یہاں پوچھ گچھ ہوگی، جو دنیا میں آخرت کی خاطر جئیں، جو جہنم کے ڈر اور جنت کے شوق میں [illegible] سب سے بڑا مسئلہ یہی اسلام آخرت کا مسئلہ ہے لیکن مگر ذہنی [illegible] دنیا کا مسئلہ بن کر رہ جاتا ہے۔ (باقی)

تذکرۂ اسلاف

عاشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مدنیؒ

ڈاکٹر رشید الوحیدی ـــــ جامعہ ملیہ دہلی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے ایسی ٹوٹ کر محبت، ایسا والہانہ عشق اور اس کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت پر عمل، ہر ہر اسوے کا خیال و دھیان رکھنا یہ سیدی مولانا سید حسین احمد مدنی رح کی خصوصی شان تھی۔

اگر عبادت و تقویٰ میں اندازِ نبوی کی نقل فرماتے تو معاملاتِ دنیوی، حقوق، نگرانی و فرائضِ افراد و مخلوق کے معاملے میں منشائے نبوی سے بال برابر تجاوز نہ فرماتے۔ نبی پاک ﷺ کی زندگی کا بہت بڑا حصہ مجاہدانہ، قائدانہ اور بہادرانہ شان سے گذرا ہے حق کیلئے سنگین خطرات، بڑی بڑی طاقتوں، طاقتور اور خطرناک دشمنوں کا مقابلہ ہمارے نبی پاک ﷺ نے یہ سب کچھ کیا ہے دنیا جانتی ہے کہ حضرت مدنیؒ نے استخلاصِ وطن اور اس کے نتیجے میں اسلام کو مغربی ریشہ دوانیوں نیز عالمِ اسلام و مشرقِ وسطیٰ سے یہودیت و نصرانیت کی سیاسی خطرناک چالوں کو توڑنے کے سلسلے میں جو مجاہدانہ اسپرٹ اور قائدانہ شان دکھائی ہے۔ اس میں بلاشبہ نبی پاک ﷺ کا سا پختہ عزم و حوصلہ زندگی اور اسوہ کا اتباع مقصود تھا۔ جو ہمارے سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تئیس برس [illegible] انجام دیا تھا۔

کسی اور عام ہمہ معاملاتِ زندگی میں کسی خاص نہج اور اصول پر پوری زندگی بسر کر لینا مشکل کام ضرور ہے جو چند سال [illegible] ہو جاتا ہے اور جب تک کسی نہج اور اصول کو اپنا کر چلنے میں تسلسل اور دوامیت باقی نہیں رہتی۔ تکلفاً کچھ دن آدمی عمل کرتا ہے مگر آہستہ آہستہ یہ تکلف ٹوٹنے اور زندگی کا وہ ڈھانچہ ٹوٹ کر اپنا اصل رنگ آنے لگتا ہے اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نہج اصول اور اسوہ حضرت مدنیؒ نے عشق و محبت اور اپنی ذات سے نہایت قیمتی اور نفع بخش متاع سمجھ کر اپنایا تھا چنانچہ وہ نہج اصول اور اسوہ آپ کے رگ و ریشے میں رچ بس گیا تھا اس میں اب تکلف اور تصنع نہیں رہ گیا تھا بلکہ وہ حضرت کی فطرتِ ثانیہ بن چکا تھا کہ بلا ارادہ بلا اختیار سوتے جاگتے سفر و حضر میں، احساس و جذبات پر، تعلقات و محبت میں، غم و خوشی میں، غصے و مسرت میں، تعلق و ترکِ تعلق میں، کسی کی خدمت میں، کسی سے ناراضگی میں، تعلیم و تعلم، سیاست، اصلاحِ اخلاق، مہمانداری، امیر و غریب، اہتمام زندگی کے ہر ہر گوشے اور ہر ہر پہلو پر سنت غالب ہو چکی تھی بلکہ زندہ تھی اتباعِ سنت کیلئے تھے اور تھا یا رسول اللہ سے محبت ہمارے تعلق میں ترقی فرما رہے تھے بہ نصِ قرآن فاتبعونی یحببکم اللہ۔

ایک انسان کی شستہ زندگی، باطنی جذبات و احساس کا تقاضہ، محض انسان کی محبت بکردار و عمل پر بہت شدید اثرات

مرتب کرتے ہیں اُن سے بچنا یا اُن باطنی تقاضوں کے وقت، جائز و ناجائز، حق و ناحق، صحیح و غلط کا فیصلہ کرنا بڑے صبر و ضبط، تحمل اور تدبر والوں کا کام ہوتا ہے بسا اوقات انسان عزیز داری، جانب داری، رشتے داری، محبت، تعلق کسی سے دشمنی، عداوت، مسلکی اختلاف میلان، خاندانی طنز و تشنیع و ذہنی مصلحتیں یہ سب انسان کے قوتِ فیصلہ کو زاویۂ اظہارِ خیال کو، عمل اور ارادۂ عمل کو متاثر و مغلوب کر کے راستے سے، فرمانِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اسوہ سے ہٹا لی جاتی ہیں یہی وقت بڑے امتحان اور جانچ کا ہوتا ہے زبانی دعویٰ تو نہایت آسان ہے اور بندھے ٹکے عبادت کے نظام کو عمل میں لانا بھی زیادہ مشکل نہیں ہے مگر یہ مقام جو اوپر ذکر کیا گیا یہ دل و نگاہ میں ایمان، اللہ اور رسول کی محبت نیز آپ کے منشاءِ مبارک کے دل میں رسوخ کے بعد اور نفس پر پوری طرح قابو پا لینے کے بعد اور قلب کی مکمل اصلاح کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے۔ ایک نسل اس کی گواہی دے گئی اور حضرت رح کے بعد کے لیل و نہار اور در و دیوار ذرے ذرے اس بات کی شہادت دیں گے کہ حضرت مدنی رح کے لئے یہ مقام نہ صرف آسان بن چکا تھا بلکہ یہی طرزِ زندگی محبوب ہو چکا تھا اس سے سرِ مو انحراف میں آپ کو روحانی کرب تھا اس لئے کبھی بھول کر بھی اس سے ایک تِل برابر بھی باہر نہیں دیکھا

چھوٹے چھوٹے واقعات سے نتائج اخذ کر کے سیرت و طبائع کا بہت اچھا مطالعہ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ نظر اُن واقعات میں الجھ کر نہ رہ جائے اور اس سے کہانی یا افسانے کا چٹخارہ نہ لینے لگے بلکہ ماوراءِ واقعہ طبیعت کا اندازہ کیا جا سکے۔

والد مرحوم مولانا وحید احمد (اسیر مالٹا) کے لئے ان کی شادی کے بعد ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ایک مکان بنوا دیا مکان کیا تھا حویلی تھی۔ بڑا لق و دق، قلعہ تھا، زنانہ، مردانہ، دونوں حصہ اسی شان کا۔ اُس وقت ۱۹۲۵-۲۶ کے لگ بھگ، دس ہزار میں تیار ہوا تھا والد مرحوم کا انتقال ہو گیا ہم بھائی بہن اسی میں رہتے رہے عرصۂ دراز کے بعد، برادرِ بزرگ فرید الوحیدی کو بلا کر فرمایا "مکان تیرے باپ کے لئے بنوایا تھا اب یہ تم تینوں بھائیوں کو دیتا ہوں" یہی نہیں سرکاری طور پر ساری لکھت پڑھت کرا کر کاغذات ہمارے حوالے فرما دیئے اور جب یہ کارروائی ہوئی اس وقت اس کی مالیت ۳ لاکھ سے کم نہیں ہوگی۔ اس مالیت کے علاوہ متعلقہ ذاتی احساسات اور اس کے گرد و پیش عوامل کا جال، عام اہلِ معاملہ اس سے غافل نہ ہوں گے مگر حضرت رح اس سے بہت بلند تھے اگر کیفیتِ یتیم کے لئے عمر کی قید کا لحاظ رکھا جائے تو بے شک والد کی وفات کے وقت ہم یتیم تھے پھر حضرت رح سے نسبی قرابت کے علاوہ اُن کے محبوب سرکارِ دو عالم ﷺ کی رضا و خوشی حاصل کرنے کا یہ نادر موقع تھا۔ اس طرح خونی رشتے اور اپنے سرکار کی نسبت کے تقاضے کے پیشِ نظر آپ نے ہماری سرپرستی فرمائی تھی اور اس شان سے فرمائی تھی۔ سہل بن سعد رض کی ایک حدیث بخاری شریف میں ہے،

"قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما" (بخاری)

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رض کی جو حکایت درج فرمائی گئی ہے کہ "امسح رأس الیتیم" تو حضرت نے کس شان سے ہمارے سروں پر دستِ شفقت رکھا۔ اور ترمذی میں حضرت ابن عباس کی روایت میں تو صاف بشارت ایسے اہلِ محبت کیلئے

آگئی ہے۔ " ادخلہ اللہ الجنۃ البتۃ

مدینہ منورہ میں اپنے حقیقی بھائی حضرت الحاج سید محمود احمد صاحب رح کے یہاں قیام تھا عالم مسافرت، ایک بہت بڑے قافلے کی ذمہ داری جس کو ساتھ لے گئے تھے خرچ کا سلسلہ اور دگرام سامنے موجود ایک دن ایک ضعیفہ کمزور مہاجرہ کو چپکے سے ریالوں کی موٹی سی گٹھڑی، ہزار کی تھی یا پانچ سو کی، حوالے فرمائی اور اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی یہ راز اُن مہاجرہ نے خود فاش کیا۔

قرآن فرماتا ہے "یؤثرون علی انفسہم" اور کس صورت میں، ملاحظہ فرمائیں۔ ولو کان بہم خصاصہ یہ خصاصہ ہی والی صورت ہے جب انسان حالتِ سفر میں ہو۔

یہ تو اُن فرشتہ صفت صحابہ کرام کی عادت اپنے اندر پیدا کر چکے تھے کہ جب کھانا آیا، مہمان سامنے ہے۔ کھانا کم ہے تو

اصلحت سراجہا ونومت صبیانہا ثم قامت کانہا تصلح سراجہا فأطفأتہ

اور اس طرح اندھیرے میں مہمان کا پیٹ بھر دیا۔ خود بھوکے رہے۔ یہ ابو طلحہ انصاری کا قصہ بخاری میں موجود ہے۔

مجھے یاد نہیں، دماغ پر زور ڈالتا ہوں کوئی واقعہ یاد نہیں آتا کبھی اپنے کسی ذاتی معاملے پر غصہ فرمایا ہو بلکہ ایسے واقعات کا دماغ پر ایک سلسلہ سا چلا آرہا ہے کہ اپنی قیمتی سے قیمتی اور جدوجہد و محنت سے حاصل کی ہوئی نہایت شوق کی پسندیدہ چیز کسی بچے نے ضائع کر دی۔ کسی نے اُٹھالی، اٹھانے والے کا پتہ چل گیا سامنے موجود ہے مگر چہرے بشرے سے ناگواری کا اظہار تو کیا۔ آنکھ بچاتے ہوئے دیکھا، جیسے خود ہی شرما رہے ہوں کہ کہیں لے جانے والے کو یا نقصان کرنے والے کو احساس نہ ہو جائے مگر وہی تحمل اور بُردبار طبیعت، اللہ و رسول کے معاملے میں خدا کی حکم عدولی پر اس طرح غیظ و غضب پہ بھری ہوئی دیکھی ہے کہ بنتے کھیلتے بڑے کانپ کانپ گئے یہ شان ہے اُس سردارِ انسانیت رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی دیکھئے ابوداؤد میں حضرت ابو امامہ کی روایت: من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان

عفو و درگذر۔ اللہ اللہ!

مالدے میں تعمیر کے وقت، جب اپنا مکان بنوا رہے تھے، شوق تھا، بزرگی بلندی، عظمت و مقام کے ساتھ لوگ ذمہ داری کتنی، مزدوروں کے پاس کھڑے رہتے دیکھتے بہت غور فرماتے۔ ایک مزدور آنکھ بچا کر روپے کا بٹوا لے کر چل دیا ساٹھ دن کی مزدوری تھی ہزار دو ہزار اوروں نے بھی دیکھا اوروں کے غضب کا یہ حال کر کوئی لاٹھی لے کر دوڑا۔ ایک صاحب دوڑا تو بندوق اٹھا لائے سب کو تنبیہ فرمائی، جانے دو، یا کیا مزدوری اس نے ہی لیا ہو۔ اچھا صاحب ثابت بھی ہو گیا۔ اسی نے لیا ہے پھر دوسرا آنے لے جانے وہ ضرور تنگ ہو گا۔ طبرانی کی حدیث ٹھیک ایسے ہی موقع کے لئے یاد آرہی ہے۔

من عفا عند القدرۃ عفا اللہ عنہ یوم العسرۃ

انتقال کے بعد ایک مرتبہ شہر دیوبند آئے حضرت رح کی زندگی میں بھی ہمیشہ وقتاً فوقتاً آتے تھے۔ حضرت رح کی

زیارت کرنے چلے جاتے تھے نہ انہوں نے خود کسی سے کہا نہ یہ راز کھلا کہ ان کے درمیان معاملہ کیا ہے وفات کے بعد سوا ہی
جو کمرے پر پڑے رکھے رہ گئے تھے۔ سانحۂ پاکستان نے آیا تو سید صاحب ہندوستان پہنچا تو یہ کیا نہیں منہ میں دانہ نہیں پڑا اللہ
ہو کا عالم سا تھا مولانا نے دست گیری فرمائی برابر فرماتے رہے اور ایسی خبر رکھی کہ آج اپنے پیروں پر کھڑا ہوں۔،،
صرف مسلمان مومن، اہل ایمان ہی کے لئے نہیں "انسان،، کے لئے دل درد مند تڑپتا تھا تڑپتا رہا۔
حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ، کو بھی تو پروردگار نے یہی وحی فرمائی تھی کہ اپنی امت ہی کے لئے نہیں
اور من کان مسلماً ہی کے لئے نہیں سب کے لئے رحمت بن جانا ، اخلاق کے دریا بہا دینا

اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ ابراھیم یاخلیلی حسن خلقک
ولو مع الکفار تدخل مداخل الابرار

ابوہریرہؓ نے حکیمؒ سے اسی طرح روایت فرمائی ہے
پھر ہمارے حضرت جو اتباع نبوی اور تقلید انبیاء کے حریص تھے کیسے نہ اس پر عمل فرماتے وہ تو سنتوں کے اتباع
میں یہ بھول چکے تھے کہ التمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید (طبرانی)
کسی ضرورتمند غریب کے کام سے دیوبند سے دلی تشریف لائے اس شخص کے لئے کسی وزیر کی سفارش درکار تھی خود وزیر
گورنر، صدر، حاکم کے دربار میں کیا تشریف لے جاتے مگر دیکھا ہے کسی معمولی انسان (مسلمان ہی نہیں کسی بھی مذہب کا ہو)
کے لئے معمولی حاکم و افسر تک تشریف لے جانے میں عار نہ تھا۔ تو جناب! دلی میں سارا دن اس ضرورتمند کو لئے ہوئے فلاں
کے یہاں پھر دوسرے کے یہاں تشریف لے گئے اور پھر اسی میں جاتی کام ۔ مرض الموت میں بیمار، اردن ہسپتال میں
داخل بھی مسعود مرحوم کو نہ دیکھ سکے ۔ دیوبند واپس آگئے اہلیہ محترمہ شوق و اشتیاق اور محبت سے مجبور ہو کر خیریت پوچھنے
لگیں فرمایا ایک منٹ کی فرصت نہ ملی شام کی واپسی ضروری تھی کہ بخاری شریف کا سبق پڑھانا تھا پھر دوسرے دن پورے
اہتمام سے کسی کو بھیج کر خیریت معلوم کرائی۔
اللہ پاک جب کسی بندے کے لئے خیر و سعادت لکھنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے بندے کے کام میں لگا لیتا ہے اور اسی خیر و سعادت
کو چشم کی آنکھوں سے دیکھنے والے اس کو بھیک لینے والے دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اس کے حصول میں منہمک ہو جاتے ہیں
دیکھئے حدیث میں حضرت اکابر عن الحاکم کیا فرماتے ہیں۔

اذا اراد اللہ بعبد خیراً استعملہ فی قضاء حوائج الناس

گھر میں ننھے بچوں کو منٹ دو منٹ گود کھلانا ، ہنسانا بہلانا ، بڑے چھوٹے ہر طرح کے بندوں کا بڑا مان رکھنا ،
تازہ پانی دینا ، آٹا ، بیسن گوندھ کر کھلانا اسی جگہ ایک تصویر بیٹا کی ہر گئیں جو حضرت مغربی بنگال سے لائے تھے۔ بڑی
دلچسپ اور یہاں کے لائق ہو گی حضرت دوسرے دن بھی پکڑ کر اپنے ہاتھ سے کھلاتے کہ بڑا اچھا: ۔ [illegible]

حضرت رح کی عادت تھی بخاری شریف، بعد از ظہر کو ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوتی تھی اس کے سبق میں کوئی طالب علم سوتا تو پھر مذاق بنا کر کچھ شرم دلا کر اس کی نیند ہی غائب کر دیتے تھے مگر فرماتے اٹھئے جناب! کرسی پر جائیے منہ دھو کر آئیے ایسے ہی شگفتہ مذاق، ایک بار سفر سے تشریف لائے سیدھے دار الحدیث پہنچے سبق شروع ہوا۔ آخری سال تھا، قرآن مکمل ہو چکے تھے اب صرف عبارت حدیث کی تلاوت ہوتی تھی عبارت کوئی طالب علم پڑھ رہا تھا حضرت پر معمولی سی اونگھ آگئی۔ کسی بے تکلف پڑھنے والے طالب علم کو موقع مل گیا۔ پرچہ لکھ کر پہنچا دیا، حضرت! منہ دھو لیں پانی نہیں لا دوں؟ ہوشیار ہو گئے مسکرانے لگے فرمایا! ٹھیک لکھا ہے۔ مگر بھائی ان آنکھوں کا بھی قصور نہیں مسلسل ۱۷ دن ہو گئے سفر میں جاگتے

اللہ اللہ دماغ میں واقعات، یادوں، حسین و مبارک تاثرات کا ایک خزانہ جمع ہے کہاں تک لکھوں خود سوچتا ہوں خوش ہو لیتا ہوں کبھی کبھی دوستوں کے لئے متاع گراں بہا کر بازار میں بھی لے آتا ہوں۔ حضرت مدنی رح کا بہت مضبوط اور جامع تذکرہ برادر بزرگ مولانا فرید الوحیدی صاحب لکھ رہے ہیں عنقریب طبع ہو کر شائع ہوگا۔

تعزیت

مفکر ملت آغوش رحمت میں

پہلے فرمایا رب العالمین نے کل من علیہا فان اس دنیا میں جو آیا اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے۔ یہی ابتداءِ آفرینش سے ہوتا چلا آیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے گذشتہ دور میں بڑے بڑے نامور علماء پیدا کئے اور یہ واقعہ ہے کہ اس نامور تعلیمی درسگاہ کی سب سے اہم خصوصیت یہی رہی ہے۔ ہر علم و فن کے ماہرین نے اس کی گود میں پرورش پائی اور یہاں سے نکل کر آفتاب و ماہتاب بنکر دنیا کے گوشہ گوشہ کو بقعۂ نور بنا دیا۔

ان نامور مشاہیر علماء میں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ کی ذات گرامی بھی تھی۔

آپ کا خاندانی تعلق اس خاندان سے تھا جس خاندان کا دارالعلوم دیوبند کی نشوونما اور قائم کرنے اور فروغ دینے میں نمایاں ہاتھ رہا ہے۔ ابتدائی مجلس کے پانچ ان بنیادی افراد میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ کا نام نامی بھی آتا ہے جن کا تعاون دارالعلوم کو حاصل رہا۔ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رح مولانا فضل الرحمٰن عثمانی رح کے پوتے تھے اور دارالعلوم دیوبند کے اوّلین مفتی، عارف باللہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی رح کے بڑے صاحبزادے تھے۔ از اول تا آخر دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی۔ دورۂ حدیث محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ سے پڑھا بلکہ حضرت کشمیریؒ کے محبوب شاگردوں میں داخل تھے۔ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور مفکر ملت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رح دونوں ساتھی تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس کا فریضہ بھی ان حضرات کے سپرد ہوا۔ اور یہ دونوں دارالعلوم دیوبند کے ذہین و ذی استعداد فارغین میں شمار ہوتے تھے۔

مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رح نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ افتاء کا کام بھی کچھ دنوں کیا پھر حضرت کشمیریؒ کے ساتھ بحیثیت کامیاب مدرس مدرسہ ڈابھیل تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ نے سمجھانے کا ملکہ نادر عطا کر رکھا تھا۔

مفتی صاحب نے اگر شروع میں ارشاد و بیعت کو اختیار کیا ہوتا تو آج ان کا بھی ہندوستان کے مشہور مرشدوں میں شمار ہوتا مگر آپ نے علم و فن کی راہ اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے اس میں کافی مقبولیت و شہرت عطا کی۔

آزادی [illegible] کے سلسلے میں دیوبند کے مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور مفکر ملت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رح نے مسلمانوں کی بڑی اہم خدمات انجام دی ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے ان دونوں حضرات [illegible]

آپ مسلمانان دہلی بلکہ ہندوستان ملک کے مرکز و مرجع کی حیثیت رکھتے تھے اور دور دور سے علماء و لیڈران اور مصیبت زدہ افراد ان سے ملنے اور مشورہ کے لئے آتے تھے۔ سب سے خندہ پیشانی سے ملا کرتے تھے اور سبھوں کے کام آتے تھے۔ ارباب حکومت بھی آپ کا احترام کرتے اور انہیں بھی مشکل موقعوں پر مشوروں سے نوازتے تھے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا نمایاں علمی کارنامہ ندوۃ المصنفین دہلی کا قیام ہے جس میں مفتی صاحب کے خصوصی معاونین مجاہد ملتؒ اور مولانا اکبر آبادی مدظلہ رہے ہیں۔ اس ادارہ نے جو عظیم علمی خدمات انجام دیں وہ تاریخ ہند کا سنہری باب ہے۔ سیکڑوں علمی کتابیں اس ادارے سے شائع ہوئیں اور اہل علم میں ذوق و شوق سے پڑھی گئیں۔

وضع کے پابند ایسے تھے کہ اپنی مثال نہیں رکھتے تھے جس سے جتنا تعلق ہوتا اسی قدر احترام کرتے اور نباہتے ندوۃ المصنفین دہلی پورے ہندوستان کے علماء اور ارباب سیاست کا بھی مرجع تھا بڑی نفاست تھی۔ ندوۃ المصنفین دہلی داخل ہوتے ہی اہل علم پر اس کا گہرا اثر پڑتا۔ پھر مفتی صاحبؒ کی گفتگو سن کر ان کا متاثر ہونا ضروری تھا جہاں بڑوں کا احترام وہاں چھوٹوں پر شفقت و عنایت تھی۔ چھوٹوں کے ساتھ بھی تواضع سے پیش آتے اور ایسی حوصلہ افزائی فرماتے [illegible] لگتا تھا۔

راقم کی خط و کتابت تو ۱۹۴۶ء سے تھی مگر میں نے سب سے پہلے انہیں آل انڈیا جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس کلکتہ میں دیکھا یہ غالباً ۱۹۵۲ء کی بات ہے۔ مفتی صاحبؒ کا مجھ پر سب سے بڑا احسان یہ کہ آپ نے بغیر ملاقات اور جان پہچان میرے متعدد مقالات برہان دہلی میں شائع فرمائے اور [illegible] کو میری کتاب "اسلام کا نظام" طبع فرمائی اور خود اس کی اشاعت کے محرک بنے۔ اس کے بعد دو کتابیں اور وہاں سے میری شائع ہوئیں اس وقت تفصیل مقصود نہیں ہے

مفتی صاحبؒ بہت عرصہ سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن چلے آرہے تھے اور زندگی کے آخری سانس تک اس کے رکن رہے دارالعلوم دیوبند سے والہانہ لگاؤ تھا اور اس کی برتری اور ترقی کے خواہاں تھے دہلی کے تمام مدارس اسلامیہ کے رکن تھے۔ مدرسہ امینیہ دہلی، مدرسہ عبدالرب دہلی۔ مدرسہ حسین بخش دہلی مدرسہ فتحپوری اور دوسرے تعلیمی اداروں سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جامعہ ملیہ دہلی اور ندوہ لکھنؤ کے رکن تھے۔

آجکل آل انڈیا مجلس مشاورت کے صدر تھے اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کے نائب صدر تھے۔ مفتی صاحب کی تقریر پرجوش اور اثر انگیز ہوا کرتی تھی مسلم پرسنل کنونشن میں مفتی صاحب کی تقریر نے سماں باندھ دیا تھا۔ مجمع پر کنٹرول کرنا خاص ملکہ تھا۔ آپکو جس طرح علماء کرام مانتے تھے اسی طرح جدید تعلیم یافتہ اور اہل سیاست بھی مانتے تھے۔

مفتی صاحب کی وفات پوری ملت اسلامیہ کا المیہ ہے جو برسوں بھلایا نہ جا سکے گا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کے علم اور فہم کے بہت قائل تھے سوچنے کا انداز آفاقی تھا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا کرے آمین۔ (دارالعلوم دیوبند)

مکتوب مکہ

از خواجہ محمد صادق انجم

بنام مدیر ماہنامہ ---------- بنام مدیر الجامعہ

مولانا محمد مکی حجازی ساؤتھ افریقہ کے دورے پر

اسلام کو اپنی ابتدائی زندگی میں جن سنگلاخ راستوں سے گذرنا پڑا آج کے سہل انگار دور میں اس کا تصور بھی دشوار نظر آتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور خود خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت کے نشیب و فراز سے نبرد آزما ہو کر احکام خداوندی کو دشت و دریاؤں سے جنگ و جدال کے بعد سنگدل انسانوں تک پہنچایا۔ تاریخ ان واقعات کی شہادت کے لئے آج بھی زندہ و موجود ہے۔ اور کائنات کے نظام میں جب تک سانس کی آمد و رفت باقی ہے لاالٰہ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔

یورپ کے مادہ پرست عوام اپنی تہذیب کا زہریلا پتھر چاٹ کر اسلام کی سطح پر ڈھونڈنے نکلے ہیں اس تلاش میں وہ سقراط کا پیالہ جو حقیقت کا آئینہ دار ہے یورپ کے بازاروں سے لیکر افریقہ کے صحراؤں تک ڈھونڈ رہی ہے۔ کیونکہ حیات جاوداں کا تریاق اسی پیالہ میں تھا مگر کھوئی ہوئی چیز کی تلاش نے انہیں ایسا گم کیا ہے کہ ان کا اپنا وجود ناپید ہو رہا ہے۔ اس بحر بیکراں میں ڈوب کر وہ اسلام کے ساحل تک آن پہنچے ہیں لیکن اسلام سقراط کا پیالہ نہیں کہ پھر میسر نہ آسکے۔ البتہ اس ساغر میں تریاق کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں اور اقوام عالم اگر اپنا وجود باقی رکھنا چاہے تو اسے میخانۂ توحید کا رخ کرنا ہوگا۔

کبھی کبھار قوموں کا اپنا چلن ان کے راستہ کی دیوار بن جاتا ہے اور اس دیوار کو پھر خون کے دریا بھی اپنے بہاؤ میں نہیں بہا سکتے۔

اسلام ایسا عظیم مذہب ہے جو مذاہب عالم میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ آج اپنے ہی پیراؤں کے ہاتھوں مذاق بن چکا ہے۔ کافر کو مسلمان بنانا تو درکنار خود مسلمان مسلمان کو کافر بنانا چاہ رہا ہے۔ اور کفر کے یہ سلسلے اس انداز طریق سے ڈھلنے جا رہے ہیں کہ اس نوع کی مٹی بھی شاید اس کے لئے تیار نہ ہو اور یہ سارا کچھ تہذیب نو کی روشنی میں ہو رہا ہے۔ خصوصیت سے ان علاقوں میں جہاں اسلام کا آفتاب طلوع نہیں ہوا کفر نے استقدر اندھیر گردی مچا رکھی ہے کہ انسان انسانیت سے تہی دکھائی دینے لگ پڑا ہے۔ گم کردہ راہ مسافر اپنی منزل کو کھو چکے تھے کہ دشمنوں کی محمد صراط مستقیم سے بہکانے لگے ہیں۔ ایسے میں اہل کے سرداروں میں بعض بہادر انسان کو آپ نرم گرم سے

اپنی پیاس بجھانا چاہتا ہے تو نسلِ انسانی کے یہ دشمن ان کا راستہ روک کر کھڑے ہیں۔ کوئی جائے تو کہاں جائے!

ساؤتھ افریقہ جسے ہیرے جواہرات اور سونے کی زمین کہا جاتا ہے معاشی اعتبار سے اس کا دامن جس قدر کشادہ ہے نسلی اعتبار سے اسی قدر تنگ دامنی کا شکار ہے۔ گورے اور کالے کے مابین تو ایک لمبی لکیر ہے۔ یہ صدیوں سے چلی آرہی ہے لیکن کفر اور اسلام کی لکیر نے اس آبادی کے عوام کو الجھی راہوں میں الجھا رکھا ہے۔

۳۵ کروڑ کی اس آبادی میں صرف پانچ لاکھ کے قریب مسلمان آباد ہیں جن کے آباؤ اجداد ایک سو چار سال پیشتر یہاں آئے تھے انہیں انگریز اپنے غلام کی حیثیت سے ہندوستان سے لایا تھا اور پھر یہ لوگ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ جیسا کہ پیشتر کہا گیا کہ ساؤتھ افریقہ کا یہ علاقہ معدنیات سے مالا مال ہے اس کے باوجود کہ یہاں کا مسلمان معاشی اعتبار سے خوشحال سے نادار ہے۔ اسلام کی دولت بھی اپنے سینے میں رکھتا ہے لیکن حقیقت اسلام سے ناواقف کاروباری قسم کے مولوی ان کے مذہبی جذبات کو پریشان اور ویران کرنے آجاتے ہیں جس کے باعث یہ لوگ اسلام ایسی متاعِ عزیز کو محفوظ رکھنے کے لئے علماء ربانی کی راہ تکتے رہتے ہیں ورنہ تو دینِ مبین کی فضاؤں میں زہر گھولنے والے مختلف روپ دھار کر کسی نہ کسی نام اور بہانے اس طرف نکل آتے ہیں اور اس علاقہ کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ویسے تو ساؤتھ افریقہ کے اس علاقے میں مساجد کا جال پھیلا ہوا ہے لیکن صحیح عقیدہ کا مسلمان میسر آنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

حضرت مولانا محمد مکی حجازی بیت اللہ شریف کے محترم ائمہ میں شمار ہوتے ہیں حنفی عقیدہ اور مسلک حقہ کے باعث اپنے حلقے کے علاوہ بیرونی حجاج کرام میں بھی احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ بنا بریں ساؤتھ افریقہ کے اکثر حجاج کرام نے مکی صاحب کو حرمِ مکہ میں تقریر کرتے اور توحید باری تعالیٰ کے صحیح انداز سے بیان کرتے سنا تو انہیں افریقہ میں آنے کی دعوت دی جسے مولانا نے خوشنودیٔ باری تعالیٰ کے لئے منظور کر لیا۔

ساؤتھ افریقہ ایک مدت تک انگریز کی غلامی میں رہا۔ اب یہاں ڈچ حکومت کر رہے ہیں مگر یہاں کی ساڑھے تین کروڑ کی مقامی سیاہ فام آبادی اپنی آزادی کے لئے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور ہر روز سیاہ فام حریت پسند ڈچز کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایسے حالات میں پانچ لاکھ مسلمان عوام کو دینِ حق پر لانا اور بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ تاہم مولانا حجازی نے جرأتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں جانے کا قصد کر لیا۔

؎ یہ بزم مے ہے یہاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو خود بڑھ کر اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

؎ ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

وقت کا دھارا بہتا ہوا اپنے پیچھے بہت کچھ چھوڑ جاتا ہے شخصیتیں بھی اسی میں شمار ہوتی ہیں۔ اگر ان کے دامن کا گ

میں اصولوں کی پختگی ہو تو یہ شخصیتیں تاریخ کا عنوان قرار پاتی ہیں ورنہ دونوں ناپید ہو کر رہ جاتے ہیں۔

مولانا محمد مکی اپنے دامن میں اسلام کے صحیح اصولوں کے ساتھ عقیدے کی دولت سے بھی سرفراز ہیں اور اس گئے گزرے دور میں جبکہ اسلام بازیچۂ اطفال بن چکا ہے گزشتہ بارہ سال سے مولانا مکی بیت اللہ میں قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دے رہے ہیں۔ ان کے اس عمل کا صدقہ ہے کہ وہ حجاز مقدس میں محترم شخصیت کے حامل ہیں۔ ان سے پیشتر ان کے والد محترم حضرت مولانا خیر محمد صاحب ضلع رحیم یار خان (پاکستان) سے چل کر تادم آخر حرم محترم میں درس قرآن فرماتے رہے۔ اپنے بعد وہ اپنے جگر گوشہ (مولانا محمد مکی) کے علاوہ سینکڑوں عرب شاگردوں کا ہجوم چھوڑ گئے کہ آج تک علم دین کا پرچم بلند ہے۔

انہی اوصاف حمیدہ کے پیش نظر ساؤتھ افریقہ کے حجاج کرام کی درخواست پر مولانا امسال اپریل ۱۹۸۴ء کو مکہ مکرمہ کی مصروفیت سے وقتی طور پر اپنے منصب کی انجام دہی کے لئے ساؤتھ افریقہ پہنچے اور اس طرح تمام علاقہ کے مسلم اور غیر مسلم عوام کو تبلیغ دین کے ذریعے اسلام کی حقانیت سمجھائی۔ مولانا کا یہ دورہ تقریباً ڈیڑھ ماہ تک رہا جس کی مختصر روداد ذیل میں ہے۔

مولانا کا دَورۂ جنوبی افریقہ

اللہ رب العزت نے اپنی ربوبیت اور الوہیت کے اظہار کے لئے اس کائنات کو تخلیق فرمایا، اور پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے انبیاء والمرسلین علیہم السلام کے ذریعے اپنی وحدانیت کا پیغام تمام انسانوں اور جنوں (مخلوق) تک پہنچایا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ؁

ترجمہ: نہیں ہم نے پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کے لئے۔

اور یہ سلسلہ نبی آخر الزماں خاتم الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا جو کہ حقیقت میں سبب تخلیق کائنات ہیں۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ذمہ داری علماء حق پر ڈالی کہ وہ دین حق کے احیاء اور پھیلاؤ کے لئے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیں کیونکہ حدیث میں آتا ہے

العلماء ورثة الانبياء (حدیث)

ترجمہ: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

اور الحمد للہ روز قیامت تک دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سربلند رہے گا اور الحمد للہ اس مدرسے سے علماء حق کو خاص حصہ نصیب ہوا۔ کیونکہ ان علماء نے مرکزی کردار ادا کیا ہے اور دین حق کی تبلیغ اشاعت اور [illegible]

کے لئے حق پر ڈٹ گئے اور ہر باطل فرقے سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انگریز کے ہندوستان سے اخراج کا وقت آیا تو سب پہلے علماء حق نے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کیا۔ روافض اٹھا تو انہوں نے مقابلہ کیا۔ قادیانیت، منکرین حدیث اور شرک و بدعت جیسے فتنوں کا جس طرح مقابلہ کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جہاں بھی کسی فتنے نے سر اٹھایا تو علماء حق دین اسلام کے احیاء اور تحفظ کے لئے میدان عمل میں کود پڑے۔ ان مجاہدین اسلام میں علامہ خیر محمد صاحب دشمن حمزہ بہاولپوری کا نام بھی آتا ہے جنہوں نے دارالعلوم دیوبند اور سہارنپور میں تعلیم حاصل کی اور حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری کے تلمیذ رشید تھے۔ وہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے آبائی وطن میں طویل عرصہ تبلیغ و تدریس میں وقت گذارا۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور یہاں مجاہد اسلام حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی معائیت میں بھی کچھ دیر رہے اور مولانا سندھیؒ کے ذہین شاگردوں میں شمار ہوتے تھے اور جن کی زندگی مسجد الحرام میں اپنے مسلک اہلسنت والجماعۃ کے مطابق دین حق کی تبلیغ فرماتے گذری۔ قرآن و حدیث کے پانچ چھ درس ان کا معمول تھا اور یہاں مکہ مکرمہ ہی میں ۱۳۸۳ھ کو رحلت فرمائی۔ اور جنت المعلّٰی مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آہ

مولانا خیر محمد صاحبؒ کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد مکی حجازی نے دین حق کی تبلیغ کے فرائض سنبھالے جن کی دستار بندی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے ہاتھوں تکمیل پائی اور ۱۳۸۳ھ سے مسجد الحرام کے صحن میں روزانہ شام و صبح ہزاروں لوگوں کو اپنے علمی اور روحانی خطاب سے نوازتے ہیں۔ صبح عربی زبان میں درس قرآن و حدیث اور شام کو اردو زبان میں درس قرآن دے رہے ہیں اور موسم حج میں تقاریر اور مسائل حج بیان فرماتے ہیں جس سے ہزاروں آدمیوں کی اصلاح ہو رہی ہے۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ان کو سبب ہدایت بنا دیا ہے۔

چونکہ اس مقام اقدس پر عام طور پر بھی اور خاص طور پر بھی حج کے موقع پر لاکھوں کی تعداد میں مخلوق آتی رہتی ہے کوئی شمال سے کوئی جنوب سے، کوئی مغرب سے تو کوئی مشرق سے۔ دوسری زبان بولنے والے لوگ سعادت حج حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح اردو بولنے والے لوگ بھی پاکستان و ہندوستان اور بنگلہ دیش کے زائرین بھی حاضر ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں دوسرے ممالک میں رہنے والے مسلمان جو اردو جانتے ہیں وہ بھی فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے یہاں پہنچتے ہیں۔ ان میں یورپ، عرب امارات اور جنوبی افریقہ میں بسنے والے پاکستانی و ہندوستانی مسلمان بھی شرف زیارت حاصل کرتے ہیں۔ خاص طور پر جنوبی افریقہ میں ایک بڑی تعداد ہندوستانی مسلمانوں کی آباد ہے جو کہ دین اسلام سے بڑی رغبت رکھتے ہیں۔ ہر سال کثیر تعداد میں یہ لوگ سعادت حج حاصل کرنے آتے ہیں اور یہاں حضرت مولانا محمد مکی حجازی کے اردو درس قرآن سے مستفید ہوتے ہیں۔ جنوبی افریقہ، انگلینڈ اور امریکہ میں رہنے والے مسلمان مولانا محمد مکی کی حق گوئی سے متاثر ہو کر انہیں کئی مرتبہ جنوبی افریقہ، انگلینڈ اور امریکہ کے دورہ کی دعوت

دے چکے ہیں لیکن مولانا اپنی ان مصروفیات کی بناء پر ہمیشہ اس سے پہلوتہی کرتے رہے۔ تاہم دوستوں کے مسلسل اصرار پر جن میں خاص طور پر جناب ابوبکر بھاٹیا صاحب نے آپ کو ساؤتھ افریقہ کے سفر پر مجبور کیا اور وہاں کے احوال سے آگاہ کیا اور بعض باطل فرقوں کی نقل و حرکت کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے انہیں جب ساؤتھ افریقہ کی دعوت دی تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہوں نے ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے دورہ کرنے کی حامی بھر لی۔ کیونکہ وہاں کے علماء کرام کا بھی اصرار تھا اور وہاں کی جمعیت علماء اسلام کے ذمہ دار کارکن مولانا محمد یونس پٹیل تشریف لائے اور اصرار کیا تو اب مولانا محمد مکی حجازی مجبور ہو گئے۔ اور بنابریں آپ نے ۲۰ مارچ سے اپنے تبلیغی مشن کا آغاز کیا۔

آپ جدہ سے کینیا ایئرو الٹس سے نیروبی پہنچے جہاں پر اسلامک فاؤنڈیشن اور قرآن ٹرسٹ کے احباب نے استقبال کیا اور ایک روز قیام کے بعد اپنے تبلیغی دورے کے ابتدائی مرحلہ میں ۲۰ مارچ ۱۹۸۲ء کو جوہانسبرگ کے جان اسمٹس ایئرپورٹ پہنچے جہاں پر کافی تعداد میں شیدائیان اسلام نے مولانا مکی کا خیر مقدم کیا۔ پھر آپ کو جلوس کی شکل میں جوہانسبرگ کی سب سے بڑی جامع مسجد "نور الاسلام" لے جایا گیا جہاں آپ نے نماز جمعہ ادا کی۔ مسجد نور الاسلام ساؤتھ افریقہ کی عظیم الشان مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ یہاں رابطہ عالم اسلامی کا دفتر بھی قائم ہے جس کا افتتاح رابطہ عالم اسلامی کے سابق صدر جناب محمد علی الحرکان مرحوم نے کیا تھا۔

اسی رات کو بعد نماز عشاء مولانا محمد مکی نے اپنے تبلیغی دورے کا پہلا خطاب فرمایا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے عالمانہ خطاب کو سننے کے لئے انتہائی عالم اشتیاق میں تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مولانا محمد مکی کو جہاں وسیع علم سے نوازا ہے وہاں خوبصورت آواز بھی عطا فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا وطیرہ ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے عالمانہ خطاب سے حق و باطل فرقوں کا فرق واضح کر دیتے ہیں۔ بعد از خطاب انہیں کاروں کے جلوس میں مدرسہ زکریا لے جایا گیا۔ مدرسہ ہذا کا قیام اس وقت عمل میں آیا جب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنے تبلیغی مشن پر یہاں تشریف لائے تھے اور ان کے ایک معتقد جناب ابوبکر بھاٹیا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کو ہدیہ دینا چاہتا ہوں مگر آپ اپنے منہ سے مانگیں۔ مگر مولانا زکریاؒ نہ مانے آخر اصرار کے بعد فرمایا کہ اگر تم مجھے ہدیہ دینا چاہتے ہو تو یہاں ایک دینی ادارہ قائم کر دو۔ تو جناب ابوبکر بھاٹیا نے ایک کثیر رقم سے زمین خریدی اور اس میں ایک عالیشان مدرسہ زکریا کی نیو اٹھائی۔ یہ درسگاہ ہنوز ابتدائی مراحل میں ہے۔ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ گزشتہ سال مدینہ منورہ میں وفات پا چکے ہیں اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا ہے۔

مدرسہ زکریا میں مولانا محمد مکی حجازی نے طالب علموں سے ملاقات کی اور اپنے ارشادات عالیہ سے نوازا اور فرمایا کہ وہ اپنی دینی تعلیم کو جاری رکھیں تاکہ آنے والے وقت میں آپ مبلغ اسلام اور توحید و سنت کے داعی ہو کر پھر ساؤتھ افریقہ میں دین اسلام کا پرچم بلند کر سکیں۔ اس مدرسہ کی کامیابیوں کا سہرا مولانا اشفاق احمد کے سر ہے۔ وہ انتہائی

اور محبت کی منہ بولتی تصویر ہے۔

آزاد ویل

مولانا محمد مکی اپنے دورے کے دوسرے روز لینشیا سے ۳۰ کلو میٹر دور آزادویل پہنچے اور وہاں کی خوبصورت مسجد میں خطاب فرمایا۔ مولانا مفتی محمد سعید صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ مفتی محمد سعید صاحب ہی آزادویل کے علمی کمپلیکس کے روح رواں ہیں۔ (آزادویل) یونیورسٹی کمپلیکس ایک لاکھ انیس ہزار رانڈ (تقریباً سولہ لاکھ روپے) کی اراضی تھی جو وہاں کی حکومت نے اس دینی اور علمی کام کے لئے ایک لاکھ روپے میں دی ہے۔ اس ادارہ کو چلانے کے لئے مفتی محمد سعید صاحب جو نوجوان عالم ڈابھیل (انڈیا) کے فارغ التحصیل ہیں جن کے چہرے سے متانت سنجیدگی اور علوم اسلامیہ کی ترویج کا جذبہ روشن نظر آتا ہے۔ انشاء اللہ العزیز چند سالوں میں مفتی صاحب اور ان کے دیگر اہل علم و فکر و نظر اصحاب کی اعانت سے ایک مثالی درسگاہ ثابت ہوگی۔

دادا بھائی گارڈنز

دادا بھائی گارڈنز کے جناب احمد دادا بھائی ایک صالح اور باصلاحیت نوجوان ہیں جنہوں نے برائے فروخت ایک ٹاؤن بنایا ہے جس کا نام روشنی ٹاؤن رکھا ہے۔ اور وہ مولانا محمد مکی کی حق گوئی سے متاثر ہوکر اسی ٹاؤن میں (جس میں ۳۵۰ پلاٹ ہیں) ان میں سے ایک پلاٹ مدرسہ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ مولانا کے فرمودات سے متاثر ہوکر تمام ٹاؤن کے سٹریٹ نام اسلامی تجویز ہوئے مثلاً ابوبکر سٹریٹ عمر فاروق سٹریٹ، عثمان غنی سٹریٹ، علی ابن ابی طالب سٹریٹ رکھے گئے۔ مگر ساتھ ہی اس نے ایک سٹریٹ کا نام محمد مکی ڈرائیو رکھا کہ آپ کی یاد تازہ رہے گی۔ جب بھی ہم اس سٹریٹ سے گذریں گے تو گویا یوں تصور کریں گے کہ ہم مولانا صاحب سے ملنے جا رہے ہیں اور یہ ان کی محبت کا عظیم شاہکار ہے۔

قیام گاہ ابوبکر بھاٹیا

یکم اپریل ۲۰۰۳ء کو مولانا اپنے میزبان جناب ابوبکر بھاٹیا کی رہائش گاہ پر ہزاروں کی تعداد میں موجود خواتین کے اجتماع سے "اسلام میں عورت کے حقوق" کے عنوان پر خطاب کیا۔

آپ نے فرمایا:

"اسلام نے جتنے حقوق عورت کو عطا کئے ہیں وہ دنیا کا کوئی مذہب بھی نہیں دے سکا۔ اسلام نے عورت پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا۔ یہی وجہ ہے کہ فکر معاش کی تمام تر ذمہ داری مرد کے کندھوں پر ہی ہے اور صنف نازک کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ تاکہ وہ گھر کی چار دیواری میں تحفظ و آرام سے رہے۔ اور اپنے بچوں کی صحیح پرورش کر سکے۔ لیکن اگر کوئی عورت زینت و نمائش کر کے بغیر کسی وجہ کے باہر بازاروں اور سڑکوں پر گھومے پھرے تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر آوارگی اور بے راہ روی کو وہ آزادی کا نام دیتی ہے تو اسلام ایسی آزادی کسی عورت کو نہیں دیتا۔ البتہ اسلام نے اس کے جائز حقوق کے لئے جدوجہد کرنے کی اجازت دی ہے۔"

اس تقریر کے دوران اردو جاننے والی عورتوں کی اکثریت تھی اور مولانا کی یہ تقریر کافی پُر اثر ثابت ہوئی۔

کلرکسڈورپ

اگلے روز کلرکسڈورپ پہنچے۔ وہاں شہر کی جامع مسجد میں خطاب فرمایا۔ ۳ راپریل کو کنبرلی اور ۵ راپریل کو ورسٹ کی مساجد میں بڑے اجتماعات سے خطاب فرمایا اور ۶ راپریل کو واپس جوہانسبرگ پہنچے اور مسجد نور الاسلام میں خطبہ جمعہ دیا اور نماز پڑھائی۔

رسٹنبرگ

آپ بعد نماز عشاء رسٹنبرگ پہنچے اور وہاں درس قرآن دیا۔ اور ۷ راپریل کو آپ نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر اپنے عالمانہ خطاب سے لوگوں کو نوازا اور فرمایا:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام ہی اسلام ہے۔ آج بعض باطل فرقوں نے قرآن وسنت سے ہٹ کر عشق و دیوانگی کی صورت میں جو شرک و بدعت پھیلا رکھی ہے وہ سراسر گمراہی ہے۔ دین اسلام کے احیاء کے لئے ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جو تکالیف برداشت کیں، جنگیں لڑیں، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو قربان کرایا حتیٰ کہ دین حق کی خاطر اپنے وطن عزیز مکہ مکرمہ کو بھی خیر باد کہکر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی صرف اس لئے کہ توحید باری تعالیٰ کا پرچم بلند رہے۔ جو تمام انبیاء والمرسلین علیہم السلام کا راستہ تھا۔ اس لئے اگر صحیح معنوں میں آقائے نامدار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور لگاؤ ہے تو ہمیں ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی ہمارے لئے سبب نجات بنے گی۔"

اس تمام دورے میں جناب موسیٰ بڈھانیا، جناب حاجی باری، جناب محمد جیواس، مولانا سلیمان گھانچی، حافظ بشیر احمد، مولانا شبیر احمد، مولانا زبیر صاحب، جناب مفتی محمد سعید صاحب اور جناب ابوبکر بھاٹیا صاحب مولانا کے ہمراہ رہے۔

ڈربن

آپ اپنے مشن پر ڈربن ائیر پورٹ پر پہنچے تو ساؤتھ افریقہ کی جمعیت علماء کے راہنماؤں اور بڑی تعداد میں لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور مقامی جامع مسجد میں ایک بڑے مجمع سے آپ نے خطاب کیا۔

مولانا یوسف تو تلا، جناب بھائی بالمیا، مولانا عمر جی، مولانا یونس پٹیل کے علاوہ مولانا سید سلمان ندوی پرنسپل ڈربن یونیورسٹی عربک اسلامی سنٹر بھی اس اجتماع میں موجود تھے۔ اسی روز آپ نے بعد عشاء واسٹنگ کی جامع مسجد میں خطاب کیا۔

۱۰ راپریل کو ڈربن میں واقع لڑکیوں کی ایک تعلیمی دینی درسگاہ میں خطاب کا موقع فراہم کیا گیا۔ یہ دینی درسگاہ وہاں رہنے والے پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کے تعاون سے زیر تعمیر ہے۔ جہاں تیس سے زائد بچیاں زیر تعلیم و تربیت ہیں۔

۱۱ راپریل کو مولانا محمد مکی حجازی نے اور سنٹ ہال میں خواتین کے ایک اجتماع سے خطاب کر کے تقریب فرمایا۔

"اگر آپ اپنی آخرت سنوارنا چاہتی ہیں تو پھر ازواج مطہراتؓ کے نقش قدم پر چلیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اُمہات المؤمنین (یعنی مؤمنوں کی مائیں) کہا ہے۔ اور یہ بھی اسلام میں عورت کے لئے عظمت کی دلیل ہے کہ عورت کو ایسے بلند مرتبہ خطابوں سے نوازا گیا ہے۔ بنت رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اتنی عزت و عظمت بخشی کہ انہیں جنت میں تمام عورتوں کی سردار کہا گیا ہے۔ (سیدۃ النساء فاطمہ فی الجنۃ) اس لئے ہر مسلمان عورت جب ان پاک بیبیوں کے کردار کی روشنی میں اپنی زندگی کو گذارے گی تو وہ جنت کی حقدار ہوگی!"

ایک غیر مسلم کا سوال

اسی ہال میں ایک غیر مسلم (ہندو) نے سوال کیا کہ کیا تمہارے خدا کو حساب نہیں آتا تھا (نعوذ باللہ) کہ دنیا بھر کی دیگر آبادیاں چھوڑ کر مکہ مکرمہ کی بے آب و گیاہ سرزمین پر پیغمبر کیوں بھیجا اور قرآن کیوں نازل کیا ——؟

جواب میں مولانا نے کہا:

میرا خدا بہت بڑا حساب داں ہے اور وہ جانتا ہے۔ اسی لئے اس نے ایک ایسی جگہ اپنا نبیؐ اور قرآن اتارا کہ جہاں کے لوگ اسلام لانے کے بعد کفر و شرک کے خلاف لڑتے ہوئے شہید تو ہوگئے مگر شرک نہیں کیا اور ادھر قیصر و کسریٰ تک اور ادھر روم تک اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ اور اگر آپ کے ہندوستان میں اپنا نبی اور قرآن اتارتا میرے اللہ کی توحید کا مسئلہ تو ویسے کا ویسا ہی رہ جاتا کیونکہ تم ایک ٹھوس اور انسانی عضو کو بھی خدا بنا کر پوجتے ہو، تو نبی کو بھی خدا بنا لیتے۔ تو ہندو لاجواب ہوکر چلا گیا۔

اسیگو ہال

۱۲ر اپریل کو مولانا محمد مکی حجازی صاحب نے اسیگو ہال میں "معراج النبیؐ" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"سید البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش بریں پر بلا کر بشریت کو معراج عطا فرمائی اور یہی بات اشرف المخلوقات انسان کے لئے قابل فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بالروح بالجسد شرفِ ملاقات بخشا اور بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس بشر نہیں بلکہ نُور ہیں اور نور من نور اللہ یعنی خدا کے نور کا ٹکڑا (نعوذ باللہ) اور بعض کہتے ہیں کہ نیچے تھا تو مصطفےٰ تھا اوپر گیا تو خدا بن گیا۔

مولانا مکی نے ایسے باطل عقائد کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے بڑا شرک اور کونسا ہوگا کہ اوپر تھا تو خدا تھا نیچے آیا تو مصطفےٰ بن گیا، اور خدا کے نور کا ٹکڑا ہے۔ جب اوپر پہنچا تو جزو اپنے کل سے مل گیا۔ پھر معلوم نہ ہوسکا کہ خدا کون ہے اور نبی کون ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ پہلے تو خدا کے ٹکڑے بنائے (نعوذ باللہ) پھر اسرا اور معراج

کس کو ہوا؟ پھر تو معراج نہ ہوا ڈرامہ ہوا۔ (نعوذ باللہ من ذلک) اور فرمایا یہ عقیدہ تو قرآن کی نفی ٹھہرا جبکہ قرآن یہ کہتا ہے،

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (پ۱۵ع۱)

ترجمہ، پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی راتوں رات اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو)"

فرمایا کیا بندہ بھی خدا ہوا! یا خدا کا ٹکڑا ہوا،

اور دوسری آیت میں آتا ہے،

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ۔

ترجمہ "فرما دیجئے کہ تحقیق (یہی بات ہے) میں بشر ہوں تمہاری طرح مگر میری شان یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے"

تو تمام مخلوق میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بشر کو اشرف المخلوق کہا۔ اس اشرف المخلوق میں اپنے انبیاء کو ان پر فضیلت عطا فرمائی اور پھر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا سردار قرار دیا اور سب سے افضل البشر کہلائے۔ اور معراج سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سید البشر محمد مصطفےٰ کو ان کی اُمت کے لئے نماز کا تحفہ عطا فرمایا اور "الصلوٰۃ معراج المؤمنین" کا مژدہ سنایا۔

۱۳ اپریل کو مولانا محمد مکی نے ویسٹ سٹریٹ مسجد میں خطبہ جمعہ پڑھایا اور نماز پڑھائی۔ اور بعد نماز عشاء "عائشہ ویل جماعت خانہ" میں وعظ فرمایا۔ اور یہ ڈربن شہر کی دوسری عظیم اور مصروف ترین مسجد ہے جہاں حضرت مولانا فضل الرحمٰن انصاری جیسے بزرگ عالم فرائض امامت سرانجام دے رہے ہیں۔

۱۶ اپریل کو لیڈی سمتھ ہال لونگھم روڈ پر "سیرت رسول" کے موضوع پر ایک بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اگلے روز نیوکیسل پہنچے وہاں بھی سینکڑوں مشتاقان دید نے استقبال کیا۔ دارالعلوم نیوکیسل میں علماء سے ملاقات کی اور انہیں دین حق کی تبلیغ واشاعت کے لئے علماء کرام کے کردار پر خطاب فرمایا۔

مولانا نے خاص طور پر علماء دیوبند کی دین حق کے لئے کوششوں اور قربانیوں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا؛ "جب کبھی دینِ مصطفےٰ پر کوئی حرف آیا تو انہی علماء حق نے کفن بردوش ہوکر باطل کا مقابلہ کیا۔ برصغیر پاک وہند سے انگریزوں کے اخراج کی تحریک ہو یا استیصالِ مرزائیت کا سوال ہو تو یہی لوگ کفن بردوش ہوکر میدان عمل میں آئے۔ اسی طرح ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے یہی ہیرو تھے جنہوں نے سب سے پہلے انگریز کے منحوس قدم اکھاڑنے کے لئے اپنے آپ کو توپوں کے دہانے، پھانسیوں کے تختے اور مجبور وعیلے شہر جیسی سزاؤں کو قبول کیا۔ شرک وبدعت اور روافض کا جس طرح مجاہدانہ مقابلہ ان علماء حق نے کیا ہے اس کی بھی نظیر نہیں ملتی۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ باطل سے نبرد آزما رہیں گے۔"

۲۰ اپریل کو واپس لنیشیا پہنچے اور آزاد ویل میں ایک تقریر فرمائی۔

ارملو

۲۶ اپریل کو ارملو کے سینٹر ہال میں وعظ فرمایا جہاں ہزاروں کی تعداد میں مسلم اور غیر مسلم موجود تھے۔ علاوہ ازیں عورتوں کی بھی کثیر تعداد اس ہال میں آپ کی تقریر سننے کے لئے موجود تھیں اس علاقے کی کل مسلم آبادی چھ سو کے قریب ہے لیکن مولانا کا نام سُن کر دوسرے علاقوں کے ہزاروں عوام بھی اس اجتماع میں شریک ہوئے جس کی بناء پر مقامی انتظامیہ کو قدرے پریشانی ہوئی اور ہال میں مزید نشستوں کا انتظام کرنا پڑا۔

۲۷ اپریل کو جوہانسبرگ یونیورسٹی میں نماز جمعہ ادا کی اور بعد میں خطاب فرمایا۔

عائشہ ویلی جماعت خانہ

۲۸ اپریل کو آپ ڈربن واپس لوٹے اور وہاں عائشہ ویلی جماعت خانہ میں معراج مصطفیٰ پر خطاب فرمایا جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ جگہ نہ ملنے پر دیواروں پر لوگ لٹک رہے تھے اور کاروں پر چڑھ کر بیان سُنا۔ یہ پورے دورے کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔

کیپ ٹاؤن

۲۹ اپریل کو مکی صاحب کیپ ٹاؤن پہنچے چونکہ عربی زبان پر عبور حاصل ہے۔ اس لئے وہاں پر موجود "محمد تقلیم صدر جوڈیشل علماء کونسل" میں عربی طالب علموں سے عربی زبان میں خطاب فرمایا۔ وہاں پر جناب محمد یوسف بلبلیا اور محمد ہاشم، ڈاکٹر مال اور دیگر احباب موجود تھے۔ اگلے روز کیپ ٹاؤن میں اردو میں درس قرآن دیا۔ یکم مئی سے ۵ مئی تک آپ کیپ ٹاؤن کے مختلف علاقوں میں مختلف موضوعات پر خطاب کیا۔ اور یہ اجتماع قابل دید تھے۔

اس موقع پر جناب علامہ اسمٰعیل عبدالرزاق (سابق لیکچرار ازہر یونیورسٹی قاہرہ) مولانا کے ہمراہ رہے اور بعض مقامات پر انگریزی ترجمہ فرماتے رہے چونکہ مولانا موصوف ساؤتھ افریقہ اور ہندوپاک کے مشہور عالم ہیں جو کئی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔

اس دورہ میں مختلف سوالات کئے گئے

اس دورہ میں مختلف مقامات پر بعض حضرات نے مولانا محمد مکی حجازی سے مختلف نوع کے سوالات بھی کئے جن کا مولانا نے اپنے انداز میں جواب دیا۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے کہا،

"ساؤتھ افریقہ میں مسلم آبادی انتہائی سکون وطمانیت اور اتحاد کامل کیساتھ اپنے شعائر اسلامی سے مربوط تھیں۔ کوئی اختلاف یا مذہبی فساد کا نام تک نہیں تھا اور جمعیت علماء اور دیگر علماء کرام اشاعت اسلام کے لئے مشنریوں کا مقابلہ اور افریقین کالے لوگوں میں مدارس و مساجد کے فکر میں ہیں۔ تقریباً ۲۵ ملین کی آبادی اگر اسلام کی طرف مائل نہ ہوئی اور اہل اسلام دل کھول کر اتحاد و یقین پیہم سے مسلسل کام نہ کیا تو مشنریاں اپنے حسین جال میں ان سادہ لوح افراد کو لے لیں گی۔ لیکن مولانا نے انتہائی دُکھ سے کہا کہ ہمارے پاک و ہند کے بعض نام نہاد علماء نے وہاں جاکر

بھی اپنی روایات قدیم کے پیش نظر تکفیر کے فتوے اور بدعت کے جراثیم پھیلائے جس کے باعث مساجد میں فساد قرآن پڑھنے والوں پر حملے، تبلیغ والوں پر پتھراؤ اور ایسی فضا پیدا کی کہ ملتِ اسلامیہ کو پارہ پارہ کر دیا اور غیر مسلم افراد مسلمانوں پر خندہ زن ہوئے۔ الحمد للہ کہ ان حالات کو دیکھ کر ساؤتھ افریقہ کے مسلمان بیدار ہو رہے ہیں اور حق و باطل میں امتیاز کرنے لگے ہیں اس لئے اب بدعت کے چراغ کاذب بجھ رہے ہیں۔ خداوند کریم مسلمانوں کو حق پر متحد ہو کر چلنے اور تبلیغ دین پر گامزن کریں۔(آمین)

مولانا نے ایک موقع پر جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ دراصل سعودی حکومت اور ائمہ حرمین شریفین کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ بعض باطل قوتوں کی شرارت ہے ورنہ سعودی حکومت جس انداز سے دین اسلام کی اشاعت میں مصروف ہے وہ ہر ممکن سے قابل ستائش ہے اس لئے ساؤتھ افریقہ میں مختلف مقامات پر جب حقائق کا اظہار کیا گیا تو لوگ حیران رہ گئے کہ مولانا نے فرقہ باطلہ کی تردید اس حقائق سے کی کہ عوام پر اس کا نہایت اچھا اثر پڑا کیونکہ مولانا نے بغیر کسی نام لئے قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کی باتیں لوگوں کو سمجھائیں کہ بعض ایسے نام نہاد علماء ہیں جو اپنے مراکز میں سعودی حکومت کو بلا وجہ بدنام کر رہے ہیں۔ حالانکہ سعودی حکومت اور ائمہ حرمین شریفین کی فراخدلی ہے کہ وہ ائمہ اربعہ کے مقلدین علماء کو بہرحال برداشت کر رہے ہیں نیز حکومتِ سعودیہ کا عظیم کارنامہ کہ اس نے فرائض حج و مناسک عمرہ، تعمیر حرم، نظافتِ حرم، منیٰ و عرفات اور سرنگوں کے ذریعے پورے مکہ مکرمہ کو اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی اور دور افتادہ اہم مقامات کا اتصال بھی اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ بلاشبہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ غیر اسلامی مکتب فکر کے لوگوں نے ائمہ حرم کے خلاف محاذ بنا کر جس قدر ذلت اٹھائی ہے وہ حدِ بیان سے باہر ہے۔

ایک اور سوال: مولانا سے ایک اور سوال کیا گیا کہ پاکستان کے بعض گدی مولوی اخبارات میں بیان دیتے ہیں کہ انہوں نے ہزاروں کفار کو مسلمان بنایا ہے یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: مولانا محمد مکی حجازی نے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگ خالص کاروباری باتیں کرتے ہیں جن سے دین حقہ کا دور سے بھی واسطہ نہیں۔ جو لوگ پوری زندگی مسلمانوں کو کافر بناتے رہے ہیں وہ کسی کافر کو کیا مسلمان بنائیں گے کون تصدیق کے لئے کون جاتا ہے؟

حکومت پاکستان سے اپیل مولانا محمد مکی حجازی نے حکومت پاکستان سے اپیل کی کہ اگر کوئی ایسی بات ہے تو وہ ان ممالک کے سفارت خانوں کے نام حکم جاری کرے تاکہ وہ نو مسلم بھائیوں سے رابطہ قائم کرے کہ جو لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ان کی حوصلہ افزائی ہو اور پورے عالم اسلام میں متعارف ہوں تاکہ

اشاعتِ اسلام بڑھے۔ نیز سفارت خانوں کو یہ بھی تاکید کی جائے کہ وہ مسلمانوں کے درمیان نفرت پھیلانے والے نئے تخریب کاروں پر سخت پابندی لگائیں۔ ورنہ عیسائی مشنریوں نے جو جال ان علاقوں میں پھیلا رکھا ہے وہ مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کر دیں گے۔ اس لئے یہ ذمہ داری علماءِ حق کے علاوہ حکومتِ پاکستان کے سفارت خانوں پر بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ باطل طریقات کا سختی سے محاسبہ کریں۔

الحمدللہ کہ مولانا مکی اپنے اسلاف کے طریق پر نام و نمود سے دور محض اخلاص اور رضا کارانہ و رضاء رسول کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے ان کے دورہ ساؤتھ افریقہ کے صحیح واقعات اور کامرانیوں کی تفصیل میں جانا مشکل ہے۔

حضرت مولانا حجازی مکی ساؤتھ افریقہ کے دورے سے ۶ مئی کو واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آپ نے ۲۸ مارچ سے چھ مئی تک ساؤتھ افریقہ کے مختلف مقامات پر جن خیالات کا اظہار کیا۔ جس انداز سے لوگوں کو اسلام سمجھایا اس کے اثرات تھے کہ وہاں سے آنے والے اکثر حجاج (زائرین) نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا مکی نے اسلام کی جو ترجمانی کی ہے وہ ہمارے علاقے لوگوں کے لئے ایک نئی چیز تھی چونکہ اس سے پیشتر ایسے لوگ بھی یہاں آئے جنہوں نے اسلام کو اس افسانوی طرز پر پیش کیا جس کا نتیجہ تھا کہ لوگ اسلام کو اسی انداز سے سمجھتے رہے جس انداز سے دوسرے مذاہب کی کہانیاں سنتے چلے آ رہے تھے۔

مولانا محمد مکی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے ایک طرف اگر ہمارے سامنے اسلام پیش کیا تو دوسری طرف سعودی حکومت اور ائمہ حرمین شریفین سے متعلق جو باتیں ہمیں بتائیں اس سے ہمارے بہت سے خدشات جو حکومتِ سعودیہ اور ائمہ حرمین سے متعلق تھے جاتے رہے۔ الحمدللہ

ہماری درخواست ہے کہ مولانا اپنی مصروفیت کے باوجود ساؤتھ افریقہ کے اسلام سے ناآشنا لوگوں کو آئندہ بھی اپنے مواعظِ حسنہ سے نوازتے رہیں گے۔ (مکتوب آفریقہ)

غیر ملکی معاونین جامعہ رشیدیہ

جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ ساہیوال کا کوئی نمائندہ یا سفیر یا کارکن کہیں بھی متعین نہیں۔ اس لئے کسی صاحب کو چندہ نہ دیا جائے۔ جامعہ کی رسید مصدقہ مطبوعہ پاکستان ضرور ملاحظہ فرمالیں۔

ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بعض حضرات اندرون و بیرون ملک خصوصاً برطانیہ میں جامعہ رشیدیہ کے نام پر چندہ وصول کر رہے ہیں لہٰذا احباب ہرگز کسی کو چندہ نہ دیں بلکہ جامعہ رشیدیہ کا حساب و کتاب "حبیب بنک غلہ منڈی ساہیوال" میں چلتا ہے۔ اسی واسطے سے براہ راست رقم جامعہ میں پہنچ سکتی ہے۔ ○ جامعہ رشیدیہ کا اکاؤنٹ نمبر ۲۹۴ حبیب بنک غلہ منڈی ساہیوال ہے

اسلام میں علم کا مقام

مولوی سرفراز احمد جامعہ رحمانیہ ۔ مونگیر (ہند)

علم ایک قیمتی جوہر اور بیش بہا سرمایہ ہے جس کے سامنے دنیا کی تمام دولت ہیچ اور بے معنی ہے۔

علم سے انسان بنتا ہے، وہ اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے۔ اپنی منزل، اپنا مرتبہ، اپنی حیثیت کو پہچانتا ہے اور قدر و قیمت سے واقف ہوتا ہے، کائنات کے رازہائے سربستہ سے واقف ہوتا ہے اور علم ہی وہ روشنی ہے جس سے خالق و مالک کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اسلام کی نظر میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ مخلوق میں سب سے افضل اور اشرف ہونے کی وجہ سے پوشیدہ اور مضمر شئی کو جاننے کا عادی رہا ہے، اس کا واحد ذریعہ علم ہے۔

یوں تو علم کی بیشمار اقسام ہیں اور سارے علوم کسی نہ کسی حیثیت سے مفید ہیں۔ البتہ علوم دینیہ کو دوسرے تمام علوم پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شهد الله انه لا اله الا هو والملٰئكة واولو العلم قائما بالقسط۔

خدا نے شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی کہ معبود اس شان کے ہیں کہ اعتدال کیساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔ خدا کی وحدانیت کے سلسلے میں شہادت دینے والوں میں خدا کیساتھ فرشتوں اور علماء کو شریک کرکے اور علماء کی شہادت کو شہادت خداوندی کیساتھ بیان کرکے علم دین اور حاملین علوم دینیہ کی فضیلت و برتری واضح کر دی گئی۔

قرآن پاک میں ایک جگہ یوں کہا گیا کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ درجہ کے انسان پر۔ اس ارشاد گرامی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دین اور عالم دین کی فضیلت اور برتری کو اور نمایاں کرکے بیان فرمایا ہے۔

فضیلت علم کے باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث یہ ہے کہ

"جو طالب علم علم دین سیکھنے کی غرض سے اپنے گھر سے چلتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ

آسان کر دیتے ہیں۔ فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور آسمان وزمین کی تمام مخلوق کیڑے مکوڑے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں استغفار کرتی رہتی ہیں۔ اور فرمایا کہ ایک عالم کی فضیلت ایک عابد پر ایسی ہے جیسطرح چاند کو تمام ستاروں پر۔ قرآن پاک میں کہا گیا ہے:

"اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ والے حصے کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے"

اس آیت کے بارے میں بعض مفسرین کا بیان ہے کہ لباس سے مُراد علم ہے اور لباسِ تقویٰ سے مُراد شرم وحیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کی زینت پر دہ پوشی، عزت وشہرت اور جاہ ومرتبت کا ذریعہ علم ہے کیونکہ موجودہ دور میں یہ کمالات اور خوبیاں انسان لباس کے ذریعے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن شریعتِ اسلامیہ نے علم کو لباس اور زینت کی چیز قرار دیا ہے شرط یہ ہے کہ اس کا استعمال صحیح کیا جائے۔

آیت مذکورہ میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ لباس (علم) تمہارے لئے پیدا کیا ہے اور مخاطب انسان ہے

اسیطرح دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔

"آپ کہئے کہ عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں"؟

اس آیت کی مزید وضاحت حدیث پاک سے ہوتی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین آدمیوں کی شفاعت قبول ہوگی۔ انبیاء کی علماء کی پھر شہیدوں کی"

اس حدیث سے مزید اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علم کی فضیلت کیا ہے؟ شہداء سے پہلے علماء کی شہادت قبول کی جارہی ہے حالانکہ شہداء کی فضیلت میں بے شمار آیتیں مذکور ہیں اور ان گنت احادیث موجود ہیں۔ پھر بھی علماء کو مقدم کیا گیا۔ اس کی بنیادی وجہ علم دین ہے۔

"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا تو یہ شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ انبیاء اور اس شخص میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا"

یہ انتہائی خوشی اور مسرت کا مقام ہے کہ کسی کا مقام نبی سے صرف ایک درجہ کم ہو۔ یہ صرف علم دین ہی کے ثمرات ہیں کہ جن کے صلہ میں یہ دولت لازوال میسر ہوئی۔

علم کی فضیلت پر ایک چھوٹی سی مثال ملاحظہ ہو: قال الذی عندہٗ علم من الکتاب انا آتیک

بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔

جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اس تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے تیرے سامنے لاسکتا ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آنیوالی تھی تو جنوں کی ایک جماعت نے کہا میں آپ کے اٹھنے سے پہلے تخت لاسکتا ہوں لیکن جس کے پاس علم تھا اس نے کہا میں تو آنکھ کے پلک جھپکتے ہی لے آؤں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم والوں کا درجہ ہر مقام پر سب سے آگے ہے۔

اسی سلسلے کی ایک مشہور حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علم حاصل کرو کہ اس کا حاصل کرنا خوف الٰہی ہے۔ علم کا سیکھنا خدا سے ڈرنے کا موجب ہے اس کا طلب عبادت ہے علم کا درس دینا تسبیح ہے اور علم سے بحث کرنا جہاد ہے۔ جاہل کو علم سکھانا صدقہ دینے کی مانند ہے علم کا ضرورت کے موقع پر تصرف کرنا تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ علم تنہائی کا رفیق، سفر میں دوست اور علم حلال حرام کو پہچاننے کی علامت ہے۔ علم اہل جنت اور صالحین کے راستے کا نشان ہے۔ دین کا رہنما محتاجی اور خوشحالی میں چراغ راہ، دوستوں کے درمیان زینت دشمنوں کے لئے تیغ براں۔ اللہ تعالیٰ اسی علم کی بدولت کچھ لوگوں کو عظمت و بلندی سے سرفراز کرتا ہے۔ اور ان کو پیشوا اور مقتدی بناتا ہے۔ لوگوں کو عظمت و بلندی سے سرفراز کرتا ہے اور ان کو پیشوا اور مقتدی بناتا ہے۔ لوگوں کے درمیان انہیں قائد اور راہنما اور سردار بناتا ہے۔ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے علم کو دلیل راہ بناتے ہیں فرشتے ان سے دوستی اور قربت حاصل کرنے کے مشتاق رہتے ہیں اپنے پروں کو ان سے مس کرتے ہیں بحر و بر کی تمام مخلوق ان کے لئے استغفار کرتی ہے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں، چرند، پرند، کیڑے، مکوڑے اور آسمان کے چاند ستارے ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اس لئے کہ علم نور ہے تاریکیاں اس سے دور ہوجاتی ہیں۔ علم تاریکی میں مصباح منیر کا کام دیتا ہے علمی امور میں غور و فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ علم کی تدریس میں مشغول رہنا شب بیداری کے ہم معنی ہے۔ علم انسان کو صلہ رحمی کا درس دیتا ہے اور حلال و حرام کی تمیز بخشتا ہے۔ علم امام ہے اور عمل اس کے تابع ہے۔

کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے قلوب علوم نبویہ کی امانت گاہ ہیں۔ (نقیب الہند)

وفیات

حضرت مولانا منظور الحق صاحب دار العلوم کبیر والا — حاجی غلام محمد کونسلر آف ساہیوال

عزیزی افضل مرحوم صاحبزادہ ملک نسیم صاحب ساہیوال — والدہ ماجدہ مولانا کرم الٰہی فاروقی

مندرجہ بالا حضرات کے لئے جامعہ میں قرآن خوانی و دعیہ مغفرت و تعزیت کی گئی۔ ادارہ ان سب حضرات کے غم میں شریک ہے۔

گفتنی ناگفتنی

اسعد رحمانی

قادیان میں نعرہ حق بلند کرنیوالے اوّلین مجاہد

فرقہ واریت، علماء اور حکومتی کارندے

ہفت روزہ چٹان لاہور کی گذشتہ اشاعت میں ایک آرٹیکل لکھا گیا تھا جسمیں حکومت کو اسطرف توجہ دلائی گئی تھی کہ ربوہ کی پوری جائیداد مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کے تصرف میں ہے۔ کوئی شخص ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا ان کی دھاندلیوں سے تنگ آکر کوئی شخص اس دائرۂ کفر و ارتداد سے نکلنے کی سعی کرتا ہے تو مکان و معاش کی بوجھل بیڑیاں اس کیلئے سدِ راہ بن جاتی ہیں۔

اس ضمن میں مولانا تاج محمود خلد آشیانی کا ذکر خیر آیا جنہوں نے ربوہ کی مسلم کالونی میں واقع مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز میں ایک کانفرنس میں اس قسم کا مطالبہ کیا تھا۔ چٹان کے ایک قاری نے ازراہِ عنایت اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ربوہ میں سب سے پہلے جس جماعت نے رُخ کیا اور وہاں مرکز رشد و ہدایت کی بناء ڈالی وہ مجلس احرار اسلام اور اس کے قابلِ احترام رہنما جانشین امیر شریعتؒ حضرت مولانا ابو معاویہ ابوذر بخاری ہیں۔ یہ ۲۷ فروری ۱۹۷۶ء کا قصہ ہے کہ مسجد و مدرسہ احرار اسلام کے نام سے اس مرکز کی بناء رکھی گئی۔ جمعہ کا دن تھا سید ابوذر صاحب کے علاوہ زعیم ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نور اللہ مرقدہٗ اور مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری نمایاں شرکاء میں سے تھے۔ گرد و پیش کے قصبات و مواضعات ہی نہیں بلکہ دور دراز کے علاقوں سے ہزاروں لوگ وہاں پہنچے۔ جبکہ ہزاروں کو پولیس نے روکا پولیس کے اس طرز عمل کے باوصف عظیم الشان اجتماع ہوا۔ مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اور بلاشبہ یہ وہاں کا پہلا مرکز تھا۔ جس کا سہرا اس غیرت مند جماعت کے سر ہے جس کی قیادت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چوہدری افضل حقؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدینؒ، چوہدری عبدالرحمٰن راہیلؒ، میاں قمرالدین رئیس اچھرہؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، صاحبزادہ فیض الحسن اور مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ جیسے حضرات کے سر ہے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے!

گو آج ان لوگوں میں سے ایک بھی نہیں لیکن شاہ جیؒ کے صاحبزادگان گرامی مخلص ورکروں کی ایک کھیپ کے ساتھ

اس روایت کو نبھا رہے ہیں۔ چٹان کے قاری سے گلہ کے انداز میں لکھا گویا ہم نے قصداً اس بات کو نظرانداز کیا۔ ایسی بات قطعاً نہیں مرزائیت کے عوامی محاسبہ اور اس ضمن کی جملہ تحاریک میں اس کا قائدانہ رول وہ حقیقت ہے جسے کوئی نہیں جھٹلا سکتا۔ آزادی وطن اور محاسبۂ قادیانیت کی دیانتدارانہ تاریخ مجلس احرار اسلام کے قابل فخر کارناموں سے جگمگا رہی ہے کوئی شپرہ چشم نہ دیکھ سکے تو اس کی مرضی !

کون نہیں جانتا کہ قادیان میں مرزائیوں کے علاوہ بھی لوگ بستے تھے۔ لیکن مرزا محمود الدین جیسے ڈکٹیٹر نے اس قصبہ میں جو نظام رائج کر رکھا تھا اس کے پیش نظر کسی کو دم مارنے کی اجازت نہ تھی۔ اس استبدادی کیفیت کو توڑنے والی مجلس احرار اسلام ہی تھی۔ رب العزت نے مجلس کو یہ توفیق دی۔ اس نے وہاں اپنا مرکز قائم کیا۔ اس مرکز میں اولین طور پر جن حضرات نے کام کیا ان کے صحیح نام خواجہ عبدالحمید بٹ آف لودھراں نے ارسال فرمائے یعنی حافظ عزیز الرحمٰن اور مولوی ہدایت اللہ صاحبان۔ مگر کہ خواجہ صاحب نے بھی عزیز الرحمٰن کی جگہ عبدالرحمٰن لکھ دیا۔ صحیح نام عزیز الرحمٰن ہے۔ ان کے بعد وہاں مشہور مجاہد و مناظر مولانا محمد حیات صاحب کا تقرر ہوا۔ احقر ان کا بہت نیاز مند تھا اور وہ بہت ہی اس ناچیز پر شفقت فرماتے۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسے کم لوگ دیکھے ہیں۔ علم و شرافت ان کی اصل متاع تھی۔ سادگی تواضع اور انکساری ان کا سرمایۂ حیات تھا۔ گفتگو نہایت سلیقہ کی کرتے۔ سنجیدگی کے دائرے سے باہر نہ جاتے باوجودیکہ بہت بڑے مناظر تھے اور قادیانی ان کے نام سے گھبراتے۔

حافظ عزیز الرحمٰن کی بھی احقر نے خوب زیارت کی۔ میرے والد بزرگوار مولانا محمد رمضان علوی کے نہایت مخلص دوست تھے۔ امیر شریعت قدس سرہٗ ان پر بہت شفیق تھے۔ ضلع اٹک کے رہنے والے بڑے مجاہد اور مخلص مسجد منزل گاہ سکھر کے کیس میں انہوں نے بڑی قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کیا۔ جس کی روداد محترم سید ابوذر بخاری مدظلہ نے شائع کر دی آخری عمر میں کراچی بس گئے۔ تھوڑا عرصہ قبل انتقال کیا۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ان کے صاحبزادگان کراچی میں ہیں۔ نہایت شریف اور نیک نفس ہیں اپنے والد مرحوم کے دوستوں کے نیازمند اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

حافظ صاحب مرحوم احقر کو تدریس و خطابت کے سلسلہ میں کراچی لے جانا چاہتے تھے۔ ان کے اور والد صاحب کے مشترکہ دوست مولانا حافظ محمد زاہد خلف الرشید حضرت مولانا محمد صادق مرحوم سابق خطیب مسجد چوڑیاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور بھی اس بات کے متقاضی تھے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ بہرحال یہ حضرات ہمارے محسن تھے اور یہ

یہ ہے کہ مجلس احرار اسلام کا ایک ایک راہنما اور کارکن ہمارا محسن ہے کہ ان کی پیہم قربانیوں کے سلسلہ میں اللہ رب العزت نے آزادی بھی بخشی اور مرزائیت کا مسئلہ بھی حل ہوا۔

یہ صحیح ہے کہ ان معاملات میں خاص طور پر پاکستان میں قادیانیت کے مسئلہ کے حل کے لئے اور لوگوں کا بھی ایک کردار ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس ضمن میں اصل کریڈیٹ مجلس احرار اسلام پاکستان کو جاتا ہے جس نے ۱۹۵۲ اور ۵۳ء میں ہی منت و خوشامد کر کے سب لوگوں کو اکٹھا کیا اور حکومت وقت سے ٹکر لی۔ تسلیم کہ اسوقت کی حکومت بعض جماعتوں کے راہنما اور آخر میں جسٹس منیر صاحب وغیرہ نے مسلمانوں پر ظلم توڑے۔ لیکن جو خون اسوقت بہا ۷۴ء میں اُبلا اور اسطرح ربوہ کے اندر حق و صداقت کے مراکز قائم ہوگئے اور کم ازکم آئینی طور پر مرزائیت بے نقاب ہوگئی۔ رہ گیا ۸۴ء کا آرڈیننس تو سوچیں گذشتہ دور میں اتنی طویل قربانیاں نہ ہوتیں تو یہ کام کیسے ہوتا؟

فرقہ واریت ایک ناسور ہے اس سے ملک وملت کو خطرہ ہے۔ اس نے امت کا اتحاد پارہ پارہ کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملے اکثر و بیشتر سننے میں آتے ہیں ججز کی زبان سے وکلاء کی زبان سے حکومتی مناصب پر فائز لوگوں کی زبان سے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کی زبان سے جو اس فتنہ کی آبیاری میں مشغول ہیں —— اس فتنہ نے کیسے جنم لیا!

اس کا بالکل واضح جواب یہ ہے کہ انگریزی دور میں جو مصائب امت مسلمہ پر ٹوٹے یہ بھی انہیں سے ایک ہے۔ فتنہ قادیانیت ہو یا نیچر جہاد کی جدید تعبیر کا مسئلہ یا مجاہدین کی تکفیر کی بات سب ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

ایک طرف سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید اور ان کے نیک نفس رفقاء ہیں جو گھر سے ہزاروں میل دُور سکھ اور انگریزی افواج سے نبرد آزما ہیں تو دوسری طرف وہ "علمی شہزادے" ہیں جو ایک ریاست سے دوسری ریاست نوکری کرتے پھرتے ہیں اور انگریز ریذیڈنٹ کے یہاں ملازمت کے شغل فرما رہے اور ساتھ ہی ساتھ ان بندگان پاک طینت را کو بے دین ثابت کر رہے ہیں!

ایک طرف بہادر شاہ ظفر، جنرل بخت خاں، مولانا احمد اللہ شاہؒ، نواب مجو خاں، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ تھے تو دوسری طرف بریلی سے لیکر بدایوں تک کے پیرزادگان اور صاحبزادگان کے علاوہ شمس العلماء قسم کے حضرات تھے جو ہندوستان کو دار الاسلام قرار دینے میں مشغول تھے اور جن کے نزدیک یہ جہاد نوشان محبت معاذ اللہ بدعقیدہ تھے۔

مولانا اسماعیل شہید کی وسعت قلبی کا یہ عالم تھا کہ عیدگاہ کے امام صاحب ان کی تکفیر کرتے لیکن وہ عید وہاں جا پڑھتے کہ وہ بیچارے نفسانیت کا شکار رہیں اور مولانا محمد قاسم اپنے سفر دہلی میں ایک مسجد میں نماز کو جانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ وہ شخص آپ کی تکفیر کرتا ہے تو فرمایا "اسے کہا گیا ہے کہ ہم گستاخ رسُول ہیں اسے تکفیر ہی کرنی چاہیئے اور جب

اس امام نے آپ کو مسجد میں دیکھا تو پاؤں پر گر گیا۔ آپ نے فرمایا میاں آپ سے گلہ صرف اتنا ہے کہ تم نے تحقیق نہ کی ہم تمہارے ہاتھ پر کلمہ پڑھتے ہیں ہاتھ بڑھاؤ تاکہ بیچارہ محمد قاسم مسلمان ہو جائے۔ وہ زار و قطار رونے لگا معذرت چاہی اور دعا کی درخواست کی کہ ہم بھی آپ جیسے مسلمان بن جائیں۔ کچھ حضرات اب بھی اس طرح تحمل اور حوصلہ سے کام لیتے ہیں جبکہ ایک گروہ اب بھی تکفیر کے گولے داغتا ہے۔ فرقہ واریت کے معاملہ میں حضراتِ علماء کو محاسبہ آخرت کے خوف سے اپنے رویہ پر نظر ثانی کرنی چاہیئے اور کسی کو کافر گستاخ رسول جیسے مکروہ القابات سے یاد نہیں کرنا چاہیئے کہ حدیث صحیح مذکور کسی کو کافر یا ملعون کہنا جبکہ وہ ایسا نہ ہو خود اپنے آپ کو ایسی بات کا مستحق بنانا ہے"۔

اے کاش وارثانِ منبر و محراب اس دور الحاد و مادیت میں اپنے خطبات اور دروس کا رخ صحیح کریں اور مثبت انداز سے تبلیغ دین کر کے اپنی ذمہ داری کو پورا کریں۔

حکومت بڑی طاقت ہے وہ کسی برائی کو ختم کرنا چاہے تو بڑی آسانی سے ختم کر سکتی ہے۔ اور ایک صحیح حکومت کا قرآنی طور پر فرض بھی یہی ہے کہ وہ نیکی کو پھیلائے اور برائی کو مٹائے۔ فرقہ واریت ایک ایسی برائی ہے جس سے ملکی استحکام مجروح ہوتا ہے۔ قومی وحدت متاثر ہوتی ہے۔ اسلام کے پیغام کے پھیلانے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے مسلمانوں کی جگ ہنسائی کا سامان فراہم ہوتا ہے اور پوری مسلم سوسائٹی کا ڈھانچہ تہس نہس ہو جاتا ہے۔

اس عفریت کا سر کچلنا حکومت کا بنیادی فرض ہے۔ لیکن جب حکومتی اہل کار اور کارندے ایسی چیزوں کی حوصلہ افزائی کریں گے اور منصبی ذمہ داریوں کی بجائے فرقہ واریت کا پرچار شروع کر دیں تو پھر وہ کونسی طاقت ہوگی جو اس مصیبت عظمیٰ سے امت کو بچائے گی؟؟؟ (چٹان)

جمعیۃ علمائے اسلام بنگلہ دیش

سعودی عرب اور صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو قادیانیوں کے آرڈیننس کے اجراء پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے جنرل ارشاد حسن صدر بنگلہ دیش سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بھی مسلمان ممالک اور اسلامی حکومتوں اور پاکستان کی طرح مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ ڈھاکہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں لاکھوں مسلمانوں نے مطالبہ پیش کیا اور کروڑوں مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا۔

(امین الحق محمودی جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام ڈھاکہ)

خطاب بہ جامعہ رشیدیہ

حامد بن طالب اشرفی

اے کہ تجھ سے آج قائم دینِ قیّم کا وقار
تیرے دم سے گلستانِ دین میں آئی بہار

ہیں منوّر تیری ضَو پاشی سے ابنائے جہاں
نصرۃ حق رہتی ہے ہر آن تیری سازگار

ہر صفِ باطل سے تُو ہے معرکہ آراء رہا
رہنا ناموسِ محمدؐ پر فدا تیرا شعار

تجھ کو نسبت ہے رشید احمدؒ سے جو بالاتفاق
تھے امام الاتقیا اور دینِ قیّم کے مدار

آج عظمت تیری قائم ہے مفتی اللہؒ سے
ذاتِ عبد اللہ سے ہے بڑھ گیا تیرا وقار

حضرتِ خیر محمدؒ کا ہے یہ فیضان سب
ہے فضا جو آج تیری جامعہ یوں نور و نار

سربلندی کا تیری ضامن حبیب اللہ ہے
جس کی حق گوئی سے باطل آج ہے با حالِ زار

ہے دعائے حامد گم گشتہ روز و شب
تا قیامت جامعہ را اے خدا تابندہ دار

اعلان واجب الاذعان

فرق واضح ہو!

جامعہ رشیدیہ رائپوری بزرگوں کی دینی وعلمی درس گاہ ہے!
مکتبہ رشیدیہ تجارتی وذاتی کتب خانہ ہے مدرسہ نہیں ہے

بعض لوگ جامعہ رشیدیہ اور مکتبہ رشیدیہ کو ایک ہی ادارہ گردانتے یا سمجھتے ہیں۔ رفع غلط فہمی کیلئے اظہار کیا جارہا ہے کہ جامعہ اور مکتبہ دونوں الگ الگ مقام پر واقع ہیں۔ کوئی صاحب مکتبہ کے لئے جامعہ رشیدیہ مراسلات نہ فرمائیں اور نہ جامعہ رشیدیہ کے لئے مکتبہ کو لکھیں۔ مکتبہ رشیدیہ کے ذریعے اکثر رقوم وغیرہ جامعہ رشیدیہ نہیں پہنچتیں۔ اس لئے معاونین خصوصاً بیرونی ممالک انگلینڈ وغیرہ کے اصحاب نوٹ فرمالیں۔ اسمیں کسی کے خلاف کوئی شکایت نہیں بلکہ صرف حکایت ہے اور امر واقع۔ واللہ علی مانقول شہید۔

نوٹ: جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ ساہیوال کا اکاؤنٹ نمبر ۲۹۴ حبیب بنک غلہ منڈی ساہیوال ہے جو حضرات رقم براہ راست بھجوائیں گے وہ اپنا پتہ ضرور تحریر فرمادیا کریں۔ از حد ضروری ہے!!!

اراکین انجمن رشیدیہ (رجسٹرڈ) جامعہ رشیدیہ ساہیوال

MONTHLY • ALRASHID LAHORE PAKISTAN

قربانیوں میں ایک قربانی

- چرم ہائے قربانی ہے۔ مدارس عربیہ اسلامیہ کے لئے یوں قربانی کیجئے کہ اپنے حلقے کے مدارس کو ان کی حیثیت کے مطابق کھالیں دیجئے۔
- طلبہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال بھی آپ کی قربانی کے اصل مستحق اور بہترین مصرف ہیں۔
- جامعہ رشیدیہ ایسا مستحق ادارہ جو اپنی قدیم روایات کا حامل اور عامل ہے۔
- جامعہ رشیدیہ کی اولیت اور طلبہ کی تعداد اور مدرسہ کے مصارف اور ادارہ کی خدمات کے مطابق اعانت کرتے ہوئے اپنی زکوٰۃ و صدقات اور چرم ہائے قربانی سے نصرۃ فرمائیے
- بغیر رسید رشیدیہ کوئی چیز نہ دیجئے۔
- ساہیوال و مضافات میں ہمارے مراکز پر کھالیں جمع کرانے والے رضاکاروں سے تعاون فرمائیے بصورت دیگر کھالیں فروخت کر کے مدرسہ میں رقم پہنچائیے! شکریہ۔
- بحمد اللہ جامعہ میں اس کے مصارف طلبہ کے طعام خانہ، ملبوسات، کتب موقوفہ نیز علاج وادویہ ہیں۔
- بحمد اللہ جامعہ کا حساب و کتاب، نظام ہر طرح تسلی بخش ہے اور تعلیمات از ابتداء تا انتہا تدریسی خدمات جاری و ساری ہیں کسی صاحب کو غلط فہمی ہو خود تشریف لا کر اطمینان کر لینا چاہیئے!